اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے خطوط کا جامع مجموعہ

کلیاتِ مکاتیبِ رضا

ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی
(انڈیا)

مکتبۂ بحر العلوم ● مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ، لاہور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے خطوط کا جامع مجموعہ

کلیاتِ مکاتیبِ رضا

جلد اوّل

مرتبہ
ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی (انڈیا)

مکتبہ بحر العلوم ○ مکتبہ نبویہ گنج بخش
روڈ لاہور

نام کتاب	کلیاتِ مکاتیب رضا (جلد اول)
تالیف	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی
تصحیح	مولانا فخر عالم رضوی، مولانا محبوب عالم رضوی
صفحات	تین سو اڑسٹھ ۳۶۸
تعداد	گیارہ سو
سن طباعت	بار اول ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۵ء
زیر اہتمام	ادارہ افکارِ حق بائسی، پورنیہ، بہار (انڈیا)
ناشر	مکتبہ بحر العلوم گنج بخش روڈ لاہور۔
	فون: 0300-4157405، دوکان: 7213560
ہدیہ	1000/- روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ ☆ قادری رضوی کتب خانہ ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت ☆ ضیاء القرآن
☆ مکتبہ قادریہ رضویہ ☆ روحانی پبلشرز ☆ نوریہ رضویہ ☆ مسلم کتابوی
علمی پبلشرز گنج بخش روڈ لاہور زاویہ پبلشرز ☆ جمال کرم ☆ القمر بک کارپوریشن
☆ شبیر برادرز ☆ اسلامیہ کتب خانہ ☆ مشتاق بک کارنر (اردو بازار لاہور)

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو امام احمد رضا کے نسبی و روحانی والدین کریمین کے نام انہیں کے لفظوں کو مستعار لیکر

"اعلی حضرت، عظیم البرکة، اعلم علماء الربانیین، افضل الفضلاء الحقانیین، حامی السنن السنیه، محی الفتن الدنیه، بقیة السلف المصلحین، حجة الخلف المفلحین، آیة من آیات رب العالمین، معجزة من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیه و علیهم اجمعین، ذی التصانیف الرائقة و التحقیقات الفائقة و التدقیقات الشائقة، تاج المحققین، سراج المدققین، اکمل الفقهاء المحدثین، حضرت مولینا مولوی محمد نقی علی خان صاحب محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قدس الله سره و عمم بره و تمم نوره و اعظم اجره و اکرم عنده و انعم منزله ولا حرمنا سعده و لم یفتنا بعده (اور)

حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، اعرف العرفاء الکرام، مجمع الاولیاء العظام، السحاب الباهر بفیض القادر و العباب الزاخر بالفضل الباهر، ذو القرب الزاهر و النسب الطاهر، ملحق الاصاغر بالجلة الاکابر، معدن البرکات، مخزن الحسنات من آل محمد سید الکائنات علیه و علیهم افضل الصلوت، وارث النجدات من حمزة الحمزات، القمر المستنیر بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل و اشرف الکریم اعلی حضرت سیدنا السید الشاه آل رسول الاحمدی فاطمی، حسینی، قادری برکاتی، واسطی، بلجرامی، مارهروی رضی الله عنه و اجزل و اعظم قربه منه و اشرف علینا من نوره التام و افاض علینا من بحره الطام و جعلنا من خدمه فی دار السلام بفضل رحمته علیه و علی آبائه الکرام" [1] کے نام معنون کرتا ہوں

خاکپائے علماء و عرفاء

غلام جابر شمس مصباحی بن قاضی مین الدین رشیدی عفی عنهما

۲۲ رصفر ۱۴۲۴ھ/ ۲۳ راپریل ۲۰۰۳ء

---

[1] احمد رضا خان، امام فتاوی رضویہ تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۴ء، ۱۶۳، ۱۶۵

مؤلف ایک نظر میں

نام : غلام جابر

قلمی نام: شمس مصباحی پورنوی

ولدیت : قاضی عین الدین رشیدی

پیدائش : ۱۸/اپریل ۱۹۷۰ء

جائے ولادت: قاضی ٹولہ ہری پور، بائسی، پورنیہ، بہار

تعلیمی لیاقت : فاضل درس نظامی؛

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف، یوپی

عالم، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، الہ آباد، یوپی

منشی کامل، عربی وفارسی بورڈ، الہ آباد، یوپی

ادیب کامل، جامعہ اردو، علیگڑھ، یوپی

ایم، اے، مگدھ یونیورسٹی، بودھ، گیا، بہار

پی ایچ ڈی، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، بہار

مشغلہ : درس وتدریس، تصنیف واشاعت، دعوت وتبلیغ

قلمی خدمات:

(۱) مسلک مختار (فکر رضا کے حوالے سے) ادارہ افکار حق، بائسی، پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۲) فضائل رمضان وتلاوت (ہندی) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۳) اُجالا (ہندی ترجمہ) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۴) آئینہ امام احمد رضا (ایک دستاویزی تالیف) ادارہ افکار حق، بائسی پورنیہ، بہار ۱۹۹۳ء

(۵) امام احمد رضا کی مکتوب نگاری (مقالہ پی، ایچ، ڈی)

(۶) کلیات مکاتیب رضا (تین جلدیں)

(۷) خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا (دو جلدیں)

(۸) حیات رضا کی نئی جہتیں

(۹) مسئلہ اذان ثانی ایک تحقیقی مطالعہ

(۱۰) تین تاریخی بحثیں

(۱۱) ندوۃ العلماء ایک تجزیاتی مطالعہ

(۱۲) تقریظات امام احمد رضا

(۱۳) اسفار امام احمد رضا

(۱۴) امام احمد رضا کے چند غیر معروف خلفاء

(۱۵) امام احمد رضا آداب و القاب کے آئینے میں

(۱۶) حکایات امام احمد رضا

(۱۷) مواعظ امام احمد رضا

(۱۸) چشم و چراغ خاندان برکات

(۱۹) سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی، حیات و مکتوبات

(۲۰) مولانا عبدالقادر بدایونی، حیات و مکتوبات

(۲۱) قاضی عبدالوحید فردوسی، حیات و مکتوبات

(۲۲) شخصیات و مکتوبات (دو جلدیں)

نوٹ: ۵ نمبر سے ۲۲ نمبر تک کی کتابیں امام احمد رضا کی حیات کے مختلف گوشوں کو سمجھنے کے لئے شاہ کلید کی حیثیت رکھتی ہیں جو ابھی منتظر طباعت ہیں۔

مشمولات

فہرست مکاتیب

نوٹ

یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے۔
'الف' سے 'ظ' تک کے خطوط اس جلد میں ہیں۔
'ع' سے 'ی' تک کے خطوط دوسری جلد میں
ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب مکتوبات

از: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، مدیر اعلیٰ، ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور

(۱)

صاحب مکتوبات امام اہل سنت مجدد دین وملت عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ محی السنۃ ماحی الفتنۃ شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ المحققین تاج الفحول المدققین غیظ المنافقین قاطع النجدیین قامع المرتدین سموالمکانۃ اعلیحضرت مولانا الحاج قاری الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی اسلامی دنیا میں روشنی کا مینار تھے۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء اور سال وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء ہے۔ آپ کی یہ پینسٹھ سالہ زندگی برصغیر پاک و ہند میں انگریزی دور اقتدار میں گزری۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ایشیا اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک اقوام یورپ کی نوآبادیات کا حصہ بن چکے تھے۔ اس طرح عالم اسلام کا کثیر حصہ غلامی کی سیاہیوں میں گھرا ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند ایسٹ انڈیا کمپنی اور پنجاب سکھوں کے دور استبداد سے گزرا۔ جسے تاریخ کا ایک سیاہ باب مانا جاتا ہے۔ اعلیحضرت کی پیدائش کے ایک سال بعد مسلمانانِ برصغیر نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی، مگر ناکام رہے۔ اس ناکامی کے بعد انگریز نے جس شدت کے ساتھ مسلمانوں پر مظالم توڑے، اس کی مثال قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ بایں ہمہ علماء دین نے اپنے مناصب، اعزازات، جائیداد اور مال و منال سے محرومی کو تو قبول کر لیا۔ مگر اپنے علمی اور اعتقادی رائے کی حفاظت سے دستبردار ہونا قبول نہ کیا۔ چنانچہ حالات کی شدت کے باوجود دین سے وابستگی اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبے کو زندہ رکھتے گئے۔ وہ دور دراز شہروں، دیہات اور جنگلات میں بھی دینِ مصطفیٰ کی شمع کو روشن رکھے رہے۔ خصوصاً اعلیحضرت کا علمی خانوادہ بریلی جیسے حریت پسند شہر میں قیام پذیر رہا اور علم دین کی ضیاؤں کو پھیلاتا رہا۔

(۲)

امامِ اہلِ سنت کی چشم شعور وا ہوئی۔ تو بریلی کا مکتبِ علم و فکر برِ صغیر کے تشنگانِ علومِ اسلامیہ کو چشمۂ فیض بن کر سیراب کر رہا تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خان (م ۱۲۹۷ھ) تایا حافظ کاظم علی خان اور شاہ رضا علی خان (م ۱۲۸۶ھ) رحمۃ اللہ علیہم بریلی کی علمی اساس تھے۔ حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادے مولانا حسن رضا خان (م ۱۳۲۶ھ) مولانا محمد رضا خان اور ہمارے مجدد مائۃ حاضرہ اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ علیہ اس خانوادۂ علیہ کے روشن چراغ تھے۔ اس خاندان نے برصغیر کے اہلِ علم کو نہ صرف متاثر کیا تھا۔ بلکہ اپنی علمی اور نظریات درخشاں روشنیوں کی مقناطیسی قوت سے جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے طالب علمی کی وادی میں قدم رکھا۔ تو ہر طرف سے مردم شناس نگاہیں اٹھیں۔ سب سے اول مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، مولانا نقی علی خان (والد مکرم) اور مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ) نے درسیات میں آپ کی تربیت میں بڑی محنت سے کام لیا۔ حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ [1] (م ۱۲۹۶ھ) نے اپنے جن تین خلفاء کو ارشاد و ہدایت کا فریضہ سپرد کرتے ہوئے فخر کیا تھا۔ ان میں حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ) حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ھ) اور اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہم کے اسماء گرامی خصوصی طور پر ایوانِ قادریت پر نصب ہیں۔ پاک و ہند سے آگے بڑھ کر حرمین الشریفین (ارضِ حجاز مقدس) میں شیخ الاسلام احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام اور الشیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ (م ۱۳۰۱ھ) جیسے شہرۂ آفاق مشائخ نے آپ کی روحانی تربیت میں نمایاں حصہ لیا۔

---

[1] آپ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) کے تلمیذ خاص تھے۔

(۳)

اعلیحضرت عظیم البرکت کے علمی کمالات کی شہرت کے آفتاب کی شعاعیں ابھی عالم اسلام کے افق پر طلوع ہی ہوئی تھیں، کہ آپ دنیا کے گوشے گوشے سے اہل علم کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ آپ کی مشہور تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' پر داد تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مدنی (م ۱۳۳۳ھ) اور شیخ الائمہ حرم ابوالخیر بن عبد اللہ مرداد (م ۱۳۳۵ھ) قدس سرہم نے تو شاندار تقاریظ لکھیں۔ قیام حرمین شریفین کے دوران آپ کی ذہانت و ذکاوت کے اعتراف کے طور پر شیخ الخطبا عبداللہ بن عباس صدیقی قاضی مکہ (م ۱۳۴۳ھ) شیخ سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم (م ۱۳۲۸ھ) اور شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و قاضی جدہ (م ۱۳۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہم نے اعلیحضرت کے اعزاز میں دی جانے والی ایک دعوت استقبالیہ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے، اہل مکہ کو آپ کے کمالات علمیہ سے آگاہ کیا۔ آپ کی روحانی اور علمی قابلیت کا یہ اثر تھا کہ حرمین الشریفین کے اکثر اہل علم آپ سے بیعت ہوئے اور محدث جلیل سید عبدالحی بن عبدالکبیر الکتانی، شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ اور شیخ محمد مرزوقی امین الفتوی مکہ مکرمہ جیسے اکابر علماء نے تو آپ سے سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے تجدیدی کارناموں اور فقہ میں اہم فیصلوں کے پیش نظر سید حسین بن عبدالقادر طرابلسی، شیخ موسیٰ علی شامی ازہری اور الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے آپ کو مجدد کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

(۴)

آپ کے وجود مسعود نے بریلی کو اہل علم وفکر کا مرکز بنا دیا تھا۔ برصغیر کے گوشہ گوشہ سے اہل علم آپ کی ملاقات کو آتے۔ خط و کتابت سے استفسارات کرتے۔ دینی معاملات میں راہنمائی حاصل کرتے۔ فقہی مشکلات میں آپ کی تحریروں سے استفادہ کرتے اور مزید وضاحت کے لئے حاضر خدمت ہوتے۔ اعلیحضرت ایسے اہل علم کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتے۔ علمائے کرام کے لئے اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات مہیا کرتے اور اہل علم کی قدر افزائی کرتے۔ آپ کے پسندیدہ اور محبوب علماء اہل سنت میں سے مفتی ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱ھ) مولانا سید محمد عمر حیدر آبادی (م ۱۳۳۰ھ) اور علامہ احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) کے اسماء گرامی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات آپ کے ممدوح بھی تھے۔ اور مداح بھی۔

(۵)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی کے مکتب علیہ میں بیٹھ کر برصغیر کے ہزاروں علماء کرام کی اعتقادی اور فقہی تربیت کی اور اپنی تحریروں سے ایک جہان علم کو متاثر کیا۔ آپ کے معاصرین میں سے سینکڑوں جلیل القدر علماء اہل سنت نے ہمیشہ آپ کو ہی مرجع جانا۔ اگرچہ ایسے علماء کرام کی ایک طویل فہرست ریکارڈ میں موجود ہے۔ جنہوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ مگر ہم چند حضرات کے اسماء گرامی ہدیۂ قارئین کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عبدالمقتدر بدایونی، مولانا عبداللہ بدایونی، مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی، مولانا مصباح الحسن پھپھوندوی، مولانا عبدالصمد پھپھوندوی، مولانا ہدایت اللہ، مولانا سلامت اللہ، مولانا عنایت اللہ رام پوری، مولانا محمد عادل کانپوری، مولانا عبیداللہ کانپوری، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی، مولانا عبدالکافی

الہ آبادی، مولانا فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا ریاست علی شاہ جہان پوری، مولانا ظہور الحسن رام پوری، مولانا احمد حسن امروہی، مفتی کرامت اللہ دہلوی اور سید شاہ عبدالغنی بہاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(۶)

آپ کی شبانہ روز علمی کاوش کا یہ نتیجہ نکلا کہ برصغیر میں آپ کے حلقہ تلامذہ اور حوزۂ تربیت میں ایسے ایسے علماء کرام پیدا ہوئے، جنہوں نے مختلف فنون میں ایک نام پیدا کیا۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف ''امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات'' کے دیباچہ میں ایسے حضرات علام کا ایک جائزہ پیش کیا ہے..... جو امام اہل سنت کے دسترخوان علم سے مختلف فنون میں بہرہ ور ہوئے۔ چنانچہ علماء متبحرین میں سے مولانا وصی احمد سورتی (م ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) مولانا حامد رضا بریلوی (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) علامہ شاہ ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور (م ۱۴۰۰ھ) مفکرین اور مدبرین میں سے پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بھاگلپوری (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (م ۱۳۸۳ھ) صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ) فقہا میں سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ) مؤلف بہار شریعت، فقیہ العصر مولانا سراج احمد کانپوری (م ۱۳۴۲ھ) فقیہ اعظم مولانا محمد شریف، حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری (م ۱۹۵۴ء) مبلغین میں سے مولانا احمد مختار میرٹھی (م ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۴ء) مولانا فتح علی قادری (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) مصنفین میں مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) مولانا عمرالدین ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء) مولانا محمد شفیع بیسلپوری (م ۱۳۳۸ھ) مدرسین میں سے مولانا رحم الٰہی منگلوری (م ۱۳۶۲ھ) مولانا رحیم بخش آروی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا غلام جان ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ) سیاست دانوں میں سے مولانا ابوالحسنات

محمد احمد قادری (م ۱۳۸۰ھ) مولانا یار محمد بندیالوی (م ۱۳۶۷ھ) مفتی اعجاز ولی خان رضوی (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) خطباء و مناظرین میں سے مولانا سید ہدایت رسول رام پوری (م ۱۹۱۵ء) مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۱۳۸۰ھ) مولانا محبوب علی لکھنوی (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) شعراء اُدباء میں سے مولانا حسن رضا خان (م ۱۳۲۶ھ) مولانا سید ایوب علی رضوی (م ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) مولانا امام الدین قادری (م ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) ارباب طب وحکمت میں سے مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (م ۱۳۵۲ھ) مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی اور مولانا عزیز غوث بریلوی اصحاب نشر و اشاعت میں سے مولانا محمد حبیب اللہ قادری (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) مولانا ابراہیم رضا جیلانی (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) مولانا حسنین رضا خان بریلوی (۱۳۵۱ھ) ارباب ثروت میں سے قاضی عبدالوحید عظیم آبادی (۱۳۲۶ھ) حاجی لعل خان مدراسی (م ۱۹۳۱ء) سید محمد حسین میرٹھی اور ارباب تصوف میں سے مولانا شیخ الاسلام ضیاء الدین قادری مدنی اور شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری (ان دونوں بزرگوں کے ہزارہا مریدین ان کی روحانی تربیت کا زندہ ثبوت ہیں) کے اسماء گرامی گلستان سنیت کی رونق ہیں، نور اللہ مرقدھم و برد اللہ مضجعھم۔

(۷)

جہاں ان معاصر علماء اہل سنت نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا۔ وہاں برصغیر کے لاکھوں پڑھے لکھے مسلمانوں نے خط و کتابت کے ذریعہ استفسارات کا ایک سلسلہ جاری رکھا۔ بایں کثرت کار اور مصروفیت آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی عامی کے سوال کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اس کے جواب میں بلا جواز تعویق اختیار کی ہو۔ ہر زبان ہر انداز اور ہر موضوع پر لوگوں نے علمی سوالات کیے اور ان کے وافی اور کافی جوابات پائے۔ علاوہ

ازیں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے ان حضرات کو مخاطب کرنے میں بھی کبھی کوتاہی نہیں کی۔ جو کسی ایک مسئلہ میں بھٹکے ہوں۔ یا اعتقادی ناہمواری کا شکار ہوئے ہوں۔ معاصر شخصیتوں میں سے مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۰۴ھ) عقائد کی شاہراہ پر جونہی لغزش پا کا شکار ہوئے اعلیٰ حضرت کے قلم انتباہ نے انہیں سہارا دیا۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک ترک موالات۔ تحریک خلافت اور ہندو سے مواخات کے چرچے ہوئے۔ سیاسی تحریکوں کا ایک طوفان اٹھا۔ بڑے بڑے علماء بھی ان طوفانوں کی زد میں آئے۔ آپ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ایسے تمام حضرات کی صحیح سمت راہ نمائی کی۔ خط لکھے، رجسٹریاں کیں، ہدایت نامے جاری کیے، رسالے لکھے، اشتہار بھیجے، خلفاء و تلامذہ کے وفود بھیجے اور کوشش کی کہ اہل علم کے یہ ستون وقت کی دیمک سے بچ جائیں۔

(۸)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالماجد بدایونی (م ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) مولانا محمد علی جوہر (م ۱۹۳۱ء) اس وقت کے سیاسی علماء اہل سنت میں سربرآوردہ مانے جاتے تھے۔ آپ کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ یہ حضرات سلامتی فطرت اور اخلاص قلب کی بناء پر اپنی لغزشوں سے تائب ہوئے اور خطاؤں سے رجوع کر کے توبہ کرتے گئے۔ دوسری طرف ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کے مسموم اثرات نے بعض علمائے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ان میں سید احمد رائے بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے معتقدین اور متبعین کی ایک خاصی تعداد تھی۔ آپ نے ان کی دینی اور فکری گمراہی پر پہلے تو تنبیہ کی، خسرانِ آخرت سے ڈرایا، افہام و تفہیم کا موقعہ دیا مگر جب ان معاندین نے انکار ہی کر دیا تو آپ نے برملا مقابلہ کیا رد میں کتابیں لکھیں ان کی اعتقادی گمراہیوں کو عریاں کیا تاکہ عام لوگ ان کے مسموم اثرات

سے محفوظ رہ سکیں۔ نجدی نظریات سے متاثر علماء کے علاوہ اکابر دیوبند میں سے بعض حضرات نے بھی عقائد اہل سنت سے ہٹ کر ایک محاذ قائم کیا۔ ان میں مولوی محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ) مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۳ھ) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴۶ھ) مولوی انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۰ھ) مولوی حسین احمد مدنی (م ۱۳۷۷ھ) مولوی مرتضی حسن چاندپوری اور امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد جیسے ذہین و فطین لوگ سرفہرست تھے۔ ان حضرات کو علیحدہ علیحدہ افہام و تفہیم کا موقع دیا گیا (مولوی اشرف علی تھانوی اور رشید احمد گنگوہی کے نام خطوط تو زیر نظر مجموعہ میں بھی ہیں) مگر مذہبی ضد نے ان حضرات کو موقعہ نہ دیا کہ وہ حق کی بات پر غور کرتے اور اسے قبول کرتے۔

(۹)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی ضخیم تحریروں کے شناسا اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ کے فتاویٰ، رسائل، تالیفات، ملفوظات، اور اکثر دیگر تصانیف کسی نہ کسی استفسار کا جواب ہیں اور انہیں مکتوبات یا خطوط کے ذخیرہ سے باہر نہیں رکھا جا سکتا۔ مگر زیر نظر مجموعہ "کلیات مکاتیب رضا" میں ہم صرف ان مکتوبات کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ جو آپ نے ذاتی حیثیت سے لکھے۔ بیشتر خطوط (مکتوبات) آپ کے تلامذہ خلفاء اور ہم مسلک علماء کرام کے نام ہیں۔ مگر بعض خطوط ان معاندین کے نام بھی ہیں۔ جنہیں اصلاح احوال کے لئے مخاطب کیا جاتا رہا ہے۔ ان خطوط سے اعلیٰ حضرت کی ذاتی محبت، قلبی ہمدردی، احباب کی خبر گیری، دوستوں کے رنج و غم میں شرکت، اہل محبت کو اعتماد میں لے کر

ع گوش بہ نزدیک دلم آر کہ آوازے ہست

کہنا آپ کی وسیع الظرفی کی عمدہ مثال ہے۔

(۱۰)

سابقہ صفحات کے مطالعہ سے قارئین کے سامنے اس وقت کے دینی، علمی اور نظریاتی ماحول کا ایک نقشہ سامنے آ گیا ہوگا۔ برصغیر کی سیاسی اور سماجی تحریکوں سے ہٹ کر علمی اور نظریاتی معرکہ آرائیوں کا ایک دور تھا۔ جس سے پورا مسلم معاشرہ دوچار تھا۔ فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اس ماحول میں اہل علم و فضل کے دائرہ پر کار کا مرکزی نقطہ تھا۔ جہاں ہزاروں قسم کے استفسارات اور سوالات آتے اور اعلیٰ حضرت ایک ایک کا جواب دیتے۔ سینکڑوں علماء کرام، صوفیاء عظام، اساتذہ، قانون داں اور ذہین تلامذہ کے لئے آپ کی ذات ہی آخری منزل تھی۔ جہاں انہیں علمی شکوک و شبہات کی تسلی ہوتی اور ان کے علم و خرد کو فروغ ملتا۔ ہم نے آپ کے معاصرین، متاثرین، متعقبین اور معاندین کا تذکرہ اسی لیے کیا ہے۔ تاکہ آپ کے حاشیہ خیال میں یہ نکتہ ثبت رہے کہ اس زمانے میں امام اہلِ سنت کی شخصیت ہی مرکزِ علم و کمال تھی۔ معاصرین ہمیشہ آپ کی علمی راہ نمائی سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ اور عرب و عجم کے علماء و فقہا نے آپ کے کمالات کے اعتراف میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔

خطوط میں سے اکثر و بیشتر تا ہنوز محنت کش بارِ طباعت نہیں ہوئے تھے اور یوں ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے محبت رکھنے والے اہل نظر کے لیے ہم ایک ''گلدستۂ تازہ'' اور مطالعہ کی نگاہِ گلچین سے ''محفوظ تحفہ'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

لگا رہا ہوں مضامین تازہ کے انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(۱۱)

ان مکتوباتِ شریفہ کی ترتیب و تدوین کا سہرا مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی زید علمہ وفضلہ کے سر ہے۔ جنھوں نے کئی سالوں کی محنت شاقہ سے صاحب مکتوبات کے وصال کے کچھ کم سو سال بعد ان علمی وفنی اور ذاتی ''جگر پاروں'' کو مختلف مقامات سے جمع کیا ہے۔ وقت کے غبار سے صاف کیا اور روشن کر کے لکھا اور ترتیب وتہذیب کے کٹھن مراحل طے کئے۔ اس علمی خدمت پر جناب شمس مصباحی پورنوی پوری علمی برادری کی طرف سے دعاء اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

حال ہی میں جناب شمس مصباحی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مکاتیب پر مقالۂ ڈاکٹریٹ لکھا ہے۔ ان کا عنوان ہے ''امام احمد رضا کی مکتوب نگاری''۔ اس کے علاوہ جناب موصوف کی نادر تحقیقات پر مشتمل ایک درجن سے زیادہ کتابیں تیار ہیں۔ جو منتظر طباعت ہیں۔ خدا کرے کہ جلد ان کتابوں کی طباعت کا انتظام پردۂ غیب سے ہوجائے۔ تو حیاتِ رضا اور علوم رضا کی نئی نئی جہتیں اور بہت سے نامعلوم گوشے منظر عام پر آجائیں۔ جس سے علم وادب کے خزانے میں ایک بھاری اضافہ ہو۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب شمس مصباحی کے علم وعمل وعمر میں برکتیں اتارے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

منتظم ونگراں ''مرکزی مجلس رضا'' و مدیر ''جہان رضا''

و مالک ''مکتبہ نبویہ'' لاہور

مقدمہ

از: مؤلف کتاب ھٰذا

میری تعلیم کی ابتدا ایک دینی مکتب سے ہوئی۔ یہ دینی مکتب میری مقدس ماں کی مبارک گود تھا۔ جہاں میں نے قرآن اور اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر گاؤں کے مدرسہ میں کچھ اردو، کچھ فارسی کا سلسلہ چلا۔ بعد میں یہ سلسلہ تعلیم اسکولی کیمپس میں جاری ہوا۔ پھر میری مقدس ماں کے پاکیزہ ذوق نے مجھے وہاں سے اٹھا کر باسی کی ایک عربی درسگاہ میں پہنچا دیا۔ میری مقدس ماں فضلِ الٰہی سے دھنی وغنی خاتون ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کی سخت پابند، تسبیح وتہلیل، اوراد ووظائف، تلاوتِ قرآن اور بڑی راتوں میں انہماک سے عبادت کرنے والی، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح پڑھنے والی، تہجد گذار، حلال وحرام اور جواز وعدم جواز میں بھرپور تمیز بھی رکھتی ہیں۔ جنہیں میں خدیجہ و رابعہ عصر تصور کرتا ہوں۔ ان کی خواہش تھی کہ میں عالم دین بنوں۔ دین کی خدمت کر کے ان کے لئے ولدِ صالح و نافع ہوں، صدقۂ جاریہ اور توشۂ آخرت کا سامان بنوں۔ ان کی اس خواہش کی دہلیز پر میں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا اور میں نے عزم محکم کر لیا کہ میں ویسا ہی بنوں جیسا کہ وہ چاہتی ہیں۔ الحمد للہ! آج ان کی یہ خواہش میری تدریسی، تحریری، اشاعتی اور دعوتی خدمتوں کے ذریعہ پوری بھی ہو رہی ہے۔

چنانچہ باسی میں میں نے عربی کی بنیادی کتابیں پڑھیں۔ وہ بھی تین چار ماہ کی مختصر سی مدت میں۔ پھر میرے ذوق نے مجھے ابھارا کہ کسی ایسی تعلیم گاہ کا انتخاب کروں، جہاں کی نور بار فضا مجھے مستحکم تعلیم وتربیت سے آراستہ کر دے۔ اس کے لیے میں نے شمال مشرقی یوپی کے ضلع

اعظم گڑھ، قصبہ مبارکپور میں قائم عالمی شہرت یافتہ درسگاہ جامعہ اشرفیہ کو منتخب کیا۔ اس جامعہ نے میری کھردری شخصیت کو تراش کر اس قابل بنا دیا کہ میں کچھ کر سکوں، رحمت رب قدیر نے یاوری فرمائی، مقدس ماں کی نالۂ نیم شبی و دعاء سحرگاہی رنگ لائی اور اس فیض بخش درسگاہ نے مجھے اسلامیات وادبیات میں بہت کچھ شعور بخشا اور اسی بیچ میری عصری پڑھائی بھی جاری رہی۔ تا آنکہ فاتحۂ فراغ کے بعد میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا۔ اور مسلسل دو سال کی تعلیم کے بعد ایم، اے میں پہلی پوزیشن حاصل ہوگئی۔

عربی وعصری تعلیم کے بعد میری تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ مگر میری ایک انوکھی تمنا تھی جو برسوں سے پہلوئے دل میں پل رہی تھی۔ وہ نرالی تمنا تھی پی ایچ ڈی کے مقالہ کی ترتیب و تکمیل۔ اس مقصد کے لیے میں نے مخلص محققین اور حق پسند اہل قلم سے رابطہ کیا۔ اس راہ میں مجھے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی شخصیت وفکر سب سے بھلی لگی کہ وہ حقائق کو بڑے سلیقے سے سامنے رکھتے ہیں۔ ان کا اسلوب جاندار و غیر جانب دار ہے۔ ان کی تحریروں میں حقیقت پسندی اور دعوت و دردمندی کا عنصر غالب ہوا کرتا ہے۔ جب کہ میرا پسندیدہ موضوع امام احمد رضا کی ذات و افکار تھا۔ میری خاندانی وموروثی جوریت، روایت، روش تھی، اس کے پس منظر میں امام احمد رضا کی محبت میری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ پروفیسر موصوف سے رابطہ، خط کتابت اور معمولی گفت وشنید کے بعد میں نے مکاتیب امام احمد رضا کو اپنی ڈاکٹریٹ کے لئے عنوان تحقیق بنالیا۔

مگر ہاں! میں عجب قماش کا انسان ہوں۔ نہ میں اندھی محبت کا قائل، نہ پھیکی عقیدت کی طرف مائل، میری فطرت ہے کہ ہر اس شخص کی فکر ونظریہ کو پڑھتا اور پرکھتا ہوں، کھرے کھوٹے کی کسوٹی پر تولتا ہوں، جس نے بھی ملک وملت پر اپنا گہرا اثر ڈالا ہو۔ کھری اور خالص چیزوں کو بطیب خاطر قبول کرتا ہوں اور کھوٹی وجھوٹی باتوں کو مسترد کر دینے میں ذرہ بھر باک محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ جب سے میں نے شعور سنبھالا امام احمد رضا اور ان کے ہمعصروں کی سیرت و علوم، حیات و تصانیف کا مطالعہ کرتا چلا آرہا ہوں۔ نتیجتاً یہ کہنے میں میں حق بجانب

ہوں کہ امام احمد رضا کھری، خالص، مخلص، دردمند، اصلاح پسند، حق پرست، اور اپنے معاصرین میں بلحاظ علم وفضل اور دین و وطن کی خدمات کے سب سے برترین شخصیت کے مالک تھے۔

بہر کیف عنوان متعین ہوا اور رجسٹریشن بھی ہوگیا۔ پھر میں کچھ کم دو سالوں تک مواد و کتب تلاش، جمع اور مطالعہ کرتا رہا۔ جب لکھنے بیٹھا تو کم وقت میں مقالہ ترتیب پا گیا۔ خطوط رضا کے دو ایک مجموعے جو شائع شدہ ہیں۔ وہ عام طور پر اہلِ علم کی نگاہ میں آتے رہتے ہیں۔ ان مجموعوں میں شامل خطوط کی کل تعداد سو ۱۰۰ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی یہی تعداد میرے کام کے لیے کافی سے زائد تھی۔ مگر مقالہ نگار کی خواہش و کوشش یہ تھی کہ ان کی وہ ساری تحریریں جو اس قبیل کی ہیں، اسی بہانہ یکجا و مرتب ہو جائیں، جو مکتوبی جہت کی ہیں۔ اس کی تحریک مجھے علماء و صوفیاء و ادباء کے ان مجموعہائے خطوط سے ملی جو دوران مطالعہ میری نظر سے گذرے اور ایک ایک عالم و ادیب کے خطوط کی کئی کئی جلدیں دیکھنے کو ملیں۔

اور پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی کی تحریر سے بھی اس تحریک نے زور پکڑا انہوں نے لکھا ہے:

> ''مولینا احمد رضا خان بریلوی کا حلقۂ عقیدت و ارادت بہت وسیع تھا۔ اس اعتبار سے ان کی خط و کتابت کا سلسلہ بھی دراز ہوگا۔ افسوس کہ فاضل بریلوی کے خطوط اور مکاتیب کی جمع و ترتیب کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ ورنہ مذہبی، علمی اور سوانحی اعتبار سے یہ ایک اہم ذخیرہ ہوتا۔ مولینا کے کچھ خطوط ان کی سوانح عمری ''حیات اعلیحضرت'' مرتبہ مولینا ملک العلماء ظفرالدین بہاری اور دوسرے رسائل میں بھی شامل ہیں۔ لیکن ان میں زیادہ تر اوراد و وظائف اور نسخہ جات ہیں۔'' [1]

امام احمد رضا کی علمی و ادبی زندگی اور خدمات پچاس پچپن سالوں کو محیط ہے۔ اس طویل

[1] انوار رضا شرکت حنفیہ نمبر لاہور ۱۹۷۶ء ص ۶۸۳ مضمون، فاضل بریلوی کے تین غیر مطبوعہ خطوط

عرصۂ حیات میں انہوں نے ہزاروں ہزار خطوط لکھے ہونگے۔ کیونکہ ان کا حلقۂ تعارف بہت وسیع تھا۔ ان کے احباب و معتقدین کا دائرہ شرق تا غرب پھیلا ہوا تھا۔ اس کا اندازہ ان کے پاس آئے ہوئے ان خطوط و مراسلات سے ہوتا ہے۔ جن کو میں نے دو ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ ان کے مخاطبین و مکتوب الیہم میں نوکر مزدور بھی دکھائی دیتے ہیں اور کسان و کوچوان بھی، مکاتب و مدارس کے طلباء و اساتذہ بھی ملتے ہیں اور کلیات و جامعات کے فضلا و فلاسفر بھی، جہاں ریاستوں کے والیان و نوابان سائلوں کی صف میں کھڑے ہیں، وہیں عدالتوں کے وکلا و جج صاحبان بھی، اس قطار میں ماہرانِ تعلیم بھی ہیں تو سیاست و معیشت کے واقف کاران بھی، خانقاہوں کے گوشہ نشین اربابانِ جبہ و دستار بھی ہیں۔ تو اس دور کے بڑے بڑے جگلا بانِ علم و فن بھی۔ غرض ان کے حلقۂ تعارف و احباب میں تمام شعبہائے زندگی کے لوگ نظر آتے ہیں جن کا وطنی تعلق دنیا کے بیشتر خطوں اور ملکوں سے تھا۔

ربط و تعلق کی اس بے پناہ وسعت کے پیش نظر بدیہی طور پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کے مکاتیب و مراسلات کی کئی ضخیم مجلدات ہونی چاہئیں۔ مگر ما فی الید سو ۱۰۰ بھی نہیں۔ لہٰذا مقالہ نگار اپنے فرائضِ حیات بھلا کر، اپنی جان جوکھم میں ڈال کر اس مہم پر نکل کھڑا ہوا اور رابطے و سفر ایک ساتھ شروع کر دیا۔ متواتر فون، خط کتابت اور رابطوں کا کچھ خاطر خواہ فائدہ تو نہیں ہوا نہ کہیں سے کوئی جنبش و حرکت ہوئی نہ ہی کوئی اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہوا البتہ میرے جانِ گداز اسفار کو کامیابی ضرور ملی۔ سیاحت و سفر میں مجھے پیار بھی ملا اور نفرتیں بھی، دھوپ ملی اور چھاؤں بھی، پھول بھی ملے اور کانٹے بھی، شفقت و دعاء بھی ملی اور للکار و پھٹکار بھی، بریلی مارہرہ، جبل پور، خدا بخش لائبریری پٹنہ، رضا لائبریری رامپور، آزاد لائبریری علی گڑھ اور ہمدرد و پبلک لائبریری، دہلی کا دو دو بار سفر کیا، ہفتوں ہفتہ قیام کیا، ذاتی و قومی کتب خانوں میں وہ موجود علمی ذخائر، جن میں مقالہ نگار کو متوقع مواد مل سکتا تھا چھان پھٹک کر دیکھا۔ اور کام کی چیزیں برآمد کیا۔ ایک بار پاکستان میں کراچی، لاہور اور فیصل آباد کا دورہ بھی

ہوا۔ یہاں کے بجائے وہاں مجھے علوم و معارف کی قدر دانی زیادہ نظر آئی۔

سر میں مجنوں کا جنوں تھا اور ہاتھ میں تیشۂ فرہاد، فصیلیں توڑیں، کھنڈرات کھودے، جہاں کا بھی سراغ ملا، وہاں کے خزانے کھنگال ڈالے، دفینے الٹ پلٹ کر دیکھا، اخبارات و جرائد کی قدیم و بوسیدہ فائلوں کی گرد جھاڑی۔ اس جنوں خیزی اور صحرا پیائی سے حاصل یہ ہوا کہ امام احمد رضا کے کئی درجن قلمی خطوط و مفوضات تحویل میں آ گئے۔ قریب ایک درجن مجموعہائے مکاتیب بدست ہو گئے۔ ماسوا ان کے وہ خطوط جو قدیم کتب و رسائل اور جرائد کے صفحوں کی زینت تھے اور اہل علم و ادب کی نگاہوں سے اوجھل، وہ بھی میرے دستِ گرفت میں آ گئے۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہوں مجلدات سے خطوط کی ایک خاصی تعداد ماخوذ ہے۔ یہ اس لیے کہ وہاں ان خطوں کی حیثیت بظاہر فتاویٰ کی ہے، نہ کہ خط کی۔ جب کہ وہ دراصل خط ہی ہیں۔ علمی و فقہی مسائل پر مشتمل ہونے کی بناء پر وہ وہاں شامل کر دیئے گئے۔ نیز یہ اس لیے بھی کہ ان تحریروں میں مخاطب و مکتوب الیہ ہر جگہ موجود ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو وہ فتاوے علمی مقالات ہوتے۔ ان میں تو کچھ وہ ہیں جو خط کی ظاہری شکل یعنی آداب و القاب اور سلام و پیام کے ساتھ من و عن موجود ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے ابتدائیے و اختتامئے حذف کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ طبع ممبئی کے ص ۱۴۸ پر مولینا عبدالاحد پیلی بھیتی کے نام مکتوب، یہ مکتوب ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی شمارہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کے ص ۱۹۔ ۱۸ پر مکمل مکتوبی شکل میں مطبوع ہے۔ یہ ایک مثال بس ہے۔ ورنہ اس قسم کی نظیریں اور بھی ہیں۔

بقول پروفیسر محمد مسعود احمد خط اور فتوے میں حسب ذیل فرق پایا جاتا ہے:

(۱) خط کا مخاطب بالعموم ایک شخص معین ہوتا ہے۔ فتوے کا مخاطب کوئی بھی ہو سکتا ہے، کئی بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی بھی نہیں۔

(۲) خط میں مختلف موضوعات ہوتے ہیں۔ فتوے میں صرف دینی اور فقہی موضوعات ہوتے ہیں۔

(۳) خط کی زبان اور اسلوب مخاطب کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ فتوے کا اسلوب اور زبان ایک ہی ہوتی ہے۔

(۴) خط میں القاب و آداب اور سلام وغیرہ ہوتے ہیں۔ فتوے میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔

(۵) خط میں راز دارانہ باتیں ہوتی ہیں۔ فتوے میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔

(۶) خط میں مکتوب منہ کے اپنے خیالات ہوتے ہیں۔ فتوے میں دوسروں کے خیالات ہوتے ہیں یا دوسروں کے خیالات پر اپنی رائے ہوتی ہے۔

(۷) خط کی طوالت متوسط ہوتی ہے۔ فتوے کی طوالت کی کوئی قید نہیں۔

(۸) خط خود بھی لکھا جاتا ہے اور کسی خط کے جواب میں بھی لکھا جاتا ہے۔ فتویٰ صرف سوال کے جواب میں لکھا جاتا ہے۔

(۹) خط کے لیے ضروری نہیں کہ حوالوں سے مزین ہو۔ فتوے کے لیے ضروری ہے کہ حوالوں سے مزین ہو۔

(۱۰) خط میں بالعموم کسی بات کے جواز و عدم جواز کی بحث نہیں ہوتی۔ فتوے میں اسی قسم کے مباحث ہوتے ہیں۔

(۱۱) خط نجی ہوتے ہیں۔ فتوے عوامی ہوتے ہیں۔

(۱۲) خط میں مخاطب معین ہوتا ہے۔ فتوے میں معین نہیں ہوتا، البتہ کبھی سائل معین ہوتا ہے۔

(۱۳) خط خلوت سے خلوت کی طرف سفر کرتے ہیں۔ فتوے خلوت سے جلوت میں آتے ہیں۔

(۱۴) خط بالعموم بے تکلف ہوتے ہیں، فتوے بالعموم پر تکلف ہوتے ہیں، روزمرہ اور محاوروں کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔

(۱۵) خط کوئی بھی لکھ سکتا ہے، فتوے مفتی ہی لکھ سکتا ہے۔ جس کو مسائل پر بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) خطوط کا دائرہ محدود نہیں، فتوؤں کا دائرہ محدود ہے۔

(۱۷) خط کا جواب دوسرے ذرائع ابلاغ سے بھی دیا جا سکتا ہے، فتوے کا جواب تحریر ہی سے دیا جاتا ہے۔"[۱]

ترتیب مقالہ کے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جو بات بھی کہی جائے، مکتوب یا مکتوب کا اقتباس نقل کیا جائے یا مکتوب میں زیر بحث مسائل و معاملات یا پھر مکاتیب و مسائل کا پس منظر بیان کیا جائے، تو براہ راست مستند ماخذ سے رجوع کیا جائے۔ اس کے لئے مقالہ نگار نے مخطوطات اور قلمی نسخوں کو ترجیح دی ہے یا مکتوب نگار کی حیات میں چھپی کتابوں اور تحریروں سے استناد کیا ہے۔ "حیات اعلیحضرت" جلد اول میں مندرجہ خطوط جو ملک العلماء سید شاہ محمد ظفر الدین رضوی کے نام ہیں، اور "اکرام امام احمد رضا" میں جو خطوط درج ہیں۔ ان کا تقابل قلمی کاپیوں سے کیا گیا ہے۔ یہ دونوں ذخیرے مجھے پروفیسر محمد مسعود احمد کے توسط سے ملے۔ "مکتوبات امام احمد رضا" مرتبہ مفتی محمود احمد قادری میں شامل خطوں میں سے بعض کا تقابل خطی نسخوں سے اور بعض کا تقابل ان مجموعوں سے کیا گیا ہے۔ جن کو مرتب مذکور نے جہاں سے نقل کیے ہیں اور جو مکتوب نگار امام احمد رضا کی زندگی میں شائع ہو چکے تھے۔

قلمی خطوط، قدیم کتب و رسائل میں چھپے خطوط کا حوالہ، جو جہاں سے لیا، دے دیا گیا ہے اور جن اخبارات و جرائد سے میں نے خطوط نقل کئے یا اخذ و استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے کچھ نام یہ ہیں: ماہنامہ "الرضا" بریلی، ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی، ماہنامہ "اعلیحضرت" بریلی، ماہنامہ "تحفۂ حنفیہ" پٹنہ، ماہنامہ "تصوف" لاہور، سال نامہ "اہلِ سنت کی آواز" مارہرہ، سالنامہ "معارفِ رضا" کراچی، ہفت روزہ "دبدبۂ سکندری" رامپور، ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر، روزنامہ "زمیندار" لاہور، روزنامہ "مشرق" گورکھپور، وغیرہ وغیرہ۔

بظاہر عام اہلِ علم کی نگاہوں میں خطوطِ رضا کے دو تین ہی مجموعے ہیں۔ جب کہ یہ

[۱] مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد، بنام راقم شمس مصباحی محررہ ۱۶/ اگست ۲۰۰۱

مجموعے ایک درجن سے بھی زائد ہیں۔ مجموعوں کے مرتبین میں مکتوب نگار سمیت کئی حضرات نظر آتے ہیں۔ مثلاً ان کے دونوں صاحبزادے حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا و مولینا مصطفیٰ رضا، ان کے تلامذہ و خلفاء اور ان کے احباب و متعلقین بھی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجموعہ کا تعارف مختصراً کردیا جائے۔ تعارف و تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱ مراسلت سنت و ندوہ، مرتبہ حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا خان، موضوع اصلاح ندوہ، صفحات ۲۴ مطبع نظامی، بریلی، تعداد مکتوب ۵۔ ۱۸۹۵ء

یہ ان کا اولین مجموعہ مکاتیب ہے، جو مکتوب نگار کی حیات میں ہی ۱۳۱۳ھ میں مطبع نظامی بریلی سے چھپا تھا۔ اس میں کل پانچ خطوط ہیں۔ ۳/ امام احمد رضا کے قلم سے نکلے ہیں جو مولینا سید محمد علی مونگیری ناظم ندوہ کے نام مرسل ہوئے ہیں اور ۲/ خط ناظم ندوہ کے امام احمد رضا کے نام ہیں یعنی اس میں مکتوب اور جواب مکتوب دونوں موجود ہیں۔ بلحاظ تاریخ دونوں میں ہوئی مراسلت کی ترتیب یہ ہے۔

(۱)	مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ	محررہ	۲۹/ شعبان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء
(۲)	مکتوب ناظم ندوہ بنام امام احمد رضا	محررہ	۳۰/ شعبان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء
(۳)	مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ	محررہ	۵/ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء
(۴)	مکتوب ناظم ندوہ بنام امام احمد رضا	محررہ	۱۱/ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء
(۵)	مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ	محررہ	۱۵/ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

۲۹/ شعبان، ۵/ اور ۱۵/ رمضان کو لکھے گئے۔ یہی وہ تین خط ہیں جنہیں مفتی محمود احمد قادری نے اپنی تالیف ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں جمع کیے ہیں۔ جو ص ۸۸ تا ۱۲۰ پر موجود ہیں۔

۲ اطائب الصیب علی ارض الطیب، مرتبہ، مولینا سید عبدالکریم قادری بریلوی موضوع فقہ، مسئلہ تقلید صفحہ ۴۸، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۱۹ھ

عــہ
۱۵۲

پیش نظر مجموعہ خطوط، امام احمد رضا اور مولینا طیب عرب مکی جو مدرسۂ عالیہ رام پور کے پرنسپل تھے، کے درمیان ہوئی خط کتابت کا مجموعہ ہے۔ زیر بحث موضوع مسئلہ تقلید ہے۔ اس میں خطوط کی تعداد نو ۹ ہے۔ ۵/ امام احمد رضا کے ہیں اور ۱/ مولینا واعظ الدین اسلام آبادی کے، یہ چھ خط مولینا مکی کے نام بھیجے گئے تھے اور ۳/ خط مولینا طیب عرب مکی کے ہیں، جو امام احمد رضا کے نام آئے تھے۔

یہ جملہ خط کتابت عربی زبان میں ہوئی تھی۔ افادۂ عام کی غرض سے حضرت مولینا سید عبدالکریم قادری نے اردو میں ترجمہ کیا تھا اور اسی زمانے میں شائع اس لئے کردیا گیا کہ مولینا مکی امام احمد رضا کے رد میں "ملافظۃ الاحباب" نامی کتاب چھپوا رہے تھے۔ مجموعہ مذکورہ بعد میں فتاوی رضویہ جلد ۱۱/ میں ضم کردیا گیا ہے۔ جو ص ۳۱۱ تا ۳۴۳ پر موجود ہے۔ پھر مفتی محمود احمد قادری نے امام احمد رضا کے پانچوں عربی خطوط مع اردو ترجمہ "مکتوبات امام احمد رضا" ص ۱۳۱ تا ۱۵۶ شامل کردیے ہیں۔ خاکسار کے سامنے قدیم و جدید سبھی نسخے ہیں۔ خطوں کی تاریخی ترتیب یہ ہے۔

(۱)	مکتوب مولینا طیب مکی بنام امام احمد رضا	محررہ	۱۴/ جمادی الاخری ۱۳۱۹ھ
(۲)	مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی	محررہ	۲۰/ جمادی الاخری ۱۳۱۹ھ
(۳)	مکتوب مولینا طیب مکی بنام امام احمد رضا	محررہ	(تاریخ درج نہیں ہے)
(۴)	مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی	محررہ	۲/ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ
(۵)	مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی	محررہ	۵/ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ
(۶)	مکتوب مولینا طیب مکی بنام امام احمد رضا	محررہ	(تاریخ درج نہیں ہے)
(۷)	مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی	محررہ	۹/ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
(۸)	مکتوب مولینا واعظ الدین بنام مولینا طیب مکی	محررہ	۹/ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
(۹)	مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا طیب مکی	محررہ	۱۱/ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

۳ دفع زیغ وزاغ، مرتبہ، حضرت مولینا سلطان احمد سلہٹی، موضوع فقہ صفحات ۲۰ مطبع اہل سنت وجماعت، بریلی ۱۳۲۰ھ تعداد مکتوب ۳۔

گنگوہ کے مولینا رشید احمد حلت غراب کے قائل تھے۔ جواز غراب پر ان کا ایک فتوی "خیر المطابع" میرٹھ میں ۲؍اکتوبر ۱۹۰۲ھ کو شائع ہوا۔ مسلمانوں نے "خیر المطابع" کا تراشہ بھیج کر امام احمد رضا سے حکم شرعی معلوم کیا، تو انہوں نے عدم جواز کا فتوی دیا۔ پھر دونوں میں مراسلت شروع ہوئی، چنانچہ ۷؍شعبان ۱۳۲۰ھ کو امام احمد رضا نے ایک طویل رجسٹری خط مولینا گنگوہی کو ارسال کیا۔ مولینا گنگوہی نے رجسٹری لینے اور جواب دینے سے انکار کردیا، البتہ اطلاع کے لئے ایک کارڈ بھیج دیا، جس پر تاریخ درج نہیں ہے۔ کارڈ موصول ہوا، تو امام احمد رضا نے پھر ایک طویل مکتوب ۱۱؍شعبان کو روانہ کیا۔ جس کا جواب شاید ادھر سے کچھ نہیں ملا۔

حضرت مولینا سلطان احمد سلہٹی نے ان خطوں کو مرتب کیا اور یہ مجموعہ "دفع زیغ زاغ" اور "رامیان زاغیان" کے تاریخی نام سے مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی کے اہتمام سے چھپ کر عام ہوا۔ ۱۳۲۷ھ کو اس کا دوسرا ایڈیشن حضرت مولینا حکیم حسنین رضا خان کے خاص اہتمام سے نکلا۔ یہ رسالہ "رسائل رضویہ" حصہ اول مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۸۸ء اور مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ راقم کے مطالعہ میں اس کا دوسرا ایڈیشن اور لاہور و بریلی کا نسخہ بھی ہے۔ ان نسخوں کی عبارتوں میں قدرے تکرار نظر آتی ہے۔ مذکورہ نسخوں کی روشنی میں خاکسار نے تینوں خطوں کو مرتب کردیا ہے۔ ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا رشید احمد گنگوہی محررہ ۷؍شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ
(۲) مکتوب مولینا رشید احمد گنگوہی بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)
(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا رشید احمد گنگوہی محررہ ۱۱؍شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

۴ ابانة المتواری فی مصالحة عبدالباری، محررہ امام احمد رضا موضوع فقہ، سیاست، مسئلہ مسجد شہید کانپور، صفحات ۴۰ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۳۱ھ، تعداد مکتوب ۲

۳۰ رذی القعدہ کو امام احمد رضا سے ایک سوال ہوا۔ سائل مولینا سلامت اللہ صاحب نائب منصرم "مجلس مؤید الاسلام" لکھنؤ تھے۔ مسئلہ مسجد شہید کانپور سے متعلق تھا۔ امام احمد رضا نے جواب لکھا اور ساتھ ہی چند امور کی وضاحت بھی چاہی۔ سائل موصوف نے ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو وضاحت طلب امور کی تشریح لکھ بھیجی اور اپنے خط میں لکھا:

"استفتاء موصول ہوا، مشکور فرمایا۔ ہم کو اصل مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگہی ہوگئی مگر جناب کے استفسارات کے باعث ضرور ہوا کہ امور مستفسرہ کا جواب دیا جائے ان کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہوں......" [1]

اس کا جو جواب امام موصوف نے دیا وہ کتاب کے صفحہ ۸ سے صفحہ ۴۰ تک مرقوم ہے۔ اس میں پچاس دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ صفحہ ۴۰ کے بعد صدرالشریعہ مولینا امجد علی اعظمی کی "قامع الواہیات من جامع الجزئیات" مع تذئیل ......" کے عنوان سے ہے۔ یہ رسالہ اسی زمانہ میں مطبع مذکور سے طبع ہوا۔ ایک عرصہ کے بعد اسے "فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ" جلد ۱۶، ص ۳۶۵ تا ۴۰۰ طبع لاہور میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ امام احمد رضا کی فقہی و سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں صرف دو خط ہیں۔ ایک مستفتی کا اور دوسرا مفتی علام کا۔

۵ اجلی انوار الرضا، مرتبہ حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا خان، موضوع فقہ، مسئلہ اذان ثانی جمعہ، صفحہ ۲۴، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی، ۱۳۳۴ھ تعداد مکتوب ۴۔

اس مجموعۂ خطوط کی اشاعت کی تقریب یوں ہوئی۔ حضرت مولینا معین الدین اجمیری اہل سنت کے مشہور عالم دین تھے۔ اور امام احمد رضا کے سیاسی حریف، ۳۵ رصفحات پر

---

[1] ابانۃ المتواری، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۳۱ھ ص ۴

مشتمل ان کی ایک کتاب ہے۔ "القول الاظہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر" ؂۱
جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی اندرونِ مسجد ہو۔ میرے خیال میں
کتاب کا اسلوب غیر علمی اور غیر متمدن ہے۔ ان کا یہ رسالہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔
رسالہ کی لوح پر یہ عبارت درج تھی:

"حسب الحکم فضیلت مآب خان بہادر مولینا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ فاروقی معین المہام امور مذہبی، بصدر الصدور صوبہ جات دکن دامت برکاتہم بانی جامعہ نظامیہ"

امام احمد رضا اذان ثانی بیرون مسجد کے قائل تھے۔ چنانچہ انہوں نے شیخ الاسلام مولینا فاروقی کو کئی خطوط اس لیے ارسال کیے کہ "حسب الحکم ....." کا انتساب کہاں تک صحیح ہے۔ انہوں نے پہلا خط ۱۲ ر رمضان ۱۳۳۳ھ کو روانہ کیا۔ جس کا جواب حضرت شیخ نے ۳۵ ر دن کے بعد دیا۔ جو غیر مؤرخ ہے۔ دوسرا خط ۱۸ ر شوال کو بھیجا گیا۔ کامل ۱۰۰ دن انتظار جواب کے بعد ۲۹ محرم ۱۳۳۴ھ کو امام احمد رضا نے پھر تیسرا خط ارسال کیا۔ مؤخر الذکر دونوں خط کا جواب شاید نہیں آیا۔ انہیں خطوط و مراسلت کا مجموعہ ہے "اجلی انوار الرضا" اسے حجۃ الاسلام نے ترتیب دیا۔ اور سنہ مذکورہ میں ہی مطبع مذکور سے شائع ہوا۔ مفتی محمود احمد قادری نے اسی سے تینوں خطوط رضا نکال کر "مکتوباتِ امام احمد رضا" میں درج کئے ہیں۔ جو صفحہ ۷۸ تا ۸۷ مطبوع ہیں۔ خط اور جواب خط کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام	محررہ	۱۲ ر رمضان ۱۳۳۳ھ
(۲) مکتوب شیخ الاسلام بنام امام احمد رضا	محررہ	(تاریخ درج نہیں ہے)

؂۱ (نوٹ) مکتوب اول اور اس کا جواب جو "اجلی انوار الرضا" میں ص ۵ تا ۷ پر ہے۔ اس کا عکس کتاب "حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی، شخصیت علمی و ادبی کارنامے" ص ۳۲۹، ۳۲۸ پر چھاپا گیا ہے۔ یہ کتاب، ڈاکٹر کے عبد الحمید اکبر کا تحقیقی مقالہ ہے، جس پر انہیں، پونا یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض ہوئی ہے۔ خدا معلوم کس ضرورت کے تحت ایک طویل ترین عرصے کے بعد ۲۰۰۰ء کو مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدر آباد دکن سے دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام — محررہ ۱۸؍شوال ۱۳۳۳ھ

(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام — محررہ ۲۹؍محرم ۱۳۳۴ھ

۶ الطاری الداری لهفوات عبدالباری، ۳ حصے، مرتبہ مفتی اعظم مولینا مصطفیٰ رضا خان، موضوع "دین و سیاست" مجموعی صفحات ۲۸۲، مطبع حسنی پریس بریلی، ۱۳۳۹ھ، مجموعی تعداد مکتوب ۴۳۔

ترتیب و اشاعت کا پس منظر: قیام الملت و الدین حضرت مولینا شاہ عبدالباری فرنگی محلی، اہل سنت کے معروف عالم دین، بلند پایہ روحانی پیشوا، فرنگی محل لکھنؤ کی مذہبی روایات کے امین اور آخری علمی تاجدار تھے۔ حضرت مولینا اور امام احمد رضا باہم دوست اور ایک دوسرے کے قدر شناس تھے۔ حضرت مولینا ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۰ء میں اٹھی ہوئی تحریک ترک موالات، تحریک خلافت اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ امام احمد رضا خان ان کی اس حمایت و سرگرمی سے بیزار و ناخوش تھے۔ ان کی نگاہ میں یہ حمایت و سرگرمی غیر شرعی تھی۔ اس ناخوشی و بیزاری کے تصفیہ کے لئے دونوں میں مراسلت کی ابتداء ہوئی۔ بعد میں خط کتابت کے لہجوں میں تیزی و تندی بھی آئی اور تلخیاں بھی پیدا ہوئیں۔ پیش نظر مجموعہائے مکاتیب انہیں تلخ و تیکھی حقیقتوں کی یادگار ہیں۔

یہ مراسلتی افہام و تفہیم کا سلسلہ ۱۶؍رمضان ۱۳۳۹ھ کو شروع ہوا اور ۲؍صفر ۱۳۴۰ھ کو تمام ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مولینا نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔ ان کا توبہ نامہ روزنامہ "ہمدم" لکھنؤ ۱۱؍رمضان ۱۳۳۹ھ، ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء ص ۳ کالم ۴ کی اشاعت میں شائع ہوئے[۱]۔ امام احمد رضا اس مجمل و مبہم توبہ نامہ سے مطمئن نہ ہوسکے۔ ان کا اصرار رہا کہ حضرت مولینا تفصیلی توبہ نامہ شائع کریں۔ بالآخر حضرت مولینا نے ان تمام باتوں سے تفصیلا رجوع فرمالیا۔ جن پر امام احمد رضا کو اصرار و اعتراض تھا[۲] یہ تھی محبت، یہ تھے اختلافات اور یہ تھا

---

۱ (الف) حق کی فتح مبین، سید شاہ محمد میاں مارہروی۔ مطبع صبح صادق سیتاپور۔
(ب) الطاری الداری مولینا مصطفیٰ رضا خان مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۲۶/۳
۲ شمع ہدایت، مولینا محمد عبدالحفیظ مفتی آگرہ طبع کراچی ص ۹۳، ۹۴ بحوالہ تنقیدات و تعاقبات ص ۱۴۶

اخلاص، دونوں بزرگوں میں۔ "الطاری الداری" کے تینوں حصوں میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہے، جس میں ۲۴ خطوط امام احمد رضا کے ہیں، تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

☆ حصہ اول صفحات ۵۶، خطوط ۵۔

اس میں تین خطوط حضرت مولینا ریاست علی خان شاہجہاں پوری کے ہیں۔ جو امام احمد رضا کو بھیجے گئے ہیں۔ دو خطوط مع تحریر متوسط و تحریر مفصل امام احمد رضا کے ہیں، جو مولینا شاہجہاں پوری کے نام ہیں۔ مکتوب الیہ گو مولینا شاہجہاں پوری ہیں۔ مگر مخاطب براہ راست مولینا شاہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ ہیں۔ تاریخی ترتیب یہ ہے:

(۱) مکتوب مولینا ریاست علی خاں بنام امام احمد رضا محررہ ۲۴ / جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲) مکتوب مولینا ریاست علی خان بنام امام احمد رضا محررہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا ریاست علی خان محررہ ا/رجب المرجب ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۴) مکتوب مولینا ریاست علی خان بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)
(۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا ریاست علی خان محررہ ۲/شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(مع تحریر متوسط و تحریر مفصل)

☆ حصہ دوم، صفحات ۸۸، تعداد خطوط ۱۹، امام احمد رضا کے ۱۰ حضرت مولینا عبدالباری کے نام اور حضرت مولینا کے ۹/امام احمد رضا کے نام ہیں۔ آئینہ تاریخ تحریر یہ ہے۔

(۱) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۹/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۲/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۶/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۵) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۶/رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲/شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۷) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۴/شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۸) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۹؍شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۹؍شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۰) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۹؍شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۱) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۱؍شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۶؍شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۳) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۹؍شوال المکرم ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۰؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۳؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۴؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۷) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۳؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۸) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۱۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۹؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

☆ حصہ سوم، صفحات ۱۳۸، تعداد خطوط ۱۹

اس میں ۱۲؍خط امام احمد رضا کے حضرت مولینا کے نام ہیں اور حضرت مولینا کے ۷؍خط بنام امام احمد رضا ہے۔ ترتیب اس طرح ہے۔

(۲۰) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۹؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۲) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۱؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۶؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۴) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۸؍ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء
(۲۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۷) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۳؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۸) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۵؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۲۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۰) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۱) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۲؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۱۴؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۳) مکتوب مولینا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۰؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۵؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء

(۳۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۶؍محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

(۳۷) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲۵؍محرم الحرام ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

(۳۸) مکتوب امام احمد رضا بنام مولینا عبدالباری محررہ ۲؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

"الطاری الداری" کے تینوں حصوں میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہوئی، مولینا ریاست علی کے ۳؍حضرت مولینا عبدالباری کے ۱۶؍اور امام احمد رضا کے ۲۴ خطوط ہوئے۔ حضرت مولینا عبدالباری کے بھی خطوط امام احمد رضا کے نام ہیں۔ امام احمد رضا کے ۲۲؍خطوط حضرت مولینا عبدالباری کے نام ہیں۔ جو حصہ دوم و سوم میں ہیں۔ حصہ اول میں مولینا شاہجہاں پوری کے تینوں خط امام احمد رضا کے نام ہیں اور امام احمد رضا کے دونوں خط مولینا شاہجہاں پوری کے نام۔ "الطاری الداری" مع سہ حصص مفتی اعظم مولینا مصطفیٰ رضا کے قلم سے ترتیب پائی، اور "حسنی پریس" بریلی سے اسی زمانہ میں شائع ہوئی جب سے یہ کتاب تقریباً نایاب ہے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن

۱۹۸۴ء میں انجمن ارشاد المسلمین لاہور سے نکلا تھا۔ ۱؎ مگر ہندوستان میں دستیاب نہیں۔
''الطاری الداری'' میں شامل خطوط رضا کی تیسری اشاعت بھی ہے۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

۷ حق کی فتح مبین: مرتبہ سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی، موضوع فقہ و سیاست، صفحات ۸، مطبع صبح صادق، سیتاپور، ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، تعداد مکتوب ۲۔

اس ہشت ورقی رسالہ میں صرف دو مکاتیب ہیں۔ جو ۲۴ اور ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو علی الترتیب مارہرہ کے معروف روحانی پیشوا اور مایہ ناز عالم دین سید شاہ اولاد رسول کے نام ارسال ہوئے ہیں۔ اس کے موضوعات و مباحث وہی ہیں۔ جو ''الطاری الداری'' کے ہیں۔ رسالہ مذکور مطبع صبح صادق سیتاپور سے حضرت سید ارتضی حسین کے اہتمام میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ذکر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی ایک کتاب میں بھی ملتا ہے۔ ۲؎ اس کی دوسری اشاعت نظر سے نہیں گذری۔

۸ بعض مکاتیب حضرت مجدد: مرتبہ، حضرت مولینا سید عرفان علی بیسلپور، صفحات ۱۶، مطبع حسنی پریس بریلی، تعداد مکتوب ۱۳۔

''بعض مکاتیب حضرت مجدد'' خود مکتوب الیہ مولینا سید عرفان علی نے مرتب کیا۔ حضرت مولینا حکیم محمد حسنین رضا خاں کے اہتمام میں مطبع مذکور سے شائع ہوا۔ پہلی بار اس کی تعداد اشاعت ایک ہزار تھی۔ قیمت ایک روپیہ فی نسخہ رکھی گئی تھی۔ البتہ سنہ اشاعت مذکور نہیں۔ اس میں کل تعداد خط ۱۳/ ہے۔ ''شب برأت'' کے گشتی مراسلہ کے علاوہ بارہ خطوط ''مکتوبات امام اہل سنت'' مشمولہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد ا، صفحہ ۳۰۸ تا ۳۲۰ میں بھی شامل ہیں۔ ''بعض مکاتیب'' پر سنہ اشاعت مذکور نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان خطوط کی پہلی اشاعت کون سی ہے۔ پھر یہ تمام صحائف ''مکتوبات امام احمد رضا'' صفحہ ۱۹۶ تا ۲۰۸ مرتبہ،

۱؎ سید محمد جمال الدین اسلم ڈاکٹر برطانوی راج مذہب و سیاست، بریلوی تناظر، حرا پبلیکیشن دہلی ۱۹۹۳ء ص ۴۶

۲؎ سید محمد جمال الدین اسلم ڈاکٹر برطانوی راج مذہب و سیاست بریلوی تناظر، حرا پبلیکیشن دہلی ۱۹۹۳ء ص ۷۱

مفتی محمود احمد قادری میں بھی منقول ہیں، جو ''حیات اعلیٰ حضرت'' سے عکس لیا گیا ہے۔

۹ مکتوب امام اہل سنت: مرتبہ، ملک العلماء مولینا شاہ سید محمد ظفر الدین رضوی عظیم آبادی صفحہ ۷۶، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۹۵۵ء، تعداد مکتوب ۵۷۔

''مکتوبات رضا'' کا یہ مجموعہ دراصل ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول میں، بطور ضمیمہ شامل ہے۔ جو صفحہ ۲۴۴ سے ۳۲۰ تک ہے۔ تعداد خط ۵۷ ہے۔ یہ مجموعہ اس اعتبار سے اولین اور اہم ہے کہ اس میں خطوط رضا کی اتنی بڑی تعداد سب سے پہلی بار شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں اس کی اشاعت کا سہرا مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی کے سر ہے۔ بعد میں ہندو پاک سے اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس میں شامل خطوط چار آدمیوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ تعداد و تفصیل یہ ہے۔

☆ ملک العلماء مولینا سید محمد ظفر الدین کے نام ۴۳
☆ حضرت مولینا سید عرفان علی بیسلپوری کے نام ۱۲
☆ حضرت مولینا الحاج محمد لعل خان مدراسی کے نام ۱
☆ حضرت مولینا خلیفہ تاج الدین کے نام ۱
کل میزان = ۵۷

پھر یہ مراسلات و مفوضات رضویہ مفتی محمود احمد قادری کی ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں بھی نقل ہوئے ہیں۔ جیسے ''مکتبہ نبویہ'' لاہور اور ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' بمبئی نے علی الترتیب ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۰ء میں طبع کئے ہیں۔ ملک العلماء کے نام اصل خطوط کا عکس ''نوادرات'' کے زیر عنوان دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۰ اکرام امام احمد رضا: مرتبہ، برہان ملت حضرت مولینا محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، صفحات ۱۴۴، مطبوعہ مجلس العلماء، مظفر پور، بہار ۱۹۹۰ء، تعداد مکتوب ۲۰۔

زاہد صوفی عالم دین مولینا عبد الکریم صدیقی جبلپوری امام احمد رضا کے دوست تھے۔ مگر

دونوں میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مولینا موصوف کے نامور فرزند مولینا شاہ محمد عبدالسلام جبلپوری نے امام احمد رضا سے کسبِ فیض کیا تھا۔ ان کے سعادت مند بیٹے حضرت مولینا محمد برہان الحق رضوی جو بعد میں "برہان ملت" کے لقب سے معروف ہوئے۔ امام احمد رضا کے تلمیذ رشید اور خلیفہ عزیز تھے۔ جبلپور کا یہ صدیقی گھرانہ امام احمد رضا کا گویا اپنا گھرانہ تھا۔ "اکرام امام احمد رضا" کے مطالعہ سے یہی تاثر ملتا ہے۔ یہ قربت و محبت ظاہر کرتی ہے کہ طرفین سے خط و کتابت کا طویل سلسلہ رہا ہوگا۔ مگر سب تو نہیں، کچھ کچھ پیش نظر مجموعہ میں موجود ہے۔

۱۹۷۸ء میں یہ مجموعہ برہان ملت کے قلم سے ترتیب پایا۔ بعد میں یہ ترتیب پروفیسر محمد مسعود احمد کی نگاہ سے گذری۔ تو جدید فنِ تدوین کی روشنی میں پروفیسر موصوف کے زہرہ نگار قلم نے کتابت کے رخ پر غازہ مل دیا۔ زیر نظر مجموعہ ۱۹۸۱ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے پہلی بار شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں مجلس العلماء مظفر پور نے چھاپا۔ یہی طبع ثانی خاکسار کے سامنے ہے۔ تین مکتوب الیہ کے نام اس میں ۲۰ ر خطوط ہیں۔ مجموعی ترتیب یہ ہے:

(۱)	بنام شاہ محمد عبدالسلام جبلپوری	۱۴
(۲)	بنام قاری بشیر الدین جبلپوری	۱
(۴)	بنام مولینا محمد برہان الحق رضوی	۵
	میزان =	۲۰

"مکتوبات امام احمد رضا" کے مرتب نے شاہ عبدالسلام کے نام ۱۴ ر خطوط کو اپنی تالیف میں نقل کیے ہیں۔ انہی کے نام سے انہوں نے چار خطوط کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یوں یہ تعداد ۱۸ ر ہوگئی۔ اب کل تعداد ۲۴ ر ہو جاتی ہے۔ میری دریافت میں اس خاندان کے نام اور بھی خطوط ہیں۔ جن کی تعداد ۲۵ ر سے بھی زائد ہیں۔ جن کو میں نے اُن کی اپنی اپنی جگہ ترتیب دے دی ہے۔ اس مجموعہ خطوط کا نام "صحائف رضویہ و عرائض سلامیہ" ہے، جو قلمی صورت میں میری تحویل میں ہے۔

۱۱ ''مکتوبات امام احمد رضا'' مرتبہ مفتی محمود احمد قادری مظفر پوری صفحات ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۸۶ء تعداد مکتوب ۹۱۔

امام احمد رضا کے خطوط مختلف وقتوں میں، مختلف صورتوں میں چھپتے رہے ہیں۔ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی، مجموعی شکل میں بھی اور انفرادی صورت میں بھی۔ مگر اتنی کثیر تعداد کا اور کوئی دوسرا مجموعہ نہیں۔ اس میں ۱۱/مکتوب الیہ کے نام ۹۱/خطوط ہیں۔ گو ان میں سے بیشتر خطوط کے مراجع و مصادر ماسبق کے مجموعے رہے ہیں۔ بلحاظ ترتیب اصل ماخذ کی رسائی کچھ اس طرح کی جا سکتی ہے۔

☆ بنام سید شاہ محمد میاں مارہروی، ۱/خط، ماخذ، سالنامہ، ''اہل سنت کی آواز'' مارہرہ مطہرہ جلد سوم ص ۲۲۔ یہ شمارہ فقیر کی نظر کے سامنے ہے۔

☆ بنام حضرت مولینا محمد محمود جان، جام جودھپوری گجرات، ۱/خط، اس کا قلمی نسخہ فقیر کے پاس ہے۔ جسے فروری ۱۹۹۷ء میں گجرات کے دورانِ سفر حاصل کیا گیا۔

☆ بنام شاہ محمد عبدالسلام جبلپوری، ۱۸/خط ۱۴/کا ماخذ، ''اکرام امام احمد رضا'' بقیہ چار مرتب کی نئی دریافت۔

☆ بنام ملک العلماء مولینا سید محمد ظفر الدین رضوی، ۴۳/خط، ماخذ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول۔

☆ بنام شیخ الاسلام مولینا انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی، ۳/خط، ماخذ ''اجلی انوار الرضا''۔

☆ بنام مولینا سید محمد علی مونگیری، ۳/خط، ماخذ ''مراسلت سنت وندوہ''۔

☆ بنام حضرت مولینا الحاج محمد لعل خان مدراسی، ۱/خط ماخذ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' جلد اول۔

☆ بنام حضرت مولانا خلیفہ تاج الدین لاہوری ۱/خط، ماخذ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' جلد اول

☆ بنام حضرت مولانا سید محمد عرفان علی بیسلپوری، ۱۲ / خط، ماخذ "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول یا "بعض مکاتیب حضرت مجدد"۔

☆ بنام اشرف علی تھانوی، ۳ / خط، یہ تینوں مرتب کی اپنی دریافت ہیں۔ البتہ ۱۰ سوالات و استفسارات پر مشتمل اول خط محررہ ۲۰ / ذی القعدہ ۱۳۲۸ء کا قلمی نسخہ ناچیز کے قلمی ذخیرے میں موجود ہے۔

☆ بنام مولانا طیب عرب مکی، ۵ / خط ماخذ، "الطائب الصیب علی ارض الطیب" رسالہ منفردہ یا فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱۔

ماخذ و مراجع کی طرف یہ اشارہ میں نے قیاساً کیا ہے۔ بعید نہیں کہ مرتب موصوف کے پیش نظر خطوط کی اصل کا بیاں رہی ہوں۔ حضرت مرتب کی "تقدیم" اور ناظم مکتبہ نبویہ لاہور، علامہ اقبال احمد فاروقی کا مضمون بعنوان "صاحب مکتوب" نے کتاب کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی نے ۱۹۹۰ء میں چھاپا ہے۔ یہی اشاعت میرے پیش نظر ہے۔

زیر نظر مجموعہ کی ترتیب میں حسن ترتیب موجود نہیں۔ اس میں کئی سہو و سقم در آیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۵۷ پر "اضافات ...... و...... مزید مکتوبات" کی ذیلی سرخی سے تعداد خطوط کے بڑھ جانے کا اشتباہ پیدا ہوگیا ہے۔ یونہی صفحہ ۱۹۶ پر ملک العلماء کی ایک وضاحتی عبارت اور صفحہ ۲۰۸ پر ملک العلماء کا اختتامیہ بھی چھپ گیا ہے۔ اس پر سوال و جواب قائم کر کے ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی نے اپنے ایک مضمون میں دلچسپ بحث کی ہے۔[1]

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مفتی محمود احمد قادری کی کاوش و ترتیب قابل ستائش ہی نہیں، لائق صد ستائش ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور گھپ اندھیرے میں جگنو کی روشنی بھی مینارۂ نور کا کام کرتی ہے۔ انگریزی کا مشہور مقولہ ہے Something is better than nothing.

---

[1] "سہ ماہی افکار رضا" بمبئی شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء مضمون ڈاکٹر صابر سنبھلی ص ۱۹۔

۱۲ ''مکتوبات امام احمد رضا مع تنقیدات و تعاقبات'' مرتبہ، مفتی محمود احمد قادری ر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صفحات ۳۳۲، تعداد مکتوب، ۲۲، مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۸ء۔

یہ مجموعۂ مراسلات، دراصل ''الطاری الداری'' کی یہ نوع خاص جدید کاری ہے، جس میں صرف وہ ۲۲ رخطوط دیکھے جا سکتے ہیں۔'' جو امام احمد رضا نے حضرت مولینا عبدالباری فرنگی محلی کو امضاء کیے تھے۔ مولینا ریاست علی خان شاہ جہاں پوری کے نام بھیجی گئی ''تحریر متوسط و تحریر مفصل'' بھی اس میں شامل ہے۔ یہ اخذ و انتخاب حضرت مفتی محمود احمد صاحب کے حسن انتخاب کا نتیجہ ہے۔ گو اب اس کی اشاعت معیوب سمجھی جاتی ہے۔ قریب ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل پروفیسر محمد مسعود احمد کی مبسوط و محقق، مؤرخانہ، اور حقیقت پسندانہ تحریر جو ''تنقیدات و تعاقبات'' کے نام سے موسوم ہے، کتاب کی اہمیت و افادیت میں چار چاند لگاتی ہے۔ اور مباحث کتاب کے سمجھنے سمجھانے میں ایک استاذ کامل کا رول ادا کرتی ہے۔ ''تقدیم'' پروفیسر فاضل زیدی نے لکھی ہے ''تقریب'' پروفیسر عبدالباری کے قلم سے نکلی ہے'' افتتاحیہ تجزیہ نگار کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے اور ''ناشر نامہ'' ناظم مکتبہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے قلم بند کیا ہے۔

مجموعۂ مکاتیب کے بعد مناسب تو یہ تھا کہ مکتوب الیہم کا تعارف پیش کیا جائے۔ مگر دقت یہ ہے کہ ان کے مکتوب الیہم ایک ادنیٰ انسان سے لے کر اعلیٰ انسان تک ہیں اور یہ تعداد میں بھی کثیر ہیں۔ اس لئے یہ بحث یہاں قلم انداز کی جاتی ہے۔ البتہ کوشش یہ رہی ہے کہ مکتوب الیہم یا جن رجال یا شخصیات کا ذکر خطوط کے متن میں آیا ہے۔ یا مباحث و مسائل کے ضمن میں ذکر آیا ہے۔ وہاں ہم نے کوشش کی ہے کہ کچھ ضروری حاشیہ لکھ دیا جائے اور یہ حاشیہ ضرورت سے زیادہ طویل نہ ہو۔ اں ! آیات، احادیث، عبارت فقہاء و علماء کی تخریج تا حد امکان کر دی گئی ہے۔ ان مجموعوں اور قدیم جرائد میں چھپے خطوط کے علاوہ ایک خاص تعداد ان خطوط کی ہے جو ان کے فتاویٰ رضویہ کی ضخیم مجلدات، کتب و رسائل اور متفرق کتابوں میں بکھرے ہوئے

ہیں۔ یا وقتاً فوقتاً دریافت ہو کر حالیہ جرائد و رسائل میں چھپتے رہے ہیں۔ ایک قابل لحاظ تعداد ان مکاتیب کی ہے۔ جو اب تک غیر مطبوعہ تھے۔ پہلی بار اس میں جمع کیے گئے ہیں۔ چند عربی و فارسی خطوط کا اردو ترجمہ بھی پہلی بار اس میں شامل کیا جارہا ہے۔ اس طرح تا حال دستیاب خطوط کی تعداد تقریباً تین سو ہو گئی ہے۔ جو خط ہم نے جہاں سے لیا یا کسی نے فراہم کیا ہے، اس کا حوالہ اسی جگہ دے دیا ہے۔ جہاں وہ خط درج ہے۔ کوئی کوئی خط ایک سے زیادہ مآخذ میں موجود ہے یا کثرت سے نقل ہوتا رہا ہے۔ اس صورت میں ایک سے زیادہ حوالے دے دیئے گئے، البتہ تمام مصادر کا احاطہ کرنا نہ ممکن تھا۔ نہ مفید سمجھا گیا۔ اس وقت خاکسار کو روحانی مسرت ہو رہی ہے کہ اتنے خطوط یکجا ہو کر بشکل ''کلیات مکاتیب رضا'' آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس اعتبار سے یقیناً یہ پہلا قدم ہے، جو علم و ادب کی عمدہ خدمت بھی ہے اور ''رضویات'' کے باب میں ایک انقلابی اضافہ بھی۔

ہماری خواہش تھی کہ ''مکاتیب رضا'' کو ہم تاریخی ترتیب DATE WISE دیں۔ مگر اس راہ میں کٹھنائی یہ تھی کہ ''مکاتیب رضا'' کا تمام یا اکثر حصہ مہیا نہیں۔ مکتوب نگار کے پیر خانہ مارہرہ مطہرہ میں موجود ذخیرۂ خطوط، جو پروفیسر محمد مسعود احمد کی اطلاع کے مطابق ڈھائی سو ہیں'' ہزار کوششوں کے باوجود میری دسترس سے باہر رہا۔ مولینا شہاب الدین رضوی بھی خطوط رضا کو جن کی بقول ان کے تین جلدیں ہوں گی، سنا تھا، ترتیب دے رہے تھے۔ اکا دکا خط دوسرے اداروں کے پاس بھی موجود ضرور ہوگا۔ جن تک میری رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ یوں ابھی امام احمد رضا کے بہت سے خطوط منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔

اس لئے ہم نے سردست الف بائی ترتیب سے کام لیا ہے۔ البتہ ہر مکتوب الیہ کے نام خطوط کی ترتیب بلحاظ تاریخ کر دی گئی ہے۔ دو چند خطوط کی تاریخیں پچھلے مجموعوں میں بدل گئی یا غلط چھپ گئیں ہیں۔ بعد میں کی جانے والی تحقیق کی روشنی میں ان کو درست کر دی گئیں ہیں۔ بعض خطوں پر تاریخ درج نہیں تھی۔ ان کی تاریخ اور سن میں نے اندرونی اور بیرونی شہادتوں کی

روشنی میں متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ خطوط ایسے بھی نظر سے گذرے۔ کہ کسی پر تاریخ ہے۔ تو مکتوب الیہ کا نام نہیں۔ نام ہے تو پتہ درج نہیں۔ ان کو ہم نے ایک عنوان کے تحت دوسری جلد کے آخر میں رکھ دیئے ہیں۔ امام احمد رضا تاریخ نیچے اور التزاماً ہجری تاریخ لکھا کرتے تھے۔ صرف دو خطوں میں عیسوی تاریخ دیکھنے کو ملی، ہم نے تمام تاریخوں کو اٹھا کر اوپر داہنے کونے میں لکھی ہے۔

الغرض کتاب کو ہم نے ہر طرح تو نہیں، سوجتن سے سنوارنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ تاہم عین ممکن ہے کہ بہت سی فروگزاشتیں راہ پاگئی ہوں۔ مخلص علماء و محققین نشاندہی فرمائیں۔ خنداں پیشانی سے قبول کرتے ہوئے آئندہ ایڈیشن میں خیال رکھا جائے گا۔ ہاں! اس کلیات میں خوبیاں بھی ضرور ہیں۔ جو سب کے سب میرے رب قدیر کا بے پناہ فضل، میرے نبی کریم کی بے کراں نوازشیں اور میرے بزرگانِ دین کا سراسر فیضانِ نظر ہیں۔

میرے اللہ کریم!

تو میری اس خدمت کو قبول فرما!

اسے شرف قبولیت سے نواز!!

ہاں! میرے حقیقی معبود!!

تو اسے میرے لئے

میرے والدین کے لئے

میرے اساتذہ کے لئے

میرے شیوخ کرام کے لئے

اور ساری امت کے لئے

"توشۂ آخرت" اور "ذریعہ نجات" بنا! آمین بجاہ سید المرسلین۔

میں نے یہ کام لوہے کا چنا ہی نہیں، کہ وہ ہوتا تو چباتا، فاقوں کی لذتیں اٹھا اٹھا کر کیا

ہے۔ سب سے زیادہ دقت و دشواری مجھے حصول خطوط اور فراہمی مواد میں ہوئی۔ مکاتیب کے متن کی صحت کے لیے ضروری تھا کہ امام احمد رضا کے خطوط کی اصل یا ان کا عکس جن اصحاب یا اداروں کے پاس ہیں۔ ان سے حاصل ہو جاتا۔ اس لئے کہ خط کا ایک جملہ بھی بدل گیا۔ تو پورے خط کا مفہوم ہی خبط ہو کر رہ جائے گا اور نیز یہ بھی کہ تحقیقی کاموں میں مطبوعہ مواد ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں جو ہفت خواں طے کرنا پڑے، ان کا ذکر، جن کی سرگزشت ایک داستان دل خراش کی صورت میں ہے، اب کیونکر کروں کہ۔

سفینہ جب کہ کنارے سے آلگا غالبؔ
خدا سے جور و ستم ناخدا کیا کہیے

ابھی میری گردن پر ایک بوجھ ہے۔ جسے اتارنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ ہے ان حضرات کی خدمات عالیہ میں شکریے و سپاسنامے گذارنا۔ جنہوں نے علمی، قلمی، کتابی یا کسی بھی طرح میرا تعاون فرمایا۔ گو یہ فہرست طویل ہوگی مگر میری دلی خوشی اسی میں ہے کہ اختصاراً سب کا تذکرہ کروں۔ اپنے ایک مقالہ'' میں اور میری پی ایچ ڈی'' میں ہم نے اس پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

۱ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی، جو فقیہ النفس، مناظر اسلام، محقق عصر اور ممتاز علماء کی صف میں ممتاز حیثیتوں کے مالک ہیں، نے رجسٹریشن کراتے وقت میری دشواریوں کو سبکبار کیا۔

۲ پروفیسر ڈاکٹر محمد فاروق صدیقی مظفر پوری، جو صاحب اسلوب ادیب، محقق، شاعر اور دینیات میں بھی اچھی بصیرت رکھتے ہیں، نے ترتیب مقالہ میں میری نگرانی فرمائی۔ اپنی شفقت، بلند اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی سے مجھے ہر طرح کی سہولت و اعانت پہنچائی۔

۳ حضرت مفتی محمد عیسیٰ رضوی دیناج پوری، جو خوش فکر، خوش پوش، خوش خور، صاحب قلم اور ذی علم فاضل ہیں، نے سب سے پہلے ایک فہرست بھیج کر فتاویٰ رضویہ کی مجلدات کے

ان مقامات کی نشاندہی فرمائی۔ جہاں سے مکتوبی صورت کی تحریریں اخذ کی جاسکتی تھیں۔

۴ گرامی قدر جناب محمد زبیر قادری نو عمر نو جوان "تحریک فکر رضا" ممبئی کے روح رواں اور سہ ماہی "افکار رضا" کے مدیر ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے بذریعہ مکتوب اپنی خوشی کا اظہار اور مبارکباد پیش کی۔ اور ساتھ ہی دو کتابیں ہدیۃ ارسال کیں۔ ممبئی جب کبھی آیا۔ ان کا کتب خانہ اپنے لئے کھلا پایا۔

۵ حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری، عالی نسب، اعلی ظرف، اونچے اخلاق، صاحب علم وفضل، حلقۂ علماء میں نمایاں مقام کے مالک اور پیر طریقت ہیں۔ رام پور دو مرتبہ جانا ہوا، ہفتہ عشرہ قیام کیا۔ ہر دو بار ان کا علماء نواز دولت کدہ میرا میزبان بنا رہا اور میرا سارا وقت "رضا لائبریری" اور "صولت لائبریری" کے کتابی ذخائر پر شہد کی مکھی کی طرح بھنبھناتے گزرا۔

۶ علی گڑھ میں پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد، ملک العلماء کے اکلوتے فرزند سابق صدر شعبۂ عربی علی گڑھ یونیورسٹی، اسلامیات وادبیات میں بین الاقوامی ممتاز اسکالر ہیں، انہوں نے میرے کاموں کے لئے وہاں راہ ہموار فرمائی۔ مفید مواد ومعلومات بہم پہنچائی۔

۷ بریلی شریف میں تاج الاسلام حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری نے میری میزبانی فرمائی، دعائیں دیں، ہدایات ارشاد فرمائے۔ ان کے خادم خاص مولینا شہاب الدین رضوی، حضرت ازہری میاں کے حکم کے باوجود یہ کہہ کر مجھ سے اپنا دامن چھڑا لیا کہ "میرے پاس ایک بھی مکتوب رضا نہیں ہے" حالانکہ وہ زیر ترتیب "مکاتیب رضا" کی تین جلدوں کا اعلان برسوں سے چھاپتے چلے آرہے ہیں۔

۸ حضرت مولینا منان رضا خان منانی میاں کے زیر تعلیم سعادت شعار صاحب زادے مولوی سمنانی میاں، جن کی پیشانی پر ستارۂ اقبال کے نمایاں آثار اور علم وعمر کی اٹھان کچھ اور

ہی کا پتہ دیتی ہے، نے مجھ سے غیر معمولی محبت فرمائی۔ دعوت و ضیافت کی۔ میرے موضوع سے دلچسپی لی اور اپنے گھر موجود علمی ذخیرہ کے پاس لے جا کر مجھے بیٹھا دیا۔

محلہ جسولی میں قیام پذیر، فکر رضا کی ترویج و ترسیل میں مصروف و منہمک گرامی قدر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی یاوری نے بھی ہماری کئی گتھیاں سلجھائی۔

محلہ سرخا میں مقیم مفتی اعظم ہند کے مرید و عاشق جناب ملا لیاقت علی خان کتاب دوست آدمی ہوا کرتے ہیں۔ ان کی ذاتی لائبریری میں مطبوعات کے علاوہ مخطوطات بھی ہیں۔ انہوں نے کتابوں کا یہ ڈھیر دیکھنے اور مطلب کی چیز اخذ کرنے کی کھلی اجازت دی۔ حتیٰ کہ قریب ڈیڑھ ہزار صفحات فوٹو کاپی کا بل خود سے چکایا۔ غرض انہوں نے محبت اور علم نوازی کا بھرپور ثبوت دیا۔ اس موقع پر فاضل استاذ، محقق، ماہر علوم جدیدہ حضرت علامہ قاضی شہید عالم رضوی، کٹیہاری، مفتی جامعہ نوریہ بھلا دینے کے قابل نہیں۔ کہ انہیں کی وساطت سے یہ مہم سر ہوئی۔

۹ عظیم روحانی و علمی مرکز مارہرہ مطہرہ زیب سجادہ امین ملت سید شاہ ڈاکٹر امین میاں برکاتی، حضرت گرامی وقار سید افضل میاں برکاتی، سابق رجسٹرار علی گڑھ یونیورسٹی، حضرت سید نجیب میاں زید مجدہم کی دعائیں اور ہدایتیں میرے لیے خضر راہ ثابت ہوئیں۔

۱۰ ممبئی میں قائم ''ادارۂ شرعیہ'' کے چیف قاضی حضرت مفتی اشرف رضا قادری کا مالدار کتب خانہ سے میں نے بار بار استفادہ کیا اور اندھیری، ممبئی میں نہج جدید تعلیم و تربیت کی ابھرتی ہوئی درس گاہ ''جامعہ قادریہ کنزالایمان'' چھوڑ دینے کے قابل نہیں کہ باہر سے جب کبھی آیا۔ یہی ''جامعہ کنزالایمان'' میری قیام گاہ بنا۔ اس کے بانی و ناظم حضرت مولینا غلام ناصر مصباحی جو میرے برادر عزیز اور رفیق بھی ہیں۔ انہوں نے اور جامعہ کے اساتذہ، بطور خاص گرامی قدر حضرت مولینا مجیب الرحمٰن نوری وغیرہ اور طلباء نے میری خدمت و سہولت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ممبئی کی مسجد عبدالسلام کے خطیب و امام حضرت مولینا سید

عبدالجلیل رضوی، جو میرے دیرینہ دعا گو، کرم فرما،اور رفیق کار بھی ہیں، کی محبتیں اور رفاقتیں لوح دل پر انمٹ نقوش بن کر قائم رہیں گی۔

۱۱ سرزمین گجرات کے مجاہد جلیل، دولت و دماغ کے دھنی و غنی حضرت مولینا عبدالستار ہمدانی نے جب میرا خاکہ اور کام کا پھیلاؤ دیکھا۔تو انہوں نے پوربندر آنے کی مجھے دعوت دی۔ جب حاضر ہوا۔نوادرات پر مشتمل اپنے کتب خانہ کی کنجی میرے حوالے کردی۔ ہر ہفتہ بھر اس میں ڈوبا رہا۔ پھر قریب بارہ سو صفحات کا عکس بلا عوض دے کر انہوں نے مجھے رخصت کردیا۔

۱۲ میرے والدین کریمین، ایثار پسند والد، قاضی عین الدین رشیدی، تہجد گزار ماں بی بی شمس النساء نے حسب روایت میرے اہل و عیال کی کفالت و ذمہ داری سنبھالی اور میری تنخواہ سمیت قریب چار سالوں تک مجھے میرے اس علمی کام کے لئے آزاد چھوڑے رکھا۔

۱۳ اور میرے عزیز تلامذہ، مولینا عبید الرحمن محمد آبادی، مولینا اسلم رضا ناگوری، مولینا محبوب رضا راج محلی، مولینا فیضان الرحمن سبحانی دربھنگوی اور مولینا محمد شرافت حسین رضوی پورنوی نے مسودہ و مبیضہ کے نقل و مقابلہ میں کامل محبت و رفاقت نبھائی۔

پاکستان میں:

☆ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے سرپرست، شہرت یافتہ اسلامی اسکالر، بے مثل مصنف و محقق، پرہیزگار عالم دین، صاحب اسلوب ادیب، مفکر، درویشانہ رکھ رکھاؤ کے حامل حضرت العلام فضیلۃ الدکتور محمد مسعود احمد حفظہ اللہ الاحد۔

ادارہ مذکور کے صدر، ولد اولاد غوث، فکر رضا کے مخلص مبلغ، بے لوث ترجمان، با مراد داعی، بلند عزائم دینی کارکن علم نواز، کتاب دوست، صاحب دل، اہل قلم، حضرت علامہ وجاہت رسول قادری، طول اللہ عمرہ الباری اور ادارۂ مذکور کے جنرل سیکریٹری صاحب خوش خوش کلام، اہل کمال، باشرع، سرگرم انتظام کار، نظریات رضا کے امین و علم بردار، درجنوں کتب

ومقالات کے مصنف، ومقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری زید علمہ وفضلہ۔

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے کرمہائے بے حساب کا شمار کیوں کر کیا جائے۔ بس اتنا کہ:

ع اتنے احسان کہ گنواؤں تو گنوا نہ سکوں۔

☆ کراچی میں جلوہ بار مایہ ناز عالم و فاضل، محقق و مصنف، بین الاقوامی خطیب، ماہر لسانیات، مذہب و سیاست میں اہم مقام کے مالک، مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی کے چیرمین اور خطیب اعظم پاکستان حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ کے علمی و روحانی جانشین حضرت علامہ کوکب نورانی دام علمہ و طال عمرہ کی دعائیں، وفائیں، عطائیں، جلائیں اور ضیائیں میرے حوصلوں کو تقویت پہنچائیں۔

☆ جامعہ نعیمہ کراچی میں مسند تدریس بچھائے بزرگ عالم و علامہ، اسلامیات و عصریات میں بھرپور درک رکھنے والے، وسیع الاخلاق حضرت علامہ جمیل احمد نعیمی نے جامعہ کی لائبریری اور دہلی سے منتقل شدہ مولینا شاہ کرامت اللہ خان دہلوی کا کتب خانہ میرے لیے کھول دیا۔ جہاں مجھے کئی کارآمد کاغذات مل گئے۔

☆ کراچی کی عظیم و قدیم درسگاہ جامعہ امجدیہ کے علماء و اساتذہ نے مجھ سے محبت فرمائی۔ میری تقریر کروائی، آرام و طعام کا خاص خیال رکھا۔ کہ وہاں کئی دن میرا قیام تھا۔

☆ کراچی کی ایک بلند قامت علمی وادبی شخصیت، مشہور دانشور، محقق، معروف اسکالر، ہنس مکھ، ملنسار اور گوناگوں خصائل و خوبی کے مالک نبیرہ محدث سورتی عالی جاہ ڈاکٹر خواجہ رضی حیدر بقی اللہ علمہ و فضلہ، نے نوادرات سے ہرا بھرا اپنا کتب خانہ میرے لیے یہ کہتے ہوئے کھول دیا: "یہ لیجئے، وہ دیکھیے، یہ بھی رکھیے، ہاں اس میں بھی آپ کا مواد ہے" وغیرہ۔ ضیافت کی مشروبات پلائے۔ شفقتوں سے نوازا اور آتے وقت اپنی آنسوؤں سے جھل پلکوں سے انہوں نے مجھے الوداع کہا۔

☆ لاہور کی عظیم القدر اساتذہ، کثیر الطلبہ، دور تک شہرت رکھنے والی اقامتی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے شیخ الحدیث، شیخ طریقت، عالم اجل، استاذ الاساتذہ، بزرگانہ تہذیب و روایت کے امین و نقیب، محقق مشہور، صاحب تصانیف و تراجم کثیرہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نفعنا اللہ ببرکاتہم، برکت الزمان، کاموں کی مشین، جائے پناہ، فضیلت آگاہ، شفیق، کریم، سادگی پسند، وضع دار، علام و فہام حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ مذکور ہی کے اساتذہ، عالم علام، فاضل جلیل، ادیب شہیر، مخلص کریم، فعال و جوال، متحرک دینی کارکن حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری اور علم و اخلاق کے پیکر، فاضل استاذ، محقق، مصنف حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی و دیگر اساتذہ و طلباء نے مجھے عزتیں دیں۔ میرے لیے دعائیں کیں، حوصلے بخشے، مأکولات و مشروبات کا انتظام کیا اور ہر طرح خیال رکھا۔

☆ پیکر محبت، مجسم شفقت، سراپا اخلاص، شریفانہ وضع، بزرگانہ خو بو سے متصف، عاشق رسول، زائر حرم، مرکزی مجلس رضا کے تاسیسی رفیق، حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے جلیس و شفیق افکار رضا کے پر جوش سفیر، کامیاب مترجم، حقیقت نگار محقق، ماہنامہ ''جہان رضا'' کے دردمند مدیر و منصرم، مکتبہ نبویہ کے ہنر مند مالک و منتظم حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی کی نوازشیں اور شفقتیں میری یادوں کے نگار خانہ میں مدام جگمگ کرتی رہیں گی۔

☆ عظیم المرتبت، قصیر القامت، بزرگ صورت، پاکیزہ سیرت، اشاعت اسلام میں مخلص، ترویج علم میں متحرک، اور تعلیمات رضا کی طباعت و ترسیل میں صبح و شام سرگرم عمل، حامی الحرمین، محب العلماء، رضا اکیڈمی چاہ میراں کے ستون و شہتیر، مقبول خدا و رسول الحاج مقبول احمد ضیائی نے بغیر کسی سابقۂ عرض و شناخت کے ڈھیر ساری مطبوعات اکیڈمی کے علاوہ فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ کی ۲۰ جلدیں از خود عنایت فرمائیں۔ جو میرے ذوق کی غذا، شوق کا سامان اور کتاب خانہ کی زینت و رونق ہیں۔ جب جب یہ کتابیں کھلیں گی، ان کی یادیں دیپ کی طرح جل اٹھیں گی۔

☆ امام احمد رضا کے تلمیذ و مسترشد، مجاز و ماذون حضرت مفتی غلام جان رضوی ہزاروی کے قابل فخر فرزند، صاحب اخلاص، قناعت پسند رند مزاج، صوف مذاق، خلیق و حلیم، حضرت مولینا مفتی مظفر اقبال دام اقبالہ وفضلہ نے اپنا کتب خانہ کھولا اور دلچسپی سے مجھے مخطوطات ونوادارات دکھائے۔ ان کی یادیں اور مسکراہٹیں، تادیر باقی رہیں گی۔

☆ منتخب عالم و فاضل، مقبول خطیب و شاعر، مرنجا مرنج شخصیت وصفات کے مالک، خلق نبوی کے مظہر، سنیت و رضویت کے بے باک داعی و حامی، جامعہ قادریہ کے مہتمم، المصطفیٰ قرآن اکیڈمی کے بانی، العائشہ مدرسۃ البنات کے مربی، امام احمد رضا کے محبّ خاص حضرت مفتی عبدالرحیم احمد آبادی کے نبیرہ، لائل پور میں مقیم حضرت علامہ عطاء المصطفیٰ نوری کے گھر، قریب دو درجن قلمی خطوط و خطی نسخہ جات مجھے ہم دست ہوئے۔ ان کی یادیں اور باتیں قہقہے اور آنسو میرے قلب و ذہن کے طاق پر قندیل بن کر روشن رہیں گے۔

اٹھارہ دن کے بعد ارض پاک سے جب میں واپس ہونے لگا، تو ان حضرات گرامی قدر کی محبتوں نے میرا کاسۂ دل بھر دیا تھا اور ان کے کتابی تحفوں سے میرا دامن لد چکا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ یہاں کے اہل علم سے میں نے وہاں کے علماء میں علم کی قدر دانی اور معارف پروری کی روایت زیادہ زندہ اور جاندار دیکھی۔

اے سنسار کے پالنہار!

تو ان تمام حضرات کے علم، عمل، عمر میں برکتیں اتار!

اپنے دین کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ مصروف رکھ!

اور تو اپنی توفیقات ہم سب کے لئے نہایت ارزاں کر دے!

یا رب بالمصطفیٰ بلغ مقاصدنا واغفر لنا ما مضی یا واسع الکرم

غلام جابر شمس مصباحی بن قاضی عین الدین رشیدی عفی عنھما

۳؍شعبان ۱۴۲۳ھ؍۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۲ء

بامراد مردِ مجنوں

جناب محمد ہارون بھائی رضوی بمبئی با مراد مجنوں ہیں۔ خوش نصیب، سعادت مند ہیں کہ ان کے بے لاگ جذبہ وجنون کی وجہ سے یہ کتاب چھپ کر قارئین کرام کی جنت نگاہ ہے۔ اگر ان کی محنت ومحبت یاوری نہ کرتی، تو میرے لئے اس کتاب کا چھاپنا نہایت امر مشکل تھا۔ اس لئے وہ میرے خصوصی شکریہ اور قارئین کی مخصوص دعاؤں کے خاص مستحق ہیں۔

اے رب کریم! تو اپنے خاص کرم سے دونوں جہان میں ہارون بھائی کو سرخرو رکھ! سربلندی وسرفرازی عطا فرما۔

آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین

واضح رہے کہ یہ کتاب جزوی طور پر قرض حسن سے چھاپی گئی ہے۔

طالب دعاء
غلام جابر شمس مصباحی

تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں برکاتی

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، ایٹہ، یوپی

(۱)

از بریلی

۳۰ / ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

بشرف ملاحظہ عالیہ صاحب زادہ والا مرتبت بالا منقبت حضرت سیدنا سید اولادِ رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

آداب نیاز معروض!

جواب مسائل حاضر کر چکا تھا۔ دوبارہ بصیغہ رجسٹری حاضر کرتا ہے۔ اول اپنی حالت عرض کرے۔ رمضان مبارک (۳۰ھ) میں چار بار بخار آیا۔ شب عید (۳۰ھ) میں ۱۰ / بجے سے ۱۲ / بجے تک اسٹیشن (بریلی) پر کھڑا رہنا ہوا۔[۱] پھر حرارت لے کر واپس آیا۔ دوسرے دن دو عیدیں (عید جمعہ و عید الفطر) اور احباب کا ملنا۔ تکان بڑھ گئی اور جب سے اب تک کئی حملے بخار کے ہوئے۔ ادھر اخیر میں دو حملے بہت شدت سے ہوئے کہ حاضری مسجد سے بھی محروم رہا۔ آج ظہر و عصر کو نماز کے لیے گیا تھا۔ طبیب وہیں مسجد میں ملے اور نبض دیکھ کر کہا ابھی بخار باقی ہے۔ چند روز مسجد کی سیڑھیوں کا چڑھنا، اترنا اور موقوف رہے۔

سوالات سابقہ کا جواب عرض کر چکا تھا۔ معلوم نہیں، کیوں نہیں باریاب خدمت

---

[۱] حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں کے نواسے، حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں کے بیٹے اور تاج العلماء، سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں کے بھائی سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم نے اٹھائیس رمضان ۱۳۳۰ھ کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا جنازہ براہ بریلی مارہرہ مقدسہ لے جایا جا رہا تھا۔ بریلی کے اسٹیشن پر جنازہ حضرت کا پہنچا تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت قدس سرہ اپنے یہاں کے بہت سے اعیان حاضرین آستانہ رضویہ کے ساتھ تشریف لا کر حضور پر نور سید ابوالقاسم قدس سرہٗ سے تعزیت مسنونہ ادا فرمائی۔ (سیرت شاہ غلام محی الدین فقیر عالم برکاتی از تاج العلماء مشمولہ عقائد نامہ منظومہ ص ۹۶ مطبع صبح صادق، سیتاپور)

ہوا۔ سوال متعلق بینک کی نسبت بوجہ تپ حافظ امیر اللہ کے داماد سے کہلا بھیجا کہ براہ راست حاضر کردوں گا۔ اب سابق و لاحق سب کا جواب حاضر ہے۔

امامت فاسق کی نسبت علماء کے دو قول ہیں۔ کراہت تنزیہہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریم کما فی الغنیہ و فتاوی الحجہ والتبیین والشرنبلالیہ وابی السعود والطحطاوی علی المراقی وغیرہ اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی۔ مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہنچی ہو، اگرچہ عند الفقہاء یعنی منکر قطعیات ہو، اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ کما فی فتح القدیر و مفتاح السعادۃ والغیاثیہ وغیرھا کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اس کی تکفیر سے باز رکھے گی۔ اس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی۔ فان الصلوۃ اذا صحت من وجوہ و فسدت من وجہ حکم بفسادھا ۔ [1] پس بے شک نماز جب کہ چند وجہ سے صحیح ہو اور ایک وجہ سے فاسد تو اس کے فساد کا ہی حکم دیا جائے، ورنہ مکروہ تحریمی۔

جن صورتوں میں کراہت تحریمی کا حکم ہے۔ صلحاء و فساق سب پر اعادہ واجب ہے۔ جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو نماز منفردا پڑھیں کہ جماعت واجب ہے۔ اور اس (مبتدع و فاسق معلن) کی تقدیم امامت کے لیے اسے آگے بڑھانا ممنوع بکراہت تحریم اور واجب و مکروہ تحریمی دونوں ایک مرتبہ میں ہیں و دا ع المفاسد هم من جلب المصالح [2] (اور فساد لانے والی چیزوں کا دور کردینا زیادہ اہم ہے مصلحت والی چیزوں کے لے آنے سے)

ہاں! اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے۔ تو جمعہ پڑھیں اور ظہر کا اعادہ کریں کہ وہ فرض ہے اور یہ فرض اہم ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل [3] (فتنہ قتل سے زیادہ بڑا جرم ہے۔)

---

[1] فتح القدیر باب صلوۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، پاکستان ۱۴/۲

[2] الاشباہ والنظائر الخامسۃ درء المفاسد اولی من جلب المصالح، ادارہ دعوۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲۵/۱

[3] القرآن الکریم ۲۱۷/۲

سود لینا مطلقاً حرام ہے۔ مسلم سے ہو یا کافر سے۔ ہاں! اگر ڈاک خانے میں روپیہ جمع کرے اور ڈاک اس پر جو کچھ زیادہ دے۔ اسے سود کی نیت سے نہ لے۔ بلکہ یوں کہ ایک زیادہ برضائے مالک غیر مسلم بلا عذر ملتا ہے۔ تو لے لینا جائز (ہے) اور فقراء مسلمین پر اس کا صرف اولیٰ۔ والتفصیل فی فتاونا۔

اسی بخار کی حالت میں چند اشعار تاریخ کے خیال میں آئے۔ اپنے حضرت اقدس والد ماجد قبلہ دامت برکاتہ العالیہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیجئے۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

لفقیر عالم رحمہ ۔۔۔ من امیر عالم من یلل
واھا لامر لم یتم ۔۔۔ آھا لعمر لم یطل
الصبر یاابا القاسم ۔۔۔ الصبر مفتاح القفل
الصبر یا ابن الصادق ۔۔۔ الصبر ینھل بل یعسل
الصبر شیمہ جدکم ۔۔۔ ذالمصطفی ھادی السبل
اللہ ارحم منک بہ ۔۔۔ وجدہ ختم الرسل
فجوارہ' خیر الجوار و ۔۔۔ نزلہ خیر النزل
ماکنت الا حاضنا ۔۔۔ صفت الحضانہ طب وقل
حمدا علی ما قد مضی ۔۔۔ حمد اعلی ما لم یزل
سل الرضا فی کم مضی ۔۔۔ فتلوت لہ فی شعل (۱۳۳۰ھ)

فقیر احمد رضا قادری [مہر] [1]

---

[1] ماخوذ از ماہنامہ "اہل سنت کی آواز" مارہرہ مطہرہ جلد سوم ص ۲۲-۲۳

نوٹ: یہ مکتوب تین جگہ منقول و مطبوع نظر سے گذرا۔ حوالہ مذکور میں خط کا پورا متن من وعن موجود ہے۔ جبکہ مفتی محمود احمد قادری کی "مکتوبات امام احمد رضا" ص ۴۵-۴۲ پر ناقص الآخر درج کیا گیا ہے۔ اور یہی مکتوب "فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور جلد ۶ ص ۱۳۲، ص ۱۳۳ پر دکھائی دیتا ہے اور یہاں ابتدائیہ واختتامیہ حذف کر کے محض صورت مسئلہ کا حصہ شامل کیا گیا ہے۔ (شمس مصباحی)

(۲)

از بریلی

۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

حضرت صاحبزادہ والا دامت برکاتہم تسلیم مع التکریم

مخبر غیر ثقہ، جس نے وہ گھڑا ڈالنے کی خبر دی۔ اگر قلب پر اس کی بات نہ جمتی ہو۔ اس بیان میں اس کی مصلحت ہو یا اتنا لا ابالی ہو کہ محض بے سبب ایسے امور میں غلط باتیں کہتا ہو۔ جب تو کنوئیں کی نجاست ہی کا حکم نہیں، اور اگر تحری سے اس کی بات قلب پر جمے۔ تو حکم تطہیر ہے۔ مگر تطہیر بئر میں موالات شرط نہیں۔ اعتبار اس کنوئیں کے ڈول کا ہے۔ مگر یہاں کہ نزح کل منظور ہے۔ عدد الحاظ دلو کیا ضروری ہے۔

ہاں! نصف ڈول نہ بھرنے میں اتنے بڑے ڈول کا کہ اس ڈول سے ڈھائی گنا ہے، بھرنا کافی نہ ہوگا۔ جب کہ اس کنوئیں کے ڈول کا نصف یا ایسے ڈول کا، جس میں صاع ماش آ سکے، بھر سکتا ہو، مگر اس سے پہلے جو سو پچاس ڈول نکالے گئے تھے۔ وہ غالباً اس کمی کے پورا کرنے کو کافی، بلکہ زائد ہوں۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جمیع ما فیہ وقت وقوع النجاست کا اعتبار ہے۔ جب کہ بوجہ قرب نہر پانی اس کنوئیں میں ہر وقت آتا رہتا ہے۔ تو ختم پر جو زیادت رہی وہ اگر تازہ آئی ہوئی ہے، ملحوظ نہیں۔

مثلاً ما فیہ وقت الوقوع ہزاروں ڈول تھے۔ ہزار نکال دیے گئے۔ طہارت ہوئی۔ اگرچہ بعد اخراج بوجہ جریان امداد پھر ہزار کے ہزار موجود ہوں۔ غرض صورت مستفسرہ میں غالب کنواں طاہر ہوگیا اور ان باتوں کا صحیح اندازہ جناب فرمائیں گے۔ اگر چند دلو کا اشتباہ معلوم ہو۔ وہ چند اب نکلوا دیے جائیں۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضوی مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۳/ ۲۸۴، ۲۸۵)

(۳)

از بریلی

۲۴ ر ذی القعدہ دو شنبہ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت صاحبزادہ والا قدر بالا فخر حضرت جناب مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم، بعد تسلیم مع التکریم، ملتمس۔

والا حضرت سیدنا شاہ مہدی میاں صاحب قبلہ کے حکم سے ان عظیم بے فرصتیوں میں یہ کتاب فقیر نے بنائی۔ اغلاط شدیدہ وکثیرہ عظیمہ شرعیہ کا نکالنا تو لازم و واجب ہی تھا۔ حکم یہ ہوا کہ اشعار کی بھی اصلاح کر۔ جس سے بلا مبالغہ اتنی بڑی کتاب نظم اور اتنے کثیر حواشی از سرنو تصنیف کرنی ہوئی۔ بلکہ تصنیف جدید میں اس کی نصف محنت بھی نہ ہوتی، جو اس کے بنانے میں ہوئی۔

طبع اول کے ص ۱۲۳ تک کہ طبع جدید کے ص ۱۳۳ ہے۔ تمام اصلاحات کی نقل میں نے اپنے پاس رکھی۔ اور جناب چودھری صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ بعد تبییض یہاں پھر دیکھنے کو بھیج دیا کریں۔ جناب موصوف نے کچھ اجزا کاپی شدہ دیکھنے کو بھیجے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ اصلاح میں شدید تبدیلیں فرمادی ہیں۔ اس کے بعد مجھے چاہیے تھا کہ باقی کتاب واپس کرتا۔ مگر حکم حاکم سے چارہ نہ تھا۔ باقی کی بھی اسی محنت سے اصلاح کی اور چودھری صاحب سے عرض کر بھیجی کہ اب مبیضہ یہاں بھیجنے کی حاجت نہیں۔

یہ مسئلہ چادر وغیرہ کا جو حضرت نے دریافت فرمایا ہے۔ الحمد للہ کہ اسی صفحہ ۱۲۳ تھا۔ جسے میں یہ دکھا سکتا ہوں کہ میری اصلاح یہ تھی اور یہ حضرت خود ملاحظہ فرمالیں گے۔ کہ طبع جدید میں اس کی کیا گت ہوگئی ہے۔ طبع اول کے ص ۸۵ وص ۸۶ پر کہ اب ص ۹۲ تا ص ۹۴ ہے۔ اس میں یہی شعر ''کچھ چڑھانا قبر پر یا چومنا الخ'' کاٹ کر یہ بنایا تھا۔

سجدۂ قبر اور طواف باخضوع ☆ ان کے آگے جھکنا تا حد رکوع

طبع دوم میں وہی اپنا شعر رہا۔ یہیں میں یہ اشعار اضافہ کئے تھے۔

اولیاء سے استعانت ہے روا — وہ وسائل ہیں تیرے پیشِ خدا
معطی و مالک فقط اللہ ہے — واسطہ اپنا ولی اللہ ہے
ہے توسل کی طلب قرآن میں — وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں
دیکھ تفسیرِ عزیزی پارہ عم — لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم
اولیاء کرتے امدادِ بشر — جارحہ ہیں بہر امدادِ بشر
اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر — اپنی مشکل کرتے ہیں حل سب بشر
یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیاء — ہے تمام امت میں رائج بے خطا
ہے یہی مقصود شہ عبدالعزیز — نذر عرفی ہے نہ شرعی اے عزیز
تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور — نذر کہتے ہیں اسے اہل شعور
فرق عرف و شرع سے غافل نہ ہو — کہہ نہ مشرک اہل اللہ کو
امتِ احمد کو جو مشرک کہے — خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر ہے
اور سماع و عمل موتی مطلقا — اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتی
مردے مومن ہوں کہ کافر لا کلام — دیکھتے سنتے سمجھتے ہیں مدام
اس پہ ناطق ہے تواتر سے حدیث — ہے فنائے روح تو قولِ خبیث
وہ نہیں سنتے تو کیوں ان پر سلام — کیا شریعت چاہتے پتھر سے کلام
عام کے یہ دھڑ نہیں سنتے ضرور — ہیں یہی موتی یہی من فی القبور
یہ بھی جب حق چاہے سنتے ہیں ندا — کیونکہ ان اللہ یسمع من یشا

ملاحظہ ہو طبع دوم میں ان کی کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ سخت افسوس مجھے ان اشعار کا ہوا کہ نعت شریف میں میں نے اضافہ کیے تھے۔ وہ یہ ہیں

حضرت علام کل بے شک و ریب — بخشتا ہے انبیاء کو علم غیب

ان کو کرتا ہے مسلط غیب پر اوروں کو ان کے توسط سے خبر
ان پہ کر دیتا ہے روشن لا کلام ختم تک دنیا و مافیہا تمام
مصطفیٰ کو سب سے بخشا ہے سوا ما یکون ماکان جس کا جز ہوا
علم ما نے شبہ سے شیطاں کا وسیع کس سے جز شیطاں ہو یہ کفر شنیع
علمِ غیب ان کا سا جو ثابت کرے بچے پاگل جانور کے واسطے
وہ شقی مرتد عدو اللہ ہے کافروں سے بھی سوا گمراہ ہے
جو کریں تنقیص شانِ شاہِ دیں لعنۃ اللہ علیہم اجمعین
مصطفیٰ ہی ہیں قیامت میں شفیع ہے انہیں کا حصہ یہ شانِ رفیع
فاتحِ بابِ شفاعت ہیں وہی کہفِ اربابِ شفاعت ہے وہی
جو کبائر والے بے توبہ مریں وہ کریم ان کی شفاعت بھی کریں
جو کہے اس دن کے وہ شافع نہیں وہ ہے گمراہ و خبیث اے اہلِ دین
فضلہ خواران سگان اعتزال بکتے ہیں ایسے بد اقوالِ ضلال
ان کی گمراہی سے تم منھ موڑنا اپنے مولیٰ کا نہ دامن چھوڑنا
وہ نہ ہوں شافع ہمارے گر وہاں کہیے ہم سوں کا ٹھکانہ پھر کہاں

ملاحظہ ہو کہ اس میں کتنا اور کیا باقی رہا۔ ان تمام اضافات پر حواشی تھے۔ جن میں ہر لفظ کا آفتاب سے زیادہ ثبوت تھا۔ وہ بھی اکثر حذف ہو گئے۔

اب حضرت اپنی مسئول عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اشاعت اولیٰ میں اس حاشیہ کی عبارت یہ تھی "ص ۵ ہوتی ہے مکروہ۔ الخ یعنی فاسق فاجر، نابینا اہل بدعت اور جاہل کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ولیکن بعض کے پیچھے مکروہ تحریمی اور بعض کے پیچھے مکروہ تنزیہی۔ یعنی اہلِ بدعت اور وہ جاہل جو قرأت توڑے اور ادھ کٹ حرفوں سے پڑھے۔ ان کے پیچھے نماز مکرو تحریمی ہوتی ہے اور نابینا و فاسق کے پیچھے اگر وہ اہل بدعت اور جاہل نہ ہوں، تو نماز مکرو تنزیہہ ہوتی ہے۔

اہل بدعت اور جاہل نہ ہوں، تو نماز مکروہ تنزیہہ ہوتی ہے۔ اہل بدعت کے پیچھے اس لیے
حضرت نے فرمایا: من احدث فی امرنا لیس منه فهو رد (ترجمہ یعنی جس شخص نے
بات نکالی اپنی طرف سے بیچ دین ہمارے کے جو کہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے
(مراد اس سے بدعت سیئہ ہے) پس وہ شخص یعنی بدعتی مردود ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا کل
بدعة ضلالة۔ (یعنی بدعت گمراہی کا راستہ ہے) پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو
کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہئے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ قبروں کے سجدہ کرنے والے اور اہلِ قبور سے منت ماننے والے اور فرقہ
باطلہ مثل خوارج و جبریہ و قدریہ کے، اور وہ ان پڑھ جاہل جو کہ کتاب و سنت سے نا
ناواقف اور بے بہرہ ہے اور پھر ترک تقلید کرتے ہیں، یہ لوگ اہل بدعت ہیں۔ ان کی صحبت
سے بچنا چاہیے۔ غرض یہ کہ جن باتوں پر صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
کا اجماع ہو چکا ہے۔ ان کے خلاف عقیدہ رکھنا یہی بدعت ہے۔

اس فقیر نے یوں بنایا تھا:

ص ۵ پچھلے دور الخ یعنی جاہل اور نابینا اور ولد الزنا اور غلام و فاسق اور اہل بدعت
پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ لیکن اگلے چار کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور پچھلے دو کے پیچھے مکروہ تحریمی
ہوتی ہے۔ جبکہ وہ فاسق معلن ہو۔ یعنی اس کا فسق ظاہر اور مشہور ہو۔ ورنہ اس کے پیچھے
بدعت مکروہ تنزیہی ہوگی اور جب کہ اس مبتدع کی بدعت و بدمذہبی حد کفر تک نہ پہونچی ہو۔
اس کے پیچھے نماز باطل محض ہوگی۔ جیسے آج کل روافض و وہابی و نیچری و قادیانی و چکڑالوی
اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں اور غیر مقلد، حدیث میں فرمایا کل بدعة ضلالة ترجمہ
یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور اس سے مراد بدعت سیئہ ہے۔ پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت
ہو۔ اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ بدعت سیئہ دو قسم ہے۔ عملی اور اعتقادی۔ عملی جیسے علم، تعزیے اور قبروں

سجدہ اور اعتقادی جیسے تفضیلیہ و خوارج و جبریہ و قدریہ وغیرہ۔ یہ لوگ اہل بدعت ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہیے غرض جن باتوں پر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بدعت ہے۔ پھر ان میں جن کی بدعت حد کفر کو نہ پہونچی۔ جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ورنہ باطل محض۔

اب اشاعت ثانیہ میں جس طرح کر لیا گیا ہے۔ وہ پیش نظر ہے اسی طرح بے شمار تبدیلات ہیں۔ اشعار میں بھی۔ پھر اسی قسم کی اغلاط نے عود کیا ہے۔ ص ۱۲۳ کے بعد کی اصلاحات یہاں نہ رہیں اور یہ کتاب مطابق اصلاح فقیر کوئی صاحب چھاپیں، تو کتاب ثالث ہوگی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ اغلاط شرعیہ و شعریہ سے پاک ہے [1]

حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال جب ہی خیال میں آگئی تھی۔ معروض ہے۔

نحو لقاء جده	ام ظهور حيدر
حن الى الجنان اذ	ثم ظهور حيدر
قيل متى هذا السفر	هم ظهور حيدر
قلت لان بقى السنة	تم ظهور حيد
۱۳۳۲	۱۳۳۳

[1] یہ مکتوب حضرت مولانا چودھری عبدالحمید مرحوم رئیس سہاور، سہارنپور کی کتاب "کنز الآخرہ" سے متعلق ہے۔ کیونکہ خود حضرت مولانا چودھری نے بھی مارہرہ کے ایک سید صاحب کے حوالے سے ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ کو امام احمد رضا سے استفسارات کیے ہیں۔ جو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ ص ۸۰ تا ۸۵ پر سوال و جواب کی صورت میں مطبوع ہیں۔ دونوں مکتوب کے مسائل و مباحث یکساں ہیں۔ مولانا چودھری کا امام احمد رضا سے گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے مسئلہ اذان ثانی میں ان لفظوں سے تصدیق کی ہے "جناب مولانا احمد رضا خان صاحب نے جو اس (اذان ثانی) کو خارج مسجد کہنا سنت لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے اس میں کچھ شک نہیں کرنا چاہیے...... ہمارے یہاں اور قرب و جوار میں اسی مسئلہ پر عمل درآمد ہے۔
(دبدبۂ سکندری رام پور ۲ نومبر ۱۹۱۴)

بدایوں کے ''رسالہ تناسخ'' اور رسالہ ''حدوث و قدوم'' پر جو الفاظ نیاز مند نے لکھے تھے۔ ان کی نقل حاضر ہے۔ مولانا کے خط کی نقل اگر بدایوں سے مل گئی ہو، تو میں بھی دیکھنا
بوالا خدمت حضرت جناب سیدنا شاہ ابوالقاسم حاج سید اسماعیل حسن میاں صاحب قبلہ
تسلیم و معروض
رسالہ'' ہزار ضرب اقوی'' جس میں مولوی عبدالغفار خاں صاحب کے چوتھے رسالہ ''آثار المبتدعین'' پر کامل ایک ہزار رد ہیں۔ تین چار روز میں ان شاء اللہ طبع ہو جائے گا بعونہ تعالیٰ حاضر کیا جائے گا۔ کلکتہ والوں کا رد حاضر ہے۔ حسب تحریر اسماء تقسیم فرما دیا جائے۔

فقط [1]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۱۴۳ تا ۱۴۶)

---

[1] مکتوب کا یہ حصہ گو سید شاہ اسماعیل حسن مارہروی کے نام ہے۔ مگر یہ بطور نوٹ اس خط کے آخر میں لکھا گیا ہے۔ اس لئے یہیں رہنے دیا گیا ہے۔ (شمس مصباحی)

(۴)

از بریلی

(۱۳۳۳ھ)

حضرت گرامی دامت برکاتہم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

فقیر ادھر مبتلائے حوادث رہا۔ شب بستم ذی الحجہ لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے حقیقی بھانجے مولوی حافظ واجد علی خاں مرحوم نے دو مہینے کی علالت میں انتقال کیا۔ ان کے تیسرے دن بست و دوم ذی الحجہ یوم الخمیس وقت ظہر میرے حقیقی بھتیجے نوجوان صالح مولوی فاروق رضا خاں مرحوم[۱] نے سترہ برس کی عمر میں بعارضہ وبائی صرف دو روز علیل رہ کر مفارقت کی۔ اب شب بست و پنجم محرم الحرام لیلۃ الثلثا بعد مغرب میرے احب احباب و اعز اصحاب جوان صالح ورع تقی محب اہل سنت عدو بدعت و اہل بدعت سنی مستقل مستقیم قائم مصداق۔ لا یخافون لومۃ لائم[۲] دلاور حسین خان مرحوم مغفور ساکن جواہر پور نے بعمر ۳۷ سال بعارضہ وبائی صرف دس پہر علیل رہ کر داغ فراق دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون و انا للہ و انا علیہ راجعون و انا للہ و انا الیہ راجعون.

للہ ما اخذ و ما اعطی و کل شیء عندہ باجل مسمی. اللھم اغفر لنا و لھم

---

[۱] ۱۸ سالہ جوان صالح مولانا فاروق میاں، امام احمد رضا کے بھتیجے استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے بیٹے سترہ ۱۷ سال کی عمر میں بعارضہ وبائی داعی اجل کو لبیک کہا۔ فاروق میاں عجیب انسان تھے۔ ایسے ذہین اور طبیعت دار اگر ہماری قوم میں بکثرت پیدا ہوں تو شکایات جہل ایک قلم رفع ہو جائیں۔ کتب درسیہ قریب الختم تھیں۔ عجیب بات تھی اس نوجوان صالح میں ۱۳ر نومبر ۱۹۱۴ء کو دن کے گیارہ بجے ان کی تدفین عمل میں آئی۔ امام احمد رضا کا صبر استقلال بھی عجب تھا۔ ان پیہم موتوں کے بعد بھی وہ پیکر صبر و شکر بنے اور اپنے معمولات کے پابند رہے۔ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ پڑھایا۔ خطبہ دیا۔ بعد نماز وعظ فرمایا۔ اور سائلین کے جوابات مسائل بتائے نہ کوئی غم اور نہ کوئی پریشانی کا اثر۔ بالیقین امام احمد رضا مومنانہ خصال و کردار کے حامل تھے۔ (دبدبۂ سکندری رام پور ۱۶ر نومبر ۱۹۱۴ء)

[۲] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

وارحمنا وارحمهم والا تحرمنا اجورهم ولا تفتنا بعدهم وارحم المسلمین والمسلمات جمیعاً یا ارحم الراحمین. آمین بجاہ من ارسلته رحمة و بعثته نعمة صل وسلم وبارک علیه مع الاهل و الصحب والامة عدد کل خلق و کلمة. آمین . والحمد لله رب العلمین.

فتویٰ کہ فقیر نے کوٹہ بھیجا تھا۔ اس کی نقل حاضر ہے۔ اس کے کون سے حرف میں ا[illegible] کے لیے حکم کفر سے نجات ہے۔ اس میں دو شقیں کیں۔ اول یہ کہ یہ کلمات دل سے کہے۔ اس پر یہ لکھا کہ، ''جب تو اس کا کفر ایسا واضح نہیں، جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے'' اس کا مفہوم مخالف صرف اس قدر کہ اگر دل سے نہ کہے۔ تو کفر ایسا واضح نہیں۔ جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے۔ نہ یہ کہ دل سے نہ کہے، تو کفر ہی نہیں۔ کفر ضرور ہے۔ اگر چہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کرسکے۔ بلکہ اس سے ظاہر ہے کہ دل سے نہ کہے۔ جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کر سکے۔ کسی اہل علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقیناً نہیں امکاناً۔ یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل اس کے کفر میں تامل کرے اور دل سے کہے۔ تو اتنا احتمال بھی نہیں۔

دوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لیے استعمال کیے، دل سے ان کلمات ملعونہ کو پسند نہیں کرتا۔ یہی وہ عذر ہے۔ جو وہ اب بیان کرتے ہیں۔ ان کے بیان سے پہلے ہی فتویٰ میں اس کا رد موجود ہے کہ، ''دھوکے کا عذر محض جھوٹ اور باطل ہے'' جب اس کے ساتھ یہ جملے ملحق تھے۔ جن کے جواب سے آریہ عاجز ہیں، تو وہ ایسے پاگل نہیں کہ اپنی موت انہیں نہ سوجھے۔ اور کرے حملے کرنے والے کو سمجھ لیں کہ واقعی یہ دل سے وید کا عشق اور ویدک دھرم کے لیے بے چین اور آریہ ہونے کو عزت وفخر و سرفرازی جاننے والا ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ انہوں نے ایک نہ سنی اور عاشق بے چین کو عزت وفخر و سرفرازی سے محروم رکھا۔ اگر وہ دل

بھی دھوکا کھاتے۔ تو ایسے شخص کو جو عوام میں عالم مشہور اور دھڑے کا وعظ اور اتنے اونچے عالی اعلیٰ خاندان سے اور سو روپے ماہوار کی جائداد کی بھی دکھائے، شہد پر مکھیوں کی طرح گرتے، لپٹتے، پیان پوجتے، ڈنڈوت کرتے، کندھوں پر چڑھا کر سر بازار باجا بجاتے، گروکل لے جاتے۔ اور اسی مضمون کا لکچر دلواتے، مگر انہوں نے منھ بھی نہ لگایا، ایمان بھی گیا اور دھوکہ بھی نہ ہوا۔

حقیقۃً ابلیس لعین نے اسے دھوکا دے کر ایمان لے لیا۔ کافر تو اس کے دھوکے میں نہ آئے۔ مگر یہ اس کافر ملعون ابد کے دھوکے میں آ گیا اور بفرض غلط اگر اس میں آریہ کو دھوکا ہوتا بھی تو دھوکا دینا کیا ایسا ضرور ہے؟ جس کے سبب کھلے کفر بکے۔ وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر [1]۔ کیا بلا ضرورت باختیار خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ جب کہ دل سے نہ ہو؟ اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کر چکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پا چکے۔ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل اباللہ و ایتہ و رسولہ کنتم تستھزؤن لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم [2]۔ یہیں سے رضا مندی نہ ہونے کا بھی جواب واضح ہو گیا۔ کہ ہزل استہزا میں بھی رضا بالحکم نہیں ہوتی، ورنہ جد ہو، نہ ہزل۔ ردالمحتار میں ہازل کی نسبت ہے۔ انہ تکلم بالسبب قصدا فیلزمہ حکمہ وان لم یرض بہ [3] اور بفرض غلط اگر دھوکہ دینا ضرور بھی ہو تو، ہر ضرورت کفر سے نہیں بچاتی۔

یوں تو جو ننگے بھوکے پیٹ کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں، انھیں بھی کہیئے کہ کافر نہ ہوئے کہ بضرورت کفر اختیار کیا۔ یہاں وہ ضرورت معتبر ہے کہ حد اکراہ شرعی تک پہونچی۔ اور یہ بداہۃً ظاہر ہے کہ دھوکہ دینا ضروری بھی سہی، تو حد اکراہ تک کسی طرح نہیں پہونچ سکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/۲۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۵

کیا قاتل اگر دھوکہ نہ دیتا، تو کوئی اسے قتل کردیتا یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیتا۔ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس کے ایک رونگٹے کو بھی ضرر نہ پہونچتا۔ تو یقیناً اس نے بلا اکراہ وہ کلمات کفر بکے، اور واحد قہار عز جلالہ نے کلمۂ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثناء فرمایا ہے، کہ ارشاد فرماتا ہے: الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایما ن [1] یہاں اکراہ درکنار ایک رونگٹے کو بھی نقصان نہ پہونچتا تھا۔ ایک دھیلا بھی گرہ سے نہ جاتا تھا۔

اور بکے وہ کلمات کہ مجرد علامت کفر نہیں۔ بلکہ حقیقتاً خود کفر خالص ہیں۔ تو قطعاً دل کھول کر کفر بکنا ہوا اور یہ یقیناً بنص قطعی قرآن کفر ہے۔ ولہذا جو بلا اکراہ کلمہ کفر بکے، بلا فرق نیت مطلقا قطعا یقیناً اجماعا کافر ہے۔ عورت اس کی نکاح سے فورا نکل جاتی ہے۔ جب تک از سر نو اسلام نہ لائے اور اپنے ان کلمات ملعونہ سے برأت و توبہ صادقہ نہ کرے، ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر اسلام لے آئے، توبہ کرلے اور پھر نکاح سابقہ کی بناء پر عورت کو زوجہ بنائے، تو قطعاً زنائے خالص ہے۔

فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ عالمگیری میں ہے: رجل کفر بلسانہ طائعا و قلبہ علی الایمان یکون کافرا او لا یکون عند اللہ تعالیٰ مومنا [2] حاوی میں ہے: من کفر باللسان و قلبہ مطمئن بالایمان فھو کافرا و لیس بمومن عنداللہ تعالیٰ [3] جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے: من کفر بلسانہ طائعا و قلبہ مطئن بالایمان کان کافرا عندنا و عنداللہ تعالیٰ [4] شرح فقہ اکبر میں ہے: اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق عدما و وجودا فاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

[2] فتاویٰ ہندیہ باب المرتد نورانی کتبخانہ، پشاور ۲/ ۲۸۳

[3] حاوی

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱/ ۶۸۸

اظہارہ کان کافرا و ما اذا زال تمکنه من الاظہار بالاکراہ لم یصر کافرا [1] طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے: حکمہ ای التکلم بکلمۃ الکفر طوعا ای لم یکرہ احد من غیر سبق لسان الیہ احباط العمل و انفساخ النکاح [2]

یہ شرح ہے، میرے ان الفاظ کی۔ کہیئے اس میں کون سے ان کے مضر ہے۔ ہاں! اللہ مجھے معاف کرے۔ اتنا قصور ضرور ہوا کہ لہجہ نرم تھا۔ جس کے سبب گنجائش کا وہم گزرا۔ وہ بے عقل یہاں سے سبق لیں، جو سختی سختی پکارتے ہیں۔ زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ذرا نرم لفظوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ ایک بات اور بھی قابل گزارش ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا:

ان اعملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیہ بالعلانیۃ. رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ بسند حسن [3]

علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ کا حکم ہے اور انھوں نے اس کا یہاں تک اعلان کیا کہ اخبار میں شائع کرایا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/ ۵۹۷ تا ۶۰۲)

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر باب الایمان ھو الاقرار والتصدیق مصطفی البابی مصر ص ۸۶

[2] الحدیقۃ الندیہ باب کلمۃ الکفر مکتبہ نوریہ رضویہ، لائل پور ۲/ ۹۸-۱۹۷

[3] (الف) المعجم الکبیر حدیث: ۳۳۱ مکتبۃ الفیصلیہ، بیروت ۲۰/ ۱۵۹

(ب) کنز العمال حدیث: ۱۵۱۸۰ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ۴/ ۲۰۹

از بریلی (۵)

۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

حضرت گرامی دامت برکاتہم، بعد ادائے تسلیم، معروض

یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے۔ بلکہ صریح کفر ہے۔ اس کے صاف معنی نفی علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر اور تاویل کہ اس نے بیان کی۔ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی۔ وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے۔ اس کو علم تو تھا۔ یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے، جس کی اسے خبر نہیں۔ تو اب دوسرا کفر ہوگیا۔ ایک نفی علم مولیٰ عزوجل، دوسرا ملائک کی طرف براہ غلط خلاف حکم کرنے کی نسبت۔

اور اگر بفرض باطل اس سے قطع نظر بھی ہو، تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے۔ یہ کیا کفر نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ !! ویفعلون ما یؤمرون [۱] وقال تعالیٰ: لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون [۲] اس پر فرض ہے کہ تائب ہو کر اسلام لائے۔ اگر شوہر رکھتی ہے، تو تجدید نکاح کرے۔ [۳]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/ ۶۰۲-۶۰۳)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/ ۵۰

[۲] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۷

[۳] مکتوب الیہ نے یہ سوال کیا ہے کہ ''ایک عورت کے منہ سے یہ کلام نکلا کہ ''اللہ میاں کو خبر نہیں، فرشتہ آئے روح نکالنے کو'' وہ کہتی ہے میں نے اس سے مراد یہ لیا تھا کہ اللہ میاں نے حکم اور کی قبض روح کا دیا تھا۔ یہ اور کی روح قبض کرنے کو غلطی سے آ گئے۔ یہ مراد نہیں لیا تھا کہ معاذ اللہ، اللہ میاں جاہل ہیں۔ اس کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟''

(۶)

از بریلی

۱۷ر شوال ۱۳۳۶ھ

حضرت والا آداب!

میرے اس بیان میں دو دعوے ہیں۔ ایک یہ کہ طواف تعظیمی غیر کے لئے حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عزت کے لیے بھی اگر کعبہ معظمہ و صفا و مروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا، تو ناجائز ہے۔ اول کا ثبوت عبارات منسک و مسلک میں اور دوم کا یہ بیان کہ تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنیٰ ہے۔ جس کی تصریح ائمہ نے فرمائی ہے کہ افعال حج تعبدی ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ اس گزارش سے دونوں سوالوں کا حل ہوگیا۔ [1]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ، طبع بمبئی ۳۴۸/۹)

---

[1] مکتوب الیہ امام احمد رضا کے ایک فتوے سے متعلق دو چیزیں دریافت کرتے ہیں:
(i) جناب فرماتے ہیں کہ نفس طواف تعظیم امر تعبدی ہے۔ امر تعبدی سے یہاں کیا مراد ہے اور پھر اس تعظیم سے امر تعبدی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ (ii) تعظیم سے مراد مطلق تعظیم ہے تو تعظیم قبر کے امر تعبدی ہونے کا ثبوت درکار ہے۔ اور تعظیم الٰہی مراد ہے تو اس کے تعبدی ہونے سے تعظیم قبر کے لئے طواف کیسے ممنوع و بدعت ٹھہرے گا؟

(۷)

از بریلی

۲۰ رشوال ۱۳۳۶ھ

حضرت والا تسلیم!

یا کتاب نا معتمد ہو یا اس سے معتمد تر کتب میں اس کا خلاف مصرح ہو۔ ورنہ کتب امام محمد یا مسندات کے سوا تمام متون و شروح و فتاوی ردی ہو جائینگے۔ منسک و مسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے۔ بلکہ مذہب کتب مذہب میں اس کا خلاف کس کس نے کیا اور نہیں تو وجہ رد کیا ہے؟ [1] فقط

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۹/ ۳۴۸)

از بریلی (۸)

۹ رجمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بوالا ملاحظہ حضرت با برکت حامی سنت جناب مولانا مولوی حافظ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔ التسلیم مع التعظیم۔

نیاز مند پیلی بھیت گیا ہوا تھا کل جمعہ کو واپس آیا۔

(۱) حدیث من مات و لم یعرف ان لفظوں سے نہیں۔ ہاں! صحیح مسلم میں یوں ہے

---

[1] مکتوب الیہ عرض گذار ہیں کہ "مسئلہ طواف تعظیم قبر میں بعض اہل لاہور کہتے ہیں کہ جب تعظیم قبر ایک امر جائز کم از کم ہے تو وہ ہیئت اور صورت کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر رہنا چاہیے۔ جب تک کہ شرع سے کسی خاص میں کوئی تقیید نہ آئے اور صورت طواف میں بھی مسلک و منسک کے مصنفین کے منع کرنے کو وہ کافی نہیں سمجھتے۔

من فارق الجماعة شبرا فمات فميتة جاهلية. [1]

(۲) حدیث لو كنت مستخلفاً ترمذی و ابن ماجہ میں بسند ضعیف ہے اور توربشتی و طیبی و علی قاری و شیخ محقق دہلوی و شارح جامع صغیر علامہ مناوی نے تصریح کی کہ: المراد تامیرہ علی جیش بعینه و استخلافه فی امر من الامور حال حیاته لا الخلافة لان الائمة من قریش۔ امام توربشتی وغیرہ نے فرمایا: لا یجوز حمله الا علی ذالک۔

(۳) لو كان سالم مولی حذیفة بن الیمان حیا لا ستخلفه۔ سائل معترض نے براہ خطا وضع کی ہے۔ نہ سالم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مولا تھے۔ نہ حذیفہ کا کوئی مولی سالم۔ بفرض صحت قطعاً اس کی وہی مراد ہے جو حدیث ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

(۴) من أتاكم و امركم جميع۔ صحیح مسلم میں ہے۔ مگر یوں: سیکون هنات و هنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الامة وهی جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان [2] یا یوں: من أتاكم و امركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم و يفرقوا جماعتكم فاقتلوه [3] لمعات میں ہے ای ادفعوا من خرج على الامام بالسيف وان كان اشرف و أفضل و ترونه أحق و افضل۔

تو کلام خروج علی الامام میں ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ جہاں امام نہ ہو۔ اسی صحیح مسلم میں حکم یہ ہے: قلت فان لم يكن لهم جماعة و لا امام قال فاعتزل تلك الفرق كلها۔ حدیث اول اگر اسی لفظ سے ہو، جو سائل نے نقل کیے۔ تو معرفت فرع وجود ہے۔ یعنی جب امام موجود ہو تو اسے امام نہ جاننا، باعث موت جاہلیت ہے۔ یہ اس سے کیونکر مفہوم

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸ باب وجوب ملازمۃ جماعت المسلمین الخ۔
[2] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸ باب حکم من فرق امر المسلمین الخ۔
[3] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۸ باب حکم من فرق امر المسلمین الخ۔

ہوا کہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی امام ہوگا۔ یہی معہذا حدیث متواتر کے مقابل آحاد سے است
سخت جہالت اور اجماع کے رد میں بعض اشارات سے اپنے استنباط پر اعتماد اشد ضلالت ہے
جہال حدیث: ان امر علیکم عبد مجدع یقر کم بکتاب الله فاسمعوا له
اطیعوا ا۔ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور قید قرشیت درکنار قید حریت بھی اٹھانا چاہتے
ہیں۔ حالانکہ اس سے مراد یہ کہ خلیفہ کسی شہر پر غلام کو والی کردے، تو اطاعت واجب ہے
نہ کہ خود غلام خلیفہ ہو۔

مرقات وغیرہ میں ہے۔ ای ان استعمله الامام الاعظم علی القوم لا أن العبد
الحبشی هو الامام الاعظم فان الائمة من قریش۔ اقول! حدیث سے بہتر تفسیر حدیث
کیا ہوگی۔ خود حدیث نے اس معنی کی تصریح فرمائی۔ حاکم صحیح مستدرک اور بیہقی سنن میں امیر
المؤمنین مولا علی سے راوی۔ الائمة من قریش وان أمرت علیکم قریش عبداً حبشیاً
مجدعا فاسمعوا له واطیعوا۔ ۲

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۵۷۔ ۲۵۸)

---

۱ (الف) جامع ترمذی جلد ۱ ص ۳۰ باب ما جاء فی طاعة الامام۔
(ب) ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۱۱ باب طاعة الامام۔
۲ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۲۰۔

(۹)

از بریلی

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

حضرت بابرکت دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہ

یہ حدیث سیدنا ابو ذر علیہ الرحمۃ والرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے: قلت یا رسول اللہ ای الأنبیاء کان أول قال آدم قلت یا رسول اللہ و نبی کان قال نعم نبی مکلم[۱] اور نوادرالاصول تصنیف امام حکیم الامۃ ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعا یوں ہے: أول الرسل آدم و آخرهم محمد علیہ و علیہم افضل الصلوۃ و السلام۔[۲]

والا نامہ کل یک شنبہ کو بعد روانگی ڈاک ملا۔ ورنہ کل ہی جواب حاضر کرتا۔ والتسلیم

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۶۳) (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(۱۰)

از بریلی

۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا بابرکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا۔ بعد اس کے رد ندوۂ مخذولہ میں بریلی،

---

۱ مسند امام احمد جلد ۶ ص ۲۲۶

۲ کنزالعمال جلد ۱۲ ص ۱۰۶

رہے۔ مگر کسی طرح نہ بتایا، صرف اتنا کہا کہ جس شفقت و فراست سے جناب نے اب ک
فرمایا ہے۔ میں نے گذارش کی کہ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ جس انتہائے تذلل
ساتھ اب ہم سے کلام کیا ہے، ایسا ہی ہونا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ وہ خط رد تھا اور اس میں
نہیں۔ لہٰذا یہ تکبر نہیں۔ پہلی مراد پر میرا نہیں، بلکہ آپ کا تکبر ثابت ہوگا کہ ہم سے یوں
کرنا چاہیے، اور دوسری تقدیر پر بالکل درمفاہمہ بند کرتی ہے کہ آگے جو کچھ ہوگا، آپ پر
ہوگا۔ غرض ان سے لکھوا چھوڑا کہ میں رد کو تکبر نہیں سمجھتا۔ اور اسی ضمن میں ان سے چار
واثق لئے۔

(۱) جہاں حرج شرعی ثابت ہوگا قبول کیا جائے گا۔ مخاصمانہ مدافعت مقصود نہ رہے گی
(۲) رفع الزام کو کوئی حقیقت واقعہ نہ چھپائی جائے گی۔ (۳) بعد صحت اصل مراد زوائد
سے کام نہ ہوگا۔ (۴) بعد وضوح حق کسی خاطر رعایت لحاظ کو اس پر ترجیح نہ ہوگی، بلکہ کونو
قوامین بالقسط شهداء لله ولو على انفسكم۔

انھوں نے اگر مگر کے بعد لکھدیا کہ چاروں عہد قبول والله على مانقول وکیل
مگر ایک آن کو بھی کسی عہد پر قائم نہ رہے، ہمیشہ اس پر تنبیہ کی، ملتفت نہ ہوئے۔ اس
بعد باذنہ تعالیٰ بارہ ذی القعدہ کو مباحث کا پہلا خط کے ۲۰×۲۶ کی تقطیع کہ دو جز پر آیا
میں اصالتاً ان کے صرف تین کفروں پر بحث اور ضمناً ان کے اور بہت کفروں، ضلالتو
جہالتوں کا ثبوت تھا۔ اس خط کو دیکھنے کی انہیں بہت جلدی تھی۔ کراچی سے واپس آتے ہی
کردیا کہ میں آگیا۔ سرفراز نامہ کا انتظار ہے۔

میں نے جواب دیا کہ اسی وقت سے میں نے لکھوانا شروع کردیا۔ کل اتوار ہے، پر
رجسٹری بھیجوں گا۔ رجسٹری میں ایک دن کی دیر ہوگئی۔ تو فوراً شتاب زدگی کا خط آیا کہ رجسٹر
کا انتظار ہے۔ ان کا یہ خط یہاں پہنچا بھی نہ تھا کہ وہ میرا قاہر خط ان کو پہنچ گیا۔
التواری؟ وغیرہ کے کثیر تجربے بھلا کر سمجھے یہ تھے کہ ان کی کمیٹی کی سی بات ہوگی۔ کسی نے

کہی، اس پر شیم شیم ہوئی، اس نے واپس لی۔ یا ان جیسے فضلائے بے علم کے مناظرے کہ جانبین کی بات بھیڑ کی لات۔ اسے دیکھا کہ یہ بعونہ تعالیٰ الٰہی صاعقے تھے۔ کڑے بادل گرجے، احمدی کچھار کے شیر گونجے۔ سمجھے کہ ھذا لا یطاق ھذہ نفخة یوم التلاق۔

الا یا ایھا الگاندھی ادرکا ساونا و لھا

کہ بحث آساں نمود اول و لے افتد مشکلھا

اب صاف پلٹ گئے کہ میں نے تو رد کو تکبر کہا تھا۔ تم نے تکبر نہیں بنالیا۔ میرے خط ۶۲ نمبر تھے ایک حرف کا اصلاً جواب نہ دیا اور بحمدہ تعالیٰ نہ دینے کے قادر تھے۔ ایک بالائی مہمل بات انھوں نے پہلے لکھی تھی کہ آپ کی نسبت لوگ مشہور کرتے ہیں کہ بالائی باتوں میں وقت گذاردیتے ہیں۔ اس کا جواب میں نے اس خط میں لکھا تھا کہ المرجفون فی المدینہ کو بکنے دیجیے۔ ستکتب شھادتھم ویسئلون ۔ ہم اور آپ مفاہمہ میں مشغول ہوں۔

اپنے تمام کفروں، ضلالتوں میں ایک کو بھی ہاتھ نہ لگا کر اس بالائی بات پر یہ اعتراض کیا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین خلق جانتے تھے، کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کفار کے حق میں اتریں، مسلمانوں پر ڈھالیں۔ اس کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ جس آیۃ میں کسی وصف خاص بکفر کا بیان ہو یا حکم خاص بکفر ارشاد ہو۔ خوارج انہیں مسلمانوں پر ڈھالتے تھے۔ ور یہی آج تمام وہابیہ کر رہے ہیں۔ ورنہ آیات کے ایسے اقتباس صحابہ و ائمہ سے ثابت۔ دور کیوں جایئے اپنے ہی گھر میں دیکھیے، ان کے اور ان کے بھائی مولوی عبدالحیٔ کے فتاوے سے بس مثالیں لکھ دیں کہ جو آیات دربارۂ کفار تھیں۔ مسلمانوں پر ڈھالیں اور خود ان کے فتاوے سے گیارھواں مقام بعینہ رنگ خوارج کا بتایا، جس میں خاص اور صاف کفر کو سنی مسلمانوں پر ڈھالی تھی اور پوچھا کہ اب خارجیت کی باتیں کہیے۔

ایک گلی یہ چلے کہ مجھ سے سوال کا آپ کو حق نہیں۔ اس کے تین جواب دیئے گئے اور بتا دیا گیا کہ اس اصطلاح مناظرہ کا کوئی سوال میں نے آپ سے نہیں کیا ہے۔ آپ گھبرائیں

نہیں۔ میں آپ کو مدعی بنانے کی مصیبت میں نہ پھانسوں گا۔ ایک گلی یہ چلے کہ ایک سو ا
الزام جو مجھ پر رکھے ہیں۔ ان کو آپ ثابت تو کیجیے کہ میں نے کیے ہیں۔ حالانکہ میں تح
مفصل میں ان کے تمام اقوال کا حوالہ مع نشان صفحہ دے چکا تھا۔ اس حیلہٗ کاذبہ پر بکما
وقاحت یہ دعویٰ کردیا کہ میں نے سب کا اسلام برائے نام کب بتایا؟ میں نے تو اتنا کہا
کہ ''اب اس میں، میں ہوں یا آپ الخ یہاں سے اپنی عبارت جو حضرت کو لکھی تھی، نقل کی
اور اس سے اوپر متصل کا فقرہ جس میں اصل مطلب تھا کہ ـــــ'' لانہ لا یبقی من الاسلا
الاا اســمــہ' کا ہے'' صاف کتر لیا۔ گویا ان کا یہ خط میرے پاس تھا ہی نہیں۔ اس کمال حیا
کوئی حد ہے؟

خیر میں نے ان کی یہ ہٹ دھرمی بھی پوری کی اور ان کے ایک سو ایک اقوال کفر و ضلا
کے پورے پتے دے دئے۔ اس پر پھر وہی کہا کہ آپ ثبوت دے ہی نہیں سکتے، کہ یہ اقوال
نے کہے ہیں۔ اس سے بھی فاحش تر گلی یہ چلے کہ ہر قول کے ساتھ یہ ثبوت دیجیے کہ میر
اکابر میں سے کسی نے نہ کہا۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اول تو میں نے نہ یہ شرط توبہ لگا
نہ شریعت نے مقرر فرمائی۔ یہ تو آپ نے اپنی توبہ میں خود ایک موہوم قید لگائی، جس کے
معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کا ثبوت تو آپ کے ذمہ ہے کہ دیکھو میرے فلاں قول میں میرا اقتد
میرے اکابر سے وہ ہے۔ نفی ثبوت طلب نہیں ہوتی، اثبات کے لیے ثبوت درکار ہوتا ہے۔

اور بالفرض آپ کے بعض اکابر سے آپ کے بعض کفر وضلال ثابت ہو جائیں۔ تو
آپ اس پر یہ پڑھ سکیں گے کہ ''اذا وجدنا اٰباونا علی امۃ و انا علی آثارھم مقتدون
کیا قرآن کریم اس کا یہ جواب نہ دے گا کہ، ''او لو کان اباؤھم لا یعقلون شیئا
یھتدون'' اس شدید تازیانہ پر بھی وہ یہی کہے کہ میرے اکابر سے ثبوت دو، کہ انھوں نے
کہا، اس وقت آپ کے ادلہ وایرادت کا جواب دوں گا۔ اس پر عرض کی گئی کہ یہ مفاہمہ
صاف فرار اور جواب سے صریح انکار اور تعلیق بالمحال ہے۔ میں کیا آپ بھی اپنے حسب

دادا کے نام تک نہیں گنا سکتے، ان کی گنتی نہیں بتا سکتے، اور آپ کا سلسلہ اساتذہ آخر تک ملا لیا جائے، تو اور بھی ہزار دقتیں ہیں۔ میں ان سب کے کراماً کاتبین سے ان کے کارناموں اور بلوغ سے روز مرگ تک کی نقل کہاں سے لاؤں، اور وہ لکھوکھا دفتر آپ کو کیسے دکھاؤں کہ دیکھئے آپ کے کفر و ضلالوں میں سے ان کے چھٹے میں کچھ نہیں، مگر وہ اپنی ہی ہٹ لئے رہے۔

ایک طرفہ گلی یہ چلے کہ جیسے وہ امور مفصل کیے، سب کر دو، حالانکہ میں مفصل تحریر میں سب کو مفصل کر چکا تھا۔ مگر وہ اخیر تک ہر خط میں یہی کہتے رہے کہ سب کو مفصل کر دو۔ میں نے ان کی یہ ہٹ بھی قبول کی۔ وہ اپنے منھ سے ایک خط میں پانچ امور میں حصر کر چکے تھے، کہ ہمیں صرف ان میں کلام ہے۔ ان کے بعد ہم ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں۔ میں ان بقیہ کو بھی بقدر ضرورت مفصل کر دیا، اور لکھ دیا کہ میں کام تمام کر چکا۔ حجۃ اللہ قائم ہوگئی۔ اب یہی باقی ہے کہ پہلے تو ایک سو ایک ہی نمبر تھے، اب تین سو اکیس ہوگئے، یا تو سب سے جواب دیجئے یا صاف صاف اعلان توبہ و قبول ثواب کیجئے۔

مگر انہوں نے اصلا کسی حرف کو ہاتھ نہ لگایا اور یہی کہتے رہے کہ مفصل کر دو۔ آخر مجبوراً گزارش کی کہ میں آپ کی یہ ہٹ بھی مان لوں گا، مفصل کو پھر مفصل کر دوں گا۔ اور ایک ایک امر کا بحوالۂ صفحہ آپ کی تحریروں سے نشان دوں گا۔ مگر آج تک جنھیں آپ بھی مفصل مان رہے ہیں، ان کا نتیجہ کیا ہوا؟ ان میں سے کون سے حرف کا آپ نے جواب دیا؟ یا کون سے کفر سے توبہ کی؟ تھانوی کا مرتد ہونا آپ کی تصریح سے ثابت کر دیا۔ اس کا آپ نے کیا جواب دیا؟ بلکہ ایک حرف اس مسئلہ تھانوی میں ۱۸ کفر اور زائد کئے اور ان کے علاوہ آپ پر کفر پر کفر چڑھتے اور نمبر بڑھتے ہی گئے، اور آپ ساکت و مبہوت ہی رہے۔ اس کا کیا نتیجہ؟ لہذا وعدہ حلفی دیجئے کہ میں سب کو مفصل کر دوں، تو آپ ہر نمبر کا جواب دیں گے، اور جن کا نہ دیں، انھیں صراحتاً قبول کریں گے۔ اس کا جواب آیا کہ میں وعدۂ حلفی نہ دوں گا اور پھر وہی کہ مفصل کر دو، آخر یہ عرض کی کہ مفاہمہ کو خاک میں ڈالیے۔ اب تو میرے ایرادات و

ادلہ ایک سو ایک سے چارسو تک پہونچے اور ضرور ان میں میں یا آپ ہدایت یا ضلالت پر
ہیں۔ وأنا و ایاکم لعلی هذا أوفی ضلال مبین ۔ آپ کے نزدیک معاذ اللہ میں ضلالت پر
ہوں اور بارہا صاف لکھ چکا ہوں کہ میرے ادلۂ ایرادات سے جو غلط ثابت ہوگا، میں اسے فور
کم کرنے کو تیار ہوں۔ یہ کسی تفصیل وغیرہ پر کیا موقوف ہے۔ ایک شخص کہ آپ کے نزدیک
ضلالت پر ہے۔ آپ سے ہدایت مانگتا اور اسکے قبول کا بارہا وعدۂ حتمی کر چکا۔ پھر آپ لیڈر
کہلا کر ہدایت سے کیوں بھاگتے ہیں۔

مفاہمہ بحمدہ تعالیٰ تمام ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ اہل حق کی فتح مبین پر انجام ہوا۔ اس کے شکر
میں یہ اکیس نظمیں تین عربی اور ایک فارسی اور سترہ رباعیاں فارسی حاضر ہیں۔ اس کا جواب
بھی وہی آیا کہ مفصل کردو۔ اس پر عرض کی گئی کہ میری دوعرض اخیر آپ کے اسی سوال
جواب شافی تھیں۔ انھیں بھی ہاتھ نہ لگائے اور وہی رٹ لگائے جائے۔ یہ مسلمان تو مسلمان
انسان کا بھی کام نہیں اور اس کے ساتھ انیس رباعیاں اور بھیجیں۔ اس کا جواب بحمدہ تعالیٰ
تک نہ آیا۔ غرض مولیٰ تعالیٰ نے اس مکالمے میں انھیں ذلت فاحشہ دی کہ مرتے دم تک
توبہ نہ کریں تو قیامت تک یاد رہے گی۔

اس کتاب کا مبیضہ ۲۰ × ۲۶ تقطیع سے ۲۵۰ صفحہ تک پہونچا۔ آگے انھوں نے خاموشی
مطلق ہی اختیار کی۔ تو کتاب بعونہ تعالیٰ اسی قدر پر ختم ہے۔ ورنہ رب عزوجل جس قدر چاہے
اور بڑھے گی۔ وہ سخت سراسیمگی کے فرار کی سترہ گلیاں چلے۔ میں نے ان سب کی فہرست
ثبوت گنادی۔ انھوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا، گویا سنا ہی نہیں۔ ان میں ایک بڑی گلی
کہ تیرے ایرادت وادلہ مہمل و واہیات و اضحوکۂ اطفال ہیں۔ انکار کردینا کوئی بڑی بات نہیں
اس پر یہ صاف مطالبہ گلے پر سوار ہوتا کہ پھر کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ مشرکوں کا سا
کہ لونشا لقلنا مثل هذا۔ ہم چاہتے ، تو اس قرآن کا سا کہہ دیتے۔ ہم نے خود ہی نہ کہا۔
اس کی پیش بندی کے لئے یہ گلی چلے کہ ہم نے اس واسطے رد نہ کیا کہ تو قابل خطاب

ہیں۔ سبحان اللہ! یا تو خطاب پر وہ اضطراب، وہ پیچ و تاب کہ تار آتا ہے کہ سرفراز نامہ کا منتظر ہوں۔ رجسٹری پہونچنے میں ایک دن کی دیر ہوتی ہے، تو خط آتا ہے، کہ اب تک نہ پہونچی اور جب وہ سرشکن جگر شگاف کوہ قاف سر پر پہنچتا ہے۔ تو مدتوں ادھر ادھر بغلیں جھانک کر یہ سوجھتی ہے کہ تو قابل خطاب نہیں اور لطف یہ کہ اس کے بعد سے بھی اب تک برابر درخواست ہے کہ مفصل کردو۔ نا قابل خطاب سے طلب تفصیل خطاب کیا معنی؟ یہ ہے پندرہ ماہ مبارک سے آج تک کے مکالے کا مخلص۔ طبیعت کی وہ حالت اور فراروں کے مکابرے کی وہ کیفیت۔

والی اللہ المشتکی وھو المستعان وعلیہ البلاغ و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، و صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ و سراج افقہ و قاسم رزقہ والمبعوث بتیسیرہ و رفقہ سیدنا و مولینا محمد والہ و صحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین و بارک وسلم ابد الآبدین آمین والحمد للہ رب العالمین۔

فقیر احمد رضا قادری

(حق کی فتح مبین مطبع صبح صادق سیتا پور یوپی) ۲۴ / ذی الحجہ ۳۹ھ از بھوالی نینی تال

(۱۳)

از بھوالی نینی تال

۲۴ / ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

مبسملا و حامدا و مصلیا و مسلما

حضرت والا دامت برکاتہم

کل رجسٹری حاضر کرچکا ہوں۔ ان کی (فرنگی محلی) سترہ گلیوں میں ایک بڑی اہم گلی نکالی تھی۔ جو عاجزوں کا قدیم دستور ہے۔ یعنی جواب سے بچنے کو زبان درازی و دشنام بازی پر اترآئے۔ جس کا بعد میں خود اقرار کیا۔ کہ "آئندہ شریفانہ طرز سے بندہ کی تحریر رہے گی" کھلا

اقرار ہے کہ اب تک پاجیانہ تھیں اور خود جس میں یہ لکھا اور اس کے بعد کی وہ کیا کم شریفانہ تھیں؟ پھر ایک خط میں اس پر انفعال بھی جتایا۔ افسوس کہ مجھ پر زبان درازی کرے، منفعل ہوئے اور اپنے صدہا کفر پر انفعال نہ آیا۔ عظمت مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کو اٹھا رہ گالیاں سنا کر انفعال نہ ہوا۔

وہ چاہتے تھے کہ گالیاں سن کر اسے غصہ آئے۔ اور بات کا رخ بدل جائے۔ جواب ایرادات اور ادلۂ سخت آفت سر سے ٹل جائے۔ مگر میں نے اسے لطائف میں ٹال دیا اور اپنے مطالبوں کا تقاضہ کیے گیا۔ میرا اخیر خط جس کے جواب کا انتظار تھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ کل شام فرنگی محلی صاحب کی فاش شکست فاحش فرار لے کر آیا۔ یعنی فرنگی محلی صاحب نے انکاری ہو کر واپس دیا۔

یہ دعوے تھے کہ میں نہ بھاگوں گا۔ نہ بھاگنے دوں گا اور یہ کہ تا بخانہ پہونچاونگا، اور یہ کہ چوٹی سے گراونگا۔ واحد قہار نے بفضلہٖ علانیہ ظاہر فرمادیا کہ بھاگے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور کیسے سراسیما و ابتر بھاگے۔ اور خود ہی بحمدہ تعالیٰ تا بخانہ پہونچائے گئے اور خود بفضلہٖ تعالیٰ چوٹی سے گرائے گئے۔ ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرہ۔ آج پھر ایک رجسٹری بھیجی ہے۔ دیکھیے اس پر کیا ہو۔ طالب دعائے خیر ہوں۔ والتسلیم

فقیر احمد رضا قادری

۲۵ ر ذی الحجہ الحرام ۳۹ھ

(حق کی فتح مبین، مطبع صبح صادق سیتاپور۔ یوپی)

مولینا شاہ سید محمد آصف رضوی، فیل خانہ، کانپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۵ر جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم!

میں آج کل متعدد رسائل رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی میں مشغول تھا۔ خبر الٰہی مثل علم الٰہی ہے۔ ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں۔ مگر یہ استحالہ بالغیر ہے، نفی قدرت نہیں کرتا۔ علم الٰہی ازلی میں تھا کہ زید کو فلاں وقت پیدا کریگا۔ اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا ہو۔ اگر نہ پیدا ہو۔ تو معاذ اللہ جہل لازم آئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولیٰ تعالٰی اس کو پیدا کرنے پر مجبور ہوگیا، نہ پیدا کرنے پر قادر نہ رہا۔ ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا، بلکہ معاذ اللہ مجبور ہوگیا۔

حاشا! بلکہ زید کا وجود و فنا ازلا ابداً تحت قدرت ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجود علم الٰہی میں تھا، وجود واجب ہے اور جس وقت فنا، فنا واجب ہے کہ خلاف ہو، تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے۔ اس محال بالذات نے ان ممکنات کو اپنے اپنے وقت میں واجب بالغیر کردیا۔ اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوئی، نہ جہل ممکن۔ بعینہ یہی بات خبر الٰہی میں ہے۔ اس نے خبر دی کہ اہلِ جنت کو ہمیشہ جنت میں رکھے گا۔ ان کا خلود واجب ہوگیا۔ اگر نہ ہو، تو معاذ اللہ کذب لازم آئے۔ مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی۔ خلود و انقطاع دونوں ازلا ابداً زیر قدرت ہیں۔ مگر تعلق خبر نے خلود کو واجب بالغیر کردیا۔ اس سے نہ قدرت مسلوب ہوئی، نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہونے ہی نے تو اس ممکن کو واجب بالغیر کیا۔ اگر اس سے کذب ممکن ہوجائے، تو اسے واجب کون کرے۔

مولیٰ عزوجل کے وعدہ ووعید کسی میں تخلف ممکن نہیں، خود وعید ہی کے لیے ارشاد ہوا ہے: ما یبدل القول لدی ۔ جیسے وعدہ کو فرمایا۔ لن یخلف اللہ وعدہ۔ بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا۔ تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے۔ یہ اگر معاذ اللہ امکان کذب ہوتو، امکان کیسا؟ وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا۔ اس کی مفصل بحث ''سبحان السبوح'' میں ہے۔

آیۂ کریمہ: الا ماشاء ربک کے وہ معنی بعونہ تعالیٰ ذہن فقیر میں ہیں۔ جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں۔ خلود اہل دارین کو عمر آسمان وزمین سے مقدر فرمایا ہے ما دامت السموٰت والارض ۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہی بقائے آسمان وزمین مراد نہیں۔ جو نفخ صور پر منقطع ہے۔ بلکہ سماء وارض کہ روز قیامت اعادہ کیے جائیں گے۔ ان کی عمر مراد ہے، جو ابدی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے جنت، دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زائد ہے۔ کہ انتہا نہ ان کو نہ اسکو۔ مگر اسکی ابتدا ان کی ابتداء سے سیکڑوں برس پہلے ہے۔

شروع روز قیامت میں آسمان وزمین پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقدار میں مختلف ہونگے۔ فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ تو جانب ابتدا میں ان کا خلود ان سموات وارض کے دوام سے کم ہوا۔ کسی کا مثلاً ہزار برس کم، جیسی جس کے لیے مشیت ہوگی۔ کسی کا دو ہزار برس کم۔ الی غیر ذلک، اس کو فرماتا ہے: الا ماشاء ربک روایت لیاتین علی جھنم الخ دوزخ کے طبقہ اولیٰ کے لیے ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔ اگرچہ مجموعہ کو جہنم کہتے ہیں۔ یہ طبقہ عصاۃ موحدین کے لیے ہے۔ یہ بے شک ایک روز بالکل خالی ہو جائیگا۔ جب لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی اس میں نہ رکھا جائے گا۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۱/۸۴،۸۵)

(۲)

از بریلی

۲۷/ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مبتدع، ضال ایک لفظ عام ہے۔ کافر کو بھی شامل کہ بدعت دو قسم ہے، مکفرہ و غیر مکفرہ۔ وقال تعالیٰ و اما ان کان من المکذبین الضالین ۱؎ امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ہلکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا۔ اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا:

عبارۃ الرافعی فی التعزیز نقلاً عن التتمۃ انہ اذا قال لمسلم یا کافر بلا تاویل کفر ۲؎ اما تبعہ النووی فی الروضۃ فان قلت قد خالف ذالک النووی نفسہ فی الاذکار فقال یحرم تحریما غلیظا قلت لا مخالفۃ فان اطلاق التحریم فی لفظ لا یقتضی انہ لا یکون کفرا فی بعض حالاتہ علی ان الکفر محرم تحریما غلیظا فتکون عبارۃ الاذکار شاملۃ للکفر ایضا ۳؎ اسی میں چند ورق کے بعد ہے۔ الحرمۃ لا تنافی الکفر کما مرّ ۴؎

ماہیت وصفات کمالیہ میں مشارکت اس میں نص نہیں کہ جمیع صفات کمال میں شرکت ہو۔ نہ یہ ان سب گمراہوں کا مذہب تھا ان میں بعض صرف تشبیہ یعنی "کنبیکم" ختم نبوت لیتے اور تصریح کرتے کہ وہ انبیاء اپنے طبقے کے خاتم اور حضور اقدس ﷺ خاتم الخواتم، صرف اتنے پر حکم کفر مشکل تھا۔ لہذا ایک ایسا لفظ لکھا گیا کہ دوسری صورت کو بھی شامل

۱؎ القرآن الکریم ۹۲/۵۶

۲؎ اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۴۰

۳؎ اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۴۰، ۳۴۱

۴؎ اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقۃ ترکی ص ۳۵۰

ہے، ''اعلام'' میں بعد عبارت سابقہ فرمایا: التحریم الغلیظ قصد الشمول للحالة الت
یکون فیھا کفرا و غیرھا ۱؎ حسام الحرمین میں خاص فرقۂ مرتدین کا ذکر ہے۔ ولہذا
الخواتم ماننے والوں میں صرف اس کا قول لیا، جس نے اس میں کفر خالص بڑھا دیا کہ: ل
فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ ع
وسلم نبی جدید لم یخل ذلک الخاتمیة و انما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تع
علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الف
۲؎ اس طرح کا خاتم الخواتم ماننے والا مطلقا کافر، مرتد ہے۔

اس سے اٹھاون ورق پہلے جہاں ''المعتمد المستند'' میں خاص مرتدین کا ذکر ہ
عبارت یہ ہے: ''خرج دجالون یدعون وجود ستہ نظراء للنبی صلی اللہ تعالیٰ ع
وسلم مشارکین لہ فی اشھر خصائصہ الکمالیة اعنی ختم النبوة فی طبقات الار
الست السفل فمنھم من یقول کل منھم خاتم ارضہ و نبینا صلی اللہ تعالیٰ ع
وسلم خاتم ھذہ الارض و منھم من یقول انھم خواتم اراضیھم و نبینا صلی
تعالیٰ علیہ وسلم شرکاء لہ فی جمیع صفاتہ الکمالیة یردہ آخرون ابقاء
انفسھم من المسلمین ۳؎

ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں بلفظ عام مبتدع ضال سے تعبیر کیا۔ کہ بدعت مکف
بھی شامل ہے۔ والسلام مع الاکرام (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/ ۳۶۰ تا ۳۶۲)

۱؎ اعلام لقواطع الاسلام — مقدمہ — مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی — ص
۲؎ (الف) حسام الحرمین — فصل منہم الوہابیہ — مکتبہ نبویہ، لاہور — ص
(ب) المستند المعتمد تعلیقات المنتقد المعتقد — مسئلہ النبوۃ لیست کسبیۃ مکتبہ حامدیہ، لاہور — ص
۳؎ المستند المعتمد تعلیقات المنتقد المعتقد — مسئلہ النبوۃ لیست کسبیۃ مکتبہ حامدیہ، لاہور — ص

(۳)

از بریلی

۲۷ر جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلھم

تصدقوا علی اھل الادیان کلھا [1] میں امر بتصدق ہے، اور تصدق قربت، جہاں قربت نہ ہو، صدق تصدق محال ہے۔ اور بتصریح ائمہ اہل حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں، تو وہاں صدق تصدق ناممکن اور قطعاً حاصل حدیث یہ کہ جن کو دینا قربت ہے وہ کسی دین کے ہوں۔ ان پر تصدق کرو۔ یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہل ذمہ کو شامل نصرانی ہوں، خواہ یہودی، خواہ مجوسی، خواہ ذمی، کسی دین کے ہوں۔ اگر وہ قول لیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہوسکتا، تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلھا میں نہیں آسکا کہ وہ محل صدقہ میں نہیں اور کلام تصدق میں ہے۔

یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے۔ ورنہ صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو زغ کو ایک ضرب مارے، سو نیکیاں پائے۔[2] دوسری حدیث میں ہے: جس نے سانپ کو قتل کیا، گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا [3] رواہ الامام احمد عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تیسری حدیث میں ہے: اقتلو الحیات کلھن من خاف ثاوھن فلیس منا [4] سب سانپوں کو قتل کردو جو ان کے بدلہ لینے سے ڈرے، ہمارے گروہ سے نہیں۔ رواہ ابو داؤد ونسائی وطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ و عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ایک حدیث میں ہے:۔ من قتل حیۃ او

---

[1] کنوز الدقائق

[2] صحیح مسلم — کتاب قتل الحیات — باب استحباب قتل الوزع — قدیمی کتب خانہ، کراچی ۲/۲۳۶

[3] مسند ابن حنبل — مروی عبداللہ بن مسعود — دارالفکر، بیروت ۱/۳۹۵

[4] سنن ابو داؤد — کتاب الادب — باب فی قتل الحیات — آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۳۵۶

عقربا فکانما قتلا کافرا [1] جس نے سانپ یا بچھو مارا گویا ایک کافر مارا۔ رواہ الخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے: فاقتلوھم حیث ثقفتموھم [2] اور فرمایا: اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا [3] اور فرمایا: واغلظ علیھم [4] اور فرمایا: ولیجدوا فیکم غلظۃ [5] تو وہ اصلاً محل احسان نہیں۔ ابتداء اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا۔ ان سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور ان سے منع اور اسی منع کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا تھا۔ ورنہ تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی۔

قال اللہ تعالٰی: لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون [6]

معالم شریف وغیرہ میں ہے: ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلاتھم فقال انما ینھٰکم اللہ [7] الآیہ۔ خازن میں ہے: ثم ذکر الذین نھی عن صلاتھم و برھم فقال انما ینھٰکم اللہ [8] تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی۔ اسی سورہ کریمہ کے آخر میں ہے: یا ایھا الذین امنو لاتتولوا قوما غضب اللہ علیھم [9] لاجرم کبیر میں ہے: قال قتادہ نسختھا آیۃ القتال [10] تو اب کسی کافر

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر ۶۹ محمد بن الحسین الخثعمی الاشنانی دار الکتاب العربی، بیروت ۲/ ۲۳۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱، و ۴/ ۹۱ [3] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۱ [4] القرآن الکریم ۹/ ۷۳
[5] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳ [6] القرآن الکریم ۶۰/ ۸۔۹
[7] تفسیر معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت لا ینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی، مصر ۷/ ۷۷
[8] تفسیر الخازن زیر آیت لا ینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی، مصر ۷/ ۷۷
[9] القرآن الکریم ۶۰/ ۱۳ [10] تفسیر کبیر زیر آیت لا ینھاکم اللہ الخ المطبعۃ البھیۃ، مصر ۲۹/ ۴

حربی سے بروصلہ جائز نہ رہا۔ اگرچہ اس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو۔

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۰/ ۳۲۸ تا ۳۳۰) (فقیر احمد رضا قادری)

(۴)

از بریلی

۱۶ / جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ارشادِ الٰہی: یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالاً۔ عام و مطلق ہے۔ کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے۔ اگرچہ امور دنیویہ میں ہو۔ وہ ہرگز تا قدرِ قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قل صدق اللہ ومن اصدق من اللہ قیلاً۔ سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث: لا تستضیؤا بنار المشرکین (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو۔ اور اسے اسی آیہ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابویعلی مسند اور عبد بن حمید، و ابن جریر و ابن المنذر وابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستضیؤا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذلک حتی اتو الحسن فسئلہ فقال نعم، یقول لا تستشیروا ھم فی شی من امورکم قال الحسن و تصدیق ذلک فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم تلا ھذہ الآیۃ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیہ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی: انہ قیل لہ ان ھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کتابا قال اتخذت

اذن بطانة من دون المؤمنین "تفسیر کبیر" انہیں امور دنیویہ میں ان سے مشاورت ومؤانست کوسبب نزول کریمہ اور اس نہی مطلق کے لئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ ان سے مخالفت تو دین میں ہے۔ دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین کانوا یشاورونهم فی امورهم و یوانسونهم لما کان بینهم من الرضاع و الحلف ظنامنهم انهم و ان خالفوهم فی الدین فهم ینصحون لهم فی اسباب المعاشی فنهاهم الله تعالیٰ بهذه الایة عنه فمنع المومنین ان یتخذو بطانة من غیر المومنین فیکون ذلک نهیا عن جمیع الکفار و قال تعالیٰ : یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء و مما یؤکد ذلک ما روی انه قیل لعمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه ههنا رجل من اهل الحیرة نصرانی لا یعرف اقویٰ حفظا و الا احسن خطامنه، فان رایت ان تتخذه کاتبا فامتنع عمر رضی الله تعالیٰ عنه من ذالک و قال اذن اتخذت بطانة من غیر المومنین فقد جعل عمر رضی الله تعالیٰ عنه هذه الایة دلیلا علی النهی عن اتخاذالنصرانی بطانة.

اس سے جملہ انواع معاملت کیوں ناجائز ہوگئے؟ بیع وشرا، اجارہ واستجارہ وغیرہا۔ میں کیا رازدار بنانا یا اس کی خیرخواہی پر اعتماد کرنا ہے؟ جیسے چمار کو دام دیئے، جوتا گٹھوالیا۔ بھنگی کو مہینہ دیا، پاخانہ کموالیا۔ بزاز کو روپے دیئے، کپڑا مول لے لیا۔ آپ تاجر ہے، کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی، دام لے لیے۔ وغیرہ وغیرہ ہر کافر حربی کافر محارب ہے۔ حربی ومحارب ایک ہی ہے۔ جیسے جدلی مجادل، وذمی ومعاہد کا مقابل ہے۔ رازدار بنانا ذمی ومعاہد کو بھی جائز نہیں امیرالمومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے۔ یونہی موالات مطلقا جملہ کفار سے حرام ہے، حربی ہو یا ذمی۔

ہاں! صرف دربارۂ بر واحسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین اور حربی سے حرام کہ انما ینهاکم الله عن الذین

قاتلوکم فی الدین ۔ عبارت کبیر منقولہ سوال کا یہی مطلب ہے۔ یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد و تعویل ہے اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے، خود کبیر میں زیر کریمہ: لا ینھاکم اللہ ہے۔ الاکثرون علی انھم اھل العھد و ھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی ۔ ہم نے ''المحجۃ المؤتمنۃ'' میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایۃ البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستصفی و نہایہ و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی و تبیین الحقائق و تفسیر احمدی فتح اللہ المعین و غنیۃ ذوی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و جو بزادہ و بدائع امام ملک العلماء سے ثابت کیا۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ قبل ارشاد ''واغلظ علیھم'' انواع کے نرمی و عفو و صفح فرمائے۔ خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا۔ مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو و صفح کو نسخ فرما دیا، اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہو گیا۔ و قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا احاط بھم سرادقھا ۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی نسبت امام فرماتے، میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا، وہ آیہ کریمہ واغلظ علیھم کو فرماتے ہیں: نسخت ھذہ الایۃ کل شئی من العفو والصفح۔

قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا۔ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ۔ مگر ارشاد: یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم وماوھم جھنم و بئس المصیر: عام آیا۔ اس میں سب کا استثناء نہ فرمایا۔ کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس علیت کا مشعر ہوتا ہے۔ یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا، تو یہ سزا ان کے نفس کفر کی ہے۔ نہ کہ عداوتِ مومنین کی اور نفس کفر میں سب برابر ہیں۔ الکفر ملۃ واحدۃ۔

ہاں! معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃ معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم

''جابذ'' سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص سے لم یتعلق بہ ابتداء کما افادہ فی البحر الرائق. تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی، تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا۔ حالانکہ امر بالعکس ہے۔ اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کم تر ہوتا۔ حالانکہ یکساں ہے۔ ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے۔ حسب حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد دے سکتے ہیں۔ ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں۔ امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا: والاستعانة باھل الذمة کالاستعانة بالکلاب۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم و صاحبین وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی۔ مشرک سے استعانت مطلقا ناجائز رکھی۔ اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفسیر جلیل ''المحجة المؤتمنة'' میں ملاحظہ ہو۔

رہا! کافر طبیب سے علاج کرانا، خارجی یا ظاہر مکشوف علاج، جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو ''لا یالونکم خبالا'' سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیاوی معاملات، بیع و شراء و اجارہ استجار کی مثل ہے۔ ہاں! اندرونی علاج، جس میں اس کے فریب کی گنجائش ہو، اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا ولی خیرخواہ، اپنا مخلص با اخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا ولی دوست بنانے والا اس کی بے کسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا۔ تو بے شک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا، تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیرخواہی کریں۔ تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا۔ فانہ منھم ہوگیا۔ ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔ قال تعالیٰ: ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء۔ ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو۔ تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مگر الحمد للہ! کوئی مسلمان آیہ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ

ہی اس نے تکذیب قرآن کی۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے۔ اس سے روٹیاں کماتے ہیں۔ ایسا کریں، تو بدنام ہوں، دوکان پھیکی پڑے، کھل جائے، تو حکومت کا مواخذہ ہو، سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں۔ تو اپنے خیرخواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی۔ پھر خلاف احتیاط شنیع ضرور ہے، خصوصاً یہود و مشرکین سے، خصوصاً سربر آوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں۔

وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں۔ اس بارے میں کریمہ لاتتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا ۔ کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ و کریمہ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجہ ۔ اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنانا۔ وحدیث مذکور لا تستضیؤا بنار المشرکین ۔ مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو، بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا راز دار و دخیل کار ومشیر بنانا ہوگا؟

امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں: واشد فی القبح و اشنع ما رتکبہ بعض الناس فی ھذاالزمان من معالجۃ الطبیب و الکحال الکافرین الذین لا یرجی منھما نصح ولا خیر بل یقطع بفشھما و اذیتھما ممن ظفرا بہ من المسلمین سیما ان کان المریض کبیرا فی دینہ او علم ہ۔ یعنی سخت ترقبیح و شنیع ہے، وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سیتے سے علاج کرانا، جن سے خیرخواہی اور بھلائی کی امید درکنار، یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں۔ اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا: انھم لا یعطون لاحد من المسلمین شیا من الادویۃ التی تضرہ ظاھر الانھم لو فعلوا ذلک لظھر غشھم و انقطعت مادۃ معاشھم لکنھم یصفون لہ من الادویۃ ما یلیق بذلک المرض و یظھرون الصنعۃ فیہ النصح وقدیتعافی المریض

فینسب ذلک الحاذق الطبیب و معرفته لیقع علیه المعاش کثیرا بسبب ما یقع له من الثناء علی نصحه فی صنعته لکنه یدس فی اثناء و صفه حاجة لا یفطن لما فیها من الضرر غالبا و تکون تلک الحاجة مما تنفع ذلک المریض و ینعش منه فی الحال لکنه یبقی المریض بعدها مدة فی صحة و عافیة ثم یعود علیه بالضرر فی آخره الحال و قد یدس حاجة اخری کما تقدم لکنه ان جامع انتکس و مات و کذلک یفعل فی حاجة اخری یصح المریض بعد استعمالها مکنه اذا دخل الحمام انتکس و مات (وقد) یدس حاجة اخری اذا استعملها المریض صح و قام من مرضه لکن لها مدة فاذا انقضت تلک المدة عادت بالضرر علیه و تختلف المدة فی ذلک.

فمنها ما یکون مدتها سنة او اقل او اکثر الی غیر ذالک من غشهم وهو کثیر ثم یتعلل عدو الله بان هذا مرض آخر دخل علیه فلیس له فیه حیلته فلو سلم منه لعاش و صح و یظهر التاسف و الحزن علی ما اصاب المریض ثم یصف بعد ذالک اشیاء تنفع لمرضه لکنها لا تفید بعد ان فات الامر فیه فینصح حیث لا ینفع نصحه فمن یری ذالک منه یعتقدانہ من الناصحین وهو من اکبر الخاشین و قد قیل:

کل العداوة قد ترجی ازالتها الاعداوة من عاداک فی الدین

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے۔ بلکہ مناسب دوا دیتے ہیں اور اس میں اپنی خیر خواہی وفن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے۔ جس میں ان کا نام ہو اور معاش خوب چلے۔ اور اس کے ضمن میں ایسی دوا دے دیتے ہیں۔ کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھو دے۔ مگر جب مریض جماع کرے، مرض لوٹ آئے اور مر جائے۔ یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے۔ مگر جب حمام کرے۔ مرض پلٹے اور موت

ہو۔ یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت، سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے اور بہت طریقے ہیں۔ پھر جب مریض پلٹا، تو اللہ کا دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے۔ اس میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے۔ پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ۔ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے نفع دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر بد خواہ ہے۔

تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے
مگر عداوت دینی کہ یہ نہیں جاتی

پھر فرمایا: و قد یستعلمون النصح فی بعض الناس ممن لا خطر لهم فی الدین ولا علم و ذلک ایضا من الغش لانهم لولم ینصحوا لما حصلت لهم الشهرة بالمعرفة بالطب ولتعطل علیهم معاشهم و قد یفطن لغشهم ومن غشهم نصحهم لبعض ابناء الدنیا یشتهروابذلک و تحصل لهم الخطوة عندهم و عند کثیر ممن شابههم و یتسلطون بسبب ذلک علی قتل العلماء والصالحین وهذا النوع موجود ظاهر و قدینصحون العلماء و الصالحین و ذلک منهم غشاً ایضا لانهم یفعلون ذالک لکی تحصل لهم الشهرة و تظهر صنعتهم فیکون سعیاً الی اتلاف من یرون اتلافه منهم و هذا منهم مکر عظیم۔

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے، کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو۔ روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچ جائیں۔ یوں ہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں۔ کہ شہرت اور اس کے کے نزدیک اور اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علما وصلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے ان میں موجود و ظاہر ہیں اور کبھی علماء وصلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب

ہے۔ کہ مقصود سا کھ بندھن ہے۔ پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے، اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانے کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا۔ رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا۔ وہ خوشامدیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رئیس راضی ہوگیا۔ کافر وقت کا منتظر رہا۔ پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا۔ لوگ انھیں بلانے آئے۔ انھوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا، گئے اور مجھے فرما گئے۔ میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر ہے؟ فرمایا! میں نے پوچھا کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا۔ میں اندر نہ گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں۔ پھر اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے۔ رئیس کل تک نہ بچے گا، وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں، کہ جو نسخہ وہ بتائے، مسلمان کو دکھالیں۔ یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے۔ فرمایا:

و ھذا لیس بشئی ایضا من وجوہ الاول ان المسلم قد یغفل عن بعض ما وصفہ الثانی فیہ اقتداء الغیر بہ الثالث فیہ العیانۃ لھم علی کفر بما یعطیہ لھم الرابع فیہ زلۃ المسلم لھم الخامس فیہ تعظیم شانھم لاسیما ان کان المریض رئیسا وقد امر الشارع علیہ الصلوۃ والسلام بتصغیر شانھم و ھذا عکسہ۔

یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں (۱) تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی۔ اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔ (۲) پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے، وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی۔ (۳) مسلمان کو اس کے لیے تواضع کرنی پڑے گی۔ (۴) علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی، خصوصاً اگر

مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔

پھر فرمایا: ثم مع ذلک ما یحصل من الانس والودلھم وان قل الامن عصم اللہ و قلیل ماھم ولیس ذلک من اخلاق اھل الدین۔ پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ تھوڑی ہی سہی۔ سوا اس کے کہ اللہ جسے محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔ پھر فرمایا: و مع ذالک یخشی علی دین بعض من یستطبھم من المسلمین۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی۔ مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا۔ انھوں نے اسے بلایا، وہ علاج کرتا رہا۔ ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے۔ اسی کو اختیار کرنا چاہئے اور یوں ہی کیا کیا بکتا رہا۔ یہ ترساں ولرزاں جاگے۔ اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں وہ جہاں ملتا، یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انھیں پہونچے۔

امام فرماتے ہیں: فھذا قد رحم بسبب انہ کان معتنی بہ فیخاف من استطبھم ولم یک معتنی بہ ان یھلک معھم ولولم یکن فیہ الا الخوف من ھذا الامر الخطر لکان معتنیا ترکہ فکیف مع وجود ماتقدم۔ ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے۔ جو ایسا نہ ہو اور ان سے علاج کرائے۔ اس پر خوف ہے۔ کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جاتے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ تو اسی قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا۔ نہ کہ اور شناعتوں کیساتھ جن کا ذکر گزرا۔

امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء و عظمائے دین کے لیے زیادہ خطر کا مؤید۔ امام مارزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ

ہے۔ علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہوجاتے۔ پھر مرض عود کرتا کئی بار یونہی ہوا۔ آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت فرمایا: اس نے کہا: اگر آپ سچ پوچھتے ہیں، تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ نے شفا بخشی۔ پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلباء کو حاذق اطباء کردیا۔ اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔ یہودی کے مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا۔ اور لا یالونک خبالا تو عام کفار کے لیے فرمایا:

عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایہ و جملہ متون و عامہ شروح و فتاویٰ قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول ضروری اور صوری کا فرق میرے رسالہ ''اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام'' میں ہے کہ میرے فتاویٰ جلد اول میں طبع ہوا۔ اس کا قول ضروری کے موافق ہونا، میرے فتویٰ سے کہ بہ جواب سوال علی گڈھ لکھا، ظاہر۔ اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے۔ باقی تمام احکام ارتداد جاری ہونگے۔ نہ وہ شوہر کا ترکہ پائیگی۔ نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو۔ نیز جب تک وہ اسلام لائے۔ شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔

عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں۔ باب نکاح الکفار میں دیکھئے! لو اجرت کلمة الکفر علی لسانها مغايظة لزوجها او اخراجا لنفسها عن جهالته او لا یستجاب المهر علیه بنكاح مستانف تحرم علی زوجها فتجبر علی الاسلام ولكل قاض ان يجددوا النكاح بادنی شیء ولو بدينار سخطت اور رضيت وليس لها ان تتزوج الا بزوجها قال الهندوانی اخذ بهذا قال ابو الليث وبه ناخذ كذا فی التمرتاشی.

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے: صرحوا بتغزيرها خمسة سبعين و تجبير علی

الاسلام و علی تجدید النکاح لمہر یسیر کدینار و علیہ الفتوی و الوالجیہ۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں۔ جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہوگیا۔ کہ ارتداد احدھما فسخ فی الحال، پھر بعد عدت دوسرے سے اسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی؟ اور پہلے سے تجدید میں نکاح پر جبر، کیا معنی؟ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے؟ اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی؟ مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول: بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ و مفتیٰ بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے۔ فتاویٰ ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہرالفائق وغیرہ اختیار کیا۔ بعد نہیں۔ تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہوجانا، موجب زوال نکاح نہیں۔ بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہوجاتی ہے اور نکاح باقی ہے۔ جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس۔ یونہی جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کرکے قربت کرلے، زوجہ حرام ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرلے اور اس کی عدت گزر جائے۔ بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں۔ جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے متارکہ لازم ہے، تو نکاح قائم ہے۔ اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہوجائیں۔ نکاح میں اصلاً خلل نہیں۔ اور حرمت ابدی دائم ہے۔ والمسائل منصوص علیہا فی الدرر وغیرہ من الاسفار الخ.

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع ممبئی ۵۵۲/۹ تا ۵۵۶)

(۵)

ز بریلی

۲ر شعبان ۱۳۳۹ھ

حبیبی و محبی و محبوبی اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

(۱) سلطان اسلام ہرگز کفار کو مراسم کفر کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیا اجازت کفر دیگر

خود کافر ہوگا۔ بلکہ نترکھم وما یدینون ، یعنی جہاں جس بات کے ازالہ کا حکم نہیں، وہاں تعرض نہ کریگا۔ نہ یہ کہ ان سے کہے گا کہ یہاں ایسا کرو۔ رسالہ علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار میں لیس المراد انه جائز نامرهم به بل بمعنی نترکهم وما یدینون فهو من جملة المعاصی التی یقرون علیها کشرب الخمر و نحوه ولا نقول ان ذلک جائز لهم فلا یحل لسلطان ولا للقاضی ان یقول لهم افعلوا ذلک ولا ان یعینهم علیه ۱؎ بخلاف یہاں کے کہ ضرور جو کچھ ہوگا، تراضی وقرار داد سے ہوگا۔

(۲) یہ حدیث ان لفظوں سے صحیح نہیں، مگر اس مضمون میں کہ جزیرۂ عرب میں کوئی نا مسلم نہ رہے۔ متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں مقصود حدیث وحکم شرعی یہ ہے کہ جزیرۂ عرب میں کسی غیر مسلم کا توطن وطوال اقامت جائز نہیں۔ تجارت وغیرہ امور مرخصہ کے لیے آئیں اور چلے جائیں۔ ظاہرا سال بھر تک قیام کی اجازت کسی کو نہ دی جائے گی۔

تیسیر المقاصد علامہ شرنبلالی پھر درمختار میں ہے: یمنعون من استطان مکه والمدینة لانهما من ارض العرب قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارته جاز و لا یطیل ۲؎ ردالمحتار میں ہے۔ قوله لانهما من جزیرة العرب افادان الحکم غیر مقصود علی مکة والمدینة بل جزیرة العرب کلها کذلک کما عبر به فی الفتح وغیره فیمنع ان یطیل فیها المکث حتی یتخذ فیها مسکنا لان حالهم فی المقام فی ارض العرب مع التزام الجزیة کما لهم فی غیرها بلا جزیة وهنالک لا یمنعون من التجارة بل من اطالة المقام فکذلک فی ارض العرب شرح السیر و ظاهرة ان حد الطول سنة ۳؎ تال۔

اس حکم احکم کی تکمیل خلافت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوئی اور بعد کے خلفاء میں مستمر رہی۔ قرامطہ ملاعنہ پھر عبیدی خبثاء پھر وہابیہ نجدیہ ان کفار کا چند روزہ جبری تسلط

۱؎ ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۷۲
۲؎ (الف) درمختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۲
(ب) کنز العمال ۱۳۵/۱۷
۳؎ ردالمحتار کتاب الجہاد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۷۵

نہ کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے تھا، نہ کسی بین الاقوامی قانون مخترع کی قرارداد سے۔ عدن میں نصاریٰ کا قیام اور جدہ میں ان کی سفارت کا مسکن سلطنت ترک کے اواخر سے ہے۔

(۳) وہابیہ مساجد کو مقدس سمجھا کریں۔ مگر ساتھ ترکوں کو بھی غیر مسلم ہستی مانتے ہیں۔ جس طرح تمام اہل سنت کو جانتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک جیسے نصاریٰ ویسے ہی ترک بلکہ دل میں ترکوں کو بدتر سمجھتے ہیں کہ مشرک و مرتد جانتے ہیں۔

(۴) قرامطہ خبثا سنگ اسود کو لے گئے تھے۔ بیس برس کے بعد ان کے یہاں سے ملا نجدیہ کا اسے جگہ سے ہٹانا منقول نہیں۔ ہاں! ''سیف الجبار'' میں ان کے زد و ضرب سے اس میں شق آ جانا لکھا ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/ ۱۳۶ تا ۱۳۸)

از بھوالی، نینی تال (۶)

۴/ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اگر آپ آفتاب اور دھوپ کو دیکھیں۔ تو فرق حقیقت و تجلی کی ایک ناقص مثال پیش نظر ہو۔ آفتاب گویا حقیقت شمس ہے اور دھوپ اس کا جلوہ۔ حقیقت صفاتِ کثیرہ رکھتی ہے اور اپنے مجالی میں متفرق صفات سے تجلی کرتی ہے۔ ان صفات کے لحاظ سے جو آثار، ان مجالی کے ہیں۔ وہ حقیقتاً حقیقت کے اور معاملات ان مجالی سے بحیثیت مجالی ہیں۔ وہ حقیقتاً حقیقت سے

جیسا صحابہ کرام کی نسبت سے فرمایا۔ من احبھم فبحبنی احبھم ومن ابغضھم فبغضبنی ابغضھم ۔حقیقت کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقت محمدیہ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ و التحیۃ ۔کی ایک تجلی ہے۔کعبہ کی حقیقت وہ جلوہ ہے۔مگر وہ جلوہ عین حقیقت محمدیہ نہیں ﷺ۔ بلکہ اس کے غیر متناہی ظلال سے ایک ظل ۔جیسا کہ اسی قصیدہ میں ہے۔

کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

حقیقت کریمہ نے اپنی صفت مسجودیت الیھا سے اس ظل میں تجلی فرمائی ہے۔لہٰذا کعبہ جس کی حقیقت یہی ظل و تجلی ہے۔مسجود الیھا ہوا اور حقیقت وہ حقیقت علیہ مسجود الیھا ہے کہ اس کی اس صفت اس کے ساتھ اس پر تجلی نے اسے مسجود الیھا کیا۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۲۹۴/۱۲)

از بھوالی نینی تال (۷)

۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

والا حضرت مولانا المکرم ذو المجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلھم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کارڈ میں بعض افعال گاندھویہ کہ فقہا کفر ہے۔ جیسے قشقہ لگانا، کافر کی جے پکانا، کافر کی تعظیم گنا کر ان کے فاعلوں کو کہا ہے کہ "یہ مسلمان یا وہ ان میں کون مسلمان ہے" بلاشبہ جس

طرح کفر فقہی میں مبتلا ہوئے اور استحلال کریں، تو کفر کلامی میں بعینہ یہی حالت فقہا وکلاما ان افعال و اقوال کے مرتکبین کی ہے۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۵/۱۵۹)

مخدومیہ اہلیہ شاہ ابوالحسین نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ بدایوں (یو، پی)

از بریلی (۱)

۷ر رمضان ۱۳۲۹ھ

بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس۔

اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پر اسی سال حج فرض ہوا تھا۔ اس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا۔ تو جب تو ان کا حج بفضلہٖ تعالیٰ ادا ہوگیا۔ بلکہ ایسا ادا ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر سال حج کرتی رہیں گی۔ اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہو چکا تھا تو البتہ حج فرض ان پر باقی رہا۔ حضرت ان کی طرف سے ادا فرمائیں۔ یا ادا کرادیں۔ تو اجر عظیم ہے۔

اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے۔ کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہوگیا یا اب تک ان پر فرض نہ ہوا اور اگر ان پر اصلاً فرض نہ ہوا۔ تو حضرت ان کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرائیں اور خود حضور پر نور پیرو مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کریں اور اگر خود ان پر حج فرض ہولیا ہو، تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گناہ گار ہونگے۔ مگر حج جس کی طرف سے کریں گے۔ ادا ہوجائے گا۔ ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں ان سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے۔ کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے۔ زیادہ حد ادب۔ (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۰/۶۵۹)

حضرت مولانا مولوی سید زادہ احمد میاں، بلاسپور دروازہ، رامپور، یوپی

از بریلی (۱)

۱۵ رشوال ۱۳۳۷ھ

حضرت والا دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال بہت مجمل ہے۔ دو شخصوں سے قرض لینا تین طرح ہوتا ہے۔ سو روپے بکر نے الگ دیئے، خالد نے الگ۔ سو بکر لایا۔ سو خالد۔ وہ ملا کر دونوں نے زید کو دیئے۔ دو سو روپے خالد و بکر کی شرکت عقد کے تھے۔ وہ انہوں نے اسے دیئے۔ اگر یہ نالش یکجا ہوتی ہے۔ تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی۔ وہ جب بھی محتمل رہیں گی اور حکم جدا لینا ہے اور ہر شق پر حکم بتادینا خلافِ مصلحت۔ لہذا سائل کو تعین صورت و تفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہئے کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۰/۳۶۔۳۷)

مولانا سید قاضی احمد صاحب مدنی، مہتمم مدرسہ میواڑ، راجپوتانہ اودے پور، راجستھان

از بریلی (۱)

۱۵ رذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ

بگرامی ملاحظہ مکرم ذی المجد والکرم جناب مولانا مولوی سید قاضی احمد علی صاحب مدنی دام مجدہم! بعد ادائے ہدیۂ سنت ملتمس۔

نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون یاد آوری فرمایا: مولوی عبدالرحیم صاحب نے ایک شخص کی نسبت مجھ سے دو بار فتویٰ لیا۔ ایک اس بارے میں کہ اس نے حضرات ائمہ اطہار کو نبی و رسول

بتایا۔ اس کے بارے میں میں نے "جزاء اللہ عدوہ" لکھی۔ جس کو طبع ہوئے بارہ برس گزرے۔ دوسرا اس بارے میں کہ وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتا۔ اس پر میرا فتویٰ "نذیر المنافقین" میں چھپا، جسے سال ہوئے۔ ان کے سوا میں نے ان کو کوئی فتویٰ کسی کے کفر پر لکھ کر نہ بھیجا۔

ہاں! ایک شخص کے کچھ اشعار کی نسبت سوال تھا۔ جس میں اس نے اپنے پیر کی تعریف میں بہت غلو و افراط کیا۔ اس پر میں نے صریح کفر ہونے کا فتویٰ نہ دیا۔ بلکہ اس میں تاویلات کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ دو نام جو آپ نے تحریر فرمائے۔ انکی بابت مجھے اصلا یاد نہیں۔ کہ کسی امر کا کوئی فتویٰ کیسا ہی لکھا گیا ہو، ہاں! زید و عمرو کر کے کوئی سوال انھوں نے بھیجا۔ اور میں نے جواب لکھا ہو، تو معلوم نہیں، مگر کفر کا فتویٰ صرف انھیں باتوں پر لکھا نہیں۔ بلکہ چھاپ کر بھیجا ہے۔ جسے ۱۲ اور ۷ ہوئے اور اشعار والا فتویٰ بھی غالبًا وہیں طبع ہو گیا ہے۔

یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالیٰ حضرات سادات کرام کا ادنیٰ غلام و خاکپا ہے۔ ان کی محبت و عظمت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے۔ اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سید اگر بد مذہب بھی ہو جائے۔ اس کی تعظیم نہیں جاتی۔ جب تک بد مذہبی حد کفر تک نہ پہونچے۔ ہاں بعد کفر سیادت ہی نہیں رہتی۔ پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں۔ جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں۔ ہم ان کی تعظیم کریں گے۔ ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں۔ نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور خواہی نہ خواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا، مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ الناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں)۔

ہاں! جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سید نہیں اور وہ سید بنے، اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے۔ نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے۔ جس پر میرا عمل ہے۔ کہ ایک شخص کسی

سید سے الجھا۔ انھوں نے فرمایا! میں سید ہوں۔ کہا: کیا سند ہے تمہارے سید ہونے کی؟ رات کو زیارت اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے۔ یہ شفاعت خواہ ہوا۔ اعراض فرمایا۔ اس نے عرض کی، میں بھی حضور کا امتی ہوں۔ فرمایا کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی؟

میں مولوی عبدالرحیم صاحب کو اس بارے میں لکھونگا۔ اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں۔ تو منع کرونگا۔ امید ہے کہ وہ میری گزارش قبول کریں گے۔ آپ فقیر کی اس تحریر کو فتوی تصور فرمائیں۔

فقیر احمد رضا غفرلہ از بریلی، ۲۵ر ذوالحجہ ۲۹ھ

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۴۴)

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، دکن

از بریلی (۱)

۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ

بشرف ملاحظہ والائے حضرت با برکت جامع الفضائل لامع الفواضل شریعت آگاہ طریقت دستگاہ حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب بہادر بالقابہ العز

سلام مسنون، نیاز مشحون ہدیہ مجلس ہمایوں

یہ سگ بارگاہ بیکس پناہ قادریت غفرلہ ایک ضروری دینی عرض کے لئے مکلف اوقات گرامی پرسوں روز سہ شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ ''القول الاظہر'' مطبوعہ حیدرآباد سرکار اجمیر شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا، جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے۔ یہ نسبت اگر صحیح نہیں، تو نیازمند کو مطلع فرمائیں، ورنہ طالب حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا کیا موقع ملے گا۔ کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں استکشاف حق کے لئے نفوس کریمہ جن جن صفات کے

جامع درکار ہیں، بفضلہٖ عزوجل ذات والا میں سب آشکار ہیں۔ علم و فضل، انصاف و عدل، حق گوئی، حق جوئی، حق دوستی، حق پسندی، پھر بحمدہ تعالیٰ غلامی خاص بارگاہِ بیکس پناہِ قادریت جناب کو حاصل اور فقیر کا منہ تو کیا قابل۔ ہاں! سرکار کا کرم شامل۔

اس اتحاد کے باعث حضرت کی جو محبت و وقعت قلب فقیر میں ہے۔ مولیٰ عزوجل اور زائد کرے۔ یہ اور زیادہ امید بخش ہے۔ اجازت عطا ہو کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے۔ اور خالص کریمانہ جواب لے۔ یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کرے۔ فقیر بارہا لکھ چکا۔ اور اب لکھتا ہے کہ اگر اپنی غلطی ظاہر ہوئی۔ بے تامل اعتراف حق کرے گا۔ یہ امر جاہل متعصب کے نزدیک عار، مگر عند اللہ و عند العقلاء اعزاز و وقار ہے اور حضرت تو ہر فضل کے خود اہل ہیں۔ لِلّٰہِ الحمد! امید کہ ایک غلام بارگاہِ قادری طالب حق کا یہ ماموں حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے مقبول ہو۔ اللھم آمین بالخیر یا ارحم الراحمین۔ اگر چہ ایک نوع جرأت ہے۔ رجسٹری جواب کو ۳؍ کے ٹکٹ ملفوف نیاز نامہ ہیں۔ والتسلیم مع الکریم

(فقیر احمد رضا قادری)

(اجلی انوار الرضا ص ۵/۶ مطبوعہ بریلی)

(۲)

از بریلی

۱۸؍ شوال ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا بالقابہ دام فضلکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کرم نامہ بعین انتظار ۳۴ دن بعد تشریف لایا۔ حضرت نے اس بارے میں ترک مکالمہ ہونے کے بعض وجوہ تحریر فرمائے ہیں اگر چہ ادھر کی نظر میں انکے بھی جواب

مدتوں سے شائع ہیں۔ حضرت کو معلوم ہو کہ فقیر کا یہ فتویٰ ۲۲ھ میں "تحفہ حنفیہ" میں چھپ کر ملک میں شائع ہو چکا۔ نہ علماء نے انکار فرمایا، نہ جہال نے شور مچایا۔ تو اب بھی اگر سب ناصحان سکوت خود اپنی نصیحت پر عمل فرما کر وہی روش چلتے۔ وہی سکوت رہتا۔ مگر بعض وہابیہ نے تازہ زخم کے باعث بعد قبول عدول کیا اور بعض حسادان کا ساتھ دیا۔ مخالف تحریرات شائع کیں۔ جن کا جواب ادھر سے دیا گیا۔

وہ جانتے تھے کہ اس زمانے میں ادنیٰ ادنیٰ بات پر ایک فرقہ بنکر باہمی جنگ و جدال شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے دوسری اقوام کی نظروں میں فریقین ذلیل و خوار دکھائی دیتے ہیں اور ان کو تضحیک کا موقع ملتا ہے۔ غیر مقلد و قادیانی و وہابی وغیرہم قلم آزمائی کو کافی تھے۔ یہ مسئلہ کوئی ضروریات دین سے نہ تھا۔ وہ کہ عمر بھر کے مرتدین کے رد سے ساکت رہے۔ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ و سید عالم ﷺ پر دیوبندی وغیرہ مدعیان اسلام گالیاں برسایا کیے۔ قادیانی مخذول نے توہینات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں کیا کیا ملعون رسالے لکھے اور وہ حضرات کانوں کان خبر نہ ہوئے۔ گویا وہ گالیاں کسی اور دین کے معبود باطل و رسول کا ذبین پر پڑ رہی تھیں۔ جس کے دفع کی حاجت نہ تھی۔ ایسے حضرات پر یہ غریب سنی ایک فرعی مسئلہ پر جوان کے زعم میں غلط ہی سہی، میدان کارزار برپا کرنا فرض اعظم تھا۔

کاش! انہیں مصالح پر نظر فرما کر جیسے اللہ و رسول کو گالیاں دیے جانے میں ہمیشہ خاموش رہے اور ابتک خاموش ہیں ۲۲ھ کی طرح ایک فرعی غلطی پر سکوت کرتے۔ جیسے جب کوئی شور نہ ہوا، اب بھی نہ ہوتا، یا یہ ایسا ہی فرض اہم تھا تو ایک صاحب ادا کر چکے، دوم سوم کو تجدید جدال کی حاجت نہ تھی کہ بات بڑھانے سے بڑھتی۔ مگر ان حضرات کی مصلحت دینی اور عدم تفرقہ اندازی کا حاصل یہ رہا کہ ہم سب کچھ کہیں، رسالے کے رسالے تیرے رد میں شائع کریں۔ یہ نہ جنگ و جدل ہے نہ تفرقہ اندازی۔ نہ غیر قوموں کو تضحیک کا موقع۔ مگر تو جواب دے یہ سب کچھ ہے۔ خیر یونہی ہوگا۔ شاید اس میں بھی میرا ہی فہم خطا پر ہو۔

بہر حال ایک سنی مسلمان کی غلط فہمی اور وہ بھی ایسی کہ اس دفع کا فرض نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ درخواست کر رہا ہے کہ میرے شبہات کی تسکین ہو جائے۔ میں قبولِ حق کے لئے حاضر ہوں۔ اس کے یہ جواب کیا مناسب ہے کہ تو نہ بول، مصلحت کے خلاف طلب حق میں وقت صرف کرنا ضرورت نہیں ہو سکتا۔ مگر نیاز مند نے حضرت سے مطارحہ نہ چاہی تھی۔ حضور پرنور سیدنا و سیدکم مولانا و مولاک۔ حضور سید غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ عظیمہ دیکر اس کی اجازت کی درخواست کی تھی کہ فقیر محض مخلصانہ شبہات پیش کرے اور کریمانہ جواب لے۔ یہ مسئول کسی طرح قابل رد نہ تھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حضرت کے اسی رسالے مجازہ ص ۳ میں تصریح ہے کہ سائل کے سوال کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

رسالہ "القول الاظہر" میں اس ادعائے اجماعی قطعی یقینی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے سوا کوئی نئی بات نہیں۔ وہ اول میں تحریرات رامپور وغیرہ کی تلفیق ہے۔ جن پر رد کا عدد دو ہزار سے زیادہ ہو گیا ہے اور بحمدہ تعالیٰ لاجواب رہا اور آخر میں فتوائے بدایوں کا خلاصہ ہے۔ جس کا ایک رد بحمد اللہ تعالیٰ میرے اور انکے ملجا و ماویٰ خاص خانقاہ عالیہ سرکار برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے بنام "مبحث الاذان" شائع ہو چکا۔ دوسرا بھی سرکار ہی سے بنام "شافی جواب برکافی ایرادات" تیسرا "حافل وہ کافل" ساڑھے تین سو ایرادات پر مشتمل بعونہ تعالیٰ زیر طبع ہے، بلکہ چوتھا بھی جس میں صرف انہیں کی تحریر سے انکی تحریر کا رد ہے۔

افسوس کہ اس رسالہ "القول الاظہر" ص ۴۳ میں اس فتوائے بدایوں کی کمال فاضلانہ تنقید سے نہایت ناگفتنی بات حد سے زیادہ شرمناک واقع ہوئی۔ یعنی "جامع الرموز" وغیرہ کتب فقہ کی طرف محض غلط عبارت کی نسبت انکی طرف نرے باطل حوالوں کی جرأت اس کا حال تو بعد کو معروض ہوگا جب اس رسالے پر اظہار شبہات کا وقت حضرت دیں گے۔

ابھی اجماع ہی کی نسبت عرض کرنا ہے کہ اجماع کا ذکر حضرت نے کرم نامہ میں بھی فرمایا۔ اور واقعی اجماع ایسی چیز ہے کہ بعد تشریح کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی لہذا پہلے اس کی

نسبت محض مستفیدانہ سوال کرتا ہے اور الحمد اللہ کہ حضرت کے نزدیک سوال کا رد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ خصوصاً سائل بھی ایک سگ بارگاہ قادری جو اپنے اور حضرت کے اور ثقلین کے مولی و آقا حضور سید نا غوث عظم رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے رہا ہے اب حضرت جیسے غلام سرکار غوثیت کریم النفس سے رد سوال زنہار متوقع نہیں۔ الحمد للہ رب العلمین و حسبنا اللہ و نعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا مولنا محمد و آلہ و صحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال اول: ائمہ نے اجماع کی کیا تعریف فرمائی۔ اور وہ اذان ثانی داخل مسجد ہونے پر کیونکر صادق؟

دوم: ہمارے فقہائے کرام نے کہیں اس اجماع کا ذکر فرمایا؟ نہ فرمایا تو صاف انکار دیجئے اور فرمایا تو کہاں؟

سوم: یہ تقسیم و تعریف کہ "تواترا جماع کی ایک قسم ہے۔ کس کلام پر اجماع ہو گیا، تواتر نام پایا۔ کس فعل پر اتفاق ہو گیا، اجماع کہلایا۔ کتب معتمدہ میں یا تازہ ایجاد، اگر ہے، تو کہاں؟

چہارم: روشن علم پر اس کی تطبیق بھی ارشاد؟

پنجم تا ہفتم: رسالہ صفحہ ۱۵ میں اس اجماع سے قطعی ہونے صفحہ ۲۳ میں یقیناً اجماع ہونے، صفحہ ۳۷ میں اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے صفحہ ۹ میں مثل اجماع اذان و صلوٰۃ ہونے کا دعویٰ ہے کہ وہ رد ہو تو کسی اجماعی مسئلہ، حتیٰ کہ نماز پر اطمینان نہیں رہ سکتا۔ ان دعوؤں پر دلیل کافی ارشاد ہو۔

ہشتم: اگر تمام مباحث سے قطع نظر ہو تو حضرات کرام مالکیہ اور خود انکے امام سید نا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ربع اسلام ہیں۔ کیا ان کے خلاف کے ساتھ کوئی اجماع منعقد ہو سکتا ہے۔ کیا اسے قطعی یقینی و مثل اجماع نماز؟

نہم: ابن حجر شافعی المذھب کی عبارت سے کہ صفحہ ۲۵ میں استدلال ہے۔ اس میں ہذا المحل سے داخلِ مسجد کی طرف اشارہ ہے یا بین یدی الامام کی طرف؟ اوّل تعین پر کیا دلیل ہے؟

دہم: بالفرض ہو بھی تو اس میں اجماعِ صحابہ کا کوئی لفظ ہے یا محض اپنے خیالات پر قطعیت وتعیینت کا دعویٰ ہو سکتا ہے؟

یازدہم: نہ بھی سہی تو ایک ابن حجر کی نقل سے یقیناً اجماع ہونا کیونکر مانا؟ کتبِ اصول میں اجماعِ منقول آحاد کا حکم ہے اور اس کی بھی تعریف یہاں صادق ہے۔ یا صرف ادعائے مصنف؟

دوازدہم: یہی ابن حجر اسی فتح الباری میں جو ملکِ مغرب کا حال لکھتے ہیں وہ اس جزئی دعوے "جمیع بلادِ اسلامیہ" اور صفحہ ۸ میں صریح تصریح "تمام عرب وعجم شرق وغرب" پر کیا اثر ڈالتا ہے؟

سیزدہم: کسی کتابِ معتمد میں تصریح ہے کہ یہ اذان جمیع بلادِ اسلامیہ میں داخلِ مسجد ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو فرمادیا جائے کہ اس کی تصریح کتاب میں نہیں اور اگر ہے، تو اس کتاب کا نام مع عبارت وحوالہ صفحہ ارشاد ہو۔

چہاردہم: اگر کسی کتاب میں نہیں، تو یہ دعوے رویت کی طرف مستند ہے یعنی تمام بلادِ اسلامیہ میں تشریف لے گئے اور خود ملاحظہ فرمایا۔ رویت کی جانب یعنی تمام جہان کے ہر اسلامی شہر سے خبرِ معتمد شرعی آئی؟ جو کچھ ہو بیان فرمائیں۔ اجر پائیں اور سرِ دست دنیا بھر کے سب اسلامی شہروں کے نام ہی ارشاد ہو جائیں۔ ورنہ قیاس الغائب علی الشاھد کی شناعت خود حضرت والا ہی کے رسالہ "مقاصد الاسلام" کے حوالے سے صفحہ ۱۳ پر منقول ہے۔

پانزدہم: صفحہ ۹۔ ۱۷ پر فروعی مسئلہ کو بھی من شذ شذ فی النار میں داخل فرمایا: کیا ائمہ

معتمدین بھی اختلاف فقہی کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔ہاں تو کہاں؟

شانز دہم: ائمہ مجتہدین نے جن مسائل فرعیہ میں جمہور کا خلاف فرمایا۔انہیں معلوم تھا کہ لاکھوں لوگ اس مسئلہ میں ہمارے متبع ہو جائیں گے؟ کیا اس علم کی انہوں نے تصریح فرمائی یا غیب پر حکم ہے؟

ہفدہم: بالفرض انہیں یہ معلوم بھی ہو،تو کیا گناہ شدیدہ جس پر حدیث میں دوزخ کی وعید اس خیال پر جائز ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر لوگ اس میں ہمارے ساتھی ہو جائیں گے؟

ہیجدہم: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تطبیق رکوع،سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنز،سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدم نقض وضو بالنوم،سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابتدائے مسئلہ استمتاع میں جمہور کا خلاف کیا۔ان تمام صحابہ کرام اوران کے امثال عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو معاذ اللہ من شذ شذ فی النار کا مصداق بنانا سنیت ہو سکتا ہے؟

نوزدہم: ۳۳۔۳۴ پر ہے۔حدیث سے صرف عہد نبوی علیہ السلام سے لے کر زمانہ صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک حال معلوم ہوا کہ باب مسجد پر آذان ہوتی تھی۔اس کے بعد کا حال ہنوز پردۂ خفا میں ہے۔ممکن ہے کہ جہاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ایک اذان کے اضافے سے تغیر ہوا۔وہاں یہ تغیر بھی کچھ بعید نہیں کہ جو اذان عہد سابق میں باب مسجد پر ہوتی تھی۔وہ اب قریب منبر ہو۔کیا اسی ممکن اور بعید نہیں سے اجماع قطعی ثابت ہوتا ہے؟

بستم: پھر اس کی شہادت میں عبارت مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی،عمدۃ الرعایہ سے لکھی "ثم نقل الاذان الذی کان علی عهد النبی ﷺ و ابی بکر و عمر صدر من خلافة عثمان بین یدیه ص ۳۶ پر لکھا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عہد نبی ﷺ

وعہد صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اذان خارج مسجد، دروازے پر ہوتی تھی۔ اور اعلام للغائبین کے لئے تھی۔ لیکن عہد عثمانی میں وہ داخل مسجد ہوگئی۔ الحمد للہ! کہ محمد رسول اللہ ﷺ وصدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت تو تسلیم فرمالی کہ یہ اذان مسجد سے باہر تھی۔ اور اسی لئے مولوی صاحب لکھنوی نے اسی کو سنت کہا۔ رہا یہ کہ زمانہ ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں داخل مسجد ہوگئی۔ یہ عبارت مولوی صاحب لکھنوی کے کس حرف کا مطلب ہے؟ ثم نقل کی ضمیر کس طرف ہے؟ عمدۃ الرعایہ اور اسکی اصل مدخل امام ابن الحاج کی پوری عبارت ملاحظہ فرما کر ارشاد ہو۔ کیا ایسے تخیل کی بنا جس کا مبنیٰ مولوی صاحب لکھنوی کی عبارت تک نہ سمجھتا ہو، سنت محمد ﷺ وصدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما مان کر رد کر دینا صحیح ہو سکتا ہے؟ بینوا و توجروا۔ یہ تو وثوق ہے کہ حضرات ایک سائل طلب حق کا سوال رد نہ فرمائیں گے مگر......... اگر ارشاد جواب میں تاخیر ہو، تو رفع انتظار کے لئے اتنا تحریر فرما دینا کہ اتنے دنوں کے بعد جواب عطا ہوگا، کرم سازی سے بعید نہیں۔ کل تصانیف گرامی کا شوق ہے۔ اگر بہ قیمت ملتی ہوں، قیمت سے اطلاع بخشی جائے۔ دو جلد قادیانی مخذول کے چند صفحات دیکھے تھے۔ ایک صاحب سے انکی تعریف کی، وہ لے گئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۸ر شوال المکرم روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۳۲ھ

(اجلی انوار الرضا ۱۷ تا ۲۲ مطبوعہ بریلی)

(۳)

از بریلی

۲۹ / محرم ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب والا دامت برکاتہم بعد تحیہ مسنونہ سنیہ۔

گزارش نیاز مند کی پہلی رجسٹری کا جواب تو ۳۵ دن میں مل گیا تھا۔ اس دوسری رجسٹری کو آج سو دن کامل ہوئے، ۱۸ / شوال کو گئی تھی۔ آج ۲۹ محرم الحرام ہے۔ یہ تو احتمال نہیں کہ جناب جواب سوالات پر مطلع ہو کر حق اپنی طرف سمجھ لیں اور جواب سے اغماض فرمائیں کہ جناب نے اسی رسالہ میں تصریح فرما چکے ہیں "سوال سائل کا رد گناہ بیرہ ہے" اور یہ احتمال اس سے بھی بعد تر ہے کہ حق اس نیاز مند کی طرف سمجھ کر قبول سے عدول ہو کر ترک صواب ترک جواب سے بدر جہا بدتر ہے۔

جناب کے فضائل ان دونوں احتمالوں کو گنجائش نہیں دیتے۔ لاجرم یہی شق متعین ہے کہ ہنوز رائے شریف متردد ہے۔ ایسی حالت میں تاخیر بے جا نہیں۔

ع نکو گوا گر دیر گوئی چہ غم۔

مگر رفع انتظار کے لئے اتنا تحریر فرما دینا ضرور تھا کہ جواب ملے گا اور اتنی مدت تک ملنے کی امید ہے۔ میں نے اخیر گزارش نامہ میں بھی یہ گزارش کر دی تھی اب سو دن کامل انتظار کر کے گزارش کرتا ہوں کہ واپسی ڈاک مژدہ میعاد جواب سے اطلاع ہو۔ یہ نیم سطر کہ جواب دیں گے، فلاں وقت تک انتظار کرو۔ لکھنے میں کچھ وقت نہیں مانگتی۔ آٹھویں دن تحریر آ سکتی ہے۔ دس دن انتظار کرونگا۔ بس و حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۹ محرم الحرام ۳۴ھ روز چہار شنبہ

(اجلی انوار الرضا ص ۲۲ مطبوعہ بریلی)

مولانا مفتی احمد بخش صادق صاحب مہتمم مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف، ڈیرہ غازی خان پاکستان

(۱)

از بریلی

۳۰ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ گرامی جناب سامی فاضل نامی ذی الفضائل و الفواضل دام بالبرکات و الجلالات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

یہ بحیہ رضیہ کہ بفضلہ تعالیٰ جناب میں مشہود ہوا۔ ابنائے زمانہ میں مفقود اور اس کا صاحب افراد نادرۂ دہر میں محدود۔ آج کل تو ہر طرف حسد، تعصب کی گرم بازاری ہے اور خواص اپنوں سے صرف اس بنا پر کہ اتاھم اللہ من فضلہ، عداوت و بیزاری، و حسبنا اللہ ونعم الوکیل

دو عنایت نامے سابق کا جواب کہ بوجہ ہجوم کار اور تراکم افکار و تعداد امور وغیرہ اعراض نہ ہوا اور جب تک کہ تکلیف انتظار ہوگی۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ عفا اللہ تعالیٰ عنی و عنکم و عن المسلمین و جعلنی و ایاکم من خدم الدین المتین و الشرع المبین و عبیدی سید المرسلین ﷺ و بارك علیہ وعلیھم اجمعین۔

"افتائے حرمین کا تازہ عطیہ" جس رسالہ عربیہ سے ملتقط تھا یعنی "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" اس کی طبع یہاں شروع ہوئی تھی۔ نصف کتاب سے ابھی کہ چھپا ہے۔ صرف دو سو ساٹھ صفحہ تک طبع ہوا ہے۔ اسی قدر بغرض ملاحظہ حاضر ہے۔ نیز رسالہ "الاجازۃ المتینہ" ورسالہ "کفل الفقیہ الفاہم" مع رسالہ "کا سر السفیہ الواہم"۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ فقیر کا فتاویٰ بارہ مجلد کتاب میں ہے۔ ہر جلد تقطیع کلاں پر پچاس جز یا زائد۔ اسکی طباعت مصارف

کثیر چاہیں۔ یہاں کے اہلسنت کو امور دینیہ کی طرف التفات بہت کم۔ بعینہ وہی حالت ہے کہ۔

کریما رابد ست اندر درم نیست
خدا وندان نعمت را کرم نیست

ایک غریب بندہ ہمت کرکے ہزار روپے مطبع کو دئے، جس سے پہلی جلد قریب نصف کے طبع ہوئی ہے۔ چار سو صفحہ تک کاپی ہوگئی ہے۔ اس میں بہت فتاوی مستقل رسائل ہو گئے ہیں، میں اسی قدر بغرض ملاحظہ حاضر کرتا مگر یہ رسالہ "اجلی الاعلام" کہ ان اوراق میں زیر طبع ہے۔ ابھی پورا طبع نہیں ہوا اور وہ اول تا آخر مسلسل علیحدہ ہے۔ لہذا اسے ناقص حاضر کرنا مناسب نہ جانا۔ جب وہ کاپی چھپ جائے، جس میں یہ تمام ہو اور ملاحظہ اجزاء کو طبع سامی چاہے اور اسکی فہرست بھی ہو تو اتنے اجزا حاضر کروں۔ جن میں اتنا چاہوں گا کہ بالاستیعاب نظر فرما کر رائے قائم فرمائیں کہ آیا اس کتاب کا پورا طبع ہونا مسلمان کے حق میں مفید ہے۔ اور انہیں اسکی تکمیل میں کوشش لازم ہے یا کیا؟ بوجہ علالت یہ نیاز نامہ لکھوا دیا ہے، جواب با صواب کا انتظار رہیگا۔ کان اللہ تعالی لنا و لکم فی الدین والآخرۃ آمین۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۳۰ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۲)

از بریلی

۲ ر ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الی الجناب الکامل النصاب الفاضل الکامل مجمع الفضائل جناب مولانا المولوی محمد احمد بخش صاحب الچشتی النوامی ادام اللہ تعالیٰ علیہ فضلہ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

فقیر نے گزارش کی تھی کہ جب فتاویٰ میں رسالہ "اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام، ۱۳۳۴ھ" چھپ جائے گا، حاضر کرے گا۔ مگر اتفاق کہ جب سے اواخر شوال تک کوئی پریس مین نہ ملا۔ چند کاپیاں اسی اوّل ہی کے باقی تھیں کہ اب چھپیں۔ لہٰذا اسی قدر (۳۸۰) تک ہی حاضر کرتا ہے۔ اس کے بعد "اجلی الاعلام" ہے اور ۵۶ کاپیاں تیار رکھی ہیں۔ بعونہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ارسال کریگا۔ "الدولۃ المکیہ" کا بقیہ ابھی یہاں طبع ہوا۔

حسب استدعا سامی اجازت نامہ "حصن حصین شریف" وکتب حدیث و سائر علوم مرسل ہے۔ اگرچہ فقیر حقیر یہاں اس قابل ہے۔ الکنز الکرام حسبان الظنون "منتخب کنز العمال" مستقل کہیں طبع نہ ہوا۔ یہی ہے جو "ہامش مسند" پر ہے۔

والسلام مع الاکرام

العبد الفقیر احمد رضا القادری عفی عنہ

دوم ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۴ھ

نوٹ: البتہ "کنز العمال" مستقل آٹھ ۸؍ جلد میں حیدرآباد مطبع دائرۃ المعارف میں چھپ گئی ہے۔ اگر مطلوب ہو، وہاں سے طلب فرمالیں۔ اب سترہ ۱۷؍ روپے قیمت ہے۔ میں نے ابتداء میں خریدی تھی جبکہ اس کے تیس ۳۰ روپے تھے۔ والسلام (منہ)

(قلمی مکتوب فراہم کردہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہور، مملوکہ راقم السطور)

(۳)

از بریلی

ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

اقول باللہ التوفیق مؤیداً لسائل الفاضل دام بالفضائل

(۱) بزاز مسند اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لیس علی من خلف الامام فان سہا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ (ف) [1] مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں۔ لاجرم نفی حکم ہے۔ کما دلت علیہ کلمۃ علی۔ تو ثابت ہوا کہ سہوئے مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا۔

(۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبی بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لایؤمن عبد قوما الاتولی ما کان علیہم فی صلاتہم [2] پر ظاہر کہ تولی ماعلیہم یونہی ہے۔ کہ علیہم نہ رہے۔ اگر مقتدی کو اپنے سہو کے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے ان سے تحمل نہیں۔ بلکہ ان پر اثقل کی تحمیل کہ بے اسکے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا۔ اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا۔

(۳) بدائع امام ملک العلماء، جلد اوّل ۱۷۵ میں ہے: المقتدی اذا سہافی صلوتہ فلا سہو علیہ [3]

(۴) محیط پھر ہندیہ جلد اوّل ۱۲۸ مصری میں ہے: لو ترک الامام سجود السہو فلا سہو علی الماموم [4]

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من سہا خلف الامام الخ دار صادر بیروت ۲/۳۵۲

(ف) سنن کبرٰی کے الفاظ یوں ہیں: ان الامام یکفی من وراءہ فان سہا الامام فعلیہ سجدتا السہو وعلی من وراءہ أیسجدوا معہ و ان سہا احد ممن خلفہ فلیس علیہ ان یسجدوا الامام یکفیہ۔

[2] معجم الکبیر للطبرانی مسند عقبہ بن عامر مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۳۲۹

[3] بدائع الصنائع فصل من یجب من یجب علیہ سجود السہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۵

[4] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی السجود نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲۸

(۵) تبیین الحقائق امام زیلعی جلد اوّل ۱۹۵: لو سلم المسبوق مع الامام ینظرفان سلم مقارنالسلام الامام اوقبله فلا سهو علیه لا نه مقتدبه و اذا سلم بعده یلزمه السهو لانه منفرد ۱

(۶) بحر الرائق جلد دوم ص ۱۰۸: المسبوق فیما یقضیه کالمنفرد کما تقدم و علیه یفرع ما اذاسلم ساهیا فان کان قبل الامام اومعه فلا سهو و ان کان بعده فعلیه کما ذکرناه ۲

ان چاروں عبارتوں میں حدیث اوّل سہو مقتدی کی مطلقاً نفی فرمائی ہے، یعنی اس کے لئے کوئی حکم نہیں کما قررناہ۔

(۷) امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الاثار جلد اوّل ص ۲۳۸: اقتدی مفترض بمتنفل میں فرماتے ہیں: اما حکمه بطریق النظر فا نا قدر اینا صلوٰة المامومین مضمضة بصلوٰة امامهم بصحتها و فساد هایوجب ذلک النظر الصحیح من ذلک انا رأینا الامام اذاسهاوجب علی من خلفه لسهوه ما وجب علیه ولوسهواهم ولم یسه لم یجب علیهم ما یجب علی الامام اذاسها ۳ امام نے لم یجب علیهم السجود نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام کو سجدہ واعادہ دونوں کو شامل۔

(۸) ذخیرہ فی الھندیہ جلد اوّل ص ۱۳۰ میں ہے: لو سها الاول بعدا الاستخلاف لا یجب سهوه شیئا ۴

(۹) کافی امام اجل حاکم شہید جس میں جمیع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح

---

۱ تبیین الحقائق باب السجو والمطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹۵
۲ بحر الرائق باب سجود السھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۰
۳ الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعا ال ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۲۸۰
۴ فتاوی ہندیہ باب الثانی عشر فی سجود السھو نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳۰

امام سرخسی جلد اول ۲۲۵ میں ہے: اذا احدث فی الامام خلال صلوته وقدسهافا ستخلف رجلا یسجد خلیفته للسهو بعد السلام وان لم یکن الامام الاول سها لزمه سجود السهو لسهو الثانی ولوسهاالامام الاول بعد الاستخلاف لایوجب سهوه شیئاً[۱]

امام سرخسی نے فرمایا لانه صارفی حکم المقتدی [۲] یہ خود محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص جلی ہے۔ جو بوجہ عدم ذکر خلاف خود امام اعظم و امام ابو یوسف سب کا نص ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان عبارات سے روشن بین سالبہ کلیہ ہے کہ مقتدی کا سہو اصلاً کسی چیز کو واجب نہیں کرتا۔ اور عام کا حکم اس کے ہر فرد میں قطعی ہوتا ہے۔ تو خود نص ائمہ ثلثہ ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سہو کے سبب ہر گز نہ سجدہ ہے، نہ اعادہ۔

(۱۰) لاجرم امام اجل طحاوی نے بعد عبارت مذکورہ صریح تر فرمایا: ثبت انا المامومین یجب علیهم حکم السهو لسهو الامام وینتفی عنهم حکم السهو بانتفائه عن الامام [۳]

(۱۱) امام جلیل شمس الائمہ سرخسی مبسوط جلد اول ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں: اللاحق فی حکم المقتدی فیما یتم و سهو المقتدی متعطل. [۴]

(۱۲) امام ملک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول ۱۷۶ میں فرماتے ہیں: المسبوق انما یتابع الامام فی سجود السهو ل فی سلامه و ان سلم فان کان عامدا تفسد صلوته و ان کان قبل ساهیا لا تفسد و لا سهو علیه لانه مقتد وسهو المقتدی باطل [۵] وہیں فرمایا: ان کلم قبل تسلیم الامام

[۱،۲] المبسوط للسرخسی باب سجود السہو دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۱

[۳] الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعاً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۰/۱

[۴] المبسوط للسرخسی باب سجود السہو دار المعرفۃ، بیروت ۲۲۹/۱

[۵] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۶/۱

او سلما معاً لا یلزمه لان سهوہ سهو المقتدی. و سهو المقتدی متعطل [1]

کیسے نصوص جلیلہ ہیں کہ یہ مقتدی کا سہو معطل ہے، باطل ہے۔ اس کا کچھ حکم نہیں۔ اگر اعادہ واجب کرے، تو یہ احکام ہی باطل معطل ہوں گے۔ نہ کہ اس کا سہو۔

(۱۳) اقول مسئلہ مسبوق نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا یہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسبوق اگر سہو امام کے ساتھ سلام پھیر دے، اس پر سجدہ سہو نہیں۔ اگر سہو مقتدی کچھ مؤثر ہوتا، تو واجب تھا کہ مسبوق پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی فائت رکعت یا رکعات پوری کر کے اخیر میں بجا لاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی، نہ قلب موضوع۔ مگر تصریح کرتے ہیں کہ اس پر سے یہ سہو بوجہ اقتدا، ساقط ہے۔ تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں۔ ورنہ باوصف امکان جابر ترک جابر قصداً کرائیں، پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے، کہ عذر صحیح بلا ترک جابر گناہ ہے۔ متون میں ہے۔ تجب سجدتان اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی۔

(۱۴) فان قلت: انما لا یسجد بعد قضاء ما فاته لانهما صلوتان حکما و ان اتحدت التحریمة و سهو صلوته لا یسجد له فی اخری. قال فی البدائع ص ۱۷۶ فان قیل ینبغی ان لا یسجد المسبوق مع الامام لانه ربما یسه فیما یقضی فیلزمه السجود ایضاً فیودی الی التکرار و انه غیر مشروع فالجواب ان التکرار فی صلوة واحد غیر مشروع وهما صلوتان حکما و ان کانت التحریمة واحدة لان المسبوق فیما کالمنفرد ونظیرة المقیم اذا اقتدی بالمسافر فسها الامام یتابعه المقیم فی السهو و ان کان المقتدی ربما یسه فی اتماصلوته ۱۵ [2] وفی الکافی شرح الوافی للامام السفی الورقة ۸۵: فیمن قعد للرابعه ثم صلی خامسة ساهیا فضم سادسة ما نصه لا یسجد للسهو قیا سا لان هذا سهو وقع الفراض و قد انتقل منه الی النفل

---

[1] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۶

[2] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السہو ایم ایچ سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۶

من سہا عن صلوٰۃ لا یسجد لہ فی صلوٰۃ اخریٰ اھ[۱]

اقول: ھما کصلوٰۃ واحدۃ فی حق الجبر لا تحاد التحریمۃ الاتری الی

ما قالہ فی الکافی متصلا بالعبارۃ المذکورۃ و یسجد للسہو استحساناً لا ر

النقصان دخل فی فرضہ عند محمد بترک السلام الذی ہو واجب

وھذا النفل بناء علی التحریمۃ الاولیٰ فیجعل فی حق و جوب السہو

کانہا صلوٰۃ واحدۃ کمن صلی ستۃ رکعات تطوعا بتسلیمۃ و سہا فی

الشفع الاول یسجدللسہو فی آخر الصلواۃ و ان کان کل شفع صلوٰۃ

علیٰ حدۃ اھ[۲]

فاذا کان: ھذا فی صلوتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیۃ و

تنفلا فلان یکون فی اجراء صلوٰۃ واحدۃ اولی و ان اختلفت اقتداء و

انفراداً و یقطع النزاع مانص علیہ ان المسبوق ان لم یسجد لسہو الامام

مع الامام یجب علیہ ان یسجد لہ فی آخر ما یقضیہ قال فی البدائع ص

۱۷۶: ولو قام المسبوق الیٰ قضاء ما سبق بہ و لم یتابع الامام فی السہو

سجد فی آخر صلاتہ فان السبوق یبنیٰ ما یقضی الی تلک التحریمۃ

فجعل الکل کانہا صلوٰۃ واحدۃ لا تحاد التحریمۃ و اذا کان الکل صلوٰۃ

وحدۃ وقد تمکن فیہا النقصان لسہو الامام لم یجز ذٰلک بالسجدتین

فوجب جبرۃ الخ[۳] فاذا کان ھذا علیہ بسہو امامہ فلو کان لسہو نفسہ

حالۃ الاقتداء حکم لوجب علیہ ان یسجد لہ فی آخر صلوتہ لکن نص

اقاطبۃ انہ لیس علیہ فثبت با جماعہم. ان سہو المقتدی لاحکم لہ

(۱۵) یہیں سے روشن ہوا کہ بحث نہر اصلاً قابل التفات نہیں۔ اگر چہ سید

[۱و۲] کافی شرح وافی ص ۸۵

[۳] بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷۶

السعود نے اس کا اتباع کیا۔ اور علامہ شامی نے رد المحتار و منحۃ الخالق میں اسے مقرر رکھا۔ حدیث ہی کے مقابل انکی بحث معتبر نہ ہوتی۔ طحطاوی علی الدر المختار جلد اوّل ص ۱۸۱ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب میں ہے: في البخاری انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال صلوا قبل المغرب ركعتين وهو امر ندب و منع صاحب النهر لا يظهر لو جود الدليل المروى في الصحيح[1] اسی طرف علامہ نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اس مسئلہ وائرہ ص ۳۰۳ میں اشارہ کیا ہے۔ کلام نہر نقل کر کے فرمایا: وقد علمت مفاد الحديث افاده بعض الفاضل[2] بلکہ ہم ثابت کر چکے کہ نص صریح امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اطباق جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے۔ تو مقتضیٰ کلام مہم نہیں، بلکہ نقیض کلام مہم ہے۔ هكذا ينبغي التحقيق و الله تعالىٰ ولى التوفيق و الحمد لله رب العالمين[3]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۸/۳۰۳ تا ۲۱۰)

(۴)

از بریلی

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد و الکرم والفضل الاتم اکرمہ المولیٰ تعالیٰ و تکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسئلہ کا جواب جب ہی لکھ کر تونسہ شریف کے پتے سے اواخر ذی القعدہ میں بھیج

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار — کتاب الصلوٰۃ — دار المعرفۃ بیروت — ۱/۱۸۱

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح — باب سجود السہو — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۲۵۲

[3] نوٹ: یہ تحریر خطی صورت میں میری تحویل میں ہے۔ (شمس مصباحی)

دیا گیا۔ جسے ڈیڑھ مہینہ ہوا۔ فقیر کے مجموعہ فتاویٰ میں تاریخ جواب ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ ہے۔ بارہا خیال ہوا کہ اب تک رسید نہ آئی۔ جناب سے استفسار کروں۔ مگر شدت ہجوم کار سے نہ لکھ سکا۔ آج عنایت نامہ سے اس کا نہ پہنچنا معلوم ہوا۔ استرجاع کیا اب مجرد جواب کی نقل کرا کر بیرنگ روانہ کریگا انشاء اللہ۔

فقیر نے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا۔ کہ جلد اول فتاویٰ طبع ہو گئی۔ جناب کے پاس جتنے اجزاء پہونچے ہوئے ہیں۔ وہ فقیر کی طرف سے ہدیۃً تھے۔ باقی اجزاء ص ۸۸۰ تک یہ پتہ دیکر کہ فلاں صفحہ سے مطلوب ہے۔ مطبع سے طلب فرما لیجئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(قلمی مکتوب مرسلہ علامہ شرف قادری لاہور مملوکہ راقم السطور)

(۵)

از بریلی

۴ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ

بملاحظہ مولانا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد الاکرم جمیل الشیم اکرمکم الاکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

جس دن وہ کارڈ حاضر کیا ہوں۔ اس کے تیسرے یا شاید چوتھے روز فتاویٰ کی نقل بیرنگ لفافہ میں بھیج چکا ہوں۔ میں نے اسی میں بسند صحیح دلیلوں اور خود ظاہر الروایہ میں امام محمد کی تصریح سے ثابت کیا ہے کہ مقتدی پر اپنے سہو کے باعث نہ سجدہ ہے نہ اعادہ، سہو مقتدی اصلاً کوئی حکم نہیں رکھتا۔ لغو و معطل ہے۔

اب فرمایئے بیرنگ بھی نہ پہونچا، نہ یہاں واپس آیا۔ تو کس ذریعہ سے بھیجوں جب بیرنگ رسید لے لیا۔ تو رجسٹری کا لے لینا بہت سہل ہے۔ یوں ہو کہ کسی دوسرے معتمد

نام فرما دیجئے کہ اب سہ بارہ اسی پتے سے بھیجوں۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(نوٹ: قلمی مکتوب مرسلہ علامہ شرف قادری لاہور مملوکہ راقم السطور)

(۶)

از بریلی

۱۱ر ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

بملاحظہ مولینا المکرم ذی المجد الاتم والفضل الاعم دام بالکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

لطف نامہ اشعار طریقہ ویلو کی تشریف آوری پر میں نے فوراً نیاز نامہ لکھا کہ ''الدولۃ المکیہ'' اور ''چابک لیث'' کا بقیہ ابھی نہ چھپا۔ بقیہ جلد اول فتاویٰ کی نسبت صاحب مطبع کو لکھتا ہوں کہ اس ویلو میں مسئلہ بھیج دیں۔ اور مسئلہ سہ بارہ نقل کرا کر انہیں دیدیا۔ اس بار وثوق تھا کہ بعونہ تعالیٰ ضرور پہونچے گا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ رسید آئی ہوگی۔ کہ پھر عنایت نامہ مشعر عدم وصول آیا۔ مشیت مشیت مشیت۔

اب یا تو صاحب مطبع کو جلد میں اس کا رکھنا یاد نہ رہا، وہ بعد جمعہ ملے۔ تو ان سے دریافت کرونگا۔ یا بیچ میں کسی ایسی جگہ رکھ دیا۔ جس تک خیال سامی نہ پہنچا۔ جلد میں تلاش فرمائیں۔ اگر نہ ملے، تو بار چہارم مکرر ارسال کروں۔ وحسبنا ربنا ونعم الوکیل۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری

غرۂ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ء

اس بار نہ پہنچا تو اب صورت یہی باقی ہے کہ خود مسئلہ ویلو کیا جائے۔

والسلام یوم الجمعہ المبارکہ

(قلمی مکتوب مرسلہ علامہ شرف قادری لاہور مملوکہ راقم السطور)

(۷)

از بریلی

۱۹ر جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

بسامی ملاحظہ مولینا المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم جناب مولینا مولوی احمد بخش صاحب دامت فیوضکم القدسیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

فقیر دعا گو کو ان ایام میں رد وہابیہ میں پانچ رسائل لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ چار بفضلہ عزوجل پورے ہو گئے۔ پانچواں لکھ رہا ہوں۔ انکی شدت ضرورت کے باعث کثیر استفتاء تعویق میں ہیں۔ فضل سے امید ہے کہ اسی ہفتے میں انکی تکمیل ہو جائے۔

تاخیر عریضہ ضروری ہوئی۔ اس کی معافی اور دعاء عفو وعافیت کا خواہاں ہوں۔ حاشا کہ مسائل سامیہ کو باعث تکلیف خیال کروں' ایسا خیال آتے سے جو تکلیف خاطر سامی کو ہوئی اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ یہ مشت استخواں ادھر کس مصرف کا کہ سوال مسائل دینیہ کو تکلیف جانے؟ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۹ر جمادی الاولی یوم الجمعہ المبارکہ ۱۳۳۷ھ

(قلمی مکتوب مرسلہ علامہ شرف قادری لاہور مملوکہ راقم السطور)

(۸)

از بریلی

۲۱ر ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

جناب مولینا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد والکرم دامت مکارمہٗ

اس مسئلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وہ جو فقیر کو کتب معتمدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہوا یہ ہے کہ صورت ثانی میں ان مردوزن کا قتل محض حرام ہے۔ فقط آنے جانے اٹھنے بیٹھنے کی

سزا شریعت نے بھی قتل نہ رکھی، نہ اس قدر خلوت کو مستلزم اور حق یہ ہے کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں، بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں کل ذلک معلوم من الشرع بلا خفاء

لا جرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورت اولیٰ میں بھی حکم مطلق نہیں۔ بلکہ واجب کہ پہلے زجر و ضرب و قہر کریں۔ اگر جدا ہو جائیں تو اب عامہ کو اس کا قتل حرام ہے۔ ہاں! شہادات اربع گزریں۔ یا مروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار، تو ان میں جو محصن ہو سلطان اسے رجم فرمائے گا۔ نہایہ امام سغانی پھر عالمگیری میں ہے: سئل الهندوانی رحمه الله تعالی عن رجل وجد مع امراته رجلا ایحل له قتله قال ان کان یعلم انه ینزجر عن الزنا بالصیاح و الضرب بما دون السلاح لا یحل و ان علم انه لا ینزجر الابا لقتل حل له القتل و ان طاعته المراة حل له قتلها ایضا۔ کذا فی النهایه۔[۱]

اور اگر نہ مانیں، تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقاً اور عورت کو بھی اگر مکرمہ نہ ہو صرف عین حالت اشتغال میں، نہ بعد اس سے فراغ کے قتل ازالہ منکر ہے اور اس کے لئے سلطان ہونا شرط نہیں۔ قال ﷺ: من رای منکم منکر افلیغیر بیده الحدیث[۲] بحر الرائق پھر ہندیہ میں ہے: قالو الکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصية اما بعد المباشرة فليس ذلک لغير الحاكم. قال فی القنیة: راء غيره علی فاحشة موجبة للتعزیر معزرة بغیر اذن المحتسب فللمحتسب ان یعزر المعزر ان عزره بعد الفراغ منها۔[۳]

۱۔ فتاویٰ ہندیہ	فصل فی التعزیر	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۶۷/۲
۲۔ صحیح مسلم	کتاب الایمان	قدیمی کتب خانہ کراچی	۵۱/۱
۳۔ فتاویٰ ہندیہ	فصل فی التعزیر	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۶۷/۲

مگر! یہ امر فیما بینہ و بین اللہ ہے۔ حاکم نہ مانے گا اور جب تک بینہ عادلہ سے ثبوت نہ دے، اسے قتل کریگا۔ یا اگر مقتول معروف و مشہور بخباثت و شرور و عادت زنا و فجور ہے۔ قاتل سے اس کا خون بہا لے گا۔ درمختار میں ہے: الاصل ان کل شخص راء مسلما یزنی ان یحل له قتله و انما فیمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی۔[1]

ردالمحتار میں ہے: عزاه بعضهم ایضاً الی جامع الفتاویٰ وحدود البزازیة و حاصله انه یحل دیا نة لا قضاء فلا یصدقه القاضی الا ببینة والظاهر انه یاتی هنا لتفصیل المذکور فی السرقة و هو ما فی البزازیه و غیرها ا ن لم یکن لصاحب الداربینه فان لم یکن المتول معروفا بالشر والسرقة قتل صاحب الدار قصا صا و ان کان متهما به فکذلک قیاسا وفی الاستحسان تجب الدیة فی ماله لورثة المقتول لان دلالة الحال اورثت شبهة فی القصاص لا فی الحال۔[2]

یہ ہے وہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا۔ ربما، وها اذکر لکم ما فی الدر المختار وما عارضه به فی رد المحتار وما تکلمت علیه فی جد الممتار لیتجلی الامر جلاء النهار وما تو فیقی الا با لعزیز الغفار (قال فی تنویرا لابصار والدر المختار (ویکون) التعزیر (با لقتل کمن وجد رجلا امراة لا تحل له) ولو اکرهها فلها قتله و دمه هدا کذا الغلام وهبا نیة (ان کان یعلم انه لا ینزجر بصیاح و ضرب بما دون السلاح والا) بان علم انه ینزجر بما ذکر (لا) یکون با لقتل (و ان کانت المراة مطاوعةقتل هما) کذا اعزاه الزیلعی للهندو انی ثم قال (و) فی منیة

[1] درمختار | باب التعزیر | مطبع مجتبائی | دہلی | ۳۲۶/۱
[2] ردالمحتار | باب التعزیر | احیاء التراث العربی | بیروت | ۱۸۰/۳

المفتی (لو کان مع امراته و هو یزنی بها او مع محرمه و هما مطاوعان قتلهما جمیعا) اھ[1]

و اقره فی الدر و قال فی البحر و مفاده الفرق بین الاجنبیة و الزوجة و المحرم مع الاجنبیة لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور و فی غیرها یحل (مطلقاً) اھ ورده فی النحر بما فی البزازیة و غیرها من التسویة بین الاجنبیة و غیرها و یدل علیه تنکیر الهندو انی للمراة نعم ما فی المنیة مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامهم و لذجزم فی الوهبانیة بالشرط المذکور مطلقا و هو الحق بلا شرط احصان لانه لیس من الحد بل من الامر بالمعروف و فی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انه یحل له قتله و انما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی اھ

و کتبت علیه فی جد الممتار قوله و فی غیرها یحل اقول: المقصود ازالة المنکر و مهما حصل بغیر القتل تعین ذلک الغیر و لیست السیاسة لغیر الامام و القتل فی الزوجة و المحرم دون الاجنبیة لا یکون الا انتصاره لنفسه فازالة المنکر لله عزوجل و لا فرق فیه بین الاجنبیة و غیرها فالکل اماء الله تعالی علی السواء و فی حدیث سعد بن عبادة رضی الله تعالی عنه و لنهی النبی ﷺ ایاه عن القتل فالحق عندی التسویة بین النساء و التقیید لعدم الانزجار بغیر قتل مطلقا کما مشی علیه الشارح المدقق متابعا للعلامة المدقق عمر و بن نجیم رحمهم الله تعالی

قوله و یدل علیه تنکیر الهند و انی للمرأة اقول بل هو نص جوابه فانه انما سئل عمن و جد مع امرأته رجلا کما فی الهندیة عن النهایة فشمل الحکم المحارم بدلالة المساواة و الاجنبیة بدلالة الاولویة فی التنکیر من الناقلین عنه ما معنی[2] اھ ما کتبت علیه.

و قال فی ردالمحتار قوله (مع امرأة) ظاهره ان المراد الخلوة بها و ان لم

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۶/۱

[2] جدالممتار علی ردالمحتار

یرمیه فعلا قبیحا کما یدل علیه ما یأتی عن منیة المفتی کما تعرفه فا فهم (قوله فلها قتله) ای ان لم یمکنها التخلص منه بصیاح او ضرب والالم تکن مکروهة فالشرط الآتی معتبر هنا ایضا کما هو ظاهر ثم رأیته فی کراهة شرح الوهبانیة و نصه لو استکره رجل امرأة لها قتله و کذا الغلام ان قتله فدمه هدر اذا لم یستطع منعه الا بالقتل اه فافهم قوله (ان کان یعلم) شرط للقتل الذی تضمنه قوله کمن و جدر جلا قوله (و مفاده الخ) توفیق بین العبارتین حیث اشترط فی الاولی العلم بانه لا ینزجر بغیر القتل ولم یشترط فی الثانیة فوفق بحمل الاولی علی الاجنبیة والثانیة علی غیرها و هذا بناء علی ان المراد بقوله فی الاولی مع امرأة ای یزنی بها وما یأتی الکلام علیه قوله (مطلقا) زاد المصنف علی عبارة المنیة متابعة لشیخه صاحب البحر قوله بما فی البزازیة و غیرها ای کا لخانیة ففیها لو رأی رجلا یزنی با مرأته او امرأة اخروهو محصن فصاح به فلم یهرب ولم یمتنع عن الزنا حل له قتله ولا قصاص علیه اه قوله(فیحمل علی المقید) ای یحمل قول المنیة قتلهما جمیعا علی ما اذا علم عدم الانزجار بصیاح او ضرب قلت و قد ظهر لی فی التوفیق وجه اخرو هو ان الشرط المذکور انما هو فیما اذ وجدر جلا مع المرأة لا تحل له قبل ان یزنی بها فهذا لا یحل قتله اذا علم انه ینزجر بغیر القتل سواء کانت اجنبیة عن الواجد او زوجة له او محرما منه اما اذا وجده یزنی بها فله قتله مطلقا و لذا قید فی المنیة بقوله وهو یزنی واطلق قوله قتلهما جمیعا و علیه فقول الخانیة الذی قدمناه انفا فصاح به غیر قید، و یدل علیه ایضا عبارة المجتبی الاتیة، ثم رأیت فی جنایات الحاوی الزاهدی ما یؤیده ایضا حیث قال رجل رأی رجلا مع امرأته یزنی بها او یقبلها او

یضمها الیٰ نفسه وهی مطاوعة فقتله او قتلهما لا ضمان علیه ولا یحرم من میراثها ان اثبته بالبینة او بالاقرار، ولو رأی رجلا مع امرأته فی مفازة خالیة اوراه مع محار مه هکذا ولم یرمنه الزنا و دواعیه قال بعض المشائخ حل قتلهما و قال بعضهم لا یحل حتی یریٰ منه العمل ای الزنا ودعاویه و مثله فی خزانة الفتاویٰ اه وفی سرقة البزازیة لورأی فی منزله رجلا مع اهله او جاره یفجر و خاف ان اخذه ان یقهره فهو فی سعة من قتلولو کانت مطاوعة له قتلهما فهذا صریح فی ان الفرق من حیث رؤیة الزنا و عدمها تامل، قوله (مطلقاً) ای بلا فرق بین اجنبیة و غیرها قوله (وهو الحق) مفهومه ان مقابله باطل، و لم یظهر من کلامه ما یقتضی بطلانه، بل مانقله بعده عن المجتبیٰ یفید صحته و قد علمت مما قررناه ما یتفق به کلامهم واما کون ذلک من الامر بالمعروف لا من الحد فلا یقتضی اشتراط العلم بعدم الا نزجار تأمل، قوله (بلا شرط احصان) رد علی ما فی الخانیة من قوله وهو محصن کما قد مناه، و جزم به الطر طوسی قال فی النهرورده ابن وهبان بانه لیس من الحدبل من الامر بالمعروف و النهی عن المنکروهو حسن فان هذا المنکر حیث تعین القتل طریقا فی ازالته فلا معنی لا شتراط الاحصان فیه و لذا اطلقه البزازی اه قلت و یدل علیه ان الحد لا یلیه الا الامام۔

وکتبت علیه فی جدالممتار قوله کما یدل علیه ما یأتی عن منیة المفتی ای فانه لما اطلق فیها الحکم با لقتل عن قید عدم الانز جار قید معیة المرأة بالزنا وههنا الحکم مقید بعدم الانز جار فتکون المعیة مقیدا بعدم الزنا کیلا یتعار ضا اقول ولا یخفیٰ علیک ما فی هذه الدلالة من البعد والنظر الی الخارج و ابداء جمع بینه و بین کلام اخرلیس منه دلالة هذا الکلام فی شئی لا سیما و ذلک الجمع غیر متبین ولا متعین لا نتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل المطلق علیٰ المقید ثم انما مناه علی ما سبق الیٰ خاطره رحمه الله من التوفیق الآتی له و سیأتیک الکلام علیه و لیس الامر کما ظن

ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۷۸-۱۷۹

بل اصل المسئلة للامام الفقيه الهندو انى سئل عن رجل وجد مع امرأته رجلا أيحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزنا با لصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل و ان علم انه لا ينزجر الا بالقتل حل له القتل و ان طاعته المرأة حل له قتلها ايضا اه هندية عن النهاية و عنه اخذ فى منية المفتى فعبر عنه بما ترىٰ و ستحقق انه لا يحل القتل فى الدواعى كالمس و التقبيل و العناق فكيف بمجرد الخلوة ولا اعلم له رحمه الله تعالىٰ سلفافيه و كيف يحل الاجتراء علىٰ قتل مسلم با ستظهار بعيد تفرد به عالم فى هذا الزمان من دون سلف ولا برهان بل علىٰ خلاف اصول الشرع المزدان و قضية نصوص ائمة الشان حتىٰ نفس هذا الرفيع المكان كما ستعرف بعون المستعان.

قوله اذا لم يستطع منعه الا بالقتل اقول هذا ايضا نص فى امتناع القتل اذا يمكن المنع بغيره خلافا لما اثر تم وقولكم و الالم تكن مكرهة لا اثر له لان غاية المطاوعة ان تكون مرتكبة لعين المنكر وهذا القتل من ازالة المنكر و مرتكب منكر لا ينهى عن نهيه غيره منه لانه مامور بشيئين الامتناع والمنع فان فوت احد هما لا يسقط عنه الآخر و ارتكاب احد معصية لا تبيح له معصية اخرىٰ بل هذا القتل فى حق المرأة نهي و انتهاء معا فكانت اولى با باحه و ظهر ان التصوير بالاكراه صدروفاقاً

قوله و ياتى الكلام عليه اقول و ياتى الكلام عليه قوله فله قتله مطلاقا اقول و انما القصد ازالة المنكر فاذا حصل با لا دنى تعين كما افاده الامام الفقيه ابو جعفر و اعتمده المعتمدون و تقدم عن شرح الوهبانية و سينقله المحشى عن ابن وهبان و سيمشى عليه بنفسه قوله و يدل عليه عبارة المجتبىٰ الآتية، اى شرحا حيث اطلق فى الزنا ان له القتل و لم يقيد بشئى اقول و فيه ما ذكر الشارح ان المطلق يحمل على المقيد و كيف يرد اطلاق المجتبىٰ على تقييد المعتمدات و حمل المطلق على المقيد جادة و اضحة بخلاف الغاء القيد.

قول فى الحاوى الزاهدى ما يؤيده ايضا اقول بل يخالفه فانه جعل له القتل

مطلقا فی الدواعی و انتم تخصصونه بالزناء قوله او یقبلها الخ اقول لم یشرع اللہ تعالی فی الدواعی القتل و لیست السیاسۃ لغیر الامام بل لیست الدواعی الا الصغائر و لیس القتل سیاسۃ للامام ایضا الا فی جنایۃ عظمت وفحشت کما مر قبیل باب وطئ یوجب الحدان اللوطی و السارق و الخناق اذا تکرر منھم ذلک حل قتلھم سیاسۃً اہ فلم یکتف فی تلک العظائم ایضا بمجرد صدو رھا بل قید حل القتل بتکررھا و سیاتی ان الشارح اطلق اباحۃ القتل فی جمیع الکبائر فقیدہ المحشی بما کان منھا متعدی الضرر وھو الحق الواضح ان شاء اللہ تعالیٰ ولم ینقل عن السلف قتل کل من اتیٰ کبیرۃ فضلا عن الصغیرۃ ولو اسع القتل فی الصغائر و جعل ذلک الی العامۃ لا تسع الخرق و فشا القتل فی المسلمین و العیاذ باللہ تعالیٰ فای یوم لاتری جھلا من الناس علیٰ شئی من الصغائر فقتل کل من تراہ و ھذا لیس من حکم اللہ فی شئی فلاشک ان ما فی الحاوی مردود و اللہ الموفق کیف و ھو من الزاھدی المعتزلی المعروف بجمع کل غث و سمین الغیر الموثوق بنقلہ ایضا الغیرا لمعتمد علیہ فی روایۃ ولا درایۃ کما صرح بہ ارباب الدرایۃ۔

قولہ فھذا صریح اقول ای صراحۃ فیہ بل تقییدہ بالخوف المذکور بما یؤید التقیید السابق فان مثل التمرد لا ینزجر بالزجر قولہ یفید صحۃ اقول قدمنا ما فیہ قولہ قد علمت مما قررناہ قول قد علمت ما فیہ قولہ فلا یقتضی اشتراط العلم اقول بلیٰ یقتضیہ لان مراد الشارع ازالۃ المنکرات المظلمۃ لا اھلاک النفوس المسلمۃ فاذا حصلت بدونہ و جب قصر الید عنہ قولہ حیث تعین القتل طریقاً۔

اقول ھذا ایضا نص فی اشتراط القید المذکور و قد عاد المحشی رحمہ اللہ تعلیٰ بنفسہ الی الصواب اذ قال وعلی قول الشرح و علیٰ ھذا القیاس المکابر بالظلم و قطاع الطریق و صاحب المکس و جمیع الظلمۃ بادنیٰ شئی لہ قیمۃ و جمیع الکبائر والا عونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل و یعاب قاتلھم اہ نصہ قولہ والا

عونة والسعادة عطف تفسير او عطف خاص على عام فيشمل كل من كان من اهل الفساد كالساحرو قاطع الطريق واللص و اللوطى والخناق نحو هم ممن عم ضرره ولا ينزجر بغير القتل اه فقد اذعن با لتقييد و هو الحق السديد و ليس الزنا بالفحش من هاتيك الافاعيل فما صرح به الائمة فعليه الاعتماد والتعويل ا هذا ما كتبت عليه[1] فانظره متأملا متدبرا و الحمد لله اولاً و آخراً.

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ مطبع لاہور ۱۳/ ۶۲۹ تا ۶۴۴

(۹)

از بھوالی، نینی تال

۲۱/ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

بملاحظہ مولینا المکرم ذی المجد الاتم و الفضل والکرم دامت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

نامی نامہ بریلی سے واپس ہو کر یہاں آیا۔ فقیر بارہ ربیع الاول شریف کی مجلس مبارک پڑھ کر شام سے سخت علیل ہوا کہ ایسا مرض کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ لکھوا دیا۔ بارے بحمدہ تعالیٰ مولیٰ عزوجل نے شفا بخشی۔ ولہ الحمد، اسی دوران میں آپ کا قصیدہ حمیدہ نعتیہ آیا تھا۔ مجھ میں دیکھنے کی قوت کہاں تھی۔ وہ کاغذات میں مل گیا اور مہینوں گم رہا۔ مجھے زیادہ ندامت اس کی تھی کہ جناب نے تحریر فرمایا تھا کہ اس کا مثنیٰ یہاں نہیں۔ مگر الحمد للہ مہینوں کے بعد مل گیا۔ زوال مرض کو مہینے گزرے۔ مگر جو ضعف شدید اس سے پیدا ہوا تھا، اب تک

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار

بدستور ہے۔ فرض و وتر اور صبح کی سنتیں بوقت عصا کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں، باقی سنتیں بیٹھ کر۔ مسجد بحمدہٖ میرے دروازے سے دس بارہ قدم ہے۔ وہاں تک چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر لے جاتے اور لاتے اور باقی امراض کہ کئی برس سے کاللازم ہیں، بدستور ہیں، کبھی ترقی کبھی تنزلی۔

والحمد لله علیٰ کل حال واعوذ بالله من حال اهل النار . حاش لله استغفر الله، معاذ الله یہ بطور شکایت نہیں بلکہ صرف معذرت کے لئے اظہار واقفیت، اس کی وجہ کریم کو حمد ابدی ہے۔ بعزتہ و جلالہ سر سے پاؤں تک ایک ایک رونگٹے پر کروروں بے شمار نعمتیں ہیں۔ لاکھوں بے حساب عافیتیں ہیں۔ ولہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی ملأالسماوات وملأ الارض وملأ ما شاء من شی بعد والحمد لله رب العٰلمین.

ان حالات میں شدت گرما سے گھبرا کر رمضان شریف کرنے اور گرمیاں گزارنے ۲۹ شعبان سے یہاں پہاڑ پر آیا۔ طالب دعا ہوں۔ یہ کمزوری، یہ قوت ضعف، یہ علالتیں، پھر میری تنہائی اور اس پر اعدائے دین کا چاروں طرف سے نرغہ۔ اس کی پھر اس کے حبیب ﷺ کی مدد ہے۔ کہ برابر دفع اعدائے دین و دشمنان اسلام میں وقت صرف ہوتا ہے۔ تقبل المولی بکرمه وله الحمد علیٰ نعمه. یہاں آکر بھی پانچ رسالے ردخبثاء میں تصنیف ہو چکے ہیں اور چھٹا زیر تصنیف ہے۔

یہ سوال کہ جناب نے فرمایا مدت ہوئی۔ اس کے جواب میں بھی ایک مستقل رسالہ "القمع المبین لآمال المکذبین" تصنیف کر چکا ہوں۔ جو میرے رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" کے آخر میں طبع ہونا شروع ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ ابتک پورا نہ چھپا۔ میں مطبع کو لکھتا ہوں کہ وہ جس قدر بھی چھپا ہے، حاضر خدمت کرے۔ اجمالاً یہاں بھی دو حرف گزارش کروں کہ جناب جیسے فاضل کامل کے لئے بعونہ

عزوجل کافی و وافی ہوں گے۔ ان عبارتوں کے جواب کو ارباب دین و انصاف کے لئے بحمدہ تعالیٰ ایک نکتہ بس ہے۔

عقیدہ وہ ہوتا ہے۔ جو متون یا تراجم ابواب و فصول یا فہرست و فذلک عقائد میں لکھتے ہیں۔ وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے۔ وہی خود ان علماء کا دین معتقد ہوتا ہے۔ ہنگام ذکر دلائل و ابحاث و مناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں۔ اس پر نہ اعتماد ہے، نہ خود ان کا اعتقاد ہے۔ اور تو اور خود سب سے اعلیٰ و اجلیٰ مسئلہ توحید میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس کلام محدث میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کئے ہیں۔ دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھئے۔ خود برہان قطعی یقینی ایمانی قرآنی (لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا)[1] پر کیا کچھ شور و شغب نہ ہوا۔ حتی کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا۔ جس پر نوبت کہاں تک پہونچی۔ کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں۔ یا اس میں کچھ شک ہے؟ نہیں! یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث و مباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں۔ جو گمراہوں کے لئے باعثِ ضلال و دستاویز اضلال ہو جاتی ہیں۔

اور صاحب متانت و استقامت جانتے ہیں۔ کہ: ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون۔[2] ولھذا ائمہ دین و کبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے۔ یہاں تک کہ سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: من طلب العلم بالکلام تزندق۔[3] فقہائے کرام نے فرمایا: جو وصیت علماء کے لئے کی جائے، متکلمین اس سے کچھ حصہ نہ پائیں گے۔ میں نے "القمع

---

۱ القرآن الکریم ۲۲/۲۱

۲ القرآن الکریم ۵۸/۴۳

۳ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر عن ابی یوسف مصطفی البابی، مصر ص ۴

المبین'' میں متعدد نظائر اس کے ذکر کیے ہیں کہ ایمان و عقیدہ کچھ ہے اور بحث و مباحثہ میں کچھ کا کچھ حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں۔ مولوی نے حاشیہ خیالی میں خود خیالی سے کیسا ناپاک خیال نقل کیا اور خود اسے مسلم و مقرر رکھا کہ باری عزوجل کا علم متناہی ہے۔ ان للہ وانا الیہ راجعون!

یہ صریح ناقض ایمان ہے۔ علامہ سید شریف قدس سرہ کے استاذ سید مبارک شاہ نے شرح ''حکمۃ العین'' میں لکھ دیا کہ وہ جب صرف اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا، اپنے تعین و تشخص میں دوسرے کا محتاج ہو، تو کیا حرج ہے۔ کیا یہ دین ہے؟ کیا یہ اسلام ہے؟ کلا واللہ اور اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اس کے تعین و وجود تو ایک ہی ہیں۔ کہ اس کے ذات کریم کے عین ہیں۔ معاذ اللہ تعین میں محتاج ہوا تو نفس وجود میں محتاج غیر ہوا، پھر واجب الوجود کیسے رہا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ حضرات خود بھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقائد معلوم متعین ہو چکے۔ ابحاث و مشاجرات وغیرھا میں جو کچھ ہم لکھیں اس پر اعتماد نہ کرو۔ عقیدہ سے مطابقت دیکھ لو اگر الذین فی قلوبھم زیغ [1] اسے بگڑیں، یبتغون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ۔ [2] پر اڑیں۔ تو یہ انکی بد نصیبی اور بے ایمانی۔

شرح مقاصد میں فرمایا: کثیرا ما نتورد الاراء الباطلۃ من غیر تعرض لبیان البطلان الا فیما یحتاج الی زیادہ بیان۔ [4] اسی طرح حسن چلپی علی شرح المواقف میں ہے: انما لا نتعرض لا مثالہ للاعتماد علی معرفتک بھا فی

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۵۶
[2] القرآن الکریم ۳/۷
[3] القرآن الکریم ۳/۷
[4] شرح المقاصد المقصد الثالث النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۲۲

موضعھا [1]۔ خود مواقف میں فرمایا: علیک برعایة قواعد اھل الحق فی جمیع المباحث وان لم یصرح بھا [2]۔ فتح القدیر ونہر الفائق و در مختار کتاب النکاح میں ہے: الحق عدم تکفیر اھل القبلة و ان وقع الزاما فی المباحث [3]۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے "تحفۂ اثنا عشریہ" میں تصریح کی کہ جو کچھ اس میں کہوں، میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔ میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر لے جاتے ہیں، جانا پڑتا ہے۔ بالجملہ مباحث کلام و مناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ محل بیان عقائد میں جو لکھا ہے، وہ عقیدہ ہے یا جس پر صراحتا اجماع ملت بتایا جائے یا اسے تصریحا عقیدہ اہلسنت کہا جائے یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے۔ ایسے مواقع پر ملاحظہ فرمائے کتب مذکور میں کیا لکھا ہے۔

شرح مقاصد میں ہے: طریقة اھل السنة ان العالم حادث و الصانع قدیم متصف بصفات قدیمة لیست عینه ولا غیره و واحد لا سبة ولا ضد ولا ند ولا نھایة لا ولا صورة ولا حد ولا یحل فی شئی ولا یقوم به حادث ولا یصح علیه الحرکة والانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا النقص و انه یری فی الآخرہ [4]

اسی میں ہے: الکذب محال اما اولا فباجماع العلماء واما ثانیا فبما تواتر من اخبار الانبیاء علیھم الصلوة والسلام و اما ثالثا فلان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالی محال [5] الخ۔ مواقف و

---

[1] المواقف مع شرح المواقف القسم الاول فی الالوان المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۳۳۳/۵
[2] شرح المواقف " " " " ۳۳۳/۵
[3] در مختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی، دہلی ۱۸۹/۱
[4] شرح المقاصد المبحث الثانی من کم المومن الخ دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۲۷۰/۲
[5] شرح المقاصد المبحث السادس فی انه متکلم دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۱۰۴/۲

شرح مواقف میں ہے: (تفریع علی) ثبوۃ (الکلام) للہ تعالیٰ وھو انہ (یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عندنا فلثلثۃ اوجہ للاول انہ نقص و النقص علی اللہ تعالیٰ محال) اجماعاً۔[1]

انہیں میں آخر کتاب فذلکۂ عقائد اہلسنت میں ہے: الفرق الناجیۃ اھل السنۃ والجماعۃ فقد اجمعوا علیٰ حدوث العالم و وجود الباری تعالیٰ و انہ لا خالق سواہ و انہ قدیم لیس فی حیز ولا جھۃ ولا یصح علیہ الحرکۃ والانتقال ولا الجھل ولا الکذب ولا شئی من صفات النقص[2] انہیں میں بیان فرق ضالہ میں ہے۔(المزداریۃ ھو ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح المزدار تلمیذ البشر) اخذ العلم عنہ و تذھد حتیٰ سمی راھب المعتزلۃ (قال اللہ قادر علیٰ ان یکذب ویظلم) ولو فعل لکان انہا کاذبا ظالما تعالیٰ اللہ عما قالہ علواً کبیراً[3]

مسائرہ امام ابن الہمام میں ہے: یستحیل علیہ تعالیٰ سمات النقص والجھل والکذب[4] اس کی شرح مسائرہ میں ہے: لا خلاف بین الاشعریۃ و غیرھم فی ان کل ما کان و صف نقص فالباری تعالیٰ عنہ منزہ و ھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص[5]

یونہی مسائرہ میں تلخیص عقائد اہلسنت میں اسکی تصریح فرمائی۔ مسائرہ کی یہ عبارت میرے پاس منقول نکل آئی۔ کتاب وطن میں ہے۔ یونہی شرح طوالع یہاں پاس نہیں۔ ورنہ اور عبارتیں بھی حاضر کرتا اور انصافا کسی مسلم صحیح الاعتقاد کو یہاں عبارات کی کیا حاجت؟ اگر

---

1. شرح المواقف المرصد الرابع المقصد السابع منشورات الشریف الرضی ایران ۱۰۰،۱۰۱/۸
2. شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی ایران ۴۰۰/۸
3. شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی، ایران ۳۸۶/۸
4. المسایرہ مع المسامرہ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہلسنت اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ بمصر ص ۳۹۳
5. مسایرہ شرح المسایرہ اتفقوا علی ان ذٰلک غیر واقع المکتبۃ التجارۃ الکبریٰ بمصر ص ۲۰۶

بالفرض غلط علماء تصریح نہ بھی فرماتے، تو اپنا ایمان بھی کوئی چیز ہے۔ جس میں معاذ اللہ نقص کی گنجائش؟ وہ سبوح و قدوس کیونکر ہوا؟ اور اسکی تسبیح کیسی؟؟ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

اور دیوبندیوں سے تو اب امکان کذب کی بحث ہی فضول ہے۔ ان کے پیشوا گنگوہی نے صراحتاً وقوع کذب مان لیا اور تصریح کردی کہ جو اللہ تعالی کو معاذ اللہ کاذب بالفعل کہے، اسے کافر یا گمراہ یا فاسق کہنا کیا معنی؟ کوئی سخت لفظ نہ کہنا چاہئے۔ اس کا اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے۔ اس بیان کے لئے میرے قصیدہ الاستمداد ۲۴ کے پہلے تین شعر پھر ۲۵ انکا حاشیہ نمبری ۱۷۶ تا ۱۸۰ پھر اسکی تکمیلات میں ۹۱ سے ۹۴ تک ۹۵ تکملہ ملاحظہ فرمائیے۔ "جہد المقل" کا مصنف اللہ عزوجل کا نہ صرف کاذب ہونا ممکن جانتا تھا، بلکہ اسے بالامکان ظالم، چور شرابی بھی جانتا تھا۔ یوں کروروں خدا موجود بالفعل مانتا تھا۔ اس کے بیان کے لئے قصیدہ استمداد ص ۲۲ پر چور شرابی ظالم جاہل یہاں سے چار شعر تک اور اسی صفحہ پر اسکا حاشیہ نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۸، ۱۶۰ اور تکمیلات آخر صفحہ ۸۱ سے ۸۲ تک تکمیل ۵۰ و ۵۱ اور اس کے متعلق رسالہ ایڈیٹر شکن کہ ص ۸۲ سے ۹۰ تک نوٹ میں ہے، ملاحظہ ہو۔ میں مطبع کو لکھ دونگا کہ یہ اور سبحان السبوح ہدیۃ خدمت میں بنظر احتیاط بیرنگ حاضر کرے۔ والسلام مع الکرام

(فقیر احمد رضا قدری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، طبع لاہور ۱۵/ ۵۱۳ تا ۵۱۹)

(۱۰)

از بھوالی بازار نینی تال

۲۶ ذی القعدہ الحرام ۱۳۳۹ھ

مولانا المکرم پہلا مسئلہ بہت ضروری ہے۔ لہٰذا احتیاطاً مسائل بیرنگ بھیجتا ہوں۔ قصیدہ مبارکہ انشاء اللہ تعالی رجسٹری حاضر کرونگا۔ میں نے کل سے اسے دیکھنا شروع کر

دیا ہے۔ آج کا دن ایک بد مذہب گمراہ کے رد میں صرف ہوا، اور ظاہرا کل بھی اس میں صرف ہو۔ یونہی انشاء اللہ تعالی فرصتوں میں دیکھ کر جلد حاضر کرونگا۔ کل میں نے اس کا ایک ورق کامل دیکھ لیا۔ بلکہ معنا تین ۳ صفحے، پہلا صفحہ بنا دیا تھا۔ اس میں بعض قافیے مسئوسہ تھے، اور بعض غیر موسسہ میں نے سب کو مئوسسہ کر دیا۔ پھر جو آگے دیکھا تو اکثر غیر موسسہ ہی تھے۔ تمام قصیدہ میں ۲۸ قافیوں میں ۲۸ تاسیس دخیل تھے۔ اور ۸۶ میں نہیں۔ تو خیال ہوا کہ موسسہ ہی تبدیل چاہیے تھی۔

لہذا پہلے صفحہ بنے ہوئے کو دوبارہ پھر بنانا پڑا اور سب قافیوں کو بلا تاسیس کر دیا۔ رسید مسائل سے مطلع فرمائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قدری عفی عنہ

شب ۲۶/ ذی القعدہ الحرام ۱۳۳۹ھ — از بھوالی بازار۔ ضلع نینی تال

(عطا کردہ پروفیسر مسعود احمد، کراچی ۱۶/ اگست، ۲۰۰۲ء مملوکہ راقم السطور)

(۱۱)

از بریلی

۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا المجبل المکرم دام بالمجد والکرم

امتثال فرمائش کو قصیدہ مبارکہ دیکھ کر حاضر کرتا ہے۔ فقیر نہ عروضی ہے، نہ لغوی؛ فنون ادب میں درسیات بھی نہ پڑھی۔ نہ یہاں پہاڑ پر کوئی کتاب لغت و ادب و عروض کی حاضر۔ اپنے ذوق پر جو خیال میں آیا عرض کیا، میرے نزدیک حتی الامکان احتیاج تاویل سے بچنا چاہیے۔ کہ حدیث میں فرمایا: ایاك و ما یعتذر منہ۔ زحاف نامطبوع سے اگرچہ مجوز

بلکہ عرب میں عروج بھی ہو حتی الوسع احتیاط اچھا معلوم ہوتا ہے، فعلن ضرب میں بدلنا تو ضروری تھا ہی۔ بوجہ کثرت عروض میں رہنے دیا ہے۔ ورنہ میرے ذوق پر ثقیل ہے۔ ہوتا تو سب میں ہوتا۔ حالانکہ ۸۶ میں نہیں، صرف ۲۸ میں ہے، انھیں کو بدل دیا۔ والسلام مع الاکرام

جناب مولانا! اصل مسودہ بوجہ تنگی جا و کثرتِ حواشی و ترمیمات اس قابل نہ رہا تھا کہ پڑھنے میں آئے۔ لھذا اسے صاف کرا کر حاضر کرتا ہوں۔ اشعار سامی سیاہی سے ہیں اور ترمیمیں سرخی سے۔ مجھے کئی روز سے بشدت بخار تھا۔ بفضلہ تعالیٰ آج اتر گیا، مگر کل سے درد پہلو ہے۔ میں اس مبیضہ کو خود نہ دیکھ سکا، ممکن کہ اغلاط رہ گئے ہیں۔ وہ نظر سامی پر محمول ہیں۔

جناب کی آنکھوں کے لئے دعاء کی اور کرتا ہوں۔ سفید چینی کی طشتری پر یہ کلمات طیبات اسی شکل سے روز لکھ کر جس میں ھ اور و کے چشمے بند نہ ہونے پائیں۔ آب زمزم، ورنہ باران، ورنہ جاری ورنہ تازہ سے محو کر کے آنکھوں پر لگا لیا کیجئے۔ اور شہد خالص سے لکھئے تو ایک ایک سلائی آنکھوں میں اور باقی پی لیجئے۔

صورت مذکورہ یہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نور نور نور نور نور ہر نماز کے بعد جو آیۃ الکرسی پڑھی جاتی ہے، اس میں جب اس کلمہ پر پہونچے لا یؤدہ حفظھما دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اسے ۱۱ بار کہہ کر انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کیجئے۔ جو اندھا یا کانا یا معذور البصر سامنے آئے۔ اسے دیکھ کر الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔

بعون اللہ القدیر جناب کی آنکھیں محفوظ رہیں گی۔ وعد الصادق المصدوق ﷺ۔ والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۳ ر ذی الحجۃ الحرام ۳۹ھ

(قلمی مکتوب عطا کردہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی، مملوکہ راقم السطور)

حضرت مولینا اللہ یار خان صاحب، کھنڈوا مہاراشٹر

(۱)

از بریلی

۲۷ صفر

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ وکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،

''مخرج'' نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہاں بیت الخلاء مراد ہے کہ نجاست خارج کرنے کی جگہ ہے۔ بول و براز کو خارج کہتے ہیں۔ جیسا کہ رد المختار کے آداب استنجاء میں فرمایا'' ویدفن الخارج''[1] اور دبر کے بال مونڈنے کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ساتھ خارج (پیشاب و پاخانہ) نہ لگ جائے اور ممکن ہے کہ خلا کو مخرج کہنا یوں ہو۔ جیسے بیابان مہلکہ کو مفازہ یعنی جائے فوز و فلاح کہتے ہیں۔ کیونکہ دخول خلا محض ضرورت کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اور داخل ہونے والا دخول کے وقت فوراً نکلنے کے ارادے پر ہوتا ہے، تو گویا وہ مدخل نہیں، مخرج ہے، اسے سمجھو۔

بالجملہ دخول مخرج کا معنی پاخانے میں جانا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو۔ جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات) یا متبرک نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والثنا (لکھے) ہوں تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے، تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو، تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے۔

اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے۔ اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجانہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اسی عبارت مذکورہ کے تحت فرمایا: یکرہ دخول

[1] ردالمختار حکم مس المصحف والکتب الشریفۃ فصل فی الاستنجاء مطبع ۳۴۱

المخرج ای الخلا وفی اصبعة خاتم فیه شئی من القرآن اومن اسمائه تعالیٰ لما فیه من ترک التعظیم وقیل لا یکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف ولو کان ما فیه شئی من القرآن او من اسمائه تعالیٰ فی جیبه لا باس به و کذا لو کان ملفوفا فی شئی والتحرز اولیٰ [۱] مراقی الفلاح میں ہے: یکرہ دخول الخلاء و معه شئی مکتوب فیه اسم الله او قرآن [۲]

علامہ طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا: لما روی ابو داؤد والترمذی عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال کان رسول الله ﷺ اذا دخل الخلاء نزع خاتمه ای لان نقشه محمد رسول الله [۳] قلت بل رواه الاربعة و ابن حبان والحاکم و بعض اسانیده صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیه دلیل علی وجوب تنحیة المستنجی اسم الله تعالیٰ و اسم رسوله و القرآن اه وقال الابهری و کذا سائر الرسل و قال ابن حجر استفید منه انه یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ما علیه معظم من اسم الله تعالیٰ او نبی او ملک فان خالف کره لترک التعظیم اه هو الموافق لمذهبنا کما فی شرح المشکوٰة [۴] درمختار میں ہے: رقیة فی غلاف متجاف لم یکره دخول الخلاء به والاحتراز افضل [۵]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۴/ ۵۸۱ تا ۵۸۳)

---

[۱] غنیۃ المستملی سنن الغسل سہیل اکیڈمی، لاہور ص ۶۰
[۲] مراقی الفلاح فصل الاستنجاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی ص ۳۰
[۳] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰
[۴] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰
[۵] درمختار حکم مس المصحف والکتب الشرعیہ مطبع مجتبائی، دہلی ص ۳۴/۱

حکیم سید محمد اسماعیل صاحب کیس اسٹریٹ صاحب بگانی کلکتہ

(۱)

از جبل پور

جناب سید صاحب مکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ

فقیر جبل پور آیا ہوا ہے۔ آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا۔ ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زائد دے۔

اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے۔ مگر جبکہ پاک ہے۔ مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے۔ پہلے کوئی مکان معبد کفار ہو اور اسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے۔ مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا۔ ان کی قبریں کھدوا کر انکی ہڈیوں وغیرھا کی نجاستوں سے صاف فرما کر حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اسے مسجد فرمایا [1]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۸/۹۰)

جناب سید احمد صاحب بن حاجی سید امام حکیم صاحب اکوٹ، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

(۱)

از بریلی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

بملاحظہ حضرت سید صاحب مکرم ذی المجد والکرم دام کرمہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مجلس نیچریوں کی ہے۔ اس کی شرکت جائز نہیں۔

---

[1] مکتوب الیہ سید صاحب موصوف نے اپنے مکتوب میں پوچھا ہے کہ "یہاں اکثر پرانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک و عمدہ ملتی ہے۔ تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟" (فتاویٰ رضویہ ۳/ص ۵۹۱)

قال اللہ تعالیٰ: واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین. وقال تعالیٰ: ولا ترکنو الی الذین ظلمو افتمسکم النار وفی الحدیث ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم وراہ ابو یعلی فی مسندہ و علی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابن المبارک فی الزھد عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ والخطیب فی التاریخ عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ من سود مع قوم فھو منھم.

پندرہ سال ہوئے کہ اس بارہ میں فتاوئے علماء کرام حرمین شریفین مسمّی بہ ''فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین'' طبع ہو گیا۔ [1]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۹/۳۵۳)

حضرت مولانا قاضی ابو محمد یوسف حسین صاحب مدرسہ اسلامیہ قصبہ ہرپور، ضلع سیتا پور، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

مولانا اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''ارصاد'' کے معنی نگاہ داشتن ہی ہیں۔ یعنی محفوظ کر دینا۔ سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لئے وقف کرتے ہیں، انہیں ارصاد کہتے ہیں۔ یعنی سلطان نے

---

[1] حضرت سید صاحب موصوف نے اپنے مکتوب میں یہ پوچھا ہے کہ ''یہاں (علاقہ) برار میں دو برس سے مجلس کانفرنس کی ہونا شروع ہوئی اور میرے کو بھی نامہ آیا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ ہر مذہب کا شخص ممبر ہو سکتا ہے، اگر کے تحریر ہے۔ اب اس مجلس میں جانا ثواب ہے یا کہ حرام؟'' (فتاویٰ رضویہ ۹/۳۵۲)

انہیں محفوظ و ممنوع التملیک کر دیا۔ ان کا حکم بعینہٖ مثل وقف ہے۔ و انما سمیت ارصادات لان الوقف شرطه الملک والسلاطین لا یملکون ما فی ولا یتھم ان الملک الا للہ[1]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۵۸/۱۶)

جناب احسان بیگ صاحب زمیندار موضع چاند پور ڈاکخانہ بمنوئی تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علیگڈھ، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۷ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ

یہ روایت محض بے اصل ہے۔ حضرت نے کوئی نماز اس پلید کی مغفرت کے لئے اس کو تعلیم نہ فرمائی ہے۔[2]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۲۹۰/۱۲)

حضرت امیر اللہ صاحب محلّہ ملوک پور، شہر بریلی، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

وعلیکم السلام

---

[1] مکتوب الیہ موصوف نے امام احمد رضا سے مسئلہ وقف میں ایک فتویٰ لیا جس میں لفظ ارصاد بھی تھا۔ اس لفظ کا معنی مکتوب الیہ پر واضح نہیں ہو سکا لھذا دوبارہ لفظ ارصاد کا معنی پوچھے جانے پر مندرجہ بالا خط امضاء ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ ۱۵۸/۱۶)

[2] مکتوب الیہ موصوف نے پوچھا ہے "کہ نماز غفیرا کے بابت میں ذکر الشہادتین دیکھا ہے کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے واسطے مغفرت کے بتائی تھی؟" (فتاویٰ رضویہ ص ۲۹۰/۱۲)

استغفر اللہ! یہ جو سننے میں آیا، محض کذب و افترا ہے اور وہ تعظیم کہ مسلمانوں نے سنی عالم کی کی۔ باعثِ اجرِ عظیم و رضائے خدا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۹/۵۴۵) (فقیر احمد رضا قادری)

امام علی شاہ صاحب (علی محمد شاہ) پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری، گجرات

از بریلی (۱)

۷ ربیع الاخر ۱۳۳۱ھ

جناب شاہ صاحب! وعلیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

صورتِ مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کراہت جائز اور قربِ مزارِ محبوبانِ کردگار کے باعث زیادہ مثمر برکات و انوار و موردِ رحمت جلیلہ غفار۔ خلاصہ و ذخیرہ ومحیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ لھذین قال محمد اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الیٰ المخرج والحمام والقبر۱ (الیٰ قولہ اعنی المحیط) ھذا کلہ اذالم یکن بین المصلی و بین ھذہ المواضع حائط او سترۃ اما اذا کان لا یکرہ و یصیر الحائط فاصلا۔۲

سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ من طیبہا و آلہ وسلم میں روضہ انور حضور اقدس ﷺ کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں۔ جن کا سجدہ خاص روضہ انور کی طرف ہوتا ہے۔ مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے۔ نہ استقبال روضہ اطہر کی۔ لہٰذا ہمیشہ علماء کرام نے اسے جائز رکھا۔ ہاں! بلا مجبوری مزارِ اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا۔ اگرچہ نماز میں ہو۔

---

۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ نورانی کتب خانہ، پشاور ۵/۳۱۹

۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ نورانی کتب خانہ، پشاور ۵/۳۲۰

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے: (لا یستدیر القبر المقدس) ای فی صلوٰۃ ولا غیرھا الا بضرورۃ ملجاۃ الیہ۔[۱] نیز شرح مذکور میں ہے: لا تکرہ الصلوٰۃ خلف الحجرۃ الشریفۃ الا اذا قصد التوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[۲] امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ علی قاری مرقات المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں: وھذا لفظ الاولین من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرہ و قصد الا ستظہار بروحہ او وصول اثر من اثار عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا تری ان مرقد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلوٰتہ۔[۳]

ترجمہ: یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قریب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا۔ یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر اسے پہونچے، نہ اس لئے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منھ ہونا چاہئے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیا دیکھتے نہیں؟ کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں

[۱] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی، بیروت ص ۳۴۲
[۲] " " " " ص ۳۴۲
[۳] شرح طیبی علی مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد مواضع الصلوٰۃ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ، کراچی ۲/۲۳۵

حطیم کے پاس ہے۔ پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیرین کے لفظ یہ ہیں: خرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوٰۃ عند قبرہ لا لتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لوصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاھرۃ فلا حرج فی ذلک لما ورد ان قبر اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب و ان فی الحطیم و بین الحجر الا سود و زمزم قبر سبعین نبیا و لم ینہ احد عن الصلوٰۃ فیہ۔[1]

(ترجمہ) یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا، نہ ان دو نیتوں سے بلکہ اس لئے کہ ان کی مدد مجھے پہنچے۔ ان کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم میں اور سنگ اسود و زمزم کے درمیان ستر پیغمبروں کی قبریں ہیں، علیہم الصلوٰۃ والسلام اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔

شیخ محقق فرماتے ہیں: کلام الشارحین متطابق فی ذلک[2] تمام اصحاب شرح اس بارے میں یک زبان ہیں۔ الحمد للہ ائمہ کرام کے اس اجماع و اتفاق نے جان وہابیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیاء کرام سے استمداد و استعانت کی ٹھہرادی، اب تو عجب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کا لقب بخشیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۲/۵۲

[2] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۲/۵۲

پھر روضہ مبارک کا دروازہ مقدسہ بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبر انور نمازی کے خاص سامنے ہو اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہو اور قبر اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھیں تو حالت قیام میں قبر پر نظر پڑے اور اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی سترہ ہے اگرچہ آدھا گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کردی ہو۔ یا مزار مطہرہ نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کئے اپنے سجدے کی جگہ نظر جمائے تو مزار شریف تک نگاہ نہ پہونچے۔ تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ یونہی نماز بلا کراہت جائز ہے۔ تاتارخانیہ پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ان کان بینہ و بین القبر مقدار مالو کان فی الصلوۃ و یمر انسان لا یکرہ فھنا ایضا لا یکرہ[1] جامع مضمرات شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر طحطاوی مراقی الفلاح و ردالمحتار علامہ شامی میں ہے: لا تکرہ الصلوۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ[2]

یہ قلب وہابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلے سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے۔ اور نماز بلا کراہت جائز۔ کیا فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ دو نیت فاسدہ نہ ہوں۔ یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد ایسا ہو، تو آپ ہی حرام، بلکہ معاذ اللہ بنیت عبادت قبر ہو، تو صریح شرک و کفر۔ مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا۔ بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے۔ یا نماز تعظیم کعبہ کے لئے

---

[1] فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ وما لا یکرہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱/۱۰۷

[2] مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

پڑھتا ہے۔ ایسی نماز بیشک حرام اور بنیت عبادت کعبہ ہو، تو سلب اسلام۔ مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے۔ یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دور ہے۔ تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک و استمداد کی نیت سے ماجور ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع نور علی نور ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(الف: دبدبہ سکندری رامپور ۳۱/ مارچ ۱۹۱۳ء نمبر ۱۶، ج ۴۹)

(ب: فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۷/۳۰۲ تا ۳۰۵)

جناب احمد حسین عرف منجھلا صاحب (پتہ درج نہیں ہے)

(۱)

از بریلی

۹/ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

گرامی برادرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

اگر گوبر بالکل ڈھل گیا، اس کے بعد کا پانی ٹپکا، تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر غالباً اول ہی بارش میں اس کی امید کم ہے۔ اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکے ہوئے پانی میں اس کا رنگ یا بو تھی تو بیشک ناپاک ہے اور اگر رنگ و بو کچھ نہ تھا۔ تو اگر یہ پانی اس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے۔ اور مینھ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینھ برس چکا تھا، تو ناپاک ہے۔

والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرہا والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۴/۴۷۲، ۴۷۱)

جناب ایم قادر غنی صدر مدرس مسلم ایسوسیشن رنگون برما

(۱)

از بریلی

۲۸/ مئی ۱۹۰۸ء

بخدمت جناب ایم قادری غنی صدر مدرس مسلم ایسوسیشن

محترم! آپ کے مراسلہ مورخہ ۱۹ رمئی ۱۹۰۸ء کے مطابق میں اپنا فتویٰ برائے ملاحظہ ارسال کر رہا ہوں۔ متولیان ایک امام کو برخاست کر سکتے ہیں۔ جب کہ کوئی ایسا اختلاف اور وجہ معقول شرعی طور پر پائی جائے۔ (لسان الحکام مطبوعہ مصر ص ۱۲۳) ترجمہ: فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب امام یا مؤذن کے درمیان کوئی ایسی چیز جب کہ وہ چھ ماہ تک مسجد سے غیر حاضر رہے اور اس نے اپنا کوئی بدل نہ دیا ہو۔ تو اس وقت متولی اس کو برطرف کر سکتا ہے اور دوسرا امام اس کی جگہ مقرر کر سکتا ہے۔

(طحطاوی مطبوعہ مصر اور شامی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۶۳۹)

ترجمہ: علامہ دبیری زادہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ متولی ایک امام کو مسجد سے ایک ماہ کی غیر حاضری پر برطرف کر سکتا ہے متولی کو کوئی ضرورت امام کی برطرفی کے لئے عدالت یا کسی افسر بالا یا گورنر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ متولی اپنے اختیار خصوصی سے ان معاملات میں خود اسلامی گورنر جیسا اختیار رکھتا ہے جب کہ یہ متولیان خود ایک اسلامی گورنر کے تقرر کردہ ہوں۔

(اشباہ النظائر مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۷۹) منقولہ از فتاویٰ امام رشید الدین (ترجمہ) ایک قاضی وقف کے کسی معاملے میں متولی کی موجودگی میں دخل نہیں دے سکتا، جب کہ اسی قاضی نے اس کو متولی بنایا ہو۔ (حموی شرح اشباہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۸۹ منقولہ از فتاویٰ امام ظہیر الدین) ترجمہ: ایک بادشاہ نے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے بعد قاضی نے وقف کا ایک متولی مقرر کیا۔ اب بادشاہ کا کوئی تعلق اس وقف سے نہ رہا اور نہ کوئی اختیار اس کو رد و بدل کا باقی رہا۔ (لسان الحکام منقولہ از فتاویٰ امام دبیری) ترجمہ ایک بادشاہ ایک متولی کے معاملے میں دخیل

نہیں ہوسکتا۔ جب کہ حکام بالا یا گورنر جو کہ مسلمان نہیں اور جو اس قانون تو ولیت سے واقفیت بمقابلہ متولی نہیں رکھتے، اس وقت متولی امام کو برخاست کرسکتا ہے۔ جب کہ امام عقائد سنیہ کو ترک کردیتا ہے۔ یا برملا شرع کی خلاف ورزی کرتا ہو۔ یا کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہو جس سے نماز جماعت میں کمی واقع ہو، یا کمیٹی کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو، جو مسجد سے متعلق ہو، برخاست ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا۔ رد المحتار مطبوعہ قسطنطنیہ جلد۳،ص ۵۹۷، ترجمہ بحر الرائق میں ہے کہ ایک متولی بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقف سے تنخواہ پانے والا شخص بغیر کسی قصور کے برخاست نہیں کیا جاسکتا یا جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں قاصر ہے، الگ نہیں کیا جاسکتا۔[1]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۶/۵۴،۵۵۳)

جناب مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحب، گول بازار، رائے پور، مدھیہ پردیش

(۱)

از بریلی

۲۴ رشعبان ۱۳۳۹ھ

مکرمی کرم فرما اکرمکم اللہ تعالی   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

الائمۃ من القریش' حدیث صحیح متواتر ہے اور اس کے مضمون پر صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ کتب عقائد و حدیث و فقہ اس مسئلہ کی روشن

[1] نوٹ: اصل خط و جواب خط انگریزی ہے، یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

تصریحات سے مالا مال ہیں۔ ہر سلطنت اسلام، نہ سلطنت، ہر جماعت اسلام، نہ جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الدین النصح لکل مسلم[۱] ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم مشروط باستطاعت قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[۲] جو شخص حفاظت اسلام، سلطنت اسلام وامان مقدسہ کی استطاعت رکھتا ہے اور کاہلی سے نہ کرے، مرتکب کبیرہ ہے۔ یا کفار کی خوشامد و خوشنودی کے لئے تو مستوجب لعنت ہے۔ یا دل سے ضرر اسلام پسند کرنے کے سبب، تو کافر ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا، معذور ہے۔ شریعت اس کام کا حکم فرماتی ہے۔ جو شرعاً جائز اور عادۃً ممکن اور عقلاً مفید ہو۔ حرام یا ناممکن یا عبث افعال حکم شرع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا۔

(۱) مسلمانان ہند کو جہاد کا ہرگز حکم نہیں۔ "المحجۃ الموتمنہ" میں اسے واضح کر دیا ہے حتی کہ خود مولوی عبد الباری کے رسالہ ہجرت ص ۲۷ میں ہے "میں کشت وخون کو خصوصاً مجتمع حملہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے۔ غیر مفید سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس کے اسباب مجتمع نہیں۔ غیر قادرین پر فرض نہیں ۔ بد سگالی کی غرض سے کر سکتے ہیں۔ اس کا ضرر ہوگا"۔

(۲) ہندوستان دارالاسلام، فقیر کا رسالہ "اعلام الاعلام" مدتوں سے شائع ہے۔ اور خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ۱۷ میں ہے "ہم لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اور شک نہیں کہ دارالاسلام سے ہجرت عامہ کا حکم ہرگز شرع مطہر نہیں فرماتی۔ نہ عادتاً وہ ممکن نہ کچھ مفید کہ سب مسلمان اپنی جائداد دین نصاریٰ کے لئے چھوڑ جائیں یا کوڑیوں کے مول ہندوں کو دے جائیں اور خود یہ کڑوروں ننگے بھوکے اور ملک کے مسلمانوں

---

[۱] صحیح البخاری — باب الدین النصیحۃ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱۳/۱
صحیح مسلم — باب بیان ان الدین النصیحۃ — ۵۴/۱
[۲] القرآن الکریم — ۲۸۶/۲

پر ڈھنی دیں۔ ان کی عافیت بھی تنگ کریں۔ یا بھوکے مر جائیں اور اپنی مساجد و مزارات اولیا پامالی کفار و مشرکین کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سب کچھ اوڑھ بھی لیا جائے تو اس سے سلطنت اسلام کو کیا فائدہ؟ اور اماکن مقدسہ کا کیا نفع ؟ اور ہجرت بعض کا بے سود ہونا بھی عقلا تو معلوم تھا ہی اب تجربۂ مشہود بھی ہولیا۔ سوائے ان غریب مسلمانوں کی بے سروسامانی و آوارگی و پریشانی وحسرت و پشیمانی کے اور بھی کوئی فائدہ مترتب ہوا؟

(۳) مالی امداد البتہ ایک چیز ہے۔ اگر چہ مولوی عبدالباری اس کے بھی منکر ہیں۔ رسالہ ہجرت ص ۵ پر ہے "ہم اس وقت اعانت بمال کو مسلمانانِ ہند پر فرض نہیں سمجھتے بوجہ عدم استطاعت" یہ عذر کیسا بھی ہو۔ مگر ذرائع وصول مہیا ہونا اور وصول پر وثوق کے ساتھ اطمینان ملنا، بہت ضرور ہے۔ نہ ایسا کہ لاکھوں کے چندے ہوئے اور باوصف کثرت تقاضہ اب تک حساب بھی نہیں دیتے۔

(۴) معاملت حرام کا ترک ہمیشہ سے واجب تھا اور نہ کیا، اب جائز کا ترک بھی فرض کر رہے ہیں۔ یہ شرع پر زیادت ہے۔ پھر بھی جائز کا ترک ہر وقت جائز ہے۔ جب کہ کسی محظور کی طرف منجر نہ ہو۔ اس کا ممکن یا نا مفید ہونا "المحجۃ المؤتمنہ" ص ۲۷ سے ص ۹۲ تک ملاحظہ ہو۔ باتیں وہ بتائی جاتی ہیں۔ جن پر تمام ملک ہرگز کار بند نہ ہوگا۔ نہ صرف تمام مسلمان اور بفرض غلط سب مسلمان مان بھی لیں۔ تو بجائے نفع، مضر، پھر باطل و نا متوقع پر عام عمل اگر متخیل بھی ہو، تو مدید وطویل مدتیں درکار اور حاجت اس کی فوری، تا تریاق از عراق کی مثل ہے۔

(۵) فتنہ وفساد پھیلانے کی نا مفیدی ظاہر، اب تک سوائے بعض ذلتوں کے کیا حاصل ہوا اور یہ کھلا پہلو اس کے شرعا بھی ناجائز ہونے کا ہے۔ حدیث میں ہے، مسلمان کو روا نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرے۔ خود مولوی عبد الباری کے "رسالۂ ہجرت" ص ۷ میں ہے "اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلا ضرورت جائز نہیں۔ قانون جن امور کو روکتا ہے۔ ان کو نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے"

(۶) رہی خالی چیخ پکار آفتاب سے زیادہ آشکار کہ محض بے سود و بے کار، ملک چیخنے پکارنے سے واپس نہیں ہوتا، وہ بھی اتنا وسیع وہ بھی ہلال کا۔ وہ بھی صلیب سے، ورنہ اگلے علماء و مشائخ نے ہندوستان ہی چلا چلا کر پھیر لیا ہوتا۔ یا مولوی عبدالباری کے بزرگوں نے چیخ پکار کر یہی ذرا سی لکھنؤ کی پڑیا۔ کیا ان کو درد اسلام نہ تھا، مگر عقل بھی تھی کہ مہمل شور وغل سے کیا حاصل ہوگا۔ خود آزاد کے "الہلال" جلد ۳ ص ۱۶ میں ہے "زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت کے لئے ہیں، جب تک ان سے کشود کار ممکن ہو۔"

(۷) خیر، یہاں تک تو تھا، جو کچھ تھا۔ قیامت کا بند تو یہ ہے کہ خلافت کی حمایت و اماکن مقدسہ کا نام لے کر مسلمان کہلانے والے مشرکوں میں فنا ہو گئے، مشرک کو پیشوا بنا لیا۔ آپ پس رو بنے، جو وہ کہے، وہی مانیں، قرآن و حدیث تمام عمر اسی پر نثار کر دی۔ ترک موالات کا نام بدنام اور اللہ کے دشمن مشرکوں سے وداد و محبت و اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد، ان کی خوشی کے لئے شعار اسلام کا انسداد، ان شناعات کے حلال کرنے کو آیات میں تحریف، شریعت میں الحاد، نئی نئی شریعت کا دل سے ایجاد، جس کا بیان آپ کو "المحجہ" میں ملے گا۔

یہ تو صراحتاً اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے۔ اس کا نام حمایت اسلام رکھنا کس درجہ صریح، مغالطہ و اغوا ہے۔ ندوہ میں بد مذہبوں ہی کی شرکت کا رونا تھا۔ بظاہر کلمہ گو تو تھے انہوں نے سرے سے کلمہ ہی کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا۔ نہیں!! بلکہ پس پشت پھینک دیا۔ مشرکوں کو روح اعظم بنایا، موسیٰ بنایا۔ نبی بالقوہ بنایا، مذکر، مبعوث من اللہ بنایا۔ اسے مدح خطبہ جمعہ میں داخل کی۔ اس کی تعریف میں کلام الٰہی کا مصرعہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست گایا اور کیا کیا کفر و کفریات و ضلالت اختیار کئے۔ جن کا نمونہ آپ کو "المحجہ" کے ص ۴۴ و ۴۵ پر ملے گا۔

جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک کے زمانے سے ہے۔ عدن میں انگریزی فوج، جدہ وغیرہ میں نصرانی ... ہیں۔ حرمین محترمین کی

بے ادبی شریف سے مجھے ہونیکا علم نہیں۔ اخباروں و اشتہاروں کو میں خود اپنے معاملے میں روزانہ دیکھ رہا ہوں کہ میری نسبت محض جھوٹ، محض بہتان شائع کرتے اور قصداً لعنت الٰہی اپنے اوپر لے رہے ہیں اور ان کی تائید میں کذابین کی عینی شہادتیں ہوتی ہیں۔ حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں۔ اور وہ خود دل میں جان رہے ہیں۔ کہ محض جھوٹ بکتے اور افترا بکتے ہیں۔ واللہ یشھد انھم لکاذبون ۱؎ اگر بے ادبی حقیقتاً ثابت ہو، تو جس حیثیت کی، جس کی نسبت ثبوت پائے۔ وہ اسی قدر کے حکم شرعی کا مستحق ہوگا۔ کسے باشد۔ فقط

(فقیر احمد رضا قادری)

۲۴ رشعبان ۱۳۳۹ھ

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۴/۲۱۵ تا ۲۱۸)

جناب محمد احسان صاحب (پتہ درج نہیں ہے)

(۱)

از بریلی

۱۴ رمحرم الحرام ۱۳۳۱ھ

مکرمی اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

حق وہی ہے۔ جو فقیر نے عرض کیا تھا۔ مولوی صاحب سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے۔ اس صورت کو فقہ میں تخارج کہتے ہیں۔ کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کر لیں کہ فلاں وارث اپنے حصے کے عوض فلاں شے لے کر جدا ہو جائے۔ اس کا حاصل یہ نہیں ہو سکتا کہ گویا وہ وارث جدا ہو گیا۔ سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوئی۔ اس نے ترکہ سے حصہ پایا ہے۔ تو معدوم کیونکر قرار پا سکتا ہے۔ کہیں معدوم وقت موت مورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے۔ بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ

۱؎ القرآن الکریم

کے لئے تھے۔ اس میں سے اس وارث نے اپنے سہام پا لئے۔ اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے۔ وتووا جب ہے۔ وہ باقی ان بقیہ کے (اتنے اتنے) سہام ہی پر تقسیم ہو، جس جس قدر انہیں اصل مسئلہ سے پہونچتے تھے۔ یہاں کے مورث نے ایک زوجہ ایک بہن ایک بھتیجا چھوڑا، مسئلہ چار سے ہوا۔ ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا زوجہ ترکہ سے اتنا مال لیکر جدا ہو گئی کہ چار میں اسکا ایک ادا ہوگیا باقی تین رہے جن میں دو بہن کا اور ایک بھتیجے کا، تو لازم ہے کہ باقی مال یونہی تقسیم ہو۔

بہن کو دو، بھتیجے کو ایک، نہ کہ دونوں کو نصفا نصف، کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائیگا۔ یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا اس کا آدھا۔ حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا۔ قال اللہ تعالیٰ: ان امرو ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترك. لا جرم یہ سراسر غلط اور جب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے۔ زیادہ ایضاح چاہئے، یا یہ کہ مسئلہ خود آفتاب کی طرح واضح ہے تو یوں سمجھئے کہ یہاں تین صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ وہ مال ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہوا اس کے اصل استحقاق سے کم ہو جیسا یہاں واقع ہوا۔ کہ زوجہ کا حصہ چہارم تھا۔ اور وہ آٹھویں پر راضی ہو گئی۔ دوم اس کے حق سے زیادہ ہو۔ مثلا صورت مذکورہ میں مکان و زیور واثاث البیت ۱۲ ہزار کے ہوتے اور بارہ ہزار کے نوٹ تو زوجہ کو بجائے ربع نصف مال پہونچتا۔

سوم اس کے حق کے برابر ہیں۔ مثلاً مکان وغیرہ چھ ہزار کے ہوتے اور اٹھارہ ہزار کے نوٹ۔ صورت ثالثہ میں واجب ہے کہ بقیہ ورثہ کو مال اسی حساب سے پہونچے گا، جو عدم تخارج کی حالت میں پہوچتا۔ تخارج کا اثر صرف اس قدر ہوگا۔ جو اعیان کی تقسیم کا ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک اپنا کامل حصہ بے کم وبیش پاتا ہے۔ حصے کے ہر شئے میں مشاع تھے۔ فقط جدا ہو جاتے ہیں۔

صورت اولیٰ میں جب کہ باقی جمیع ورثہ کے ساتھ اس وارث نے مصالحہ کیا۔ اور وہ مال جس میں ہر ایک کا حق تھا۔ تنہا خود لیا اور اپنے حصہ سے کم پر راضی ہوا۔ تو جو کچھ اس کے حصے کا باقی رہا واجب ہے کہ ان سب وارثوں کو پہنچے۔ نہ کہ صرف ایک کو، اس زیادت کا مالک ہو جائے۔ دوسرا محروم کیا جائے کہ یہ محض ظلم و ناانصافی ہوگا۔ اور پہنچنا بھی ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو۔ یعنی ہر ایک اس حساب سے بڑھے۔ جو اصل ترکہ میں اس کا حق تھا۔ کہ وہ شئے جو وارث مذکور لے کر جدا ہو گیا ہے۔ اس میں بھی ہر ایک کا حصہ اس حساب سے تھا۔

صورت ثانیہ میں سب بقیہ ورثا اس وارث کو زیادہ دینے پر راضی ہوئے ہیں۔ تو واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصہ رسد لی جائے۔ نہ یہ کہ سارا بار ایک وارث پر ڈال دیں۔ حالانکہ اس میں سب کے حصے تھے۔ اور سب راضی ہوئے تھے۔ یہ باتیں سب ایسی ہی بدیہی ہیں۔ جنہیں ہر عاقل ادنیٰ نظر سے سمجھ سکتا ہے۔ فقیر نے جو حکم گزارش کیا۔ اس میں ہر صورت پر یہ میزان عدل اپنی پوری استقامت پر رہے گی۔ صورت اولیٰ میں جب کہ زوجہ کا حق چھ ہزار تھے اور وہ تین ہزار پر راضی ہوگئی۔ تو باقی تین ہزار فاطمہ بیگم واسد علی کو ان کے حصص کے قدر پہونچنے واجب ہیں۔ فاطمہ بیگم کا حصہ بارہ ہزار اور اسد علی کا چھ ہزار تھا۔ یعنی فاطمہ بیگم کا اس سے دونا اور اسی حساب سے زیور، مکان واثاث البیت میں ان دونوں نے اپنا حصہ زوجہ کے لئے چھوڑا ہے۔ فاطمہ بیگم کے دو حصے اسے ملے اور اسد علی کا ایک تو ضرور ہے معاوضہ کے تین ہزار سے بھی فاطمہ بیگم کو دو ہزار ملیں اور اسد علی کو ہزار، کہ ان کے اصل حصوں سے مل کر فاطمہ بیگم کے چودہ ہزار اور اسد علی کے سات ہزار ہو جائیں۔

صورت ثانیہ میں زوجہ نے چھ ہزار اپنے حق سے زائد پائے۔ بہن بھتیجا دونوں اس زیادت پر راضی ہیں۔ تو ہر ایک کے حصے سے حصہ رسد یہ زیادت نکالنی لازم۔ بہن کے بارہ سے چار ہزار نکالیں اور بھتیجے کے چھ ہزار سے دو ہزار، اب بقیہ بارہ ہزار میں بہن کے آٹھ ہزار بھتیجے کے چار ہزار رہے اور وہی نسبت دو اور ایک کی آگئی، صورت ثالثہ تو خود ایسی

ظاہر ہے کہ حاجت اظہار نہیں۔ عورت کو چھ ہی ہزار پہونچتے ہیں۔ جو اس کا حق تھے، تو بہن بھتیجے کسی کے حق میں ایک حبہ کم نہ ہونا چاہئے نہ زائد۔ لیکن وہ طریقہ کہ مولوی صاحب نے اختیار کیا۔ اس پر کسی صورت میں ہرگز عدل کا نام ونشان نہ رہیگا۔ پہلی صورت میں عورت کے تین ہزار نکل کر اکیس ہزار، فاطمہ بیگم و اسد علی، یہ نصف النصف سے دونوں کو ساڑھے دس ہزار پہونچے اور چار سخت شناخت شناعتیں لازم آئیں۔

(۱) تین ہزار کہ حق زوجہ سے چھوٹے تھے۔ دونوں کے ملنے چاہئے تھے۔ بہن کو ان سے ایک حبہ نہ پہونچا۔

(۲) اگر نہ پہونچا تھا، تو اس کا اپنا اصل حصہ کہ بارہ ہزار تھے، وہ تو ملتا، ڈیڑھ ہزار اس میں سے بھی کتر گئے۔ یہ کس قصور کا جرمانہ تھا۔

(۳) بھتیجا تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھا۔ حالانکہ صرف اس نے پائی۔

(۴) بالفرض اس کو ملتی، تو عورت نے صرف تین ہی ہزار تو چھوڑے تھے۔ بھتیجے کے اصل حصے چھ ہزار میں ملا کر نو ہزار ہوتے۔ یہ پندرہ سو اور کس کے گھر سے آئے۔

دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ ہزار زیادہ پہونچ کر بقیہ بارہ ہزار بامناصفہ بٹے اور ویسی ہی شناعتیں پیش آئیں۔ بہن بھتیجا دونوں اپنے نقص حصص پر راضی ہوئے تھے۔ مگر پورا نزلہ بہن پر گرا۔ کامل چھ ہزار اسی کے سہم سے اڑ گئے اور بھتیجے نے اپنا پورا حصہ چھ ہزار پالیا۔ زیور مکان وغیرہا متاع میں بہن کے بھی دو حصے تھے اور نوٹوں میں عورت کا حق تھا۔ بہن کے متاع میں اپنا حصہ چھوڑا اور نوٹوں میں معاوضہ ایک حصہ بنایا۔ اس کا حصہ مفت گا تھا۔ الی غیر ذلک مما یخاف ولا یخاف الا نصاف۔

تیسری صورت سب سے روشن تر ہے۔ کسی وارث نے اپنے حصے سے کچھ نہ چھوڑا عورت کو جو چھ ہزار چاہئے تھے۔ بے کم وبیش اتنے ہی ملے۔ اب وہ کون سا جرم ہے۔ جس کے سبب فاطمہ بیگم کا حق ایک چہارم کا اڑ گیا۔ اور وہ کون سی خدمت ہے، جس کے صلہ میں

اسد علی نے اپنے حق ڈیوڑھا پالیا۔ اگر نوٹ و متاع کی تبدیلی نہ کرتے، تو فاطمہ بیگم بارہ ہزار پاتی اور اسد علی و لطیفن چھ چھ ہزار، صرف اسی تبدیلی نے وہ کایا پلٹ کی کہ لطیفن کے چھ ہزار نکل کر فاطمہ کے بارہ ہزار سے نو ہزار رہ گئے اور اسد علی کے چھ ہزار سے نو ہزار ہو گئے۔

اس واضح روشن بدیہی بیان کے بعد کسی عبارت کی بھی حاجت نہ تھی۔ مگر زیادت اطمینان عوام کے لئے ایسی کتاب کی صریح تصریح حاضر جو علم فرائض کی سب سے پہلی تعلیم کافی و وافی و مکمل اور ہر مدرسہ کے مبتدی طلبہ میں بھی مشہور و معروف و متداول ہے، یعنی متن امام سراج الدین و شرح علامہ سید شریف قدس سرہما الطیف فرماتے ہیں: (من صالح علی شئی معلوم من الترکة فاطرح سہا مه من التصحیح) ای صحح المسئلہ مع وجود المصالح بین الورثة ثم اطرح سہا مه من التصحیح (ثم اقسم باقی الترکہ) الی ما بقی منہا بعد ما اخذہ المصالح (علی سہام الباقین)

من التصحیح (کزوج و ام وعم) فالمسئلة مع وجود الزوج من ستة وھی مستقیمة علی الورثة لزوج ثلث و للام سہمان و للعم سہم (فصالح الزوج) من نصیبه الذی ھو النصف (علی ما فی ذمته من المہر و خرج من البین فیقسم بقی الترکة)

وھو ما عد المہر (بین الام والعم اثلاثاً بقدر سہامہما) من التصحیح (وحنیئذ یکون سہمان) من الباقی (للام و سہم للعم) کما کان کذلک فی سہا مہما من التصحیح فان قلت ھلا جعلت الزوج بعد المصالح و اخذہ المہر و خروجه من البین بمنزلة المعدوم و ای فائدة فی جعله داخلا فی تصحیح المسئلة مع انه لا یاخذ شیئاً وراء ما اخذہ۔

قلت فائدته انا لو جعلنا کان لم یکن و جعلنا الترکة ما وراء المهر لا نقلب فرض الام من ثلث اصل المال الیٰ ثلث ما بقی اذ حینئذ یقسم الباقی بینهما اثلاثاً فیکون للام سهم وللعم سهمان وهو خلاف الاجماع ان حقها ثلث الاصل و اذا ادخلنا الزوج فی اصل المسئلة کان للام سهمان من الستة للعم سهم واحد فیقسم الباقی بینهما علی هذا الطریق فتکون مستوفیة حقها من المیراث اه

واعلم ان ههنا طریقة اخری اخذ و ابها بعض المشائخ رحمهم الله تعالی لا تعلق لها عندی لما نحن فیه و ان فرض فانما یکون علیها فی الصوره المسئولة عنهاالناطمة ثلثة عشر الفاً و مائة و خمسة وسبعون لم نخترها لان العمل والفتیا بالراجح لا سیما المذهب و انت تعلم ان هذه ایضا لا توافق ما سکه المجیب الکنوی فهو خلاف الاجماع قطعا و بالله العظیم۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع ممبئی ۱۰/۳۱۵ تا ۳۱۸)

جناب مستری احمد الدین صاحب رسالہ ژوب ملیشیہ فورٹ سنڈیمن بلوچستان

(۱)

از بریلی

۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بعد مراسم سنت، وہ سوال و جواب جوابات میں بہت چالاکی برتی گئی ہے۔ پھر بھی ان سے توہب کی چھلک پیدا ہے۔ آپ نے مجیب کا دیوبند میں تعلیم پانا لکھا ہے۔وہاں یہ

سوالات کرنے نہ تھے۔ کہ ان میں غلط جواب دے۔ جب بھی کافر تو نہ ہوگا۔ دیوبندیوں کے عقائد تو وہ ہیں۔ جن کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شک فی عذابه و کفره فقد کفر۔ جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ایسی جگہ تو یہ سوال کرنا چاہئے کہ رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی و قاسم نانوتوی و محمود حسن دیوبندی و خلیل احمد انبیٹھی اور ان سب سے بڑھکر ان کے امام اسماعیل دہلوی اور ان کی کتابوں، براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و تقویۃ الایمان و ایضاح الحق کو کیسا جانتے ہو اور ان لوگوں کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے جو فتوے دیے ہیں۔ انہیں باطل سمجھتے ہو یا حق مانتے ہو اور اگر وہ ان فتووں سے اپنی ناواقفی ظاہر کرے۔ تو بریلی مطبع اہل سنت سے "حسام الحرمین" منگا لیجے اور دیکھائیے۔ اگر بکشادہ پیشانی تسلیم کرے کہ بے شک علماء حرمین شریفین کے یہ فتوے حق ہیں۔ تو ثابت ہوگا کہ دیوبندیت کا اس پر کچھ اثر نہیں۔ ورنہ علمائے حرمین شریفین کا وہی فتویٰ ہے کہ من شک فی عذابه و کفره فقد کفر۔

اس وقت آپ کو ظاہر ہو جائے گا۔ یہ شخص اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کو کافر نہ جاننا درکنار "علماء دین و اکابر مسلمین" جانے وہ کیونکر مسلمان پھر مسئلہ عرس و فاتحہ فروعی مسائل کا اس کے سامنے ذکر کیا ہے؟

(فقط احمد رضا قادری)

اشرف علی تھانوی، تھانہ بھون، دیوبند، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ

حامداً ومصلیاً ومسلماً　　　　مولوی اشرف علی صاحب

توہین و تکذیب خدا و رسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو الزام مدتوں سے آپ اور مولوی گنگوہی و نانوتوی و انبیٹھی صاحبان وغیرہم پر ہے۔ سنا گیا ہے کہ آپ اس میں مناظرہ پر آمادہ ہوئے اور اس میں اپنا وکیل مطلق کسی شخص مرتضیٰ حسن نامی دیوبندی یا چاند پوری کو کیا۔ اگر یہ بات واقعی ہے، تو الحمدللہ مدت کی تمنائے اہل اسلام بعونہ تعالیٰ پوری ہونے کی خوش خبری ہے۔ آپ فوراً اپنی مہری و دستخطی تحریر خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیجیں کہ میں نے "بطش غیب" و "تمہید ایمان" و "الحسام الحرمین" کے سوالات و اعتراض کا جواب دینے کے لئے مرتضیٰ حسن مذکور کو اپنا وکیل مطلق و نائب عام کیا۔ اس کا تمام ساختہ پرداختہ، قول، فعل، سکوت قبول، نکول، عدول جو کچھ ہوگا، سب بعینہ میرا اقرار پائیگا۔ مجھے اس میں کوئی عذر کی گنجائش نہ ہے اور نہ ہوگی۔ جب آپ یہ تحریر باضابطہ بھیج دیں گے۔ تو میں باقی امور جو گزارش کرنے ہیں، کرونگا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا مولیٰ عزوجل حق ظاہر کو ظاہر تر فرمائے۔ للہ الحجۃ البالغۃ۔ آپ اگر واقعی آمادہ ہوئے ہیں۔ تو تستر ولعل کے کوئی معنی نہیں۔ سامنے سے پہلے کہا تھا کہ "میں مباحثہ کرنا نہیں چاہتا، میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل تھا یہ من فساد آپ کو مبارک رہے" یہ خط جس دن آپ کو پہونچے، ایک وہ دوسرا اور تیسرے دن جواب اپنے قلم خاص سے اور وکالت نامہ مضمون مہر و دستخط و خامہ سے روانہ کریں۔ احتیاط چاہیں تو رجسٹری کرائیں۔ تنبیہ! تنبیہ!! تنبیہ!!!

اگر اس کا جواب مذکورہ میں خود نہ دیا یا وکالت نامہ بمضمون مذکور بطور مسطور نہ بھیجا یا رجسٹری واپس کردی تو ثابت ہوگا کہ آپنے شخص مذکور کو وکیل نہ کیا تھا۔ یا معزول کر دیا اور یہ کہ آپ حسب عادت چند سالہ، مسائل و سوالات مذکورہ میں بحث سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ میرے اس التماس کا جواب معقول آنے پر اور جو مجھے استفسار کرنا ہے، کرونگا اس کے جواب کے بعد آپ کی نوبت ہوگی۔ آپ کو جو پوچھنا ہوگا۔ خود پوچھیں گے۔ میں بعونہ تعالیٰ خود جواب دونگا۔ ابتدائے سوال میری طرف سے ہے۔ میرے استفسارات طے ہونے سے پہلے بے جواب معقول دیئے سوال علی السوال کی طرف عدول، مدفوع ومخذول ہوگا۔

پھر کہتا ہوں اور بتاکید کہتا ہوں کہ آپ اگر واقعی آمادہ ہوئے ہیں۔ تو صاف طور پر سمجھ لیجئے، بچنے، چھپنے بدلنے کی حاجت نہیں، للہ العزت ولرسولہ والمومنین۔ اس خط کے جواب میں کسی دوسرے کی کوئی بات نہ سنی جائیگی۔ آپ جب کہ عاقل بالغ ہیں، تو وکالت نامہ خود آپ کے قلم و دستخط و مہر سے ہو، ورنہ توکیل میں تسلسل مستحیل لازم آیگا وحسبنا اللہ و نعم الوکیل وﷺ و مولانا وھادینا و ناصرنا محمد و الہ وابنہ و حزبہ و بارك وسلم ابداً آمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم خود

(مکتوبات امام احمد رضا طبع ممبئی ۱۲۵ تا ۱۲۶)

(۲)

از بریلی

۲۰/ ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

الحمد للہ! اس فقیر بارگاہ غالب قدیر عز جلالہ کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت، نہ دنیوی خصومت، مجھے میرے سرکار ابد قرار حضور پرنور سید الابرار علیہ ﷺ نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے کہ مسلمان بھائیوں کو ایسوں کے حال سے خبر دار رکھوں جو مسلمان کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول للہ ماذون مختار علیہ ﷺ کی شان اقدس پر حملہ کریں، تاکہ میرے عوام بھائی مصطفی علیہ ﷺ کی بھولی بھیڑیں، ان ذیاب فی ثیاب[1] کے جبوں، عماموں، مولویت، مشیخت کے مقدس ناموں قال اللہ، قال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگان خونخوار ہو کر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں۔

یہ مبارک کام بحمد المنعام اس عاجز کی طاقت سے بدرجہا خوب تر و فزوں تر ہوا اور جب تک وہ چاہے گا، ہوگا۔ ذلک من فضل اللہ علینا علی الناس والحمد للہ رب العلمین۔ اس سے زیادہ نہ کچھ مقصود نہ کسی کی سب وشتم اور بہتان و افتراء کی پرواہ میرے سرکار نے مجھے پہلے ہی سنا دیا تھا کہ:

ولتسمعن من الذین اوتو الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکو اذی کثیراً و ان تصبرو و تتقوا فان ذلک من عزم الامور۔

بیشک ضرور تم مخالفوں کی طرف سے بہت کچھ برا سنوگے اور اگر صبر و تقویٰ کرو تو وہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

الحمد للہ! یہ زبانی ادعا نہیں۔ بلکہ میری کارروئیاں اس پر شاہد عدل ہیں۔ موافق و مخالف سب دیکھ رہے ہیں کہ امر دین کے علاوہ جتنے ذاتی حملے مجھ پر ہوئے، کسی کی اصلاً پرواہ نہ کی، اصحاب فقیر نے آپ کی طرف کے ہر قابل جواب اشتہار کے جواب دئے۔ جو بحمد تعالیٰ لا جواب رہے مگر جناب کے مہذب عالم، مقدس متکلم مولوی مرتضیٰ حسین صاحب دیوبندی،

---

[1] یعنی کپڑوں میں چھپے بھیڑیے۔

چاند پوری کے کمال شستہ و شائستہ دشنام نامہ[۱] کی نسبت قطعی ممانعت کردی۔ جس کا آج تک ادھر والوں کو افتخار ہے کہ ہمارا گالی نامہ لاجواب رہا۔ گرامی منش مولوی ثناء اللہ امرتسری[۲] ممکن و موجود میں فرق نہ جان سکے، مقدوراتِ الٰہیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا۔ علم الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو متامل بتایا۔ اور جاتے ہی رمضان جیسے مبارک مہینہ میں برعکس چھاپ دیا کہ میں ہرا آیا۔ ادھر اس پر بھی التفات نہ ہوا، عاقلاں نکومی دانند، پر اکتفاء کیا، یہاں تک کہ وقائع مکہ معظمہ میں کیسے کیسے معکوس و مصنوع اکاذیب فاجرہ، اخباروں میں کس آب و تاب سے چھپا کئے۔ ہر چند احباب کا اصرار ہوا، فقیر اتنا ہی شائع کرتا کہ یہ جھوٹ ہے، اتنا بھی نہ کیا پھر جب چند ہی روز میں حضرات کے جھوٹ کھل گئے اور واحد قہار کے زبردست ہاتھوں نے ان کے منہ میں پتھر دے دیئے، اس پر بھی میں اتنا نہ کہا کہ کیسا آپ صاحبوں کا جھوٹ کھلا۔

ایسے وقائع بکثرت ہیں اور اب جو صاحب چاہیں امتحان فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے۔ عزت سرکار کی حمایت کروں، نہ کہ اپنی، میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں، میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں عزت محمد رسول ﷺ کے لئے سپر رہیں۔ اللھم آمین۔

---

[۱] مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، دیوبندی مذہب کی عظیم درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور اس کے ناظم تعلیمات تھے وہ خود کو مولوی اشرف علی تھانوی کا وکیل کہتے تھے انہوں نے اسی حیثیت سے ایک اشتہار ذاتی حملوں اور سب و شتم سے لبریز شائع کرا دیا تھا۔ جس کا عنوان تھا "بریلوی چپ شاہ گرفتار" ۱۲

[۲] مولوی ثناء اللہ امرتسری، استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن پنجابی فاضل کانپوری کے شاگرد تھے۔ مگر استاذ کے عقائد و نظریات کے برعکس اعتقاد رکھتے تھے، ان کا شمار منکرین تقلید کے سربراہوں میں ہوتا تھا۔ بریلی شریف میں علمائے اہل سنت سے مناظرہ میں ان کو فاش شکست ہوئی۔ مگر انہوں نے اپنے اشتہار میں اس کے برعکس چھاپا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت پر ایسے ذاتی حملے کئے، جس سے انسانیت اور شرافت دونوں شرم سے پانی پانی ہو گئے۔ ۱۲

آپ جانتے ہیں اور زمانے پر روشن ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ غزیرہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے اور بحمدہٖ تعالیٰ ہمیشہ لاجواب ہے۔ ۱

وہ اور آپ صراحۃً مناظرہ سے استعفا دے چکے۔ ۲

سوالات گئے، جواب نہ ملے، رسائل بھیجے، داخل ہوئے، رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرما دیں۔ ۳

اخیر تدبیر کہ جلسۂ دیوبند میں ان رئیسوں کے ذریعہ سے جس کا جناب پر بار ہے تحریک کی اس پر آپ ساکت ہی رہے۔ ۴

رئیسوں کا دباؤ تھا ناچار دفع وقتی کو وہی چاند پوری صاحب آپ کے وکیل بنے۔ ۵
فقیر نے اپنے خط وقلم سے جناب کو رجسٹری شدہ کارڈ بھیجا کہ کیا آپ مناظرۂ معلومہ پر آمادہ ہوئے؟ کیا آپ نے چاند پوری صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا؟ سات مہینے سے زائد گزرے۔ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ واقعی آمادہ ہوئے ہوتے، واقعی آپ نے وکیل کیا ہوتا، تو وہاں لکھ دینا دشوار نہ تھا، مردانہ وار اقرار سے فرار نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ فرض لایعنی غیر واقع بے معنی معاہدہ جس سے عدول کا ادھر الزام لگایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! اپنے وکیل بالادعاء کی وکالت آپ نہ مانیں اور عدول جانب خصم سے جانیں۔ ہاں! جناب تو نہ بولے۔ سولہ دن بعد انہیں آپ کے متوکل صاحب نے لب کھولے کہ ہم جو روساء کے سامنے اپنے منھ آپ ہی دعوئ وکالت کر چکے ہیں اور جناب تھانوی صاحب سے دریافت کرنا ذلت و رسوائی۔ گردن کا طوق، ناپاک چالیں، بے شرمی کے حیلے ہیں۔[1]

---

[1] خط مولوی مرتضیٰ حسن ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند بنام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ مورخہ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ خط دیوبندی تہذیب وشرافت کا نمونہ ہے۔ جو زبان اس میں استعمال کی گئی ہے لکھنؤ کے شہدے بھی سنیں تو شرما جائیں (مرتب)

۶ جلسہ دیوبند کے بعد جناب مولوی گنگوہی صاحب کے ایک شاگرد رشید مولوی علی رضا مودی نے آپ حضرات سے مناظرہ کرنے کی تحریک کی، انہیں فوراً لکھا گیا، یہاں تو برسوں سے درخواست ہے۔ جناب گنگوہی صاحب اپنی راہ گئے، جناب تھانوی صاحب انہیں کی راہ پر مہر بے لب ہیں، آپ ہی ہمت کیجئے اور تھانوی صاحب سے جواب لا دیجئے۔ اس کے پہنچتے ہی ان صاحب نے ہمت ہاردی۔

۷ اذناب جناب کے افتراء اعظم پر مسلمانوں نے پانچ سو روپے نقد کا اشتہار دیا اور آپ کو رجسٹری بھیجا، آپ نہ جواب دے سکے، نہ ثبوت۔

۸ دوسرے اشد افتراء نامہ پر تین ہزار روپے کا اشتہار آپ کو دیا اور رجسٹری بھیجا، اگر تمام جماعت سے کچھ بن پڑتی تو اپنے مدرسہ دیوبند کے لئے اتنی بڑی رقم نہ چھوڑی جاتی، مگر نہ جواب ممکن ہوا، نہ ثبوت، ناچار چارۂ کار وہی سکوت۔

۹ یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے، تو کیا کیجئے؟ کہاں سے لایئے؟ کس گھر سے دیجئے۔ مگر والا جناباً! ایسی صورتوں میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے، معاملہ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انہیں لجاتے، شرماتے، اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انہیں شہ دی، یہاں تک کہ انہوں نے ''سیف النقی'' جیسی تحریری شائع کی۔ جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بھی نہ بن پڑی، یعنی میرے رسائل قاہرہ کے اعتراض اتارنے کا یہ ذریعہ شنیعہ ایجاد کیا کہ میرے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد قدست اسرارہم و خود حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے طیبہ سے کتابیں گڑھ لیں، ان کے نام بنا لئے، مطبع تراش لئے، فرضی صفحوں کے نشان سے عبارتیں تصنیف کرلیں، جس کی مختصر جدول یہ ہے:

نام کتاب تراشیدہ	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ	خلاصہ عبارات و صفحہ افتراء
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین والد ماجد	مطبع صبح صادق سیتا پور	۱۵	تعریف گنگوہی صاحب ص ۳
ہدایۃ البریہ	حضرت خاتم المحققین والد ماجد	مطبع لاہور	۱۳	مسئلہ علم غیب ص ۱۱
ہدایۃ البریہ	حضرت خاتم المحققین والد ماجد	مطبع لاہور	۱۴	تبدیل گورستان ص ۳۰
ہدایۃ الاسلام	حضرت جد امجد قدس سرہ	مطبع صبح صادق سیتا پور	۳۰	
تحفۃ المقلدین	حضرت جد امجد قدس سرہ	لکھنؤ		مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب ۱۱
خزینۃ الاولیا	اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ	کانپور		تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب ۳۰
ملفوظات	اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ	مصطفائی		مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب ۱۱ تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب ۳۱
مرأۃ الحقیقہ	حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم	مصر		مسئلہ علم غیب ص ۱۴

اور بے دھڑک لکھ دیا کہ تم یہ کہتے ہو اور تمہارے اکابران کتابوں، ان مطابع کی مطبوعات میں ان صفحات پر یوں فرماتے ہیں۔ حالانکہ نہ ان کتابوں کا جہان میں وجود، نہ ان مطابع، خواہ کسی مطبع میں چھپی، نہ ان حضرات نے تصنیف فرمائیں۔ نہ حوالہ دہندہ نے فرض و [illegible]زاش سے باہر آئیں، جرأت پر جرأت یہ کہ ص ۳۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ

سے ایک فتویٰ گڑھا، اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ کی مہر بھی دل سے تراش لی۔ جس میں ۱۳۰۱ھ لکھے۔ حالانکہ حضرت والد کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ ہو چکا۔

حضرات کی حیاء یہ گندہ افترائی رسالہ جناب کے مدرسہ دیوبند سے شائع ہوا صاحب مطبع کا بیان ہے کہ آپ کے ایک متکلم مصنف مولوی صغیر حسن صاحب دیوبندی نے چھپوایا۔ آپ کے وکیل مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے اپنے ایک خط میں اسے افتخاراً پیش کیا "تحریر میں بھی اب اس کی حقیقت دیکھنی ہے۔ "سیف النقی" طبع ہو چکا ہے، ملاحظہ سے گزرا ہوگا"۔

جب حیا وغیرت، دین و دیانت، عقل و انسانیت کی نوبت یہاں تک مشاہدہ ہوئی۔ ہر ذی فہم نے جان لیا کہ بحث کا خاتمہ ہو گیا، حضرات سے مخاطبہ کسی عاقل کا کام نہ رہا۔ الحمد للہ کتب و رسائل فقیر تو چھتیس سال سے لا جواب ہیں، اصحاب و احباب فقیر کے رسائل بھی بعونہٖ تعالیٰ عز جلالہ لا جواب ہی رہے۔ ادھر کے تازہ رسائل ظفر الدین الطیب، کین کش پنجہ پیچ و بارش سنگی و پیکان جان گداز، العذاب البئیس اور ضروری نوٹس و نیاز نامہ کشف رازو اشتہار چہارم، اشتہار پنجم و اشتہار ہفتم وہشتم ہی ملاحظہ فرمائیے، کس سے جواب ہو سکا؟ ان کے اعتراضوں، مواخذوں و مطالبوں کا کس نے قرض ادا کیا۔ بات بدل کر ادھر ادھر کی مہمل، لچر اگر ایک آدھ پرچے میں کسی صاحب نے کچھ فرمائی، اس کا جواب فوراً شائع ہوا کہ پھر ادھر مہر سکوت لگ گئی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

مگر اب کی یہ تدبیر حضرات کو ایسی سوجھی، جس کا جواب ایک میں اور میرے اصحاب کیا، تمام جہان میں کسی عاقل سے نہ ہو سکے، غریب مسلمان اتنی حیا وغیرت، ایسی بے تکان جرأت، اتنی بے باک طبیعت کہاں سے لائیں کہ کتابیں کی کتابیں دل سے گڑھ لیں، ان کے مطبع دل سے تراش لیں، ان کی عبارتیں ڈھال لیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سر بازار چھاپ دیں کہ فلاں چھاپے کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر جناب گنگوہی صاحب نے لکھا ہے

کہ تھانوی صاحب کافر ہے، فلاں مطبع کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر فلاں سطر پر مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ گنگوہی صاحب مرتد ہیں۔ جو اتنا ہو لے، وہ حضرات سے مخاطبہ کا نام لے اور واقعی سوا اس طریقہ کے اور کر ہی کیا سکتے ہیں کہ حضرات چھتیس سال کے کتب و رسائل کے بارے سبکدوش ہوتے۔

وقت ضرورت چونماند گریز
دست بگیرد سر شمشیر تیز

الحمد للہ! حق تمام جہان پر واضح ہو لیا اور ہر عاقل اگرچہ مخالف ہو، خوب سمجھ گیا کہ کس نے مناظرہ سے برسوں فرار کیا؟ کس نے ہر بار مقابلہ و جواب کا انکار کیا؟ کون اتنا عاجز آیا کہ حیا و انسانیت کا یکسر پردہ اٹھایا؟ اور مرتا کیا نہ کرتا کہہ کر کہ اس طرفہ چال پر آیا، جو آج تک کسی کھلے منکر اسلام کو بھی اسلام کے مقابل نہ سوجھی۔ مسلیمہ ملعون نے جواب قرآن عظیم کے نام سے وہ کچھ خباثتیں، ہزل، فحش لغو، جہالتیں بکیں، مگر یہ اسے بھی بن نہ پڑی تھی کہ کچھ آیتیں سورتیں گڑھ کر قرآن عظیم ہی کی طرف نسبت کر دیتا کہ مسلمانو! تم تو یوں کہتے ہو اور تمہارے قرآن میں یہ لکھا ہے۔ یہ خاتمہ کا بند، اس اخیر دور میں مدرسہ عالیہ دیوبند اور اس کے ہوا خواہوں ہی کا حصہ تھا، بایں ہمہ آپکے بعض بے چارے نافہم عوام یہ امید کیے جاتے ہیں کہ آپ مناظرہ فرمائیں گے، اس کے متعلق اب تازہ شگوفہ نے خورجہ سے خروج کیا ہے، جو آپ کے کسی خلیفہ کلن صاحب کا کہلایا ہوا ہے، اگرچہ یہاں صدہا بار کا تجربہ ہے کہ آپ نہ بولیں، محمد رسول اللہ ﷺ کو گالیاں لکھ کر چھاپی تھیں، وہ چھاپ چکے اور بار بار چھاپی جا رہی ہیں۔ اس پر مسلمانانِ عرب و عجم مطالبہ کریں۔ آپ کو کیا غرض پڑی ہے کہ جواب دیں۔ کتنی بار خود آپ سے مطالبے ہوئے، جواب غائب۔ جلسۂ دیوبند میں خط بھیجا، جواب غائب، تصدیق وکالت کے لئے رجسٹری گئی، جواب غائب، آپ کے یہاں کے شاگرد مودی

ہیں، ان کو متوسط کیا، جواب غائب، جناب شیخ بشیر الدین[1] وغیرہ روسائے میرٹھی کو متوسط کیا۔ جواب غائب، جب اپنے آقایان نعمت کی وساطت پر بھی آپ نے جواب نہ دیا۔ تو اب خورجہ والے آپ کو بلوالیں۔ یہ امید موہوم۔

بہت اچھا ہزار گنا بھول گئے۔ ایک بار پھر سہی۔ آپ کے معتقدین خورجہ نے آپ حضرات کے اقوال سے نا تجربہ کاری یا اپنی سادگی سے لکھ دیا کہ جو صورت یہ فقیر بارگاہ مصطفی علیہ السلام پسند کرے، منظور ہے، بہت خوب ادھر سے کتنی بار اصول واہم شرائط مناظرہ کی تصریح ہو چکی اور تعین مباحث کی تو گنتی نہیں۔ فقیر نے جو خط جلسۂ دیوبند میں بھیجا۔ اس میں بھی ان کی یاد دہانی تھی۔ ''ظفر الدین الطیب'' و ''ضروری نوٹس'' ملاحظہ ہو اور ان سوالوں کا جواب صاف صاف خاص اپنے قلم و مہر و دستخط سے عطا ہو۔ تمام اشتہاروں تمام مطالبوں میں اگر چہ آپ کو کافی وافی مہلتیں دیں اور ہمیشہ بے کار گئیں کہ آپ تو اپنے ارادوں جیتے جی مہلت لئے ہوئے ہیں، پھر ربط و ضبط کے لئے تعیین دن لازم ہے۔ سوالات کچھ غور طلب نہیں، تھوڑی سی عقل والا بھی ان پر فوراً ہاں' یا نہ کہہ سکتا ہے۔ مگر بلحاظ استعداد جناب شرعی مہلت کی ابلائے اعذار کے لئے معین ہے، پیش کش روز وصول خط سے تین دن کے اندر ہر سوال کا معقول جواب صاف صریح تحریری مہری عنایت ہو، یہ آخری بار ہے، اس دفعہ بھی پہلو تہی فرمائی، تو جن کو آپ نے رسول اللہ علیہ السلام کے علم اقدس میں ملایا، انہیں میں آپ کو ملا دینے کی ہمارے لئے اجازت ہو۔

---

[1] الحاج شیخ بشیر الدین چشتی صابری امدادی رئیس اعظم لال کرتی میرٹھ، نہایت متقی و مرتاض اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے وہ علوم وفنون میں حضرت مولانا شاہ عبد السمیع بیدل مؤلف انوار ساطعہ کے شاگرد تھے، استاذ زمن حضرت مولانا شاہ احمد حسن فاضل کانپوری کے توسط سے محبوب الہ حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کے غائبانہ مرید ہوئے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کے والد اور بڑے بھائی شیخ صاحب کے دربار کے ملازم تھے، شیخ صاحب نے متعدد بار حفظ الایمان کی مسموم عبارتوں سے رجوع کے لئے مولوی تھانوی کو ہدایت کی مگر وہ برابر خاموش رہے۔ استاذ العلماء ملک المدرسین استاذی مولانا غلام جیلانی میرٹھی مدظلہ کی شرح بخاری کا نام بشیر القاری انہیں کے نام پر ہے۔ شیخ صاحب کی ولادت ۱۲۹۰ھ اور وفات ۱۳۶۱ھ میں ہوئی (محمود قادری)

استفسارات

۱ توہین وتکذیب خدا جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے الزامات قطعیہ، جو مدتوں سے آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی و نانوتوی صاحبان پر ہیں، کیا آپ ان میں اس فقیر سے مناظرہ پر آمادہ ہیں یا ہونا چاہتے ہیں۔

۲ کیا آپ بحالت صحت نفس و ثبات عقل بطوع ورغبت بلا جبر و اکراہ اقرار فرماتے ہیں کہ "حسام الحرمین" و "تمہید ایمان"، "بطش غیب" وغیرہا کے سوالات و اعتراضات کا جواب بالمواجہ مہری و دستخطی دیتے رہیں گے۔ یوہیں ان جوابات پر جو سوالات و رد پیدا ہوں، ان کا۔ یہاں تک کہ مناظرہ انجام کو پہنچے اور بفضلہ تعالیٰ حق ظاہر ہو۔

۳ کیا آپ اسی قدر پر اکتفاء فرمائیں گے یا حسب تدبیر مذکور "ظفر الدین الطیب" اس کے بعد "سبحٰن السبوح و کوکبۂ شہابیہ" "سل السیوف" وغیرہا میرے رسائل کے مطالبات سے اپنے اکابر گنگوہی صاحب و اسمٰعیل دہلوی صاحب کو سبکدوش کریں گے۔

۴ اگر آپ اپنے ہی اقوال کے ذمہ دار ہوں اور اپنے اکابر جناب گنگوہی صاحب و نانوتوی و دہلوی صاحبان پر سے دفع کفر و ضلال کی ہمت نہ فرمائیں تو اتنا ارشاد ہو کہ یہاں دو فریق ہیں اول مسلمانان اہل سنت عرب وعجم۔ دوم صاحبان مذکور گنگوہ و نانوتہ و دہلی مع الاتباع والا ذناب و من یلی، جناب اگر فریق اول سے ہیں تو الحمد للہ! "ذٰلک ما کنا نبغی" تحریر فرما دیجئے کہ میں جناباں گنگوہی و نانوتوی و دہلوی سے بری ہوں۔ وہ اپنے اقوال کفر وضلالت و توہین و تکذیب رب ذو الجلال و محبوب ذی الجمال علیہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ویسے ہی ہیں جیسا ان کو علمائے حرمین شریفین" لکھتے آئے اور

جیسا ان کی نسبت "حسام الحرمین"، "فتاویٰ الحرمین" وغیرہما میں لکھا ہے۔
اس وقت بلا شبہ ان کے اقوال کا مطالبہ آپ سے نہیں ہوسکتا، بلکہ آپ خود
بھی ان کے اتباع و اذناب سے مطالبہ و مواخذہ میں شریک ہوں گے اور
اگر جناب فریق دوم سے ہیں، تو ان کے اقوال خود آپ کے اقوال ہیں، پھر
جواب مطالبات سے پہلو تہی، کیا معنی؟ اور ظاہراً اس کا مظنہ نہیں کہ جناب
فریقین سے جدا ہو کر کسی تیسرے طائفہ مثلاً رافضی و خارجی و قادیانی، نیچری
وغیرہما میں اپنے آپ کو گنیں اور بالفرض ایسا ہو، تو اسکی تصریح فرما دیجئے۔ یوں
بھی اس مطالبہ سے آپ کو برأت ہے۔

۵ کیا واقعی آپ نے اپنے یہاں کے متکلم اکبر چاند پوری صاحب کو جلسہ
دیوبند میں مناظرۂ مذکورہ کے لئے اپنا وکیل مطلق و مختار عام کیا تھا یا انہوں
نے محض جھوٹ مشہور کر دیا، بر تقدیر اول کیا سبب کہ اسی کی تصدیق کیلئے جو
کارڈ رجسٹری شدہ گیا۔ آج جناب کو آٹھواں مہینہ ہے کہ جواب نہ دیا۔

۶ وہ آپ نے وکیل کیا یا چند پوری خود بن بیٹھے؟ بہر حال آپ نے اس کی
تصدیق چاہنا ویسا ہی جرم اور انہیں مہذب خطابوں کا مستحق نے جو چاند
پوری صاحب نے تحریر فرمائے، یا ان کا زعم محض مذبذب و متابذب بے عقلی و
جنون وزبان درازی و دریدہ دہنی؟ بر تقدیر اول شرع عقل، عرف کس کا
قانون ہے کہ زید جو محض اپنی زبان سے وکیل عمرو ہونے کا مدعی ہو، اسی
قدر سے اس کی وکالت ثابت ہو جائے جو تصرفات وہ عمرو کے مال و اہل
میں کرے، نافذ و تام قرار پائیں اگر چہ عمرو ہر گز اس کی توکیل کا اقرار نہ
دے۔ بر تقدیر ثانی کیا ایسا شخص کسی عاقل کے نزدیک قابل خطاب علوم
خصوصاً مسائل اصولِ دینیہ بلا سکتا ہے یہ مردود و مطرود نا لائق مخاطبہ ہے۔

۷ "سیف النقی" کی نسبت بھی ارشاد ہو، آخر آپ بھی اللہ واحد قہار جل جلالہ کا نام تو لیتے ہیں، اسی واحد قہار و جبار کی شہادت سے بتایئے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علماء مناظرین کر رہے ہیں، صاف وصریح ان کے عجز کامل اور نہایت گندے حملۂ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں!

۸ جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلفی اختیار کریں، جو ان کو چھپوائیں بیچیں، بانٹیں، شائع و آشکار کریں، جو ان کو پیش کریں، حوالہ دیں، ان پر افتخار کریں، جو امور مذکورہ کو روا رکھیں، ترک انسداد و انکار کریں، کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں یا صاف ظاہر ہو گیا کہ مناظرہ کا چھوٹا نام لینے والے بے روح پھڑ کتے، بے جان سکتے ہیں۔ لا یموت فیھا ولا یحیٰی۔

۹ اسی واحد قہار جلیل الاقتدار جل جلالہ کی شہادت سے یہ بھی بتا دیجئے کہ وہ رسالۂ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اور جس کے آخر میں آپ کے دیوبندی مولوی صاحب کا اعلان لکھا ہے کہ "بندہ کی معرفت رسالہ" سیف النقی علی راس الشقی"، بھی مل سکتا ہے۔ قیمت ۲۰ر اور مولانا محمد اشرف علی صاحب وغیرہ بزرگان دین کی جملہ تصانیف بھی مل سکتی ہیں۔ راقم بندہ اصغر حسین عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور"۔

اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں آپ کا شوری، آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا و رغبت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کو سکوت، اور اس سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ نے کیا انسداد کیا اور اس میں اپنی قدرت صرف کی یا بے پروائی برتی؟ بر تقدیر

اول اثر کیوں نہیں ہوتا بر تقدیر ثانی یہ بھی نیم اجازت ہے یا نہیں؟

۱۰ اسی عزیز مقتدر منتقم متکبر عز جلالہ کی شہادت سے یہ بھی حسبۃ اللہ فرما دیجئے کہ بات و مقالات جو "ظفر الدین الجید" تا "اشتہار ہشتم" اور اس نامۂ حاضرہ مسمّی بہ "ابحاث اخیرہ" میں مذکور ہوئے۔ سب حق وصواب ہیں یا ان میں کونسا خلاف واقع ہے اور جب سب حق ہیں تو مناظرہ کا طالب کون رہا، اور برابر فرار بر فرار، گریز در گریز کس نے قرار کیا بینوا توجروا والرب احکم بالحق وربنا الرحمٰن المستعان علی ما تصفون ○

جناب مولوی تھانوی صاحب! یہ دس سوال ہیں، صرف واقعات یا آپ کے ارادہ و ہمت سے استفسار یا صاف و اضحات، جن کا جواب ہر ذی عقل پر آشکار، بایں ہمہ جواب میں جناب کو تین دن کی مہلت دی گئی، اگر جناب کے نزدیک یہ بھی کم ہے تو بے تکلف فرما دیجئے۔ آپ جس قدر چاہیں فقیر توسیع کرنے کو حاضر ہے۔ مگر جواب خود دیجئے، اب وکالت کا زمانہ گیا۔ آپ کے وکلاء کا حال کھل گیا، مدتوں جناب کو اختیار توکیل دیا کہ آپ گھبراتے ہیں، تو جسے چاہے اپنے مہر و دستخط سے اپنا وکیل بنائے، بار بار رسائل و اشتہار میں اس کی تکرار کی۔ مگر آپ نے خاموشی ہی اختیار کی اور بالآخر چاند پوری صاحب محض بزور زبان خود بخود آپ کے وکیل بنے۔ جس کا انجام وہ ہوا کہ آپ عالم نہیں؟ کیا آپ وضوحِ حق نہیں جانتے؟ کیا آپ ان کلمات کے قائل نہیں؟ کیا آپ پر خود اپنا تبریہ لازم نہیں؟ دوسروں کا سہارا چھوڑیئے اور اللہ کو مان کر تحقیق حق سے منہ نہ موڑیئے۔ حیرانی پریشانی میں عوام کا دم نہ توڑیئے۔

ہاں! ہاں!! آپ سے مطالبہ ہے، آپ پر مواخذہ ہے، جواب دیجئے اور

آپ دیجئے کہ اپنے قلم و خط سے دیجئے، اپنے مہر و دستخط سے دیجئے ورنہ صاف انکار کر دیجئے عوام کی چپقلش تو جائے۔ حق اہل فہم پر ظاہر ہو چکا ہے، آپ کے ان معتقدین پر بھی وضوح پائے۔ پھر ان میں جسے توفیق عطا ہو ضلالت چھوڑ کر ہدیٰ پر آئے واللہ یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم وحسبنا اللہ تعالیٰ و نعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولینا و ناصرنا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

آج بستم ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ روز چہار شنبہ کو فقیر نے خود لکھا اور میرے مہر و دستخط سے امضاء ہوا۔ وللہ الحمد ۱؎

(۳)

از بریلی

۱۵ رصفر ۱۳۲۹ھ

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر بارگاہ عزیز قدیر عز جلالہ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے۔ اب حسب معاہدہ و قرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات'' حسام الحرمین'' کی جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں، لکھ کر کہیں اور سنا دیں۔ اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ رصفر مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ آج ۱۵ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ ۱۱ روز کی مہلت کافی ہے۔ وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پر نور ﷺ میں توہین ہیں یا

۱؎ ''ابحاث اخیرہ'' کے تاریخی نام سے منسوب یہ طویل مکتوب فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ جلد ۱۵ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں شامل کیا گیا ہے۔ ص ۷۸ تا ۹۶ ہے۔ یہ خط قلمی صورت میں راقم شمس مصباحی کے پاس موجود ہے۔

نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہوسکتا ہے۔

لہٰذا فقیر اسی عظیم ذوالعرش کی قدرو رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ رصفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لئے مقرر کرتا ہے۔ آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخط روانہ کریں۔ اور ۲۷ رصفر کی صبح مرادآباد میں ہوں اور آپ بالذات اس امراہم واعظم میں دین کو طے کرلیں۔ اپنے دل کی آپ جیسی بتائیں گے، وکیل کیا بتائے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر معذرہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ مع ہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے۔ کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈے، تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ پرداختہ، قبول، سکوت، نکول، عدول سب آپ کا اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فار ہوا۔ تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے۔ پھر آپ خود ہی دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے۔ اور بات بنانے دوسرا آئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں۔ آخر تا کجے؟ یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔ واللہ یھد من یشاء الی صراط مستقیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا او مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ رصفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۲۹ھ

(ماخوذ ''دافع الفساد عن مرادآباد'' مطبوعہ مرادآباد ۱۳۲۹ھ)

(۴)

از بریلی

۱۹ صفر ۱۳۲۹ھ

وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

السلام علیکم علی من اتبع الہدیٰ

حضرت سید مقبول عیسیٰ میاں دامت برکاتہم سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعض حواریان بریلی نے آٹھ روز کے اندر بغرض مناظرہ ''متعلقہ حسام الحرمین'' آپ کو بلا دینے کا وعدہ کیا۔ فقیر نے یہ عریضہ جس کی نقل مرسل ہے، حضرت ممدوح کو لکھا اور آٹھ کی جگہ سولہ دن کی مہلت دی۔ سنا گیا ہے کہ آپ کے حواری پھر گئے۔ اب بعض نے ہمت کی ہے۔ اس عریضہ اور ''ابحاث اخیرہ'' کی نقل اب ان کے ذریعہ سے آپ کو مرسل ہے۔ ہاں، نہ جو کہنا ہو، اپنی مہر و دستخط سے لکھ کر بھیجئے۔

جنابا! یہ کیا انصاف ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو گالیاں لکھنے کے لئے آپ ناطق بھی، محرر، مصنف، مناظر۔ ''حفظ الایمان'' کی تقریریں ملاحظہ ہوں۔ یہ رد وکد نہیں تو کیا ہے؟ اور جب اہل اسلام اپنے نبی ﷺ کے حقوق کا آپ سے مطالبہ کریں تو آپ یوں بے زبان و بے گوش بن جائیں، فقیر ہو کر دین و دنیا سے فارغ و بے ہوش بن جائیں۔

نگفتہ ندارد کسے باتو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

یاد ہو! جب تک مولوی گنگوہی صاحب بقید حیات رہے، آپ کو کسی نے نہ پوچھا، جو مطالبہ تھا ان سے تھا، وہ بقید ممات ہوئے اور آپ ان کی جگہ رکھے گئے۔ اب آپ سے مواخذہ ہے اور خصوصاً خود آپ کے لفظوں کا، دوسرا کیوں شارح بنے۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔

مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دینے کے لئے آپ تھے اور تاویل کو دوسرا آئے۔ جنابا! یہ کوئی دنیوی لڑائی نہیں، تیغ و تیر کا میدان نہیں، آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ یا یہ سکوت اس لئے ہے کہ آپ سمجھ لیتے اور جانتے ہیں کہ جواب ناممکن ہے۔ اللہ اللہ اس سے کیا بہتر، مگر ایسا ہے تو سکوت کافی نہیں۔ اذا عملت سیئۃ فاحدث عنہ بالتوبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ.

جس طرح چودہ ورقی "حفظ الایمان" بے اعلان چھاپی اور بار بار چھپ رہی ہے۔ اعلان چھاپ دیجئے کہ واقعی وہ رسول اللہ ﷺ کی توہین تھی اور اب میں توبہ کرتا اور اسلام لاتا ہوں۔ ہاں! اس سے آپ کی قدر نہ گھٹے گی۔ بلکہ عند العقلاء، اور سچی توبہ ہوئی تو عند اللہ بھی آپ کی قدر ہو جائے گی۔ پھر از سرِ نو سولہ روز کی مہلت دیتا ہوں۔ ایک دن آپ کے حواریوں کے پاس پہونچنے کا دو دن آپ کے پاس پہونچنے کے، یوں تین دن آپ کی مہری دستخطی تحریر یہاں آنے کے اور کامل دس دن آپ کے ہاں لکھ کر مہر کر دینے کے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

فقیر احمد رضا قادری ۱۹ر صفر ۲۹ھ

(مکتوبات امام احمد رضا، ص ۱۲۹، ۱۳۰ طبع بمبئی)

از بریلی (۵)

۲۲ر ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وسیع المناقب تھانوی صاحب السلام علی من اتبع الہدیٰ

آپ کو پندرہ سال سے مناظرہ کے لئے بلایا جاتا ہے اور آپ کو فرار ہے۔ صاف انکار بلکہ اس فن سے اپنے اور اپنے اساتذہ سب کے جاہل ہونے کا اقرار ہے۔ اور انصافاً مناظرہ کے لئے حالت منتظرہ کون سی باقی رہ گئی۔ تمام اکابر علمائے حرمین طیبین آپ کی اور آپ کے اکابر کی صاف تکفیر فرما چکے اور وہ بھی اس شدت قاہرہ کے ساتھ کہ جسے ان کے کفر میں شک ہو۔ وہ بھی کافر ہے۔ آپ سے اپنا کفر نہ اٹھنا تھا، نہ اٹھ سکا۔ اٹھنا درکنار، سالہا سال کے بعد پونے دو ورق کی ایک ضخیم تحریر لکھی۔ جس کا یہ چھوٹا سا نام "بسط البنان لکف اللسان من کاتب حفظ الایمان" اور اس میں ٹھنڈے جی سے اپنے کافر ہونا قبول

کیا، بلکہ جتنا علمائے حرمین شریفین نے ارشاد فرمایا تھا، اس سے دو کفر اپنے اوپر اور بڑھائے۔ تاویل کی جو حرکت مذبوحی کی اس کے رد میں "وقعات السنان و ادخال السنان" دو رسالے رجسٹری شدہ جبھی آپ کے یہاں پہونچ گئے اور آپ کسی کا جواب نہ دے سکے۔

پھر وضوح حق میں کیا باقی رہ گیا؟ اور مراد آباد کے واقعہ نے تو آپ اور آپ کے تمام موالی کے ماتھے پر جلی قلم سے سورہ مدثر شریف کی دو آیتیں لکھ دیں۔ جن کی دوسری ہے فرت من قسوۃ۔ کیا جوش تھے کہ ہم تو مناظرہ کو تیار ہیں۔ احمد رضا کو جو بلائے، پانچ سو دیں گے، ہزار دیں گے۔ یہاں اطلاع آتے ہی میں نے فوراً تاریخ مقرر کی اور تاریخ سے ایک دن پہلے پہونچ گیا۔ اب کیا تھا، سب لوہے ٹھنڈے، جان کے لالے پڑ گئے۔ یا مجسٹریٹ المدد! یا پولیس الغیاث!! ہائے وائے کر کے مناظرہ بند کیا۔ جب حالتیں یہ ہیں تو کیا مردانگی ہے کہ یہاں ہمیشہ فرار برقرار کیجئے اور ہزاروں میل سمندر پار رنگون جا کر غوغا مچایئے۔

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان وہاں آپ کا تعاقب نہ کریگا۔ حاشا للہ و للہ العزۃ و رسولہ و للمؤمنین و لکن المنافقین لا یعلمون و ان جندنا لہم الغالبون کا حقاً علینا نصر المؤمنین و من یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً۔

اگر یہ سچ ہے کہ آپ کو اب ہوس مناظرہ پیدا ہوئی ہے، تو فوراً اُسے پیشتر اپنی مہری دستخطی اپنے قلم کی لکھی ہوئی اقراری تحریر دیجئے، کہ آپ اپنے اور اپنے اکابر گنگوہی اور نانوتوی صاحبان کے کفر و ارتداد کے بارے میں مجھ سے مناظرہ کریں گے اور اس میں ان شرائط کا قبول درج کیجئے۔

(۱) میرا مخاطبہ صرف آپ تھانوی صاحب سے ہوگا یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنے تمام لواحق و علائق کو اپنی مدد کے لئے جمع کر لیجئے۔ وہ آپ کو مدد پہونچائیں۔ مگر مکالمہ صرف آپ سے ہوگا۔ دوسرا بولنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۲) مبحوث عنہ مسئلہ دائرہ آپ اور گنگوہی و نانوتوی صاحبان کا کفر ہوگا۔ اگر بفرض محال اس سے نجات پا لیجئے تو دوسرا مرحلہ آپ اور آپ کے امام الطائفہ کا کفر لزومی ہوگا۔ جب تک آپ یہ دونوں مرحلہ طے کر کے اسلام کے دائرے میں نہ آئیں۔ بحث بدلنے اور کسی اور مسئلہ کی طرف چلنے کا اختیار نہ ہوگا۔ ان کے طے ہونے کے بعد شوق سے اور جو مسئلہ چاہئے۔ چھیڑئے۔

(۳) طرفین سے جو کچھ کہا جائے گا، لکھ کر اسی وقت فریق ثانی کو دیدیا جائے گا کہ بدلنے مکر نے کی گنجائش نہ رہے۔

(۴) گھر کی معاودت میں آپ کو بریلی سے گزر ہے اور سنا گیا کہ یہاں خود آپ کی بیٹی کا گھر ہے۔ اگر یہاں مناظرہ قبول کیجئے تو آپ کو بھی آسانی ہے۔ تاریخ مقرر کر کے برما سے کشمیر تک اعلان دے دیجئے کہ جو لوگ چاہیں، آئیں اور اگر وہیں آپ کی امان ہے، تو فقیر بعون القدیر اس کے لئے بھی حاضر۔ مگر میرے اور میرے تمام رفقاء، معززین و ملازمین کے جملہ مصارف آمد ورفت ہمارے عوائد کے موافق دینے ہونگے۔

(۵) مجسٹریٹ ضلع سے تحریر اجازت لیکر دکھانی ہوگی کہ پھر مرادآباد کی طرح سے واویلا نہ کیجئے۔

(۶) اگر ہم آئے اور آپ مرادآباد کی طرح روپوش رہے، یا کسی حیلہ سے مناظرہ ٹالا تو ہمارا کافی خرچہ آپ کو دینا ہوگا۔ جس کا اطمینان پہلے کر دینا لازم۔

(۷) ان تمام شرائط پر مشتمل فوراً تحریر دیجئے۔ اور ان کی عملی کارروائی کے ساتھ باتفاق فریقین تاریخ مقرر کیجئے۔، ورنہ کبھی مناظرہ کا نام نہ لیجئے۔

والسلام علٰی من اتبع الہدیٰ — فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

شب بست و دوم ماہ فاخر ربیع الآخر لیلۃ الخمیس ۱۳۳۸ھ میں ھجرہ انفس

نفیس ﷺ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم

(مولوی اشرف علی صاحب کا مناظرہ سے جدید فرار مطبع اہلسنت و جماعت ۲۳، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ ۱۳۳۸ھ، چہار ورقی رسالہ با ہتمام حضرت مولٰینا الحاج لعل محمد خان مدراسی، مقیم کلکتہ)

مولٰینا انوار الحق صاحب، تحصیل جونیاں، ضلع لاہور، پاکستان

(۱)

از بریلی

۲؍ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

مولانا! یہ لفظ بہت سخت ہے لاالہ الا اللہ یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کار نابکار کیا چیز ہے ہاں! اکابر کے لئے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے۔ کی الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ، شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی امت میں۔ مگر مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔ مثل معاذ اللہ مساوات کا ابہام کرتا ہے۔ اور مانند صرف ایک مشابہت چاہتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: اس لئے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایمانی کایمان جبرئیل فرمایا۔ نہ مثل ایمان جبرئیل۔ فقط

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۶۴۹/۱۳)

حضرت مولٰینا محمد افضل صاحب، کابلی امام مسجد محلّہ سوتی گنج، صدر بازار، میرٹھ یوپی

(۱)

از بریلی

۲؍شوال ۱۳۳۹ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

لفظ سگائی کر چکا۔ خود ظاہر است سگائی نسبت و وعدہ عقد را گویند، نہ عقد را۔ دے دیا و دے چکا ازاں جا کہ مجلس مجلس وعدی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بر وعد محمول می

شود، نہ بر عقد۔ در شرح امام طحاوی و فتح القدیر و در مختار و رد المحتار است لو قال ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد و ان کان للعقد فنکاح[1]۔

وچہ گونہ نکاح شود حالانکہ شرط او حضور دو گواہ است کہ فہمند کہ این نکاح است۔ فی التنویر والدر وشرط حضور شاہدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر[2] و اینجا اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد کہ منگنی نزد ایشاں چیزے از مقدمات نکاح است نہ نکاح۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۱/۵۲-۲۵۱)

جناب قاضی اشفاق حسین صاحب لکھنؤ، ضلع بریلی

(۱)

از بریلی

۲۲ صفر ۱۳۱۶ھ

مکرمی کرم فرما قاضی محمد اشفاق حسین صاحب اکرمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

یہ فتویٰ جس کی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں، نظر سے گزرا۔ یہ محض غلط حکم ہے۔ اس پر عمل حرام ہے۔ یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذہب کے خلاف ہے۔ اس کی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلیٰ درجے پر فرما چکے۔ انہیں باتوں کو جن کے جواب ہزار ہزار بار دے دیے گئے۔ پھر پیش کر دینا حضرات وہابیہ کا قدیمی داب ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۳/۱۰۳

[2] در مختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

لطف یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انہوں نے فتویٰ دیا۔ اور پھر یہ حکم خدا و رسول اس کے خلاف تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمر نے خدا و رسول کا خلاف نہ کرنا چاہا۔ حکم خدا اور رسول خود بھی جانتے تھے کہ وہ یہی ہے کیا فتویٰ اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہہ دینے کا نام ہے؟ یا خدا و رسول کا حکم بتانا۔

ان کے اگلوں نے اس معاملے میں امیر المومنین عمر پر صریح تبرا لکھے ہیں۔ محمد بن اسحٰق بخاری کی نقل کی اور دعویٰ یہ کہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ اگر مقلد نہیں ہو، تو امام بخاری کی بات ماننی، کس آیت و حدیث نے فرض کی۔ بخاری سے پہلے جو ائمہ کرام امام مالک و امام ہشام بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل و اعلیٰ تھے اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابن اسحٰق دجال کذاب ہیں وہ کیوں نہ مانے اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں، جس کی بات مطلب کی دیکھتے ہیں، اس کا کلام وحی و قرآن و حدیث ٹھہرا لیتے ہیں۔ ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ والسلام (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ص ۱۲/ ۹۶۔۳۹۵)

جناب محمد ابراہیم صاحب، سید وزیر علی، کافی شاپ، قلابہ، بمبئی

از بریلی (۱)

۵/ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) قرآن مجید سورہ محمد ﷺ میں لا الہ الا اللہ ہے اور اس کے متصل سورہ فتح میں محمد رسول اللہ۔

(۲) سورہ بنی اسرائیل میں ہے: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا. مقام محمود مقام شفاعت کا نام ہے۔ سورۂ نساء پارہ ۵، رکوع ۶ میں ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله وستغفر لهم الرسول لوجدو

اللہ توابا رحیما۔

رسول کا گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا شفاعت ہی ہے۔ بے علم آدمی کو کافروں یا بد مذہبوں سے الجھنا، بحث کرنا سخت حرام ہے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم ہے۔ ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ ان سے دور رہو انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۳۰۰)

برہان ملت حضرت مولینا برہان الحق، اپرین گنج، جبل پور ایم، پی

(۱)

از بریلی

۱۰/ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نور حدقہ افضال، نور حدیقہ کمال، عزیز بجان سعادت نشان مولوی محمد عبدالباقی برہان الحق نورہ اللہ بتجلیات النور المطلق السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

بعد دعائے ترقیات ظاہر و باطن دو تعویذ حاضر کرتا ہوں جس پر "یا کافی" لکھا ہے۔ بازوئے راست پر باندھا جائے اور جس پر "یا شافی" لکھا ہے، ناف پر اور ایک رکابی کی ترکیب مرسل، ہر امراض ضعف سے باذنہ شفا ہے۔ ۷/ سات یا گیارہ روز، انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوں گے۔ ورنہ چلہ کیا جائے۔

مولانا و بالفضل اولانا، اپنے والد ماجد سلمہ اللہ تعالیٰ کی خیریت سے اطلاع دیجئے۔ آپ کے اس لفظ سے کہ "ہمیشہ مریض رہتے ہیں" تفکر ہوگیا۔ مولی عز و جل بمنہ و کرمہ ان کو جملہ بلیات و آفات سے اپنے اور اپنے حبیب ﷺ کے حفظ و امان میں رکھے اور

آپ اور آپ کے بھائیوں کو ان کے سایۂ کرامت کے نیچے مدارک عالیہ تک ترقی دے۔ خدا نہ کرے وہ کیا مرض ہے؟ تفصیل لکھئے اور یہ رکابی علاج عام ہے۔ مولٰینا سلمہ تعالٰی بھی استعمال فرمائیں۔

اب آپ کیا پڑھتے ہیں؟ اطلاع دیجئے۔ دربارۂ اذان جو وہاں ایک شخص مخالف پیدا ہوا تھا۔ اس کا کیا انجام ہوا۔ اور شہر میں کیا حالت ہے؟ بعض رسائل جدیدہ حاضر کرتا ہوں، ایک نسخہ بھیجتا ہوں کہ شاید "سلامة الله لا هل السنة" تک پہلے مرسل ہو چکے ہیں۔ وہاں کی قدر حاجت پر مجھے اطلاع نہیں۔ جو رسالہ مطلوب ہو، اطلاع دیجئے۔

حضرت مولٰینا دامت برکاتہم اور اپنی دادی صاحبہ کی خدمت میں فقیر کا سلام گزارش کیجئے، اپنی والدہ صاحبہ عافہا اللہ تعالٰی کی خیریت سے اطلاع دیجئے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری، ۱۰؍ذی الحجہ ۳۲ھ

("اکرام امام احمد رضا" طبع مظفر پور ص ۴۰، ۱۳۹)

(۲)

از بریلی

سلخ شعبان ۱۳۳۵ھ

نور دیدۂ سعادت مولٰینا المکرم جعلہ المولٰی تعالٰی کا سمہ برہان الحق، السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

خیریت مزاج جناب مولٰینا المکرّم اکرمہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لئے بھی طلب دعا کیجئے۔ ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں۔ ضعف قوی ہے، اور قوی ضعیف۔ وحسبنا المولٰی الکریم اللطیف۔

جس دن کا ضحوہ کبریٰ نکالنا منظور ہو۔ اس دن کے وقت صبح و وقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں، اور اس پر چھ گھنٹے بڑھا لیں۔ یہ وقت ضحو کبریٰ ہوگا۔ اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم ۳۹ منٹ اور زیادہ سے

زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے۔ مثلاً کل روز پنجشنبہ بحساب قواعد بشرط رویت یکم ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں:

نقشے میں تمام ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے۔ جن رفع اسقاط کے سبب ۱۲ یعنی تفاوت آیا۔

مثال دوم ۳۰ ماہ مبارک کو

ختم سحری	۶	۴۷	۳
+افطار	۷	۱۲	۷
	۳۳	۵۳	۱۰
=۲+	۳۶،۵	۲۶	۵
+x=	۳۶،۵	۲۶	۱۱
ختم سحری	۵۷	۵۲	۴
+افطار	۳۹	۱۳	۷
	۳۶	۶	۱۱
	۱۸	۳۳	۶
	۱۸	۳۳	۱۱

آنس علیہ السلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۳۱۴/۵)

(۳)

از بریلی

غرہ شعبان الخیر یوم الجمعہ المبارک ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز راحۃ روحی و بہجۃ قلبی جعلہ اللہ تعالیٰ حق سجنہ برہان الحق المبین، آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

بخدمت جناب مولانا مع الاکرام ایک نیاز نامہ ۹؍ دن ہوئے، حاضر کیا ہے، امید کہ پہنچا ہو، اس کے بعد میں بہت علیل ہو گیا۔ بخار زیادہ آیا۔ غفلت رہی، تین دن کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ افاقہ ہوا۔

معاملہ مجری میں بحمد اللہ تعالیٰ میرا نام تو نہیں تھا۔ مگر مصطفیٰ رضا کا نام شہود میں لکھوایا ہے۔ وہ بفضلہ تعالیٰ کچہری سے گھبراتا ہے، کل اس نے ایک طویل مضمون لکھ دیا کہ قانوناً ۲۰۰ میل کے فاصلہ سے حاضر ہونا نہیں پڑتا اور میری صحت جبل پور میں بہت اچھی رہی۔ امراض کو بفضلہ تعالیٰ کمی رہی۔ اور حضرت مولینا کی برکت سے حکیم عبد الرحیم صاحب سے بہت گہرا تعلق ہو گیا ہے۔ وہ بہت غور سے معالجہ فرمائیں گے۔

ایسے وجوہ لکھے تھے۔ جس پر میں نے اسے اجازت دی۔ پیلی بھیت سے میں تنہا تعزیتیں کرتا ہوا مانک پور ایک آدھ روز ٹھہرتا ہوا غالباً روز سہ شنبہ حاضر نہ ہو سکا، اطلاعاً گزارش ہے۔ خط اول میں ایک استفتاء تھا اس کے جواب کا طالب ہوں۔ والسلام

سب حضرات کو سلام مسنون

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

غرہ شعبان الخیر یوم الجمعہ المبارک ۳۷ھ

(اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۱۴۱)

(۴)

از بریلی

۷ر شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولدی وثمرۃ فوادی قرۃ عینی بحمد اللہ تعالیٰ کا سمہ برہان الحق المبین۔ آمین السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

بخدمت حضرت مولینا سلام مع الاکرام ایک نیاز نامہ ۲۲ ر رجب روز پنجشنبہ کو بھیجا۔ اس کا پہونچنا معلوم نہ ہوا۔ اول تو اس میں ایک استفسار آپ سے اور ایک در بارۂ نعت شریف حکیم صاحب سے تھا۔ اور ان سے قطع نظر ہو تو وہ خط شکر تھا۔ اس کا پہونچنا ضروری تھا، اگر نہ پہونچا ہے۔ مطلع فرمائیں، دوبارہ بھیجوں۔

دوسرا خط دبارۂ روانگی مصطفیٰ رضا، جمعہ غرۂ شعبان المعظم کو بھیجا ہے۔ جو انشاء المولیٰ تعالیٰ آج آپ کو ملا ہوگا۔ اس تیسرے خط کی یہ ضرورت ہے کہ آج کوئی تین چار روز ہوئے، کوئی مجہول شخص جبلپور سے ایک سادہ لفافہ، جس پر کچھ تحریر نہ تھا، سید ایوب علی صاحب کو دے گیا۔ دوسرے وقت انہوں نے مجھے دیا۔ اس کے کھولنے سے صرف ایک اشتہار ملا۔ جو کسی وہابی نے چھاپا ہے۔ اس کا جواب طبع ہونا ضروری ہے اور اس کی ضرورت صرف جبلپور کے لئے نہیں بلکہ علام بلاد ہند کے لئے ہے، کہ اس میں کبرائے وہابیہ کی خبر لی گئی ہے۔ خصوصاً کلکتہ، کو حاجی لعل خان صاحب کے پاس زکریا اسٹریٹ ۲۲ کے پتے پر اس کے سو نسخے جانا چاہئے اور کچھ یہاں بھی درکار ہوں گے۔

میری رائے میں اس کے مشتہر ہمارے دوست ملا محمد خان ہوں کہ مقابلۃ الاسماء بالاسماء رہے، یا جو آپ مناسب جانیں، بہتر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اشتہار کی صورت میں ایک

طرف چھپے کہ چسپاں بھی ہو سکے عوام رسائل نہیں دیکھتے اشتہار پڑھ لیتے ہیں۔ پہلے نیاز نامہ رسید نہ معلوم ہونے کے سبب اسے رجسٹری حاضر کرتا ہوں، سب احباب کرام کو سلام۔

فقیر احمد رضا خاں قادری غفرلہ

۴ر شعبان المعظم روز جاں افروز دو شنبہ ۱۳۳۷ھ

نوٹ:

میں یہ خط لکھتا تھا کہ ڈاک آئی، اس میں ایک پلندہ ملا۔ کھولنے سے اس اشتہار مردود کا رد نکلا جزاء کم اللہ سبحنہٗ و تعالیٰ بکل حرف حرف الف الف جزاء خیرا فی الدنیا والآخرۃ۔ فقیر کی رائے میں اب بھی اس جواب کے طلب کی حاجت ہے، کہ اس میں کبرائے وہابیہ کی خباثتوں کی اشاعت ہے اور فتوائے دوم کے جواب میں اصل حقیقت اور وہابی جعل سازی اور صاحب فتاوی گنگوہی کے اس پر اور تحریفات کے اضافہ کا بیان ہے۔ مگر اب میری رائے میں، ملا محمد خان کے نام سے نہ ہو کہ پہلا جواب ان کے نام سے شائع ہو چکا۔ اس میں بھی فقیر کو آپ سے توارد ہوا۔ اب یہ دوسرا اگر مناسب جانیں اپنے نام سے یا زاہد میاں کے، یا جسے مناسب خیال فرمائیں۔ اس کے نام سے ہو۔ طبع میں جلدی چاہیے۔ طبیعت ہنوز صاف نہ ہوئی۔ حضرت مولینا اور آپ سب حضرات دعا میں یاد رکھیں۔ والسلام

فقیر قادری غفرلہ

۴/۸/۳۷ھ (صحائف رضویہ و عرائض سلامیہ قلمی ۶۸)

(۵)

از بریلی

۲۵ر شوال ۱۳۳۷ھ

نور عینی و درۃ زینی جعل کاسمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

"جدول مطالع البروج" و "جدول تعدیل النہار" مع تفاضل آئیں، ابھی ان کے

دیکھنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ ایک شخص[1] نے ایک رسالہ چھاپا، کہ پیروں اور مزاروں کو سجدہ جائز ہے۔ اور اس میں کتب ائمہ پر کمال افتراؤں سے کام لیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ جو مخالفت کرے شقی، معلون، شیطان راندہ درگاہ ہے۔ تین جگہ سے یہ رسالہ یہاں آئے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ لوگوں میں اضطراب ہے۔ اس کا رد لکھا گیا۔ دو جزء کے قریب تو ہو گیا ہے اور قدرے باقی ہے۔

زیر ناف اسی درد کے چار دورے شوال کی ان تاریخوں میں ہو چکے۔ حضرت مولینا دامت فیوضہم کی رائے اس سال میری حاضری نہ ہوئی اور یہاں بھی لوگ تو ناہی تھے۔ اب حاجی لعل خان صاحب نے بھی ممانعت لکھی ہے۔ ناچار اس سال جانا ملتوی رکھا۔ زاہد میاں سلمہ کی شادی ربنا تعالیٰ مبارک کرے۔ سب احباب کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری

۲۵ر شوال ۳۷ھ

نوٹ: نسیم الریاض آپ کے پاس کس مطبع، کس سنہ کی ہے۔ تحریر فرما کر بھیجیں۔

بخدمت حضرت مولانا تسلیم مع التکریم (اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۱۴۲)

(۶)

از بریلی

۱۶ر ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم ذی المجد و الکرم والفضل الاتم حامی السنین ماحی الفتن عبدالاسلام و نور عینی و درۃ زینی مولوی برہان الحق و حافظ صاحب مکرم کرم فرمائے راقم حافظ

[1] نوٹ: خواجہ حسن نظامی ثانی، سجدۂ تعظیمی کے قائل تھے، ان کے رد میں امام احمد رضا نے "الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ" لکھی، یہاں اسی طرف اشارہ ہے۔ (شمس مصباحی)

محمد غوث صاحب سلمہم و اکرمہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

''اللہ عز وجل کا ہے۔ جو اس نے دیا۔ اور اسی کا ہے جو اس نے لیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر معین، جس میں کمی بیشی ناممکن، اور محروم تو وہ ہے۔ جو ثواب سے محروم رہا۔ صبر والوں کے لئے اجر بے حساب ہے''۔ جو چیز گئی، بے صبری سے واپس نہیں آسکتی۔ ہاں! ثواب کہ اس سے کروڑوں درجہ اعلیٰ ہے، جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: جب مسلمان کے نابالغ بچے کی روح قبض کر کے ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر بارگاہ عزت ہوتے ہیں، میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ اور وہ اعاکم ہے، عرض کرتے ہیں: ہاں! اے میرے رب۔ فرماتا ہے، کیا تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا؟ عرض کرتے ہیں، ہاں اے رب! فرماتا ہے پھر اس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں، الحمد للہ کہا تیری حمد بجا لایا۔ فرماتا ہے۔ گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا اور جنت میں اس کے لئے ایک مکان بناؤ اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔ اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث میں ہے: جب حضور اقدس ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا، فرمایا: الحمد للہ دفن البنات من المکرمات۔ بیٹیوں کا دفن کرنا عزت کی بات ہے۔ مولیٰ عزو جل دونوں صاحبوں کو نعم البدل عطا فرمائیں۔ برہان میاں کو عمر و علم و عمل و عزت کا بیٹا دے کر ان کے اور حضرت مولینا عبد الاسلام کے ظل مکرمت میں مدارج عالیہ کو پہونچے۔ عالیہ سلمہا باعث برکات دارین والدین رہیں، آمین۔

دونوں ہی برادر عزیز نور چشم برہان میاں کی دلہن اور حافظ محمد غوث صاحب کے گھر میں چاروں صاحب یہ پڑھیں! الحمد للہ انا للہ و انا الیہ راجعون، عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منھا۔ اول آخر درود شریف، انشاء اللہ العزیز نعم البدل عطا ہوگا۔

آٹھ ماہ سے میری منجھلی لڑکی سلمہا اللہ تعالیٰ و عافاہا بالخیر علیل ہے۔ معدے میں صلابت، گردوں میں چمک، پسلیوں میں درد، اس حالت میں اس کا ایک لڑکا جاتا رہا۔ ایک

پارسال گیا تھا۔ بفضلہ تعالیٰ بہت صابرہ ہے۔ اب بیس ۲۰ روز سے صاحب فراش ہے۔ اس حالت میں بھی عصا و تکیہ کے سہارے سے، جیسے بنتا ہے فرض کھڑے ہو کر برابر ادا کرتی ہے۔ سنن وغیرہا بیٹھ کر۔ وہ مجھے بہت عزیز ہے۔ اس کی شفا کے لئے سب صاحب دعا فرمائیں۔ التزام کے ساتھ فرمائیں۔

پنجگانا نمازوں اور حلقہ درود شریف کے بعد چند روز تین تین بار بتوجہ قلب یہ دعا پڑھا کریں: یا حلیم یا کریم اشف امۃ النبی ام کلثوم۔ مولیٰ تعالیٰ بالخیر آپ حضرات کی دعا بظہر الغیب سے عطا فرمائے۔ رمضان سے اب تک میرے زیر ناف ایک درد کے تیرہ دورے ہو چکے ہیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

حضرت مولینا! میرا التزام یہ ہے کہ کارڈ میں بسم اللہ شریف یا کوئی آیت یا اسم جلالت یا دونوں اعلام طیبہ رسالت نہیں لکھا کرتا۔ فتویٰ جو کارڈ پر لکھتا ہوں۔ اس کا ختم۔ ھو تعالیٰ اعلم پر کرتا ہوں نام اقدس آتا ہے تو حضور ﷺ کی جگہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام لکھتا ہوں۔ سب صاحبوں کو دعا و سلام۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۱۶ رذی القعدہ ۷ ۳ ھ

(اکرم امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۶۴، ۶۶)

(۷)

از بریلی

۲۲ رذی الحجہ ۱۳۳۷ ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نور عینی و درۃ زینی ادام اللہ تعالیٰ عزک۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

"مطالع البروج" بہت صحیح بنائے۔ بارک اللہ و فک و علیک صرف ایک جگہ غلطی

زیادہ تھی اور باقی چند جگہ خفف وہ سب سرخی سے بنادی ہیں۔

برادرم کسی مکابر بے دین کی زبان بند کرنے کا کسے اختیار ہے۔ قیامت میں رب العزت کے حضور تو بکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا بایدیھم و تشد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔ اس وقت مجبور ہونگے۔ خبیث کسی بات کا بھی جواب دیتا ہے، نہ دے سکتا ہے، اور زبان درازیاں کیے جاتا ہے۔ ایک پرچہ تھانوی کو مخاطب کرکے لکھے کہ فلاں فلاں فلاں ہمارے اعتراض لاجواب رہے۔ معلوم ہوا کہ وہ سب تجھے تسلیم ہے۔ حتی کہ تیرے ور گنگوہی کا سگ وخوک ہونا۔ اب پھر تجھے دس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر ان اعتراضوں کو اٹھا سکتا ہے۔ ان کا جواب دے۔ ورنہ ظاہر ہو جایگا۔ کہ وہ سب باتیں تجھے تسلیم ہیں، پھر سگ وخوک سے مکالمہ کا کوئی محل نہیں،

نمبر وار ہرامر کا جواب دے بغیر اس کی کوئی خباثت قابل التفات نہ ہوگی۔

اور اسے رجسٹری رسید طلب سے تھانوی کے پاس بھیج دے، کہ حسب عادت انکاری ہوکر واپس آئے۔ تو چھاپ دیجئے کہ خبیث منکر ہوا۔ عاجز آیا۔ اپنے عجز کا مظہر ہوا۔ اپنی کلبیت وخنزیریت کا مقر ہوا۔ از ناب کوعوعو سے کام ہے فقط۔

وہ پرچہ لکھ کر مجھے دکھا لیجئے۔ اپنی تحریروں کے اعتراضات نمبر وار چھانٹ کر لکھیں (۱) یہ (۲) یہ ہے کہ ان کا جواب نہ ملا۔

"الاستمداد علی اجیال الارتداد" کے دس نسخے حاضر کرتا ہوں۔ بخدمت حضرت مولینا عبد السلام تحیت وسلام وسائر اخوان واحباب کرام والسلام

فقیر قادری غفرلہٗ

۲۲؍ذی الحجہ مبارکہ ۱۳۳۷ھ

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ ص ۹۷ قلمی)

(۸)

از بریلی

۴/ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

۷۸۶

نورِ عینی سلمہٗ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

۲۷ محرم سے ۳۵/دن کے بخار نے بالکل بے طاقت کردیا طالب دعا ہوں۔ حضرت مولینا عبد السلام مسلمہ السلام کی خیریت اور مقدمہ مسجد کی حالت سے مطلع کیجئے۔

حضرت اور سب احباب کو میرا سلام پہنچایئے۔ یہ مضمون مع خط میں نے دیکھ لیا بہت ٹھیک ہے۔ بارک اللہ تعالیٰ لکم وفیکم وبکم وعلیکم۔ سب صاحبوں کو سلام ودعاء والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

بتاریخ ۴/ربیع الاول شریف ۳۸ھ

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ ص ۷۷ قلمی)

(۹)

از بریلی

۲۵/جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ، کان المولیٰ تعالیٰ معکم ولکم اینما کنتم والامر الیکم والحقیر محتاج الی دعائکم الصالح

والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

۲۵/۶/۳۹ھ

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی ص ۸۷)

(۱۰)

از بھوالی

۱۸ر شوال ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرۃ عینی و قوۃ قلبی، بہجۃ نفسی، راحۃ روحی ، جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ برہا الحق المبین آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

یہاں بھی خبثاء نے مدتوں پہلے سے نماز عید میں مداخلت بیجا کے بڑے اہتمام و انتظام کیے تھے اور یہ ٹھہرائی تھی، کہ عید گاہ میں حامد رضا خان کو نماز نہ پڑھانے دیں گے۔ مگر بحمداللہ تعالیٰ خائن و خاسر رہے۔ ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کے کارکنوں نے بحمد اللہ تعالیٰ بہت سرگرمی سے کام کیا ہے۔ اس سال ہمیشہ سے زائد آدمی عید گاہ میں تھے۔ بیس ۲۰ ہزار کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔ مخالفین خبثاء صدہا کی تعداد میں آئے اور اپنے ساتھ ایک امام بھی لائے۔ جس کے خاندان میں پہلے کبھی امامت عید تھی مگر بحمدہ تعالیٰ کسی کو مجال دم زدن نہ ہوئی۔ خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ کی پوری تصویر تھے۔ اقتدا کر کے خبث و خسران کے ساتھ دفع ہوئے وللہ الحمد اس کا مجمل حال'' دبدبہ سکندری'' وغیرہ میں شائع ہوا ہے۔

مولوی عبد الباری کی طرف سے اطمینان نہ تھا کہ ان کے ہوا میں شیاطین انہیں توبہ پر جمنے نہ دیں گے۔ انہوں نے خود مجھ کو لکھا کہ'' آپ کو احساس نہیں جیسی یورش چار طرف سے مجھ پر ہو رہی ہے''۔ اسی واسطے میں نے چاہا تھا کہ اہل سنت میں جا بجا فوری جلسہ تہنیت ہو جائیں اور ان کو تار دیے جائیں۔ جس سے ان کا قلب قوی ہو اور اتنی اشاعت عظیم کے بعد اگر رجوع کریں تو اور زیادہ شنیع و قبیح ہو۔ مگر اس کا وقت نکل گیا۔ اب مکالمہ کا انجام دیکھئے کہ کس کل اونٹ بیٹھتا ہے۔

میں نے تحریرات میں غایت ملاطفت برتی ہے کہ ادفع بالتی ھی الحسن۔

فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ..... مولیٰ تعالیٰ قادر ہے۔ اثر بخشے۔ اب وہ سخت کشش و پیچ میں ہیں۔ ادھر اپنوں کی دلداری کو کچھ لکھ بیٹھتے، ادھر میری تحریرات سے سرنگونی میں لہجہ وہ نرم ہے کہ شکایت کر نہیں سکتے اور گرفتیں وہ سخت ہیں کہ جواب نہیں دے سکتے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ میرے خط دوم شوال اور میرے خط نہم شوال کا آج تک جواب نہیں آیا۔ دو روز اور انتظار کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ انہیں تقاضا لکھوں گا۔

آپ نے غضب کیا۔ تار بھی ان کا کفر قبول کر لینا اور گاندھوی باطل خیالات سے باز آنا لکھا ہے۔ ایسے کھلے لفظوں کو وہ کیا قبول کر لیتے۔ استفتا بھیجنے کو لکھا ہے۔ اور جن چھ صاحبوں کو بھیجنا لکھا ہے وہاں بھی روانہ کیجیے، مگر اسے غور فرما لیجیے۔ کہ ہر جگہ مستقبل استفتا جانا مناسب ہوگا یا یہاں کے فتویٰ کی نقول بھیجنا۔

مولوی عبید اللہ صاحب نہ فتویٰ لکھتے ہیں، نہ دستخط کرتے ہیں۔ انہیں بھیجنے کی حاجت نہیں۔ مولوی ریاست علی خان شاہ جہاں پوری کا ایک تازہ فتویٰ دربارۂ خلافت چھپا ہے۔ جس کا مستفتی عبد الماجد بدایونی ہے۔ اس میں خلافت ترک کا قطعی استحصال کر دیا اور آفتاب پر ڈالی ہوئی خاک انہیں کے منہ پر پڑی۔ یعنی وہ حکم ارتداد فتوائے جبل پور میں تھا۔ بحکم ارشاد فقد باء بحکم ارشاد فقد باء بہ احدھما انہیں پر پلٹا وہ فتویٰ اور اس کی نسبت بعض لوگوں نے جو لکھا ہے، بھیجتا ہوں یہ بعض اخبارات کو بھی مرسل ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی چھپے گی۔ ابھی اس کا تذکرہ ضرور نہیں، نہ یہاں کا نام آنے پائے۔ اس کا کار پرداز ایسا ہے کہ کمیٹی کے کسی بڑے ہمدرد نے لکھا ہے۔ مگر کسی جگہ متکلم کی ضمیر نہیں۔ ان لوگوں کی حالت کی تصویر کھینچی ہے۔ مظلوم خلافت کہنا بھی صحیح ہے کہ ظلم "وضع الشی فی غیر محلہ" ہے اور یہی ان خبثا نے کیا۔

یہ جناب مولینا عبد الاسلام سلمہ السلام کی کرامت ہے کہ حق سبحنہ و تعالیٰ نے ان کا کفر انہیں کے ہاتھوں انہیں کے منہ پر پلٹ دیا و ذلک جزاء الظالمین والحمد للہ

رب العالمین۔

آپ کے دونوں اشتہار کس قدر ناقص چھپے ہیں اور خبثاء کا اشتہار صاف چھپا۔ طبع کا اہتمام ضروری ہے۔ زکیہ سلمہا کی خیریت سے مطلع کیجئے۔ بحضرت مولینا عبید السلام سلام مع الاکرام۔ سب احباب کو دعاء وسلام۔ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بھوالی پیش ڈاک خانہ شب ۱۸ رشوال ۳۹ھ

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی ۸۹۔ ۸۸)

(۱۱)

از بھوالی

۱۹ رشوال ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نور عینی جعل کا سمہ برہان الحق۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

ایک لفافہ کل حاضر کر چکا ہوں۔ اس میں جو اشتہار ہے اگر صاف چھپے۔ تو آپ بھی چھاپئے کہ باذنہ تعالیٰ اس کی جس قدر اشاعت ہو۔ بہتر اور آخر اشتہار میں اس جملہ کے بعد "صبر آپ پر کتنی جلد پڑا" یہ عبارت زائد کر لیجئے۔

شاہ جہاں پوری فتوے نے تو آپ دونوں صاحب منکر خلافت فاسق مفسد تھے ہی جبلپوری فتویٰ نے کافر و مرتد کر چھوڑا۔ اور باذنہ تعالیٰ چھاپ دیجئے۔ لافت کو مظلوم کہنے کی توجیہ کل کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ عبارت شرح مقاصد کو خونی اس لئے کہا کہ اس نے اس کے تمام مقاصد مفاسد کا خون کر دیا۔ وللہ الحمد والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری از بھوالی

۱۹ رشوال ۳۹ھ (صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ ص ۹۰ قلمی)

(۱۲)

از بھوالی

ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نور عینی جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ برھان الحق۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

جواب مسائل میں ایک مختصر رسالہ ''نابغ النور علی سوالات جبلفور'' رجسٹری کیے ہوئے آج بیس دن کامل گذرے اس وقت تک رسید نہیں۔ کئی بار وھم ہوا کہ کسی مخالف نے ڈاک میں کاروائی کر کے نہ لے لیا ہو۔ بارے آج سید ایوب علی صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس پچ مہروں کے لئے کاپی کی سیاہی سے مہریں منگائی ہیں۔

خیر الحمد للہ رب العالمین آج مصمم ارادہ تھا کہ اس کے دریافت وصول کے لئے بیرنگ خط لکھوں۔ بحمدہ تعالیٰ وصول تو معلوم ہو گیا۔ مگر خط اب بھی بیرنگ بھیجتا ہوں کہ اس میں ضروری امر ہے رسالہ کی کاپی میں گنجائش ہو۔ تو جواب سوال سوم میں جہاں آزاد کے کفر گنائے ہیں۔ اس عبارت کے بعد بائیکاٹ کے بدلے میل ہو جاتا ہے۔ یعنی ''ملت واحدۃ'' یہ مضمون اضافہ کیجئے۔ مسٹر آزاد کی اپنے کفر پر اور پکی رجسٹری۔

مسٹر آزاد حضرت سیدنا مسیح علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فقط صاحب شریعت ہونے ہی سے منکر نہیں بلکہ رائساً ان کی نبوت ہی سے منکر ہیں اور نہ صرف ان کی نبوت بلکہ جملہ انبیاء کرام حاملان توریت وغیرہ کہ صاحب شریعت جدیدہ نہ تھے۔ جن کی گنتی اللہ ورسول ہی جانتے ہیں۔

بحکم حدیث شریف ایک لاکھ سے ضرور زائد تھے۔ آزاد صاحب ان سب کی نبوت سے کفر و انکار رکھتے ہیں۔ صرف معدود انبیاء، مرسلین، اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام باقی رہ گئے اور وہ بھی کہاں باقی رہے۔ کہ ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے۔ نہ کہ لاکھ یا

لاکھوں کا انکار۔ قال تعالیٰ: کذبت ثمود المرسلین و قال تعالیٰ: کذبت قوم لوط المرسلین و قال تعالیٰ: کذب اصحاب الئیکۃ المرسلین و قال تعالیٰ: کل کذب الرسل فحقو وعید.

مسٹر اپنے ''رسالہ خلافت'' و ''جزیرۂ عرب'' طبع دوم صفحہ ۲۰ پر کہتے ہیں

''منصب نبوت مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے۔ ازاں جملہ ایک خبر وحی وتنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے۔ یعنی قانون وضع کرنا اور اس کے وضع و قیام کی معصومانہ وغیر مسئولانہ قوت۔''

شاید کسی کو وہم گذرتا کہ بعض اجزاء اصلی ہوتے ہیں۔ ان کی فنا سے شئے بے شک فنا ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض اجزاء زوائد ہوتے ہیں۔ ان کا عدم شئ کا عدم نہیں، جیسے پیڑ کے لئے پتے، اس وہم کے دفع کو وہیں پانچ سطر کے بعد لکھا۔

منصب نبوت اس اعلیٰ جز کے ساتھ بہت تبعی اجزا پر بھی مشتمل تھا۔'' صاف کھولدیا کہ صاحب شریعت ہونا نبوت کا جز اصلی ہے۔ جس میں یہ نہیں، وہ ہرگز نبی نہیں۔ تو تمام انبیاء غیر صاحب شرائع کی نبوت سے صاف انکار ہوا اور مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صاحب شریعت نہ مانا۔ ان کی نبوت سے بھی صراحۃ کفر ہوا۔ ولہذا اسی رسالہ کے صفحہ ۱۹ پر لکھا'' مسیح مقدس پہاڑی واعظ صرف ایک اخلاقی معلم تھا۔''

ان ملعون الفاظ کو دیکھئے ایسی جگہ پہاڑی یا جنگل بے ادب نا مہذب بد تمیز کے معنی پر مشتمل ہوتا ہے اور انہیں قرائن سے مقدس بمعنی احمق سادہ لوح یہ ہے۔ مسٹر کی ابو الکلامی یہ ہے اسلام اور ایمان سے آزادی کی تمامی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون.

اتنی عبارت اضافہ فرما لیجئے، آگے جو یہ عبارت ہے۔ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین انواع کفر ہیں۔ اس کی جگہ یوں لکھئے۔ آزاد صاحب کے ان اقوال میں پانچ انواع

کفر ہیں۔ کلام اللہ کی تکذیب، رسول اللہ کی توہین، شریعت اللہ کا انکار ہزار ہا انبیاء غیر اصحاب شرائع سے انکار، مسیح رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے انکار، کذلک یفعل اللہ من یشاء والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اور کاپی میں گنجائش نہ ہو، تو مصطفیٰ رضا کی تصدیق میں یہ عبارت یوں شامل کیجئے۔

الجواب صحیح:۔ وغیرہ جو کچھ لکھا ہے اس کے بعد لکھئے، رسالہ مبارکہ جواب سوال سوم میں مسٹر ابو الکلام کی دس تکذیبات و قرآن مجید اور تین انواع کفر مذکور ہوئیں۔ ان پر اور اضافہ کیجئے۔ مسٹر آزاد کی اپنے کفر پر اور پکی رجسٹری الخ۔

رسالہ جب آپ کو رجسٹری کرا چکا ہوں۔ جبھی اس کے یہ کفر خبیث یاد آئے تھے۔ مگر مسودہ رسالہ بغرض تصدیقات بریلی بھیج چکا تھا کہ بہت دنوں میں واپس آیا۔

لہٰذا اب حاضر کرتا ہوں۔ یہ حضرت مولینا عبد السلام وسائر احباب کرام سلام سنت الاسلام۔ شب ذی قعدہ ۳۹ھ

نوٹ: میری مہر یہاں ہے یہاں کوئی مطبع نہیں۔ نینی تال میں اگر کاپی کی سیاہی ملی تو ممکن کہ اسے بھیجوں۔ والسلام،

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(صحائف رضویہ و عرائض سلامیہ قلمی ص ۹۲،۹۱)

(۱۳)

از بریلی

۹ر صفر ۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشد البلاء علی الانبیاء ثم الامثل فالا مثل۔

جان پدر نور بصر رحمہ اللہ تعالیٰ کا سمہ برہان الحق امین و عزیزہ عفیفہ ذکیہ سلمہا اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

انا للہ و انا الیہ راجعون. انا للہ و انا الیہ راجعون. انا للہ و انا الیہ راجعون.

انا للہ ما اخذ وما اعطی و کل شئی عندہٗ باجل مسمی و انما المحروم من حرم الثواب و انما یوفی الصابرون بغیر حساب.

بے شک اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا۔ اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر مقرر ہے۔ جس میں کمی بیشی نا متصور ہے۔ اور محروم تو وہ ہے۔ جو ثواب سے محروم رہا اور جو صبر کریں ان کے لئے ان کا ثواب ہے پورا۔

میرے عزیز بچو! مولی تعالٰی تمہیں صبر جمیل و اجر جزیل ونعم البدیل عطا فرمائے۔ تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے:

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والا نفس والثمرات و بشر الصابرین الذین اذا صابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ٭ اولٰئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ و اولٰئک ہم المہتدون ٭

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اے محبوب! خوشخبری دو ان صبر کرنے والوں کو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہونچے تو کہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں۔ اور ہمیں اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ جو ایسا کہیں ان پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت ہے۔ اور لوگ ہدایت پر ہیں"۔

میرے پیارو! اپنے رب عزوجل کی رحمت دیکھو۔ بلاء کہ معاذ اللہ ناگہاں آئے، بہت سخت ہوتی ہے۔ لہذا پہلے سے مطلع کر دیا کہ ہم ضرور ان باتوں سے تمہاری آزمائش فرمائیں گے۔ تم ہمارے حضور گردن رکھنے کے لئے مستعد رہو اور اسے آزمائش سے تعبیر فرمایا۔ کہ دیکھیں کون ہمارے حکم پر گردن جھکاتا اور کون ناراض ہوتا ہے۔ جب بندۂ مسلم پر ان میں کوئی بلاء آئے وہ فوراً متنبہ ہو۔ یہ وہ ہے جسکی میرے رب نے پہلے خبر دی تھی، اور فرمایا تھا کہ یہ تیری آزمائش ہوگی۔ وہ فوراً اس کے حضور زمیں پر سر رکھ دیگا اور اس کے حکم پر ناراض نہ ہوگا اور اس کی رحمت کا دامن تھام کر آزمائش میں سچا

نکلنے کی کوشش کرے گا۔[1]

اللہ کی بشارت، رسول اللہ علیہ ﷺ کی بشارت، اللہ کی درودیں، اللہ کی رحمت، اللہ کی ہدایت، یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ آدمی لاکھ جانیں دیکر لے، تو سستی ہیں۔ بے صبری سے جو چیز گئی۔ آنہیں سکتی مگر یہ عظیم دولتیں ہاتھ سے جاتی ہیں۔ دیکھو! ایک اُسی کلمہ "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" میں کیسی کیسی صبر کی تلقین فرمائی ہے۔ کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں۔ جب ہمارا اور ہماری چیز کا وہی مالک ہے۔ تو مالک اگر اپنی ملک کسی سے لے، اس کا غم کیا معنیٰ؟ اور ہم کو اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔ ایک جاتا اور ہم کو یہیں رہنا ہوتا تو غم تھا کہ اب ملنا کیسے ہوگا؟ ہم کو بھی تو وہیں جانا ہے تو فکر اس کی چاہیئے کہ ایمان پر اٹھیں۔ کہ جانے والے سے ملیں۔ وہ ہماری شفاعت کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا: جس کے تین بچے نابالغ مر جائیں۔ وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ انہیں بخشوا کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس کے دو بچے مریں؟ فرمایا وہ بھی۔ یہ اچھا ہے یا دنیا کی مصیبتوں میں اس کا پھنسا رہنا کہ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوتا اور کیا حالت اختیار کرتا؟ مسلمانوں کے چھوٹے بچے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں دیئے جاتے ہیں۔ وہ انہیں پرورش فرماتے ہیں۔ درخت طوبیٰ کے سائے میں رکھتے ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ کی گود اچھی یا تمہاری؟ طوبیٰ کی چھاؤں اچھی یا تمہاری چھت کی؟ صحیح حدیث میں ہے: جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے بارگاہ الٰہی میں لے جاتے ہیں وہ فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ عرض کرتے ہیں ہاں! فرماتا ہے گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس

---

[1] یہ تصور آتے ہی معاوہ بالا ہلکی ہو جائیگی اور صبر کی دولت ہاتھ آئیگی۔ اس وقت اس کے لئے اپنے کرم سے محض جو نصیحتیں رکھی ہیں، ان کی تفصیل بھی ارشاد فرماوی کہ دیکھو یہ عظیم انعام تمہیں عطا فرمائیں گے۔ ۱۲ منہ۔

کے لئے جنت میں ایک مکان بناؤ۔ اس کا نام "بیت الحمد رکھو" (تعریف کا مکان)

آپ دونوں صاحب اللہ کے سچے وعدوں پر پورے اطمینان کے ساتھ کہیں:

الحمد للہ، انا للہ وانا الیہ راجعون عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا راغبون. اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منھا. صحیح حدیث میں ہے: اس کا کہنے والا اس گئی ہوئی چیزوں سے بہتر بدل پائے گا۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

(اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۷۲ تا ۷۵) ۹ ر صفر ۴۰ھ

مولینا قاری بشیر الدین صاحب محلہ اپرین گنج، جبل پور۔ ایم پی

(۱)

از بریلی

۴ صفر ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولینا و مکرمنا جناب مولوی قاری بشیر الدین صاحب دام کرمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

غفر اللہ و اجزل ثوابکم و اخلفکم خیر امنھا ولا زلتم فی العافیۃ الھنیۃ آمین. فقیر انشاء اللہ العزیز ارادہ حاضری رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ حاضر ہو کر ادائے تعزیت کرے۔ والسلام

فقیر احمد رضا عفی عنہ

۴ ر صفر ۱۳۲۶ھ شب دوشنبہ

حضرت مولینا سید پرورش علی صاحب متولی ٹولہ سہوان، ضلع بدایوں، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۰/ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

حضرت مولانا سید صاحب دامت افضالکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

اس لفظ سے کہ اللہ کی نذر کریں گے نذر نہ ہوئی۔ محض وعدہ ہوا اور وہ جو کہنا کہ پال کر نخھی کو دیں گے، اس سے ہبہ نہ ہوا۔ یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا۔ مگر اللہ عزوجل سے جو وعدہ کیا اس سے پھرنا بھی ہرگز نہ چاہئے۔ قرآن عظیم میں اس پر سخت وعید فرمائی۔ افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کرکے دو ایک روپے میں اس سے خرید کر نخھی کو دے دی جائے کہ دونوں وعدے پورے ہو جائیں۔

لفظ نذر، جس طرح مذکور ہوا۔ قربانی کے لئے خاص نہیں۔ ہاں! اگر یہ نذر کرے کہ اللہ عزوجل کے نام پر قربانی کردیگا۔ تو قربانی ہی واجب ہے۔ بدلنا ممکن ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۳/۵۸۱)

جناب ڈاکٹر سید محمد تجمل حسین صاحب بلرام پور، ضلع گونڈہ، یوپی

(۱)

از بریلی

سید صاحب سلمہٗ فی الواقع رہن دخلی بھی سود ہے اور شیئے مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا اور اس سے کرایہ لینا بھی سود ہے اور سود لینا حرام۔ مگر جب کہ وہ شخص ہندو ہے۔ اگر اس نے کسی مسلمان سے سود لیا ہو۔ تو اس سے یہ رقم بہ نیت سود بلکہ اس نیت سے کہ اس نے جو ناجائز رقم لی تھی، وہ اس مسلمان کی اس پر شرع کی رو سے آتی ہوئی وصول کرکے مستحق کو پہونچاتا

ہوں۔ لینا جائز ہے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں سود خواری سے نام مشہور ہوگا اور جس طرح برا کام برا ہے۔ برا نام بھی پسندیدہ نہیں۔

تو یہ جواز خالص بلا کراہت ہوتا، یونہی یہ بھی کہ سود کی نیت نہ کی جاتی بلکہ ایک نا مسلم غیر ذمی کا مال طریق جائز قانونی سے لے کر اس محتاج مدیون مسلمان کی مدد کرتے۔ جو آپ استمداد کر رہا ہے۔ یا اور مساکین مسلمین کے صرف میں لاتے۔ کوئی حرج نہ تھا۔ غرض ان نیتوں کے ساتھ حرام نہیں۔ صرف برے نام کے سبب بچنا چاہئے۔ فقط

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۰/۲۹۸)

حضرت مولانا خلیفہ تاج الدین احمد صاحب دبیر انجمن نعمانیہ لاہور۔ پاکستان

(۱)

از بریلی

۵/شعبان مکرم ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی سنت ماحی بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کرمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں۔ سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا: (۱) سنی خالص

مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہٖ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علماء زمانہ میں توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

امام ابن حجر مکی نے ''زواجر'' میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا ہے۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیاء کیا اور سات صاحب بنانا چاہے۔ جس میں بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ رمضان المبارک شریف کے لئے بھی بناتے ہیں۔

فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے کرتا ہے۔ اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں۔ اگر چہ دو عظیم کام یعنی افتا و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ بھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔ اس لئے وعظ و مناظرہ بھی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ وہاں گئے، تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنا دیا ہے۔ ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا عفی عنہٗ

بقلم خود ۵؍شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ

(حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۴۴۔۲۴۵)

جناب تاج الدین حسین خان صاحب محلّہ کنبوہان، مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ، یوپی

(۱)

از بریلی

۵؍جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ

جواب مسئلہ انہیں لفظوں میں ہے۔

جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے۔ واقعی ساری پیچھے سے نہ کھولنا کراہت نماز کا موجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: امرت ان لا اکف شعرا ولا ثوبا [1] غنیہ شرح منیہ میں ہے: یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیہا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم او الذیل۔[2]

اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفاء میں اس کا رواج نہ ہو، جیسے ہمارے بلاد، وہاں شرفاء کے لئے خود بھی کراہت سے خالی نہیں۔ کما حققناہ فی کتاب الحظر من فتاوی نا۔ اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں، تو احتراز موکد ہے۔ حرج پیچھے گھرسنے میں ہے۔ ورنہ تہبند تو عین سنت ہے اور گٹوں سے اوپر تک ہونا چاہئے۔ اس سے زیادہ نیچی مکروہ ہے۔

یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا۔ اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے۔ فرض و وتر و سنت فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلا قدرت نہ ہو۔ نہ دیوار کی ٹیک، نہ کسی آدمی یا لکڑی کے سہارے سے اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکتے۔ اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو، اگرچہ کسی سہارے سے، تو فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے۔ پھر طاقت نہ رہے، تو بیٹھ جائے۔

آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں۔ ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سیدھے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے۔ یوں نمازیں قطعاً باطل ہوتی ہیں۔ بلکہ جتنی دیر

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود والنہی عن کف الثوب نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۳/۱

[2] غنیۃ المستملی کراھیۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو، اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے۔ قد بیناہ فی فتاونا و باللہ التوفیق ثم السلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۷/۳۱۳۔۳۱۲)

حضرت مولانا جہانگیر صاحب، امام مسجد محلہ نوپارہ، باندرہ اسٹیشن، ممبئی

(۱)

از بریلی

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ دعاء بین الخطبتین، اگر ایسی چیز نہیں، جس سے ممانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے۔ ایسے مسائل میں تفرقہ اندازی، فتنہ پردازی، جدال پسندی، وہی لوگ کیا کرتے ہیں، جو اس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوئی ہے۔ اس میں بہت قطع و برید، کمی کی گئی ہے۔ میرا مسلک اس میں ہمیشہ یہ رہا کہ خود میرے سامنے مقتدیین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خود ممبئی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا۔ اور حاضرین نے بین الخطبتین دعائیں مانگیں اور میں نہ اس وقت منع کیا، نہ بعد کو، اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور اکاذب باطلہ ہیں ۔ یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گڑھ دیا ہے۔

ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جمیل ایک رسالہ میں ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاذ دیوبندی ہیں۔ گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و

تھانوی کے مداح اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے باتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور فرمادیا کہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر[1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ نہ کہ وہ جو انہیں عالم دین جانے اور چناں وچنیں مانے۔

احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ جلد ۸ ص ۴۳۸ طبع لاہور)

حضرت مولٰینا سید حامد حسین صاحب کرافٹ مارکیٹ، بمبئی

(۱)

از بریلی

۴/ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ، دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد ادائے آداب معروض، مطوفوں کو اگر اہل قافلہ مل کر یا ایک ہی شخص جو ان کے نزدیک ذی وجاہت ہو، مجبور کریں۔ تو ان کو ماننا پڑتا ہے۔ فقیر کو اس کا تجربہ ہے اور اگر نہ مانیں۔ اور مجبوری ہو تو نویں رات منیٰ میں صبح تک ٹھہرنا۔ اور آفتاب چمکنے پر عرفات کو چلنا سنت ہے۔ مجبورانہ اس کے ترک سے حج میں کوئی نقص نہ آئے گا۔ مزدلفہ کی حدود کے اندر دسویں تاریخ کے طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کسی طرح موجود ہونا۔ اگرچہ ایک لحظہ ہو، ادائے واجب کے لئے کافی ہے۔ تو اگر حدود مزدلفہ سے نکل جانے سے پہلے صبح صادق ہوگئی، تو واجب ادا ہوگیا۔ اگرچہ سنت ترک ہوگئی۔

ہاں! اگر اتنی رات سے چل دیا کہ صبح صادق نہ ہونے پائی اور مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو بیشک واجب ترک ہوا۔ قربانی دینی آئیگی۔ مگر بدوی ایسا نہیں کرتے۔

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۳۵۶/۱

عورتوں اور نہایت کمزور مردوں اور بیماروں کو بخوف ہجوم خود شرع بھی رات سے چل دینے کی اجازت فرماتی ہے۔ انہیں کوئی جرمانہ دینا نہ ہوگا۔ بارہویں تاریخ قبل زوال چل دینے کی ضرور اب وہاں عادت نکالی ہے اور یہ ہمارے مذہب و ظاہر الراویۃ میں گناہ ہے۔ فقیر نے تو جمالوں کو مجبور کیا اور بحمد اللہ ان کو رکنا پڑا کہ میں اور میرے ساتھ کے سب مرد و عورت بعد زوال رمی کر کے روانہ ہوئے۔ جہاں وہ ہرگز نہ مانیں اور پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اندیشہ صحیح ہو، تو یہ صورت مجبوری کی ہے۔ ضعیف روایت پر عمل کر کے قبل زوال رمی کر کے جاسکتا ہے۔

عورت ہونا رمی میں نیابت کے لئے عذر نہیں۔ ہاں! ایسا بیمار ہو کہ رمی کو نہ جاسکے، تو اس سے اجازت لے کر دوسرا اس کی طرف سے رمی کر سکتا ہے یا جو غشی میں ہو تو ان کی بلا اجازت اس کی طرف سے رمی ہو سکتی ہے۔

لباب و شرح لباب سنن حج میں ہے: والخروج من مكة الى عرفة يوم التروية و البيوتة بمنى ليلة عرفة الا لحادث من الضرورات والدفع منه الى عرفه بعد طلوع الشمس [1]

اسی کی فصل الرواح الی منٰی میں ہے: وان بات بغير منى تلك الليلة جاز واساء [2] اسی کی فصل وقوف بالمزدلفہ میں ہے: الوقوف بها واجب و اول وقته طلوع الفجر الثاني من يوم النحر و آخره طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا يعتدبه و قدر الواجب منه لمحة وركنه فكينو فتة بمزلفة بفعل نفسه او غيره نواه او

[1] لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری باب سنن الحج دار الکتاب العربی، بیروت ص ۵۱
[2] لباب و شرح لباب مع ارشاد الساری باب فی الرواح الی منٰی دار الکتاب العربی، بیروت ص ۱۳۷

لم ینو علم بها اولم یعلم و لو ترك الوقوف بها فدفع لیلا فعلیه دم الا اذا كان لمرض او ضعف بینة من كبرا و صغرا و یكون امرأة تخاف از دحام فلا شئی علیه[1]

اسی کی فصل وقت الرمی فی الیومین میں ہے: وقت الرمی الجمار الثلث فی الیوم الثانی و الثالث من ایام النحر بعد الزوال فلا یجوز قبله فی المشهور ای عند الجمهور وقیل یجوز وهو خلاف ظاهر الروایة وفی المستئله وروایة اخری مختصة بالیوم الثانی من ایام التشریق لمافی المرغنانی لو اراد ان ینفر فی هذا الیوم له ان یرمی قبل الزوال و بعده افضل و انما لا یجوز قبل الزوال لمن لا یرید النفر كذا روی الحسن عن ابی حنیفة[2]

اسی کی فصل شرائط رمی میں ہے: الخامس ان یرمی بنفسه فلا تجوز النیابة عند القدرة و تجوز عند العذر فلو رمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامرة او مغمی علیه و لو بغیر امره اوصبیی غیر ممیز او مجنون جاز والا فضل ان توضع الحصی فی اكفهم فیرمونها الی رفقائهم. وفی الخاوی وعن المنتقی عن محمد ! اذا كان المریض بحیث یصلی جالسارمی عنه ولا شئی علیه اھ و لعل وجهة انه اذا كان یصلی قائما فله القدرة علی حضور الرمی راكبا او محمولا فلا یجوز النیابة عنه[3] ملخصات.

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۲۶۶/۱۰ تا ص ۲۶۹)

---

[1] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل الوقوف بالمزدلفہ دار الکتاب العربی، بیروت ص ۱۴۷

[2] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی وقت الرمی فی الیومین دار الکتاب العربی، بیروت ص ۱۶۱

[3] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی احکام الرمی و شرائط دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۲۶

(۲)

از بریلی

۴ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولٰینا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

بعد ادائے آداب معروض پنکھا سر پر مضبوط باندھیں کہ اٹھا رہے اور بڑا ہو کہ اٹھا رہنے کی حالت میں چہرہ کے جانب سے چھپا رہے۔ پھر بھی اگر احیاناً چہرہ پر ڈھلک آئے یا کنپٹی یا ناک یا منھ سے لگے۔ اگر منہ کی ٹکلی کے چہارم تک نہ پہنچے تو کفارہ کچھ نہیں، نہ قربانی، نہ صدقہ کہ نہ چہارت منھ چھپایا، نہ چار پہر تک اسے دوام رہا۔ اس صورت میں کراہت و معصیت ہوتی۔ مگر جب کہ وہ بلا قصد ہے اور اسے قائم نہ رکھا گیا۔ تو مواخذہ نہیں! ہاں! اگر چہارم منہ ٹکلی چھپ جائے گی، تو ضرور صدقہ دینا آئے گا۔

احکام جو شرع مطہر نے ارشاد فرمائے۔ صدق دل سے ان کا اہتمام ہو۔ تو وہی جس کے احکام ہیں، مدد فرماتا اور آسان کر دیتا ہے۔ تمباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی۔ جب تو اس کا کھانا مطلقاً جائز ہے۔ اگرچہ خوشبو دیتی ہو، ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اسے اختیار کرنا، کراہت سے خالی نہیں اور نظر جانب خوشبو نہ ہو بلکہ حسب عادت دیگر منافع تمباکو کی طرف، تو کچھ حرج نہیں اور اگر بے پکائے خوشبو مشک وغیرہ اس میں شامل ہو اور خوشبو دے رہا ہو۔ جب بھی کفارہ کچھ نہیں۔ البتہ کراہت ضرور ہے۔ یہ کراہت پیک نکلنے پر موقوف نہیں کہ خوشبو کا آنچل میں باندھنا بھی ناجائز ہے۔ ہاں! اگر مشک وغیرہ خوشبو اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے۔ یا مدت گذرنے سے اتر گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی۔ تو کراہت نہیں۔

لباب و شرح لباب میں ہے: الطيب اذا خلطه بطعام قد طبخ فلا شئی عليه اتفاقا سواء يوجد ريحه اولا لانه بالخلط و الطبخ يصير مستهلكا فلا

یعتبر وجوده اصلا و ان خلطه بما یؤکل بلا طبخ کالزعفران بالملح فالعبرة بالغلبة فان کان الغالب الملح ای اجزائه لا طعمة ولونه فلا شئی علیه من الجزاء غیر انه اذا کان رائحتہ موجودة کره اکله لکونه مغلو باغیر مطبوخ و ان کان الغالب الطیب ففیه الدم فانه حینئذ کالزعفران الخالص فیجب الجزاء وان لم تظهر رائحتہ اھ ملخصا محررا۔ اسی کے محرمات احرام میں ہے: التطیب اکل الطیب و شده بطرف ثوبه ای ربط طیب یفوح ریحه[۲]

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ جلد ۱۰ ص ۱۶، ۷۱۷ طبع لاہور)

حضرت شاہ مولانا حمد اللہ کمال الدین صاحب، پشاور، پاکستان

(۱)

از بریلی

۲۳ رجمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الی الفاضل الکامل جامع الفضائل قامع الرزائل حامی السنن ماحی الفتن ذوالفضل والرشاد خلیفۂ حضرت بغداد جناب مولانا بالفضل مولٰینا جناب مولوی حمد اللہ کمال الدین القادری المحمودی دامت فضائلھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

ایک نوازش نامہ پہلے تشریف لایا تھا۔ فقیر کو وہابیہ کے ساتھ مخاطبہ میں اشتغال عظیم تھا۔ کلکتہ میں ان کا جلسہ ہونے والا تھا۔ خطوط اور تار برقی میں مکالمہ تھا۔ کئی تار تو اتنی طویل عبارتوں میں دیے کہ گویا خط کے برابر تھے۔ بحمد اللہ تعالیٰ نتیجہ وہی ہوا، جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے، یعنی تھانوی صاحب وغیرہ ان کے ہمراہیوں نے بہزار ذلت فرار کیا۔ پندرہ ہزار روپیہ جمع کرانا مانگتے تھے۔ حامی سنت حاجی لعل خان صاحب روپیہ کا جمع کر دینا منظور کیا اور اس پر

---

[۱] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل فی اکل الطیب وشربہ دار الکتاب العربی، بیروت ص ۲۱۱ تا ۲۱۳
[۲] لباب وشرح لباب مع ارشاد الساری فصل ... دار الکتاب العربی، بیروت ص ۸۱

دیوبندیوں نے فوراً گریز کی، تھانوی صاحب کانپور بھاگے اور باقی دیوبندی ڈھاکہ کو والحمد للہ رب العالمین۔

مسئلہ مزامیر کا جواب حاضر کرتا ہوں، رسید سے مطلع فرمائیں۔ مولنا! آج کل فقیر پر وہابیہ وغیرہم مخالفین خذلھم اللہ تعالیٰ کا بہت نرغہ ہے۔ وحسبنا اللہ و نعم الوکیل اذان ثانی کا مسئلہ نیاز مند کے یہاں ۳۵ برس سے جاری ہے۔ اکابر علما آئے اور دیکھا اور انکار نہ کیا بارہ برس ہوئے کہ "تحفہ حنفیہ" میں اس بارہ میں فقیر کا فتویٰ چھاپا۔[1] بعض بلاد میں جب ہی سے اس پر عمل جاری ہوا اور جہاں نہ ہوا۔ فقیر نے کوئی تعرض نہ کیا۔ تو زمانہ کثرت جہل، شیوع فتن کا ہے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ کسی طرف سے کوئی صدائے مخالفت ہے، نہ آئی اب اسی محرم میں پیلی بھیت جانا ہوا تھا، وہاں لوگوں نے مسئلہ آذان پوچھا تھا، فقیر کو شرع سے جو تحقیق تھے بتایا تمام حاضران مسجد جامع نے بلا خلاف اس پر عمل کیا۔ بعد جمعہ بیان ہوا، جس میں عظمت شان حضور سید عالم ﷺ کا بیان اور وہابیہ مخذولین کا مسجد کا متولی ایک چھپا ہوا پرانا وہابی ہے اسے شاق گزرا اور تو کچھ بن نہ پڑے۔ مسئلہ اذان میں جاہلوں کو خلاف پر ابھارا۔

میرے جانے پر وہاں بہت لوگ سلسلہ عالیہ قادریہ کے غلاموں میں داخل ہوئے تھے اور ان میں متعدد شخص ایسے تھے، جن کی نسبت بعد کو معلوم ہوا کہ پہلے بعض لوگوں کے ہاتھ پر مجددی سلسلہ میں بیعت تھے، یہ بات وہاں کے مجددیوں کو سخت ناگوار گزری اور اس مسئلہ میں وہابیہ کے ساتھ ہو گئے۔ ہمارے رام پوری بھائی[2] ابھی اگرچہ سنی ہیں مگر اخوت مجددیت کے سبب انہوں نے بھی ان کو مدد دے اور ایک فتویٰ میرے فتویٰ کے خلاف چھاپا پھر اشرف علی تھانوی وغیرہ وہابیوں نے چار چار ورق کی دو تحریریں شائع کیں، تاآنکہ سب کے

---

[1] مراد حضرت مولینا عبد الغفار نقشبندی ہیں (شمس مصباحی)

[2] نوٹ۔ یہ فتویٰ "اوفی اللمعہ فی اذان الجمعہ" کے تاریخی نام سے رسالہ کی شکل میں متعدد بار چھپ چکا اور اب فتاوی رضویہ جدید میں بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ (شمس مصباحی)

رد بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے شائع ہوگئے۔ اب تک تو کسی بات کا جواب دیا نہیں۔ مگر شور و غل اور مخالفت کی آگ روزانہ زیادہ مشتعل ہے۔

عوام شریعت کو کیا جانے۔ وہ رواج کو دیکھتے ہیں اور ادھر ان بعض رامپوری حضرات کی مخالفت کی۔ وہ انہیں بھڑکائے ہوئے ہے۔ علمائے جبل پور و میرٹھ و احمد آباد نے نیاز مند کی تائید میں فتاوے چھاپے ہیں۔ حضرت کی امداد باطن و ظاہر کی ضرورت اپنے جد اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہ نہایت زاری والحاح عرض کی جائے کہ اپنی بارگاہ کے اس سگ ادنیٰ کی مدد فرمائے۔ آ کر فتنہ و خلاف کو فرو کریں، مخالفین کو ذلت و شکست دیں اور حضرت سے عرض ہے کہ براہ کرم قدیم ایک مختصر فتویٰ اس مضمون کا کہ اذان ثانی جمعہ میں سنت یہی ہے کہ امام کے سامنے منبر کی محاذات میں کنارہ مسجد پر صحن مسجد سے باہر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اسی طرح ہوتی تھی اور اس کا خلاف کسی صحابی یا تابعین یا امام مجتہد سے ثابت نہیں۔

کتب معتمدہ فقہ میں تصریح ہے کہ مسجد کے اندر اذان ممنوع و مکروہ ہے۔ شریعت کے خلاف تعامل معتبر، نہ اس پر جملہ بلاد اسلامیہ میں تعامل ہے۔ مغرب کے تمام ملک میں اس وقت تک یہ اذان بھی بیرون مسجد ہوتی ہے تعامل وہ حجت ہے کہ زمانہ صحابہ سے ہو۔ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے:

"انما یدل علی الجواز ما یکون علی الاستمرار من الصدر الاول واذا لم یکن کذلک لا یکون فعلھم حجۃ، آہ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے" التعارف انما یصلح دلیلا علی الحل اذا کان عاما من الصحابۃ والمجتھدین کما صرحوا بہ"

پس اس مضمون کا مختصر و کافی فتویٰ حضرت والا تحریر فرما کر جتنے صاحبوں کی مہریں وہاں مل سکیں اس پر لکھ کر نہایت جلد براہ کرم ارسال فرمائیں، والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی) از بریلی ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(عطا کردہ مولینا قمر ثاقب صاحب، بمعرفت مولینا محمد شرافت حسین رضوی پورنوی)

(۱)

حضرت مولینا سید حمید الرحمٰن صاحب موضع شرشدی، ضلع نواکھالی، بنگلہ دیش

از بھوپال

۱ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سید صاحب مکرم کرم فرما مولانا سید حمید الرحمٰن صاحب سلمہٗ

جواب مسئلہ حاضر ہے۔ الحمد للہ! کہ آپ کا روپیہ نہ آیا اور آتا، تو اگر لاکھ روپیہ ہوتے۔ بعونہ تعالیٰ واپس کیے جاتے۔ یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ رشوت لی جاتی ہے، نہ فتویٰ پر اجرت۔ غالب صورت رائجہ پر مسجد میں اور چٹائیوں کے استعمال درست ہونے پر بہت اکابر نے فتویٰ دیا اور فقیر ہمیشہ اسی قول امام آخر پر فتویٰ افتاء کرتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو کسی صاحب کی فرمائش سے میں ہرگز اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیتا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی جلد ۹ر ۵۷۷)

حضرت مولینا حشمت علی صاحب محلہ گڑھیا، بریلی، یوپی

(۱)

از بریلی

۷ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

مولینا اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا۔ نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلاف سنت اور

اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لئے سر ذرا خم کر کے سامنے کی تپلی کے نیچے داخل کر کے بخوبی ادا کر سکتا ہے۔ میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولٰینا عبد القادری رحمۃ اللہ تعالٰی کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں سفر کرنا ہوتا تھا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ لاہور ۶/۲۰۳-۲۰۲)

حضرت مولٰینا محمد حسین میرٹھی، لکھنؤ، یوپی

(۱)

از بریلی ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولٰینا اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

اللہ تعالٰی دونوں جہاں میں آپ کا بھلا کرے مجھے فکر تھی کہ آپ کو خط کہاں لکھوں، چند امور گزارش ہیں، ملحوظ رہیں۔

(۱) نقل بہت صحیح ہو اور مقابلہ بہت غور سے ہو، بلکہ دو تین بار مقابلہ ہو، تو بہتر ہے۔

(۲) جب تک کتاب نقل ہو۔ آپ کتاب میں سے مصنف کا نام ونشان دیکھ کر مجھے فوراً لکھ بھیجیں اور اول یا آخر میں کتاب کی تاریخ ہو، تو وہ بھی۔

(۳) امام عینی کی بنایہ شرح ہدایہ جہاں اور جس قیمت کو مل سکے ضرور خرید لیں۔

(۴) مولوی عبد الحی[1] کا فتاوٰی تیسری بار کتب فقیہ پر مرتب ہو کر چھپا ہے، وہ بھی لیجئے۔

(۵) جو خط آپ اس کے نام لے گئے ہیں۔ اس کے قلم سے اس کا جواب کاتب خط کے نام لکھوا لیجئے۔

---

[1] مولانا عبد الحی فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ

(۶) اس سے کہئے کہ اگر آپ جاتے ہیں، تو مجھے مولوی عبد الباری[۱] صاحب یا مولوی محمد یوسف صاحب سے ملا کر نقل کا انتظام کروا دیجئے۔

(۷) اس کا بھی پتہ چلا لیجئے کہ اس شخص نے کہاں کہاں پڑھا ہے، کون کون استاذ ہیں، ساکن کہاں کا ہے۔ قوم کیا ہے؟

(۸) ان سب کاموں کے لئے جس قدر روپیہ درکار ہو، فوراً لکھئے کہ میں انشاء اللہ فوراً روانہ کروں،

(۹) جالب ایڈیٹر "ہمدم" کی آپ کی ملاقات ہے۔ وہ بھی عبد الماجد[۲] بی اے کے اسلام کا حامی ہے۔ جس نے وہ ملعون صریح کلمات کفر بکے کہ رسول کا ماننا کچھ ضرور نہیں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ مجہول النسب بچہ اور یہ کہ اپنی تعظیم کی آیتیں حضور نے قرآن میں بڑھالیں وغیرہ وغیرہ۔

میرے فتوے کے خلاف "ہمدم" و "مشرق" نے مضمون دئے ہیں۔ ان کا جواب لکھا ہوا رکھا ہے۔ اگر آپ کے ذریعہ سے ممکن ہو۔ تو "ہمدم" اپنے روزانہ پرچے میں اسے بتمامہ چھاپ دے، چاہے اس کے بعد اس کی نسبت کچھ بھی لکھتا رہے، تو میں وہ مضمون آپ کو بھجوادوں۔

والسلام ۱۳۳۷ھ

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(۲)

از بریلی

۶ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱؎ مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی متوفی ۱۳۰۴ھ

۲؎ عبد الماجد صاحب بزبان خود و بقلم خود ایک عرصہ تک الحاد و بے دینی کے بھنور میں پھنسے رہے۔ پھر از سر نو اسلام لائے۔ (خطوط مشاہیر، تسیم بکڈپو لکھنؤ) (شمس مصباحی)

مولانا اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں آپ کو کامیاب رکھے۔ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

ماشاء اللہ آپ کی مستعدی سے دل خوش ہوتا ہے۔ اسی لئے تو دل آپ جیسا آدمی اس کام کے لئے تلاش کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بھیج دیا۔ امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ سب کام پورے ہوں۔

(۱) آپ نے پہلے لکھا تھا کہ چھوٹے چھ جزء کا رسالہ ہے۔ اب ۳۰۰ صفحے معلوم ہوئے۔ کیا وہ رسالہ کوئی اور تھا۔ اتنا معلوم رہے کہ رسالہ مطلوبہ فارسی میں ہے۔ عبارات عربی منقول ہوں، تو ہوں

(۲) کیونکر معلوم ہوا کہ مصنف شافعی ہے؟

(۳) کیونکر جانا کہ شاہ عبدالعزیز[۱] صاحب کا معاصر ہے؟

(۴) جتنے ورق آپ نے نقل فرمائے ہوں۔ بعد مقابلہ بتمامہ بھیج دیجئے اور تین ورق اخیر سے نقل فرما کر کہ میں باذنہٖ تعالیٰ اندازہ کرسکوں کہ نقل کی حاجت ہے یا نہیں۔

(۵) خود رسالہ میں یا اس سے باہر اگر فہرست مضامین ہو، تو اس کی نقل آنی ضرور ہے۔

(۶) مصنف کا نام اول یا آخر میں ضرور ہوگا اور عجب نہیں کہ سال تالیف بھی لکھا ہو

(۷) ۱۲۶۳ھ کی مدراس سے خریداری کتاب پر لکھی ہے یا کسی کی زبانی سنی، اگر تحریر ہے، تو اس پوری عبارت کی نقل بھی چاہئے۔

(۸) پہلے نیاز نامے کی باتوں کا جواب درکار ہے۔

(۹) جالب سے ملنے گیا گفتگو ہوئی ؟؟

(۱۰) میری رجسٹریاں اس کے پاس موجود ہیں۔ ان کا نام آتے ہی بھڑکیں گے۔ آپ ان سے زبانی پوچھئے کہ (عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ مجہول النسب بچہ کہنا اور یہ کہ

---

[۱] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ

توحید کے بعد کسی کو رسول ماننے کی کیا حاجت ہے؟ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں بڑھا کر اپنے پیروؤں کی آزادی پامال کی، ان باتوں کا قائل کافر ہے یا نہیں؟

بلکہ اس عبارت کو کہ دو ہلالوں میں ہے اور سرنامہ کا سوال کہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں) اور آخر میں (بینوا توجروا) لکھ کر سارے فرنگی محلیوں اور مولوی عین القضاۃ سے اس کا فتویٰ لیجئے اور عبد البار ی سے پہلے زبانی پوچھ دیکھئے کہ کیا جواب ملتا ہے۔

(۱۱) آپ کے مصارف کے لئے ڈاک خانہ کے پتے سے بھیجوں یا سرائے کے اور کس قدر درکار ہے؟ اور اگر آپ کے پاس خرچ کو ہو، تو جو پیسہ اٹھے مجھ سے لیجئے، اس میں تکلیف نہ فرمایئے۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۶ ربیع الآخر شریف بروز پنج شنبہ ۳۷ھ

(۳)

از بریلی

۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

نور دیدۂ محبت و مروت مولانا مولوی محمد حسین سلمہٗ المولیٰ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ کل یکشنبہ کو ڈاک چلے جانے پر ملا، اس دن دوسرے وقت ڈاک نہیں جاتی۔ لہٰذا کل نہ خط بھیج سکتا تھا۔ آج دس روپے حاضر کرتا ہوں، فتاویٰ علمائے فرنگی محل بھی

خرید لیجئے۔ شاید کبھی کام پڑے۔ دکان پر لینے سے فہرتی قیمت سے کبھی کمی بھی ہو جاتی ہے۔ ورنہ محصول تو بچتا ہے۔ فتح القدیر شرح ہدایہ کے میرے پاس دو نسخے ہیں امام عینی کی بنایہ شرح ہدایہ مطلوب ہے، جتنے کو ملے، نسخہ پورا ہو، سب جلدیں ہوں ضرور لے لیجئے۔ ان میں امام عینی کی "شرح کنز" اگر مصری ملے فبہا ورنہ بمبیں کے چھاپے کی خرید لیجئے۔ روپیہ ڈیڑھ روپیہ کی شاید ملے۔

اس کتاب کی نسبت خواہش تھی، پوری نقل ہو جائے، مگر آپ کی تکلیف کے باعث تامل تھا۔ الحمد للہ کہ اب آپ کی محنت نے خود ہی خوشخبری دی کہ ہم کامل نقل کریں گے۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔ الحمد للہ! اس قدر جلد ۱۰۰ صفحے نقل ہو گئے۔ ماشاء اللہ بارک اللہ۔ امید ہے کہ جلد نقل ہو جائے۔ مقابلہ بغور کی البتہ ضرورت ہے۔ "بنایہ" کو تھی۔ غلط چھپنے کے سبب نہ لی۔ اور جتنے کو ملے غنیمت ہے۔ وہ بہرائچ سے آیا ہو تو جواب خط اس سے لے کر ضرور روانہ کیجئے اور شاید وہ اصرار کرے کہ مجھے بتا دیجئے، میں جواب بھیج دوں، تو اس سے کہئے جواب آپ لکھیں، لفافہ میں لکھوا دونگا اور لفافہ پر مولوی[1] حبیب اللہ صاحب میرٹھی کا پتہ لکھ دیجئے کہ معرفت مولوی حبیب اللہ صاحب بمولوی حبیب الرحمٰن صاحب برسد اور اسی ڈاک سے امام حبیب اللہ صاحب کو ایک کارڈ ڈالیے کہ ایک خط آپ کے پتے سے حبیب الرحمن[2] کے نام آئے گا۔ آپ لیکر مع لفافہ اپنے لفافے میں رکھ کر بریلی بھیج دیں گے۔ بلکہ پہلے ہی ان کو ایک لفافہ اطلاعی لکھ دیجئے کہ بعض مصالح دینیہ کے باعث ایسا ہوگا۔ آپ وہ خط لے لیں اور زیادہ تفصیل خط میں نہ لکھیں، اتنا لکھ دیں کہ زبانی معلوم ہوگا۔

مجالس شریفہ اور ان دنوں کا حال کیا کہنا، مگر ایمان کا حال آپ کو اس سوال سے معلوم ہوگا۔

---

[1] مولوی حبیب اللہ ولد حافظ عظیم اللہ میرٹھ کے محلہ خیر نگر کی مسجد کے پیش امام تھے ۱۹۴۸ میں انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادے مولوی عارف اللہ صاحب راولپنڈی میں سکونت پذیر تھے۔

[2] مولانا بریلوی نے اپنے لئے یہ نام اختیار کیا۔

زبانی ہی تکفیر غالبًا کافی نہ ہوگی اور ہو بھی تو لکھنے سے قطعی انکار ہوگا۔ حالانکہ انھیں ۱ کی تحریر نے کہ "ہمدم" میں چھپی (کہ میں ہر طرح تحقیق کرلیا اس میں کوئی کفر کی بات نہیں) بہتیرے جاہلوں کو کہ انہیں لیڈر قوم سمجھے ہوئے ہیں، کافر کردیا۔ ان پر فرض ہے کہ اس پر اپنا رجوع اور اس خبیث کی تکفیر چھاپیں یا کم از کم اپنا دستخطی مہری فتوی دیں۔ ورنہ قیامت تک کفر کا فرگری ان کے سر ہے، مگر وہ ہرگز اپنے ایک ملاقاتی ڈپٹی ۲ کے بیٹے کے سامنے اللہ رسول کی خاطر نہ کریں گے، اس وقت آپ کو اسلام کا حال کھل جائیگا۔ مگر جب تک اس کے نقل مقابلہ کہ تکمیل نہ ہو جائے۔ چھیڑنا، نہ چاہئے کہ بدک نہ جائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۹ ربیع الآخر شریف ۳۷ھ

(مولانا محمد حسین میرٹھی کے نام تینوں خطوط "انوار رضا" شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور سے ماخوذ ہیں۔)

حضرت مولانا حبیب علی صاحب علوی، اٹاوہ، یوپی

(۱)

از بریلی

۹ رمضان ۱۳۱۷ء

مکرمی کرم فرما اکرم اللہ تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

خاتمۃ المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب درمختار اعلی اللہ تعالی مقامہ اس مسئلہ میں متفرد نہیں۔ ان سے بھی پہلے علماء نے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین و ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

---

۱ یہاں سے روئے سخن مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے طرف ہے۔

۲ مولوی عبد الماجد کے والد عبد القادر ڈپٹی کلکٹر تھے اس طرف اشارہ ہے۔

السنہ ایضا فی الرکوع الصاق الکعبین و استقبال الا صابع القبلۃ[1] شرح نقایہ للعلامہ الشمس القہستانی میں ہے:

ینبغی ان یزاد مجافیا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلاً اصابعہ فانھا سنۃ کما فی الزاھدی[2]

بعینہ اسی طرح علامہ سید ابو السعود ازھری نے فتح اللہ المعین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا۔ علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحر الرائق میں شرح قدوری سے نقل فرماتے ہیں:

والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین و استقبال الاصابع للقبلۃ[3] ای اصابع[4] رجلیہ کذا فی القہستانی عن الزاھدی[5] طحطاوی علی الدر میں ہے: والصاق کعبیہ حالۃ الرکوع ھذا ان تیسر لہ والا فکیف تیسر لہ علی الظاھر[6] رد المحتار میں ہے: والصاق کعبیہ ای حیث لا عذر[7]

مسائل ظاہر الراویہ میں محصور نہیں۔ نہ ظاہر الراوایہ خواہ متونوں میں، عدم ذکر، ذکر عدم، متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظواہر پر مقتصر زیادت۔ شراح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں۔ تو مذہب کا ایک حصۂ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے۔ تتبع بتائے گا کہ سنن درکنار، بعض واجبات و فرائض و مفسدات و نواقض تک عامہ متون میں نہیں۔ رہی دلیل، وہ مجتہد کے پاس ہے۔ نہ ہمارا عدم وجدان وجدان عدم۔ ہمارے لئے نصوص فقہیہ بس ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر

---

1. غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوٰۃ — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ۱۱۵
2. جامع الرموز فصل صفۃ الصلوٰۃ — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۱۵۲
3. البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ — ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی — ۱/۳۱۵
4. طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ومن ابعاد مرفقیہ عن جنبیہ والصاق کعبیہ فیہ واستقبال اصابعہ القبلۃ (منہ)
5. حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی — ص ۱۴۵
6. حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صفۃ الصلوٰۃ — دار المعرفۃ، بیروت — ۱/۳۱۳
7. رد المحتار باب صفۃ الصلوٰۃ — مصطفی البابی، مصر — ۱/۳۵۲

محمول اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول نا مقبول، الصاق کے معنی حقیقی وصل و چسپانیدن چیزے بچیزے ہے۔ نہ مجرد محاذات یا امالہ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا۔

وان کان فھو من المجاز وقد عدوا من غیوب القاموس کما ذکرہٗ العلامۃ الزرقانی فی عدۃ مواضع من شرح المواھب وغیرہٗ فی غیرہ انہ یذکر المعانی المجازیۃ ای فیوھم الوضع لھا لان موضوع کتب اللغۃ بیان المعنی الموضوع لہ اللفظ

زبان عرب میں استعمال (ب) مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح "وامسحوا برؤسکم" میں اپنی حقیقت پر ہے، "مررت بزید" میں تو الباؤ للا لصاق کا بطریقہ عموم مجاز معنی قرب پر حمل واجب۔ یونہی "حدیث صحیح نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: رأیتالرجل منایلزق کعبہ بکعب صاحبہ ۱؎ وحدیث اصح انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہما: کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ و قدمہٗ بقدمہ ۲؎ میں دربارۂ کعاب و اقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہوسکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدمین ہے۔

خود صاحب مفتاح رحمہ الفتاح کو مسلمہ فرجہ چہارم انگشت مسنون است۔ اگر اس تجدید کی بھی سند پوچھے تو "کتاب الاثر" میں امام سے روایت ملے گی۔ یا امام اقطع کا قول نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایہ و متون کی تصریح۔ بہر حال ایسی تفریج کہ زید کا کعب ادھر عمر و ادھر بکر کے کعب سے ملصق ہو۔ صراحتاً شان ادب کے بھی خلاف و شنیع ہے۔ تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجوز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہوسکتا۔ یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں۔ یہ علماء اسے خاص سنت رکوع بتاتے ہیں۔ اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں۔ قیام خواہ سجود میں کب چاہئے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو۔ اور صرف امالہ مراد

۱؎ صحیح بخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱/۱۰۰

۲؎ صحیح البخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

ہونے پر بھی اصلا کوئی دلیل نہیں۔ الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے۔ بالفرض اگر قیام میں تفریج تام مسنون ہوتی، جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی۔

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صف کی قدر چلنا بھی حرکت قلیلہ ہے۔ نہ کہ صرف قدمین کا ملا لینا کثیرہ ہو۔ بڑا عجیب جدا۔

درمختار میں ہے: مشی مستقبل القبلۃ هل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی و وقف کذلک وهکذا لا تفسدو ان کثر مالم یختلف المکان الخ [1]

وتمام تفصیلہ وتحقیقہ فی رد المحتار۔ اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہیہ مراد نہ لیجیے، تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں۔ اور ہوتی بھی تو نفی سنیت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا۔ کہ تحصیل سنت کے لئے حرکت قلیلہ قطعا مطلوب، اگرچہ بالاضافت لغۃ کثیرہ ہو۔ تو اس فعل پر بوجوہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنیت صرحۃ فقہا باطل ہو کر فعل عبث و خارج عن افعال الصلوٰۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجیے، تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے، نہ فرجۂ چہار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے۔

یہ تو ہرگز نہ مسنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنے وضع خلق کے خلاف رکھے جائیں۔ اور ان کی سطح طولاً ہرگز ہموار نہیں۔ تو پنجوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر مقصود۔ بلکہ قطعا مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے۔ نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لئے انہیں دائیں بائیں ہٹائے، پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنجوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے۔ جتنا فصل پنجوں میں رکھے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجیے، تو

[1] درمختار باب مفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۰

ایڑیوں میں یقیناً اس سے فصل کم ہوگا۔ اور کعبین میں کہ بلند و بر آمدہ ہیں، اور بھی کم ہوگا۔ تو دونوں تلوے بجائے خود جے رہنے کے ساتھ ایک خفیف امالہ کعبین میں ٹخنے بلا تکلف مل جائیں گے۔ جس پر کم از کم ہر روز بتیس ۳۲ بار کا تجربہ شاہد ہے۔ کہ آخر تصریحات مذکورہ علماء دیکھئے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنیت لکھ رہے ہیں۔ ان میں تنافی ہوتی، تو کیا متنافیین کو معاً مسنون بتاتے؟ ہاں! جسے فربہی مفرط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنجوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے۔ بلکہ معتد بہ زیادت پر مجبور ہو مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ، تو وہ بے شک کعبین نہ ملا سکے گا، جب تک پنجوں کو داہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے۔ اور اب بے شک تحریک بھی پائی جائیگی اور استقبال صابع بھی نہ رہیگا۔ غالباً یہی صورت خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی۔

ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر، نہ ہم اس کے لئے الصاق کعبین مسنون کہیں۔ علامہ طحطاوی کا ارشاد سن چکے کہ ھٰذا ''ان تیسر'' علامہ شامی کا افادہ گذرا ''کہ ای حیث لا عذر''۔ اس قدر کلام کا جواب تو یہ بتوفیقہٖ تعالیٰ بنگاہ اوّلین معاً حاضر خاطر فاتر ہوا۔ باقی ان کا ''حاشیہ بحر'' اگر ملے دیکھنا رہا۔ مگر بعونہٖ تعالیٰ امید ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں و باللہ التوفیق۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۶/۱۶۶ تا ۱۶۹)

حافظ حضو خان صاحب، کٹرہ، بنارس، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۹ر شعبان ۱۳۰۰ھ

بعد از ما ھوالمسنون۔ مولوی شکر اللہ صاحب کا پہلا بیان کہ گرد و نواح بنارس کے حساب سے آج تیس ہے، مجرد حکایت ہے کہ شرعاً مقبول نہیں۔ فی الدرالمختار: لاشھادہ لو شھدوا برویۃ غیرھم لانہ حکایۃ[۱]

مولوی احسان کریم صاحب تنہا ہیں۔ اور ہلال شعبان میں ایک کی گواہی معتبر نہیں۔ فی ردالمحتار وبقیۃ الاشہر التسعۃ فلا یقبل فیھا الا شھادۃ رجلین او رجل و امرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام[۲]

حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان اور مولوی شکر اللہ صاحب کی دوسری تقریر بالفرض اگر شہادت علی الشہادت مانی جائے تو عدد ناقص۔ فی ردالمحتار: لا تقبل مالم یشھد علی شھادۃ کل رجل رجلان او رجل و امرتان[۳]

بالجملہ ان بیانوں میں ایک بھی قابل اعتبار شرعی نہیں۔ اور حکم شرعی قاعدہ شرعیہ ہی کے طور پر ثابت ہو سکتا، نہ مجرد خیالات پر، مطلع شعبان کا نہایت صاف تھا۔ اور بہت آدمی چاند دیکھتے رہے۔ کسی کو نظر نہ آیا۔ اب اگرچہ عنداللہ آج ۳۰ ہی سہی مگر شرع بے ثبوت شرعی کیونکر حکم دے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۳۸۲/۱۰۔۳۸۳)

۱۔ درمختار | باب یفسد الصلوٰۃ | مطبع مجتبائی، دہلی | ۹۰/۱

۲۔ ردالمحتار | کتاب الصوم | مصطفی البابی، مصر | ۱۰۳/۲

۳۔ ردالمحتار | کتاب الصوم | مصطفی البابی، مصر | ۹۹/۲

حامد حسین خاں صاحب محلہ قلعہ، بریلی، یوپی

(۱)

از بریلی

۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

وعلیکم السلام! محمد بن جریر طبرانی دو گزرے ہیں۔ ایک مفسر، محدث، سنی شافعی المذھب، ان کی تاریخ کبیر کم یاب و نادر الوجود ہے۔ دوسرا رافضی مصنف مطاعن صحابہ و ایضاح المسترشد۔ اکثر لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔ اس کے اقوال کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پھر تاریخ کسی کی تصنیف ہو، مدار عقیدہ نہیں ہو سکتی۔ مورخ، رطب یابس، مسند، مرسل مقطوع، معضل، سب کچھ بھر دیتے ہیں۔ ایک عقد الفرید تو دربارۂ تقلید علامہ ابو الاخلاص حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے، یہ گیارہویں صدی کے ایک متاخر سنی عالم فقیہہ حنفی ہیں فقہ حنفی میں "نور الایضاح" و "مراقی الفلاح" و "امداد الفتاح" وغیرہ بہت کتب و رسائل ان کی تصنیف ہیں۔

"عقد الفرید" میں ان کی رائے نہ محققین کو قبول، نہ خود ان کی معمول۔ دوسرا رسالہ اس نام کا شیخ عطاء الدین علی سمہودی کا اس باب میں ہے۔ تیسرا انساب، چوتھا علم تجوید، پانچواں کلام، چھٹا اخلاق ہیں۔ صاحب "کشف الظنون" نے اور ذکر کیے۔ جن کے نام اس کتاب میں دیکھے جاتے ہیں۔ وبس خلل ایام کسی کتاب کا نام بھی سننے میں نہ آیا۔ نہ "کشف الظنون" میں کوئی کتاب اس نام کی لکھی۔ شاید حال کے کسی شخص کی ہو۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۱۷)

مولانا حکیم خلیل اللہ خان صاحب، رانی دھارا، کوہ الموڑہ، نینی تال، یوپی

(۱)

از بریلی

۷/ ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مشرقی غربی پہاڑیوں کے سبب تاخر طلوع و تقدم غروب معتبر نہیں۔ وہ دیوار ہائے مکان کی مثل ہیں۔ نہ وہ شعاعیں کہ کوہ برف پر پڑ کر روشنی دیتی ہیں۔ کچھ قابل لحاظ نہیں۔ جب کہ وہ پہاڑ اس سے بلند تر ہو۔ وہ شب کی چاند کے مثل ہیں۔ کہ چاندنی پر شعاع شمس ہی پڑ کر روشنی پیدا ہوتی ہے، نہ یہاں اربعہ متناسبہ ہے کہ دو ہزار فٹ پر چار منٹ تھے تو ہزار پر دو اور ساڑھے پانچ ہزار پر گیارہ ہوں۔

بلکہ یہاں تزاید علی سبیل التناقص ہے۔ ہر بلندی پر جو تفاوت ہے۔ اس سے دو چند پر دو چند سے کم ہوگا۔ مثلاً سو فٹ بلندی پر افق ۱۰، دقیقے نیچے گرتا اور ہزار فٹ پر صرف ۳۳، دقیقے، نہ کہ ۱۰، کا دس گنا اور چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے نہ کہ ۳۳، کا چوگنا کہ دو درجے چودہ دقیقے یعنی اس سے دو چند ہوتا کہ ۱۰، دقیقے کا چالیس گنا کہ پورے سات درجے ہوتا، وقس علی ہذا۔ ۵۵۵۰، فٹ بلندی پر میں نے حساب کیا۔ افق ایک درجہ ۱۹ دقیقے ۱۰، ثانیے گرا جس کے سبب شروع ماہ مبارک میں تقویم سرطان کے بیس درجے پر تھی۔ طلوع و غروب الموڑہ میں ہموار زمین کے اعتبار سے چھ منٹ ۴۷ سیکنڈ تفاوت تھا۔ یعنی طلوع شمسی اس قدر پہلے اور غروب اس قدر بعد اور آخر ماہ مبارک میں کہ تقویم اسد کہ اٹھارہ پر ہوگی۔ تفاوت چھ منٹ پچیس سکنڈ ہوگا اور یہ ۲۲ سکنڈ کا فرق تفاوت میل شمسی کے باعث ہے۔

غرض اوا خر رمضان حال میں ساڑھے چھ منٹ، تو یہ فرق سمجھئے اور سوا منٹ بلحاظ عرض وطول مجموع، پونے آٹھ منٹ وقت افطار بریلی پر بڑھیں گے۔ جس میں احتیاطی منٹ بھی شامل ہیں ۱۳/ ماہ مبارک مطابق ۲۷/ جولائی کی نسبت جو تم نے ۱۲ منٹ بڑھائے ۷،۰

بڑھاؤ (۱۲+۰۷=۱۹) وہی بات آگئی۔ جو تم نے لکھی کہ ”میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پہلے ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے“۔ ایک رام پور کیا، ہندوستان بھر کے نقشوں کی بایں معنی قدر کرنا بے جا نہیں جانتا کہ وہ بیچارے اپنے گمان میں تو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ فتوی ہے۔ اور بے علم فتوی سخت حرام ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ لاہور ۱۰/۶۲۸)

جناب دلاور حسین خان صاحب قاسمی قادری برکاتی،

موضع جواہر پور، ڈاک خانہ شیش گڑھ، یوپی

از بریلی (۱)

۹۲/۶۸۷

بملاحظہ محب خدا غلام بارگاہ مصطفے جل وعلی وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم جوان صالح سعید مفلح خان صاحب محمد دلاور حسین خان صاحب قادری برکاتی حفظہ اللہ تعالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

حق سبحانہٗ وتعالی آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت کاملہ میں ابد الآباد تک سرشار رکھے اور ہمیشہ اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت، بچوں کی تربیت یہ بھی عین کار دین و رضائے رب العلمین ہے، ریاضت و مجاہدہ نام کا ہے۔ اسی کا کہ رضائے الٰہی میں اپنی خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین و تربیت اولاد، بلا شبہ رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے اسکا خلاف کیجئے۔ یہی ریاضت ہوگی۔ تعلقات سے نفرت، وہ محمود ہوتی ہے۔ جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں۔ ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکہ ہے کہ اپنی تن آسانی کے لئے

شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرایہ میں آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔

فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا کرلے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق ننگ خلائق کی بھی اصلاح قلب و اعمال و تحسین احوال و افعال و تحصیل مرادات و آمال فرمائے۔ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے۔ خاتمہ ایمان و سنت پر کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وابنہ و احزابہ اجمعین، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

مشترک مال تقسیم کر کے نابالغوں کا حصہ جدا کرنے کا ان کو باپ کے مطلقاً اختیار ہوتا ہے اور ایسی تقسیم تو وصی کو بھی روا ہے کہ وارثان بالغین حاضرین کا حصہ جدا کر کے ان کو دے دے اور نابالغوں کے حصے بلا تقسیم الگ کر لے، تو آپ کو بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ بچوں کے نانا کے ساتھ تقسیم کر کے بچوں کا حصہ جدا کر لیجئے۔ نیز باپ کو جب کہ فاسق و فاسد نہ ہو، جائز ہے کہ ان کے ایسے اموال بازار کے بھاؤ پر خود خرید لے۔ بازار کے بھاؤ میں چیز کی اصل لاگت نہیں دیکھی جاتی۔ بلکہ یہ کہ اس حالت موجودہ پر بازار میں بیچیں۔ تو کیا دام اٹھیں گے۔ پہننے کے کپڑوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نیا تازہ جوڑا، اس وقت بازار میں بیچئے۔ تو ہر گز آدھے دام بھی نہیں لگتے۔ نہ کہ استعمالی پہنے ہوئے، نہ کہ ایسا مال، جس کا بکنا دشوار اور رکھے رکھے بے کار ہو جانے کا اندیشہ، اسے خرید لینے میں تو بچوں کا سراسر نفع رہے۔ نیز اس کو روا ہے کہ بچوں کا مال قرضوں میں خرید لے، یعنی قیمت فی الحال نہ دی جائے گی۔ بلکہ اتنے دنوں کے وعدہ پر۔ مگر روپیہ بیع نہیں ہو سکتا۔ ہاں! باپ اپنی حاجت مندی کی حالت میں اس میں سے بقدر ضرورت خرچ کر سکتا ہے اور ان کا روپیہ خود بطور قرض لے لینے کا بھی باپ کو اختیار ہے یا نہیں؟ اس میں علماء مختلف ہیں۔ بہت کتابیں جواز کی طرف ہیں۔ باپ اگر دیندار متدین خدا ترس ہو، تو اس کے لئے جواز پر فتویٰ دینے میں کچھ باک نہیں۔

آپ بفضلہ تعالیٰ ان صفات کے جامع ہیں۔ پھر جو کچھ ان کے مال سے قرض

لیجئے یا قرضوں کو ایک میعاد متعین پر خرید یئے۔ اس کا کاغذ لکھ دینا چاہئے۔ کہ کسی وقت بچوں کو ضرر نہ پہونچے اور اس سب سے بہتر اور خالص بے دغدغہ یہ صورت ہے۔ اگر ممکن ہو کہ اس ترکہ میں نابالغوں کا جتنا حصہ ہے، مثلاً اگر سب ترکہ نو سو روپے کی مالیت کا ہے۔ تو بچوں کا حصہ سوا پانچ سو روپے ہوا۔ اس کے عوض اتنے یا اس سے کچھ خفیف زیادہ مالیت کی اپنی جائداد و زمین یا مکان یا دکان یا گاؤں میں سے بچوں کے نام بیع کر دیجئے۔ اور کاغذ لکھ دیجئے کہ باپ برابر قیمت کو بھی اپنا مال بچوں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے۔

یوں ترکہ میں جس قدر ان کا حصہ اور زیور و اسباب میں ہے، سب آپ کا ہو جائے گا۔ جو چاہئے کیجئے۔ پھر وہ جائداد کہ جو بچوں کے نام آپ بھیجیں گے۔ اس کی حفظ و نگہ داشت و غور پر داخت و تحصیل و تصرف کا اختیار بھی بچوں کے بالغ ہونے تک آپ ہی کو ہوگا اور اگر آپ کے پاس اور مال نہ ہو، تو اس کی آمدنی سے آپ بقدر کفایت اپنے کھانے پینے کا بھی صرف کر سکیں گے۔ جس میں بچوں کا ضرر نہ ہوگا اور اگر آپ خود اس کے کام کے اہتمام سے بچنا چاہیں، تو یہ بھی روا ہوگا کہ کسی ہوشیار کار گزار دیندار دیانت دار کو کارکن بنائیں۔ یوں ہر طرح سبکدوشی ہو سکتی ہے۔

رہا نانا کا حصہ وہ اگر یونہی آپ کو معاف کر دیں، تو معاف نہ ہوگا۔ یا قبل تقسیم آپ کو ہبہ کر دیں، تو جائز نہ ہوگا۔ بلکہ تقسیم کر کے ان کو سپرد کر دیجئے۔ پھر وہ چاہیں تو آپ کو ہبہ کر دیں۔ یا بلا تقسیم اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیچ کر زر ثمن معاف کر دیں اور اس صورت میں ضرور ہوگا کہ زر ثمن اتنا ٹھہرے۔ جس کا وزن اس قدر چاندی کے چھٹے حصے سے زائد ہو جو ترکہ کہ نقد و زیور وغیرہ میں ہے کہ یہی چھٹا حصہ مرحومہ کے باپ کا ہے یا یوں کریں کہ اپنا حصہ مثلاً ایک کتاب کے عوض آپ کے ہاتھ بیع کر دیں۔ وہ کتاب ہی اس کا معاوضہ ہو جائیگی اور پھر معافی کی کوئی حاجت نہ رہے گی۔ اگر چہ کتاب چار ہی ورق کی ہو۔ یونہی ان کے تمام حصے کے عوض ایک رومال دیگر بھی بیع ہو سکتی ہے، فقط باہمی رضا درکار ہے۔

ہندیہ میں محیط سے ہے: لو كان الوصى قسم بين الورثة و عزل نصيب كل انسان فهٰذا علىٰ خمسة اوجه الاوّل ان تكون الورثة صغارا كلهم ليس فيهم كبير وفى هٰذا الوجه لا تجوز قسمته اصلاً و هٰذا بخلاف الاب اذا قسم مال اولاده الصغار وليس فيهم كبار فانهٗ يجوز (ثم قال) الرابع اذا كانو اصغار او كبار افعزل نصيب الكبار و هم حضور فدفعه اليهم و عزل نصيب الصغار جملة ولم يفرز نصيب كل واحد من الصغار جاز. تنویر الابصار میں ھے: بيع الاب مال صغير من نفسه جائز بمثل القيمة و بما يتغابن فيه.

والولجیہ و جامع الفصولین و ادب الاوصیاء میں ھے: للاب شراء مال طفله بيسير الغبن لا بفاحشة. نیز ادب اوصیاء فصل الضمان میں ھے: فی هبة فتاوىٰ القاضى ظهير الدين: لو كان الاب فى فلاة وله مال فاحتاج الىٰ طعام ولده يا كله بقيمته لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الاب احق بمال ولده اذا احتاج اليه بالمعروف والمعروف ان يتنا وله مجانا فقير او بالقيمة غنيا.

اسی میں ہے: وفى العمدة اجمعوا علىٰ انه ليس للوصى قضاء دينه من مال الصبى و فى الصغرىٰ وللاب ذٰلك لانهٗ بمنزلة بيع مال الصبى من نفسه و يملكه الاب بمثل القيمة بخلاف الوصى حيث يلزم فى بيعه الخيرية.

اسی طرح فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے: نیز ادب الاوصیاء فصل القرض میں ہے:

لو استقرض الوصى من مال الصبى يضمن و عند محمد لا يضمن كالاب. خلاصہ میں ھے: ليس للوصى اقراض مال الصبى ولا استقراضه وعن محمد له الا ستقراض كالاب اھ

اقول وظاہر قولہ كالاب الاتفاق علىٰ ان للاب الا ستقراض غير ان محمد ربما استشهد بخلافيه علىٰ اخرىٰ تنبيهاً علىٰ منازع الاقوال. ادب الاوصیاء میں

عبارت مذکورہ کے بعد ہے: وفی قضاء الجامع الخذ الاب مال صغیرة قرضاً جاز وفی الخلاصة انه ذکر فی رهن الاصل ان الاب یضمن کالو صی مال الصبی اولاب م غریم نفسه تقع المقاصة بیجهما و یضمن للسبی الجم عند الطرفین ولا یقع عند ابی یوسف و کذا الحکم فی بیع الاب. اسی میں ہے: فی فتاویٰ الدیناری: الوصی اذا بع مال الیتیم باجل جاز و مثلهالاب و فی الخلاصة والمنیة للوسی البیع بالنسیئة ان لم یخف تلفهٔ بالجحود والا نکار ولا المنع عند حصول الاجل و انقضائه ولم یکن الاجل بعید افا هشا ذکره فی کل من الوالجیه و الخانیة اه

اقول: و بما مرمن فرع المقاصة و من نص الاستیجابی ان الوصی فیه کالاب یعکر علی دعوی الاجماع المار عن العدة و یقدح فیها ایضا ما فی غمز العیون آخر الفرائض عن فوائد صاحب المحیط اذا استقرض ای الوصی مال الیتیم هل یصح فی قول الامام لا یملک و اختلف المشائخ فقال بعضهم ان کان الوصی ملیا یملک والا فلا و الا صح انه لا یملک اه

وفی قرض ادب الا وصیاء وفی نواد رهشام سمعت محمداً یقول و لیس للوصی ان یستقرض مال الیتیم عند ابی هنیفة و اما انا لاری به باسا ان فعل ذلک وله وفاء بما استقرض و مثله فی المنتقیٰ و العتابیة والخانیة الخ و تمامه فیه نعم الاظهر والاحوط وهو المنع کیف وهو مذهب الامام اقول ولک ان تجیب عن فرع الرهن بانه لیس تملکا ولا اهلاکاً فلا یقاس علیه الا ستقراض ولا اداء دین نفسه من مال الصبی اما لزوم الضمان فی الرهن فحکم الهلاک العارض وفی صورة المقاصة ایضا انما صدر منه البیع وهو سائغ له والمقاصة وقعت لان الحقوق ترجع الیه و کم من شئی یثبت ضمنا ولا یثبت قصداً۔

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۰/۱۷۹ تا ۱۸۱) (فقیر احمد رضا قادری غفرلہ)

حضرت مولانا سید رضی الدین حسین صاحب، مخدوم پور، ڈاکخانہ ٹرہٹ، ضلع گیا، بہار

(۱)

از بریلی

۱ر جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ

جناب مکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فی الواقع دیہات میں جمعہ وعیدین باتفاق ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع و ناجائز ہے کہ نماز شرعاً صحیح نہیں، اس سے اشتغال روا نہیں۔ فی الدر المختار: وفی القنیۃ: صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح[1] اوفی رد المحتار ومثلہ الجمعۃ[2] جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے کما من بیناہ فی فتاوانا۔

ہاں! ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے، آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں، تو نہ سما سکیں۔ یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے۔ وہ صحت جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائیگی۔

امام اکمل الدین بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں (وعنہ) ای عن ابی یوسف (انھم اذا اجتمعوا) ای اجتمع من تجب علیھم الجمعۃ لا کل من یسکن فی ذالک الموضع من الصبیان والنساء والعبید قال ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اھلھا بحیث لو اجتمعوا (فی اکبر مساجدھم لم یسعھم) ذلک حتیٰ احتاجوا الیٰ بناء مسجد آخر للجمعۃ[3] الخ

جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے۔ اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے۔ مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں، وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا،

۱۔ درمختار باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

۲۔ ردالمحتار باب العیدین مصطفیٰ البابی مصر ۱/۶۱۱

۳۔ عنایہ شرح ہدایہ علی ہامش فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/۲۴

بلکہ گناہ ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھد السبیل۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۸/۳۴۶۔۳۴۷)

حضرت مولینا شاہ رکن الدین صاحب، الور، راجستھان

(۱)

از بریلی

۲۲/ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم المکین جعلہ اللہ تعالیٰ لمن شیدبھم رکن الدین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

ہمارے امام ہمام سراج الامت امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لئے اہل معین ہوں۔ جب اس میں اہل محلہ باعلان اذان و اقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں۔ تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۂ جماعت مکروہ وممنوع و بدعت ہے۔ مجمع البحرین و بحر الرائق میں ہے:

لا تکررھا فی مسجد محلة باذان ثان[۱] شرح المجمع للمصنف فتاویٰ عالمگیر یہ میں ہے: المسجد اذا کان لہ امام معلوم و جماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکرارھا فیہ باذان ثان[۲]

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ و شرح کبیر منیہ وغرر و درر و خزائن الاسرار و در مختار و ذخیرۃ العقبیٰ وغیرہا میں ہے: اور اس کا حاصل حقیقتاً کراہت اعادہ اذان ہے۔ فان الحکم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محلہ۔

۱۔ بحر الرائق باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۵،۳۴۶

۲۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱

ولہٰذا امام محقق ابن امیر الحاج حلبی ارشد تلامذۂ امام ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب مہذب اس عبارت سے ادا فرمایا: المسجد اذا کان له اهل معلوم فصلوا فيه او بعضهم باذان واقامة کره لغير اهله و لاباقين من اهله اعادة الاذان والاقامة[1] ولہٰذا کتب مذہب طافحہ ہیں کہ بے اعادہ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے۔ اس کے جواز واباحت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے۔ عباب وملتقط و منبع و شرح درر البحار و شرح مجمع البحرين للمصنف و شرح المجمع لابن ملک و رسالہ علامہ رحمة الله تلمیذ امام ابن الهمام وذخیرۃ العقبی و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین الرملی و فتاوی ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس پر اتفاق واجماع نقل فرمایا۔ خزائن میں ہے: لو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طريق جاز اجماعا[2] عالمگیریہ و شرح المجمع للمصنف میں ہے: اما اذا صلوا بغير اذان يباح اجماعا[3] رد المحتار میں منبع سے ہے: التقييد بالمسجد المختص بالمحلة احتراز عن الشارع و بالاذان الثاني احتراز عما اذا صلى في مسجد محلة جماعة بغير اذان حيث يباح اجماعا[4] حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے: اما اذا كررت بغير اذان فلا كراهة مطلقا و عليه المسلمون[5] یہ عبارت نہ تو صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامہ کتب میں واقع، اسی طرف ناظر، تو کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایہ اس کے خلاف ہو۔ ظہیریہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اسے ظاہر الروایہ بتایا۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] رد المحتار بحوالہ خزائن الاسرار	باب الامامۃ	مصطفی البابی مصر	۱/۴۰۸
[3] فتاوی ہندیہ	الفصل الاول فی الجماعۃ	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۸۳
[4] رد المحتار	باب الامامہ	مصطفی البابی مصر	۱/۰۱
[5] حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار	باب الامامہ	دار المعرفۃ بیروت	۱/۲۴۰

اقول: واجب کہ اس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو۔ نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے۔ اس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعت اولٰی چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز و گناہ تھا۔ یہاں ایسا نہیں یہ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے۔ عقل ونقل کے قاعدۂ متفق علیھا سے واجب ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کریں۔ نہ کہ محکم کو محتمل سے رد کریں۔ تو عبارت ظہیریہ سے رد نقول متظافرۂ اجماع ناممکن ہے۔ بلکہ اگر وہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی۔ نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی، تو حسب قاعدۂ قاطعیہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی، نہ کہ بالعکس۔

ردالمحتار باب سجود التلاوۃ میں ہے: ھٰذا اعزاہ فی البحر الی المضمرات وقال ان الثانی غریب اھ وجہ غرابتہ انہ انفرد بذکرہ صاحب الظھیریۃ ولذا اعزاہ من بعدہ الیھا فقط [۱] اسی کے باب المیاہ مسئلہ اعتبار عُمق میں ہے: قولہ فی الاصح ذکرہ فی المجتبیٰ والتمرتاشی والایضاح والمبتغی وعزاہ فی القنیۃ الی شرح صدر القضاۃ و جمع التفاریق وھو متوغل فی الاغراب مخالف لما اطلقہ جمھور الاصحاب کما فی شرح الوھبانیہ [۲] پھر جب کہ بحال اعادۂ اذان اصل مذہب وظاہر الروایہ کراہت تحریم تھی۔ لما فی رد المحتار قولہ: و یکرہ ای تحریماً لقول الکافی لا یجوز و المجمع لا یباح [۳] اور بے اذان ثانی جواز و عدم کراہت پر اجماع۔ تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہہ سے بھی۔ مجامع امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو۔ تو کراہت رہے:

فان المکروہ تنزیھا من قسم المباح کما فی رد المحتار و حققناہ

۱؎ ردالمحتار	باب سجود التلاوۃ	مصطفی البابی، مصر	۱/۵۶۷
۲؎ ردالمحتار	باب سجود التلاوۃ	مصطفی البابی، مصر	۱/۵۶۷
۳؎ ردالمحتار	باب سجود التلاوۃ	مصطفی البابی مصر	۱/۵۶۷

فی جمل محلیۃ.

اس باب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو، تو کراہت ہے۔ اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں۔ ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی والوالجیہ و وجیز کردری و تاتارخانیہ و غنیۃ وغیرھا میں اسی کو ھو الصحیح و بہ ناخذ فرمایا۔ بحمدہ تعالیٰ اس تقریر منیر و توفیق و تحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحین ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں۔ نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف اور مسئلہ میں قول منقح یہ نکلا کہ مسجد محلّہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیل جمیل فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باعادۂ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ یہی ظاہر الروایہ و مذہب امام ہے۔ اور بے اذان ثانی بلا شبہ جائز۔ اسی پر خود اتفاق و اجماع ائمہ ہے۔

مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح بلا کراہت، یہی صحیح و ماخوذ و معتمد ہے۔ اور شبہ اصل سے منقطع ہوگیا۔ اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحین فرمائیں۔ تو ہم پر لازم کہ انہیں کا اتباع کریں ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی ہو۔ ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی۔ اور اس کی تصحیح صریح کا اتباع ہوگا۔ درمختار میں ہے: اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم [1]

ردالمحتار میں ہے: ترجیح ضمنی لکل ما کان ظاھر الروایۃ فلا یعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلہ [2] درمختار میں ہے: اذا ذیلہ روایۃ بالصحیح او الماخوذ بہ لم یفت

---

[1] درمختار خطبۃ الکتاب مکتبہ مجتبائی، دہلی ۱/۱۵

[2] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مصطفی البابی، مصر ۱/۵۸

لمخالفه[1] اھ مختصر رد المحتار میں ہے: اذا کانت تصحیح بصیغة تقتضی قصر الصحة علی تلک الروایه فقط کالصحیح والما خوذ به و نحو ھما مما یفید ضعف الروایة المخالفة لم یجز الا فتاء لمخالفها کما سیاتی ان الفتیا بالمرجوح جھل،[2]

اسی میں ہے: لو ذکره مسئلة فی المتون ولم یصر حوا بتصحیحها بل صر حوا بتصحیح مقابلها فقد افاد العلامة قاسم ترجیح الثانی لانه تصحیح صریح وما فی المتون تصحیح التزامی ولاتصحیح الصریح مقدم علی التصحیح الا لتزامی ای التزام المتون ذکر ما ھو الصحیح فی المذھب[3]

اب رہیں بعض تعلیلات، اول تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں۔ نہ وہ ہمارا منصب، پھر بعونہ تعالیٰ اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا۔ جو فقیر نے کتاب مستطاب رد المحتار پر لکھیں۔ اسعا فاللمرام اس مقام سے اس کی نقل مسطور قولہ: ولنا انه علیه الصلوٰۃ والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الیٰ المسجد و قد صلی اھل المسجد رجع الیٰ منزله مجمع اھله وصلیٰ ولو جاز ذٰلک لما اختار الصلوٰۃ فی بیته علیٰ الجماعة فی المسجد[4]

اقول: اولا لا یتعین ھذا سببا لذٰلک فان فی اعادته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الجماعة فی المسجد کان ایھام انه لم یرض بجماعة القوم فلعله اراد دفع ذٰلک الوھم وتاکید تقریر ھم علی ما فعلوا و ثانیا لعل الباقی من اھله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم للجماعة النساء الطاھرات وجدھن فاحب الجماعة ولم یحب ان یخرجھن وجدھن للجماعة للمسجد و عسی ان یراہ الناس ممن قد صلوا فیحبو اعادة الصلاۃ خلفه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم او یجیئی بعض من لم یصل بعد فیقفوا خلفھن

---

[1] درمختار خطبۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵
[2] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/۵۴،۵۵
[3] ردالمحتار خطبۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/۵۳
[4] ردالمحتار باب الامامۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

فتفسد صلاتهم و ثالثا من فاتته الجماعة وحده فهو مخير فى الانفراد و اتباع الجماعات و ان ياتى اهله فيجمع بهم كمانص عليه فى الخانية و البزازية و غيرهما و قد نصوا كما في رد المحتار و غيره ان الاصح انه لو جمع باهله لا يكره وينال فضيلة الجماعة لكن جماعة المسجد افضل ۱ اھ و قد كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ربما يترك الا فضل لبيان الجواز و كان حينئذ هو الافضل فى حقه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما فيه من التبليغ المبعوث له من عند ربه عزوجل فكيف يسلم قوله ولو جاز ذلك لما اختار و فيه رابعا ما يفيده العلامة المحشى ان قد انعقد الاجماع بلا نزاع على جواز اعادة الجماعة فى المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الا فضل و معلوم قطعا ان مسجده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليس مسجد محلة فلو تم هذا الا ستدلال لصادم الا جماع وا قى بتحريم ما ليس فى حله بل ولا فضله محل نزاع اقول و مثله فى الضعيف بل اضعف ما قدم فى الآذان من الاستدلال بما روى عن انس رضى الله تعالىٰ عنه ان اصحاب رسول لله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانو اذا فاتتهم الجماعة فى المسجد صلوا فى المسجد فرادى ۲ فانه ليس فيه ان الجماعة كانت تفوت جماعة منهم معافكانوا يصلون فى المسجد فرادى مجتمعين و حاش لِلّٰهِ متىٰ عهد هذا من الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم و انما كانت تفوت نادرا او احدا بعد

واحد منهم ولا دلالة بصيغ الجمع على القرآن فى الفعل فان معناه انهم كانوا كل من فاتته الجماعة صلے فى المسجد منفرد اولم يكونوا يتتبعون المساجد نفيا للحرج فكان كقول انس ايضا صليت خلف النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وابى بكرو عمر و عثمٰن فكانوا يستفتحون بالحمد لِلّٰهِ رب العٰلمين ۳ رواه احمد ومسلم هل لقائل ان يقول ان فى نفس الحديث دليلا على هذا المعنىٰ و ذلک انا

---

۱ ردالمحتار باب الآذان مصطفےٰ البابی، مصر ۲۹۲/۱

۲ ردالمحتار باب الآذان مصطفےٰ البابی، مصر ۲۹۱/۱

۳ مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ دار الفکر، بیروت ۲۲۳/۳

لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولیٰ عینابل نجربها هی علیٰ ارسالها و الجماعة لا تفوت الجماعة الا ان یمنعوا عن تکرارها فیتوقف الا ستدلال به علی اثبات ممانعة التکرار فیعود مصادرة علی المطلوب و قد ذکر البخاری فی صحیحه عن انس نفسه رضی الله تعالی عنه انه جاء الی مسجد قد صلے فاذا و اقام و صلی جماعة اھ [1]

فلم تفته الجماعة اذلم یکن وحده وصح ان رجلا دخل المسجد و قد صلی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من یتصدق علیٰ ھٰذا فیصلے معه فقام رجل من القوم فصلی معه [2] رواه احمد و ابو داؤد والترمذی و ابو بکر بن ابی شیبة و الدارمی و ابو یعلی وابن خزیمة و ابن حبان و سعید بن منصور والحاکم کلهم عن ابی سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة و عن عصمة بن مالک و ابن ابی شیبة عن الحسن البصری مرسلا و عبد الرزاق فی مصنفه و سعید بن منصور فی سننه عن ابی عثمٰن النهدی مرسلا ایضا وفی الباب عن ابی موسیٰ الاشعری والحکم بن عمیر کما فی الترمذی رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین و فی بعضها ان ذلک المتصدق علیٰ الرجل ابو بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنهما قوله ولان فی اطلاق هکذا تقلیل الجماعة معنیٰ فانهم لا یجتمعون اذا علموا انها لا تفوتهم [3] اقول لسنانبیح تعمد ترک الجماعة الا ولی اتکالا علی الاخریٰ فمن سمع منادی الله ینادی ولم یجب بلا عذر اثم و عزر فاین الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا

---

[1] صحیح البخاری — باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۸۹/۱

[2] مسند احمد بن حنبل — مروی از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ — دار الفکر، بیروت — ۴۵/۳

[3] ردالمحتار — باب الامامۃ — مطبوعہ مصطفی البابی، مصر — ۴۰۹/۱

و ا او كانوا مشتغلين بنحو الاكل فاقت اليه انفسهم او التخلى و غير ذالك من الاعذار فتخلفهم عن الاولىٰ قد كان باذن الشرع فعلى ما يعاقبون بحرمان الجماعة و فيمن تودى الىٰ التقليل و قد اثبتنا فى رسالتنا "حسن البراعة فى تنقيد حكم الجماعة"

ان الواجب هى الجماعة الاولىٰ عينا فاذا علموا انهم لو لم يحضرو افاتهم الواجب فكيف لا يجتمعون اما الكسالى و قليل المبالات فلا يجتمعون و ان علموا انهم تفوتهم الاولى والا خرى جميعا الاترى ان بعض ۱؎ العصريين ممن يدعى العلم والدين قد شدد فى ذلك تشديد ابليغا و زعم ان تكرار الجماعة معصية مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد فى ترك تكرار الجماعة ولم يتبعوه فى ايتان الاولى فترى فوجا من الا حابيش ياتون بعد الجماعة فيصلون معافرادى فيزيدون مشابهة با الروافض و الله المستعان قوله و يويده ما فى الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلے فيه اهله يصلون و حدانا وهو ظاهر الرواية اھ و هذا مخالف لحكاية الاجماع المارة ۲؎ اقول لا تائيد ولا خلاف فان يصلون ليس نصافى الا يجاب ومن تتبع ابواب صفة الصلاه والحج من اى كتاب شاء وجد قناطير متنطرة من صيغ الاخبار الواردة فيما ليس بواجب بل ولا سنة انما اقصاه الندب وقد قال فى البحر الرائق والطحطاوى فى حاشية الدران ذلك اى دلالة الاخبار على الوجوب فيما اذا صدر

۱؎ وهو رشيد احمد گنگوهى ۱۲ منه

۲؎ رد المحتار باب الامامة مصطفى البابى مصر ۱/۴۰۹

من الشارع امامن الفقهاء فلا یدل هو ولا الا مر منهم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث قال فی صفة الصلاة افترش رجله الیسری ووضع یده وامثال ذلک کثیرة اھ و لست انکرانه کثیرا ما یجئ للوجوب کما بیناه فی کتابنا "فصل القضاء فی رسم الافتاء" و انما ارید ان المحتمل یقضی علی المفسر فکیف یردبه الا جماع المتظافر علی نقله المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی ما یسیر به مخالفا للاجماع ولو کان کذالکان هوا حق بالرد من الاجماع اذا لحاکی الواحد عن ظاهر الروایة اقرب الی السهو من الجماعة بل لقائل ان یقول لا یمکن الحمل ههنا علی الوجوب اصلا و ان قلنا بکراهة تکرار الجماعة فی مسجد الحی مطلقا و ذلک کما نصوا علیه فی الوجیز والتبیین والهندیة و غیرها و سیاتی شرحا و حاشیة ان من فاتته فی مسجده ندب له طلبها فی مسجد اخر الا المسجدین المکی والمدنی کما فی القنیة و مختصر البحر وبحث فی الغنیة الحاق الا قصی و ذکر القدوری یجمع باهله ویصلی بهم ای وینال ثواب الجماعة کما فی الفتح فاذا الجماعة معهم لا یحتاجون الی التفتیش عنها فمن ذالذی حرم علیهم ان یذهبو الی بعض البیوت مثلا و یجمعوا وینا لو الفضل فان قلت عاقهم عن الخروج الدخول قلت کلامهم المذکور مطلق فیمن دخل ومن لم یدخل والخروج لا دراك الجماعة لا یمنعه الدخول الا تری ان مقیم الجماعة یخرج تکبیر الجماعة الا ولی باذنیه فلان یجوز لهو لاء الخروج ولا تکبیرو

لا اولیٰ ولا ولیٰ و بالجملة لا محل ههنا للایجاب و علیه کان یتوقف التائید و الخلاف فان قلت فاذا لا وجوب فم منزع الکلام قلت افادة جواز الا نفراد لهم بلا حظرو لا حجر بخلاف مالو لم تقم الجماعة بعد حیث لا یجوز الصلاہ منفردا الا بعذر لما فیه من تفویت الجماعة الواجبة علی المعتمد او القریبة من الوجوب علی المشهور فاذن کان علی وزان ما قال العینی فی عمدة القاری قال ابوحنیفة رضی الله تعالیٰ عنه سها اونام اوشغله عن الجماعة شغل جمع باهله فی منزله و ان صلی و حده یجوزاه[1] وهذا معنی صاف لا غبار علیه انشاء الله تعالیٰ و به یزول کل اشکال و لله الحمد قوله و عن هذا ذکر العلامة الشیخ رحمه الله السندی تلمیذ المحقق ابن الهمام فی رسالته ان ما یفعله اهل الحرمین من الصلاة بائمة متعددة وجماعات مترتبة مکروه اتفاقاً الیٰ قوله واقره الرملی فی حاشیه البحر[2] اقول یا سبحن الله! ای مساس لهذا بما نحن فیه فان انکارهم علی التفریق العمدی کما هو الواقع فی الحرمین المکرمین فانهم جزؤ الجماعة اجزاء و عیو الکل جزء اماما والتفریق بالقصد حیث لا باعث علیه شرعا لا یجوزا جماعا والا لما سن الله تعالیٰ صلاة الخوف وهذا تستوی فیه مساجد الا حیاء والقوارع والجوامع والبراری جمیعا قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف فی

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری — باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ — ادارہ الطباعۃ المنیریہ بیروت — ۵/۱۶۲

[2] رد المحتار — باب الامامۃ — مصطفی البابی مصر — ۱/۴۰۹

الاقتداء بالمخالف علی وجوہ فصلها فی البحر و رد المحتار وغیرهما و اتینا علی لبابه فی فتاونا فمن لا کراهة عنه اصلا ای اذ لم یعلم ان الامام لا یراع مذهب غیره بناء علی اعتبار رأی للمقتدی کما هو الا صح وعلم انه غیر مراع عند من یقول العبره برأی لا م... فهذا التفریق عنده من دون باعث شرعی وهو لاء هم الذین حضر الموسم تلک السنة و انکروا ومن حکم بالکراهة عند الشک فی المراعاة او اعتقد ان الا فضل الا قتداء بالموافق مهما امکن و ان تحققت المراعاة فهو عنده بوجه شرعی وهم الجمهور وعلیها العمل فلا انکار علی اهل الحرمین و لیس فی فعلهم خلل ولا زلل والعلامه السید المحشی هو الناقل فیما سیاتی عن الملا علی القاری انه قال لو کان لکل مذهب امام کما فی زماننا فالا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تخر علی ما استحسنه عامة المسلمین و عمل به جمهور المومنین من اهل الحرمین و القدس و مصر والشام ولا عبرة بمن شذمنهم اهـ[۱] وعلی کل فهذا الکلام من و ادا خرلا تعلق له بجواز التکرار وعدمه قوله لکن یشکل علیه ان نحو المسجد المکی والمدنی لیس له جماعة معلومون فلا یصدق علیه انه مسجد محلة بل هو کمسجد شارع و قد مرانه لا کراهة فی تکرار الجماعة فیه اجماعا فلیتامل[۲] اقول انما نشا الاشکال من حمله

---

۱ ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۷

۲ ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

علی مسئلة التکرار و قد علمت ان لم یقصدوھا و انما انکروا تعمد التفریق وھو محظور قطعا ولو فی مسجد شارع فا لعجب من السید العلامة المحقق المحشی یورد علی مسئلة التکرار مالا ورودله علیھا ثم یستشکل ھذا الوارد بما لا اشکال بہ اصلا ولکن لکل جواد کبوۃ نسأل اللہ سبحنہ عفوہ ثم اقول و اشد العجب من العلامة الشیخ رحمة اللہ تعالیٰ حیث قال الا حتیاط فی عدم الاقتداء بہ ای بالمخالف ولو مراعیا ؎

کما سینقلہ المحشی عنہ ثم قال ھھنا بکراھة ترتیب الجماعات و ادعی الاتفاق علی خلاف ما علیہ الجمھور و لیت شعری اذا کان ھذا مکروھا و فاقا فکیف یعمل بالا حتیاط الذی اعترفتم بہ ایجعل الناس کلھم علی مذہب واحد ام یسکن مقلدو اکل امام فی بلدہ علیحدۃ اویجعل لکل منھم مسجد بحیالہ و یمنع اھل ثلثة مذاھب عن الصلاۃ فی المسجدین الکریمین او تجعل الجماعة لمذھب واحد ویومرو الباقون بالصلاۃ فرادی ثم اقول و یرد مثلہ علی تقریر العلامة خیر الملة والدین الرملی رحمہ اللہ تعالیٰ لما وھو الناقل کما سیاتی حاشیة عن العلامہ الرملی الشافعی انہ مشی علی کراھة الا قتداء بالمخالف حیث امکنہ غیرہ و بہ افتی الرملی الکبیر و اعتمدہ السبکی والا سنوی و غیرھما قال و الحاصل ان عندھم فی ذلک اختلافا وکل ما کان لھم علة فی الاقتداء بناء صحة فساد و

؎ ردالمحتار باب الامامة مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۷

کراهة وافضلية كان لنا مثله عليهم و قد سمعت ما اعتمده الرملی و افتی به والفقير اقول مثل قوله فيما يتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقيه المنصف يسلم ذلك

و انا رملی فقه الحنفی لا مرا بعد اتفاق عالمين[۱] اه

فاذا كان الفقه والانصاف هو كراهة الاقتداء بالمخالف فكيف ينكر على ما فعله اهل الحرمين لا جرم رجع العلامة نفسه فی حاشيته على شرح زاد الفقير للعلامة الغزی والمتن للامام ابن الهمام الى موافقة الجمهور فقال كما نقله فی منحة الخالق على البحر الرائق بقی الكلام فی الافضل ما هو لاقتداء به او الانفراد لم ارمن صرح به علمائنا و ظاهر كلامهم الثانی والذی يظهر و يحسن عندی الاول لان فی الثانی ترك الجماعة حيث لا تحصل الا به ولو لم يكن بان كان هناك حنفی يقتدی به الافضل الاقتداء به[۲] الخ فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفی اذا وجد و ان كان الشافعی الذی يؤم صالحا عالما تقيا نقيا يراعی الخلاف كما وصفه به فی تلك الحاشية یہ تمام عبارت تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ اس سے حق واضح و جلی ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۷/۱۵۲۔۱۷۱)

---

[۱] رد المحتار باب الامامة مصطفی البابی، مصر ۱/۴۱۷

[۲] منحة الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۲/۴۶

(۲)

از بریلی

۱۴ر صفر ۱۳۳۶ھ

مولانا المکرم ذی المجد الکرم اکرمکم الاکرم تعالیٰ وتکرم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پہلی عبارت مرقات شرح مشکوٰۃ علی قاری طبع مصر، جلد اوّل ص ۱۷۷ سطر اخیر شروع باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے اور دوسری بنایہ شرح ہدایہ للامام محمود العینی طبع لکھنؤ جزء ثانی از جلد اوّل اوائل ص ۱۶۱۲ آغاز باب الحج عن الغیر میں......جناب مولٰینا اہل سنت آئینہ ہیں، وہابی کو آئینہ اپنا ہی منھ دکھا دیا۔ یہ شیوہ وہابیہ کا ہے۔ کتابیں دل سے گڑھ لیں، علماء دل سے تراش لئے۔ پھر عبارت گڑھنی کیا مشکل ہے؟ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۲۱۵/۱۲)

حضرت مولٰینا ریاست علی قادری، لکھنؤ

۱	محررہ یکم رجب ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء	الطاری الداری	جلد اوّل
۲	محررہ ۲ر شعبان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء	الطاری الداری	جلد اوّل
۳	محررہ ۳ر شعبان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء	الطاری الداری	جلد اوّل
۴	محررہ ۴ر شعبان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء	الطاری الداری	جلد اوّل

(نوٹ: ان تاریخوں میں لکھے گئے خطوط دستیاب ہیں۔ جو مولٰینا ریاست علی خان شاہ جہاں پوری کو ارسال کیے گئے تھے۔ مگر بوجوہ ہم یہاں شامل نہیں کر رہے ہیں۔ مرتب)

جناب رشید احمد خان صاحب، ویلزلی اسٹریٹ نمبر ۶ نار نب، کلکتہ

(۱)

از بریلی

۱۶/جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

زید پر نہ ان ۱۵/دن کی قضا ترتیب ضرور تھی، نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے۔ اسے اختیار ہے۔ ان میں جو نماز چاہے، پہلے ادا کرے، جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں، ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ یعنی باہم ان میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی، پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی، نہ بلحاظ وقتی۔ کوئی کبھی عود نہیں کرتی۔ اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں۔

مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ ۵ دن کی پچیس نمازیں ہیں۔ جب دو ہی رہ جائیں گی۔ تو بھی اسے اختیار ہے۔ ان میں جسے چاہے، پہلے پڑھے۔ جسے چاہے پیچھے اور جب یک ہی رہ جائیگی، تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے۔ ہاں! اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہو جائے۔ ھو الاحوط من تصحیحین۔ مثلاً دس فجریں قضا ہیں۔ تو یوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز، کہ اس پر ایک فجر تو نہیں، جو اسی قدر بس ہو۔ بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر۔ مگر یہ کسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی، تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں۔ لھٰذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر، جس کی قضا مجھ پر ہے۔ جب ایک پڑھ چکے پھر یونہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اس کی قضا اس پر نہ رہی، ۹ کی ہے۔ اب ان میں کی پہلی نیت میں آئیگی۔ یونہی اخیر تک نیت کی جائے۔ اسی طرح باقی سب نمازوں میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو۔ جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضا والا۔ وہ پہلی کی جگہ پچھلی بھی کہہ سکتا ہے۔ نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائیگی۔

ردالمحتار میں ہے: لا یلزم الترتیب بین الفائتة والوقتیة ولا بین الفوائة اذا کانت الفوأة ستا کذا فی النھر۔[۱] درمختار میں ہے: ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطه بکثرتها ای الفوائة الیٰ القلة بسبب القضاء لبعضها علی المعتمد لان الساقط لا یعود۔[۲] اسی میں ہے: یعین ظھر یوم کذا علی المعتمد والا سھل نیته اوّل ظھر علیه او آخر ظھر الخ و تمامهٗ فی رد المحتار۔[۳]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۸/۱۴۳-۱۴۲)

مولانا رشید احمد گنگوہی، گنگوہ سہارنپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۷/شعبان ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنظر خاص مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، السلام علی من اتبع الھدیٰ حلتِ غراب کے دو پرچے "خیر المطابع" میرٹھ کے چھپے کہ کسی صاحب ابو المنصور صاحب مظفر میرٹھی کے نام سے شائع ہوئے۔ ایک عنوان تردید ضمیمہ "اخبار عالم" مطبوعہ ۱۷/اکتوبر ۱۹۰۲ء، دوسرے کی پیشانی تردید ضمیمہ "شحنۂ ہند" میرٹھ مطبوعہ ۲۴/اکتوبر ۱۹۰۲ء بعض احباب نے بھیجے۔ اس کا یہ فقرہ واقعی لائق پسند ہے کہ شرعی مسئلہ کا صرف علماء میں طے ہونا۔ لہٰذا بغرض رفع شکوک عوام و

---

[۱] ردالمحتار باب قضاء الفوائت مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۸
[۲] ردالمحتار باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۱
[۳] درمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۲

تمیز حلال و حرام خاص آپ سے بعض امور مسئول اور ایک ہفتے میں جواب مامول، چار روز آمد و رفت ڈاک کے ہوئے، اگر تین دن کامل میں بھی آپ نے جواب لکھا تو چار دہم شعبان روز چار شنبہ تک آجانا چاہئے۔ کہ آج شنبہ ہفتم شعبان ہے اور اگر اس مہلت میں نہ ہو سکا تو اس کا مضائقہ نہیں۔

ع نکو گو اگر دیر گوئی چہ غم

مگر اس تقدیر پر بواپسی ڈاک وعدہ جواب و تعیین مدت سے اطلاع ضرور ہے۔ ورنہ سکوت متصور ہوگا۔ جواب میں اختیار ہے کہ اپنے جن جن معاونین سے چاہئے، استعانت کیجئے۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ سب کو جمع کر کے مشورے مشورے سے جواب دیجئے کہ دس کی سوجھ بوجھ ایک سے اچھی ہوگی۔ مگر بہر حال مجیب خود آپ ہی ہوں۔ زید و عمر کے نام سے جواب جواب کو جواب ہوگا۔ نہ جواب کے مقصود۔ تو ان امور میں آپ کی رائے معلوم ہونا ہے۔ زید و عمرو کی خوش نوائیاں تو اخباروں، اشتہاروں میں ہو ہی چکیں، تحریر پر مہر بھی ضرور ہو کہ جاحد کا احتمال دور ہو۔ مسئلہ، مسئلہ دینیہ ہے اور مسئلہ دینیہ میں بے غور کامل و محض بالغ آنکھیں بند کر کے منھ کھول دینا سخت بد دیانتی۔ تو ضرور ہے کہ آپ اس مسئلہ کے سب اطراف و جوانب پر نظر ڈال چکے اور جمیع مالہ و ماعلیہ پڑتال کر چکے ہوں گے۔ تحقیق تنقیح تطبیق ترجیح سب ہی کچھ کر لی ہوگی، تو ان سوالوں کے جواب میں آپ کو وقت یا معذوری چشم کا عذر نہ ہوگا۔ خصوصا اس حالت میں عالمگیری جیسی بیس کتابیں آپ کے سینے شریف میں بند ہیں، جیسے کہ مشتہر صاحب نے ادعا کیا۔ ہر سوال کا صاف صاف جواب ہو۔ اگر کسی امر میں خفا رہے، جواب سوال سے پورا متعلق نہ ہوا یا کسی جواب پر کئی سوال تازہ پیدا ہوا۔ تو دوبارہ سوال کرنا جائے گا۔ کہ مقصود وضوح حق ہے، نہ خالی ہار جیت کی زق زق اللہ الهادی الی صراط الحق۔

سوال اول: پہلے یہی معلوم ہو کہ دونوں پرچۂ مذکورہ اور وہ کاغذات جن کے طبع کا پ...

اخیرہ میں وعدہ دیا۔ آپ کی رائے و اطلاع و رضا سے ہیں یا بالائی لوگوں نے لطور خود شائع کیے۔ ان کے کل مضامین آپ کو قبول ہیں یا کل مردود یا بعض، علی الثالث مردود کی تعیین بحال سکوت وہ پرچے آپ ہی کے قرار پائیں گے۔ خبر شرط ست خبر شرط ست خبر شرط ست من نذر لقد اعذر اور اگر صرف اتنا جواب دیا کہ ان کا نفس حکم منظور، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کے دلائل و ابحاث آپ کے نزدیک مردود و مطرود ہیں۔ ورنہ قبول میں تخصیص حکم نہ ہوتی اور نسبت دلائل و ابحاث اجمالی بات کی مثلاً بعض یا اکثر صحیح ہیں کافی نہ ہوگی۔ وہ لفظ یاد رہے کہ علی الثالث مردود کی تعیین۔

سوال دوم: شامی و طحطاوی و حلبی وغیرہا میں کہ عقعق وابقع و غداف و اعصم و زاغ کی طرف غراب کی تقسیم ہے۔ صحیح و حاضر ہے یا غلط و قاصر، علی الثانی اس میں کیا کیا اغلاط کتنا قصور ہے اور ان پر کیا دلیل۔

سوال سوم: غراب جب مطلق بولا جائے۔ ان متنازع فیہ کووں کو شامل ہے یا نہیں۔ کیا غراب کا ترجمہ کوا نہیں؟

سوال چہارم: اقسام خمسہ میں ہر ایک کی جامع مانع تعریف کیا ہے۔ خصوصاً ابقع و عقعق کی رسم صحیح کی طرداً و عکساً ہر طرح سالم ہو مع بیان ماخذ۔

سوال پنجم: اگر تعریفات میں کچھ اختلاف واقع ہوئے ہیں۔ تو ان میں کوئی ترجیح یا تطبیق ہے یا اختیار ہے کہ جزافا جو چاہیے سمجھ لیجیے۔ علی الاول آپ نے کیا کیا اختلاف پائے اور ان میں کس ذریعہ سے ترجیح یا تطبیق دے کر کیا قول منقح نکالا۔

سوال ششم: متنازع فیہ کوا اقسام خمسہ سے کس قسم میں ہے۔ جو قسم معین کی جائے۔ اس کی تعیین اور مابقی سے امتیاز مبین کی دلیل کافی بملاحظہ جملہ جوانب مبین کی جائے۔

ہفتم: یہ کوے جس طرح اب دائر و سائر ہیں۔ کہ ہر جگہ ہر شہر و قریہ میں بکثرت وافر ہمیشہ ملتے ہیں اوران کا غیر شہروں میں نادر، کیا اس پر کوئی دلیل ہے کہ ان کی یہ شہرت و کثرت اور امصار میں ان کے غیر کی ندرت اب حادث ہوگئی ہے؟ فقہائے کرام اصحاب متون و شروح وفتاوے کے زمانے میں نہ تھی۔ وہ حضرات انش کوؤں سے واقف نہ تھے۔ یا نادر الوجود ہونے کے باعث ان کا حکم بیان فرمانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ جو ان کے زمانے میں کثیر الوجود تھے۔ ان کا حکم بیان کیجئے۔ آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جو شق چاہئے، اختیار کر لیجئے۔ مگر ان کے سوا کوئی راہ چلئے۔ تو ان دونوں کے بطلان اور اس کی صحت پر اقامت برہان ضرور ہوگی۔

سوال ہشتم: متون و شروح و فتاوے میں اختلاف ہو، تو ترجیح کسے ہے؟ اصل مذہب صاحب مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہے، جو متون لکھیں یا وہ کہ بعض فتاوے یا شروح حاکی ہوں۔ علماء نے ہدایہ کو بھی متون میں شمار فرمایا ہے یا نہیں؟ یاد کر کے کہئے۔

سوال نہم: غداف جب اقسام غراب میں مذکور ہو۔ اس سے نسر یعنی گدھ مراد ہے یا کیا؟

سوال دہم: کیا کوئی کوا شکاری بھی ہے۔ کہ زندہ پرندوں کو پنجے سے شکار کر کے کھاتا ہے۔ اگر ہے۔ تو اس کا کیا نام ہے اور وہ ان اقسام خمسہ سے کس قسم میں ہے۔ یا ان سے خارج کوئی نئی چیز، علی الاول وہ قسم مطلقاً شکاری ہے یا بعض افراد علی الثانی شکاری وغیر شکاری ایک نوع کیوں ہوئے؟

سوال یازدہم: جیفہ و شکار جدا جدا چیزیں ہیں۔ یا ہر شکار کر کے کھانے والے جیفہ خوار ہے؟

سوال دوازدہم: پہاڑی کوا کہ اس کوے سے بڑا اور برنگ سیاہ ہوتا اور گرمیوں میں آتا

ہے۔ کیا ان کوؤں کی طرح آپکے نزدیک وہ بھی حلال ہے۔ یا حرام۔ علی الاول کس کتاب میں حلال لکھا ہے۔ علی الثانی اس کی حرمت کی وجہ کیا ہے؟

سوال سیزدہم: بعض کتب طبیہ جو عقعق کو مہو کا لکھا اور وہ ایک اور جانور کوے کے مشابہ ہے، نجاست وغیرہ کھاتا ہے۔ اور شہر میں کم آتا ہے اور ہدایہ و تبیس و فتح اللہ المعین میں جس قدر باتیں عقعق کی نسبت تحریر فرمائی ہیں۔ سب اس میں موجود ہیں۔ آپ کے پاس اس کی تکذیب پر کیا دلیل ہے؟

سوال چہاردہم: حدیث خمس من الفواسق تقلین فی الحل والحرم سے تحریم فواسق پر استدلال مذہب حنفی کے مطابق ومقبول ہے یا باطل ومخذول؟

سوال پانزدہم: قول صحابی اصول حنفی میں حجت شرعی ہے یا نہیں؟ خصوصاً جبکہ اس کا خلاف دیگر صحابہ سے مسموع نہ ہو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سوال شانزدہم: آپ حمار یعنی خر کو حلال جانتے ہیں، یا حرام؟ اگر حرام ہے، تو علت حرمت کیا ہے۔ حالانکہ وہ صرف دانہ گھاس وغیرہ پاک ہی چیزیں کھاتا ہے یا لا اکل خلط تو کرتا ہے۔

سوال ہفدہم: کیا جلالہ کہ کثرت اکل نجاسات سے بولے آئی ہو۔ حرام وممنوع نہیں۔ جبکہ کبھی گھاس بھی کھا لیتی ہو۔ اگر نہیں تو کیوں؟ حالانکہ نجاسات اس کے رگ و پے میں ایسی ساری ہوگی کہ باہر سے بو دینے لگی۔ تنہا اکل نجاسات بھی اس سے زیادہ کیا وصف موثر فی التحریم پیدا کریگا۔ اور اگر ہے، تو کیوں؟ حالانکہ خلط تو پایا گیا۔

سوال ہیجدہم: ترک استفصال عند السوال دلیل عموم ہے یا نہیں؟ ذرا فتح القدیر دیکھے ہوتے۔

نوزدہم: جس شے میں علت حلت وحرمت جمع ہوں۔ حلال ہوگی یا حرام یا مشتبہ علی الثالث اس پر اقدام کیسا اور وہ طیبات میں معدود ہوگی یا نہیں؟

سوال بستم: نہ جاننے والا ایک حکم شرعی عالم سے استفسار کرے۔ شرعاً اس مسئلہ میں تفصیل ہو
مگر بعض صور جائز بعض ناجائز، تو ایک حکم مطلق بیان کر دینا اضلال ہے یا نہیں؟

سوال بست و یکم: حل اگر معلول قرار پائے۔ تو علت حلت عدم جمیع علل حرمت ہے یا صرف
کسی وصف وجودی کا ثبوت، کیا شرع میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ امر وجودی کے
محض تحقیق کو مناط حل قرار دے دیا ہو۔ جب تک کہ اس کا وجود ارتفاع جمیع وجوہ
حظر کو ملتزم نہ ہو۔

سوال بست و دوم: کوے کہ بالاتفاق حرام ہیں۔ فقہائے کرام نے ان کے تحریم کی تعلیل
صرف اکل محض نجاست سے کی ہے یا اور بھی کوئی علت ارشاد ہوئی ہے؟

سوال بسد و سوم: کیا اکل میں خلط جنس و طاہر ارتفاع جملہ وجوہ تحریم کو مستلزم ہے کہ جہاں خلط
پایا جائے، وہاں کوئی تحریم نہیں ہو سکتی کہ یا وصف وجود و مستلزم انتفائے لازم قطعاً
معلوم۔

سوال بست و چہارم: غذا پر نظر کرنا اور یہ اصل کلی باندھنا کہ جو جانور صرف نجاست کھائے
حرام اور جو نرا طاہر یا دونوں کھائے، حلال ہے۔ خاص اس صورت میں ہے۔
جب دیگر وجوہ حرمت سے کچھ نہ ہو یا یونہی عموم و اطلاق پر ہے۔ کہ صرف غذا
دیکھیں گے۔ باقی سبعیت یا فسق یا خبث وغیرہ کسی بات پر نظر نہ ہوگی۔ شق ثانی
ماننے والا عاقل مصیب ہے یا جاہل دیوانگی نصیب؟

سوال بست و پنجم: قاعدہ مذکورہ امام کے کسی کلام سے استنباط کیا گیا ہے۔ یا خود امام نے اس
کلیئے پر نص فرمایا ہے۔ علی الثانی ثبوت علی الاول وہ کلام امام کیسی چیز سے متعلق تھا
اور قاعدۂ مستنبطہ اسی کے نظائر سے متعلق ہو سکے گا۔ یا اپنے ماخذ سے بھی عام ہو
جائے گا۔ علی الثانی صحت استنباط کیونکر؟

سوال بست و ششم: وصف البقع یعنی دور نگا ہونا۔ خود مؤثر فی التحریم ہے یا سلباً و ایجاباً مدار

حرمت یا حلالت ملزومہ تحریم یا ان سب سے خارج ہے۔ جو کہیئے سمجھ کر کہیئے۔

سوال بست وہفتم: پانی کو مطہر کہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیا اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پانی تو مائے مضاف بھی ہے۔ اس سے وضو کب جائز ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا، تو کیوں؟ حالانکہ مضاف بھی مطلق نہ سہی، مطلق ماء، میں تو ضرور داخل ہے اور اس کلام میں پانی مطلق ہی تھا یعنی لا بشرط شئی نہ مقید با طلاق یعنی بشرط لا۔

سوال بست وہشتم: اگر شارح یا محشی کسی کلام کو اپنے محل سے متعلق کر دے، جو اصل مسئلہ شرعیہ کے خلاف ہو۔ تو اس کی یہ توجیہ خطائے بشری ٹھہرے گی۔ یا اس کے سبب اصل شرعی رد کر دی جائے گی؟

سوال بست ونہم: کیا حنفیہ کلام شارع میں مفہوم صفت معتبر رکھتے ہیں؟

سوال سی: مذہب حنفی میں کوے کی کوئی نوع فی نفسہ بھی حرام ہے۔ جسے حرمت لازم ہو یا حقیقیۃ سب انواع حلال ہیں۔ حرام کی حرمت صرف بعارض و زوال پذیر ہے۔ علی الثانی ہمارے ائمہ سے ثبوت علی الاول علت حرمت کا بیان؟

سوال سی ویکم: غیر کوا کی نوعیت صوت حیوانات کا خاصہ شاملہ ہے یا نہیں۔ حتیٰ کہ منطقیوں نے جب ادراک ذاتیات کا رستہ نہ پایا۔ اسے فصول قریبہ سے کنایہ بنایا اور حیوان ناطق، حیوان ناہق کو انسان وفرس وحمار کی حد ٹھہرایا۔ ان شہروں میں گھوڑا ہنہناتا، کتا بھونکتا ہے کیا کہیں اس کا عکس بھی ہے۔ کہ گھوڑا بھونکتا، کتا ہنہناتا ہے؟

سوال سی ودوم: کیا وجہ تسمیہ میں تعدد محال ہے یا ایک وجہ دوسرے کے معارض سمجھی جائے۔ کیا اس میں اطراداً وشرطاً ہے۔ ریش کو جر جیر اور پیٹ کو قارورہ کہیں گے۔

سوال سی وسوم: کوئی کوا آپ نے ایسا دیکھا یا کسی معتمد سے دیکھنا سنا ہے۔ کہ سوا نجاست کے کبھی دانے وغیرہ کسی پاک چیز کو اصلاً نہ چھوئے۔ یہاں دو قسم کے کوے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ اور کگار دانہ کھاتے نہیں دیکھا جاتا ہے؟

سوال سی و چہارم: عق عق عق عق اور غاق غاق یا ہندی کہیے کچ کچ کچ کچ اور کاؤں کاؤں، کیا یہ دونوں حکایتیں متبائن آوازوں کی نہیں۔ کیا کوئی سمجھ والا بچہ بھی کاؤں کاؤں کرنے والے کو کہے گا کہ عق عق عق عق کہہ رہا ہے؟

سوال سی و پنجم: کیا لون حیوانات اختلاف بلا سے مختلف نہیں ہوتا۔ اگرچہ بنظر حالت معہودہ اس بے شناخت حیوان کرائیں۔ مثلاً طوطے کی رسم میں سبز رنگ، حالانکہ سپیدی بھی ہوتا ہے۔ تو کیا صرف موضع لون میں اختلاف نوع حیوان کو بدل دیگا۔ حالانکہ نوعیت لون بھی نہ بدلی۔ خصوصاً جہاں خود کلمات راسمین تعیین موضع میں ایک وجہ پر نہ آئے ہوں۔ بہت نے مطلق کہا۔ بعض نے ایک طرح تخصیص محل کی۔ بعض نے دوسری طرح، تو کیا صرف ان بعض مخصصین میں بعض کا قول دیکھ کر خصوص موضع میں ایک فرق قریب پر تبدل ذات حیوان کا زعم جنون ہے یا نہیں؟

سوال سی و ششم: کراہت و ممانعت کہ بوجہ اکل نجاست ہو، لذاتہٖ ہوتی ہے۔ یا اسی وصف کے سبب، یہاں تک کہ اگر وصف زائل ہو، کراہت زائل ہو، ہمارے ائمہ نے دجاجۂ مخلاۃ و بقرۂ جلالہ میں بعد حبس اور امام ابو یوسف کی روایت میں عقعق کی نسبت کیا فرمایا ہے؟

سوال سی و ہفتم: جامع الرموز کتب ضعیفہ نامعتمدہ سے ہے یا نہیں۔ وہ اگر کسی بات میں ہدایہ وکافی وتبیین وایضاح ولباب وجوہرہ غیرھا متون وشروح معتمدہ معتبرہ کے معارض مانی جائے، تو ان کے مقابل کچھ بھی التفات کے قابل ٹھہر سکتی ہے۔ بلکہ ان سب عمائد کی تصریحات جلیہ سے اگر کوئی معتبر کتاب بھی مخالفت کرے۔ جس کا مصنف نہ مجتہد فی الفتوی مانا گیا۔ نہ ان میں بہت اکابر کا ہم پایہ، تو ترجیح کس طرف ہے۔ راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر فتوے دینے کو علماء نے جہل وخرق اجماع بتایا یا نہیں؟

سوال سی و ہشتم: جانوروں میں فسق کے کیا معنی ہیں۔ بازو شکرہ وگربہ وکلب معلم بھی فاسق

ہیں یا نہیں۔ علی الاوّل ثبوت علی الثانی ان میں اور زاغ میں کیا فرق ہے۔ جس کے سبب شرع مطہر نے کوے کو فاسق بتایا نہ ان کو؟

سوال سی ونہم: ظہر کا ترجمہ کمر کہاں کی زبان ہے۔ کیا اگر کوے کی کمر پر سپیدی نہ ہو، تو وہ فاسق ہے، نہ خبیث بلکہ مطلقاً حلال طیب ہے۔ یہ کس کا مذہب ہے؟ کمر کی سپیدی کو حلت حرمت میں کیا اور کتنا اور کیوں دخل ہے؟

سوال چہلم: ایذا کہ حیوانات میں فسق ہے۔ اس سے مطلقاً ایذا مراد انسان کی ہو یا حیوان کو ابتداء ہو مقاوۃ طبعاً عادتاً ہو یا نادراً و کیف کان شکاری جانور ہونا بھی اس ایذا میں شرعاً داخل ہے۔ یا نہیں، علی الاوّل ثبوت درکار کہ علماء نے ایذائے مناط فی الفسق میں اسے مطلقاً داخل کیا یا باز وغیرہ شکاری پرندوں کو خود اسی بنا پر کہ وہ شکاری ہیں، فاسق بتامہ ہو، شرع کی کس دلیل، کس امام معتمد کی تصریح سے ثابت ہے کہ طیور و بہائم میں مناط فسق و مناط سبعیت واحد ہے۔ کیا فسق و سبعیت میں یہاں کچھ فرق نہیں۔ نیز غیر طیور و بہائم میں مناط کس قسم کی ایذا ہے اور وہ یہاں صلوح مناطیت سے کیوں معزول ہوئی۔ تنبیہ! بہت سوالوں میں کئی کئی سوال، بہت میں متعدد شقوق ہیں۔ نمبر وار ہر سوال کی پوری باتوں کا جواب درکار۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ اجمعین۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

۷ر شعبان ۱۳۲۰ھ

(۲)

از بریلی

۱۱ شعبان ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بنظر خاص مولوی رشید احمد گنگوہی، سلم علے المسلمین اجمعین

آپکا کارڈ مشعر رسید مسائل مرسلہ فقیر آیا۔ عجلت ارسال رسید باعث مسرت ہوئی۔ مگر ساتھ ہی جواب دینے سے انکار پر حسرت۔ میری اپنی مخالفت اصول عقائد میں ہے، جس میں فقیر بحمد ربہ القدیر جل جلالہ یقیناً حق و ہدیٰ پر ہے۔ الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله لقد جأت رسل ربنا بالحق حق لا امكان فيه للكذب ولا احتمال فيه للريب فضلاً عن ادعاء فعلية الكذب المطلق۔

مگر یہ مسئلہ دائرہ محض فرعی فقہی ہے۔ فقہ میں فقیر بحمدہ تعالیٰ حنفی ہے اور آپ بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ تو ان مسائل کو ان جلائل پر قیاس کر کے پہلو تہی کرنے کی حاجت نہیں۔ آپ کا جواب کہ نہ مسئلہ حلت غراب موجوہ دیار میں مجھے کسی قسم کا شبہ یا خلجان ہے جس کے دفع کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت سوئے اتفاق سے سخت بے محل واقع ہوا۔ فقیر نے کب کہا تھا۔ کہ آپ کوے کے مسئلے میں حالت شک میں ہیں۔ بلکہ صاف لفظ تھے کہ بغرض رفع شکوک عوام و تمیز حلال و حرام خاص آپ سے بعض امور مسئول اور آپ کی نسبت یہ الفاظ تھے۔ ضرور ہے کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈال چکے اور جمیع ماعلیہ و مالہ پر تال چکے ہوں گے۔ تحقیق، تنقیح، تطبیق ترجیح سبھی کچھ کرلی ہوگی۔ جن سے صاف روشن تھا۔ کہ آپ کو حلت میں شاک متردد نہ جانا، نہ آپ کے خلجان کے لئے مراسلہ بھیجا۔ آپ کو شک نہیں، عوام کو تو شکوک ہیں۔ مسلمانوں میں اختلاف پڑا ہے۔ آتش خصام شعلہ زا ہے۔ ایک طائفہ آپ کا مقلد آپ کے فتوے سے حلت کا معتقد ہے۔ تو کیا رفع نزاع بین المسلمین سے آپ کو غرض نہیں۔

نگاہ انصاف صاف ہو تو یہ جواب بے محل ہی نہیں، بلکہ برعکس آیا۔ آپ اس مسئلہ میں حالت شک میں ہوتے۔ تو یہ جواب کچھ قرین قیاس ہوتا کہ میں اس میں کیا کہوں۔ میں تو

خود تردد و شک میں پڑا ہوں اور جبکہ آپ کو حکم شرعی تحقیق ہے۔ شبہ و خلجان اصلا باقی نہیں، تو جو آپ کے خیال میں خلاف حق پر ہیں۔ حلال خدا کو حرام جانتے ہیں۔ آپ پر لازم ہے کہ حق ان پر واضح کیجئے نہ کہ بعد سوال بھی جواب نہ دیجئے۔ دیکھئے تو خود آپ کے معتقدین اس مذکور اشتہار پرچہ دوم میں کیا کہتے ہیں۔ حق میں باطلان کو ملانے کی کوشش، جن کی طرف سے ہوئی۔ ان کو جواب دینے اور عین وقت پر دودھ پانی علیحدہ کر دینا فرض منصبی۔ آپ اس مراسلہ فقیر کو مسئلہ دائرہ میں سوال سائل سمجھے، مناظرہ مقابل یا الاوا یعنی کچھ نہ کھلا۔ بر تقدیر اول اس جواب حسن آپ خود جان سکتے ہیں۔ جسے یہ سمجھے کہ دلیل شرعی سے مسئلہ شرعیہ کی تحقیق پوچھتا ہے۔ اس کا یہ کیا جواب ہے کہ ہمیں تحقیق ہے جی وہ آپ کی تحقیق کو ہی تو پوچھتا ہے کہ کیا ہے۔ ان شبہات کا اس میں کیوں کر انتفا ہے۔ نہ یہ کہ آپ کو تحقیق ہے یا نہیں ماحصل کے مقاصد میں فرق نہ کرنا خامی سے بھی بعید ہے۔ نہ کہ مدعیان علم بر تقدیر ثالث جو کلام آپ نے نہ سنا، نہ سمجھا۔ اس پر جزافا یہ جواب کیسا بے سمجھے، کیوں کر معلوم ہوا کہ اس نے کیا کہا اور آپ کو جواب میں کیا کہنا چاہئے۔ وہی تقدیر ثانی یعنی گمان مناظرہ اس پر بھی یہ جواب نہایت عجاب۔ کیا حلت غراب موجود پر کوئی نص قطعی آپ کے پاس تھا یا جانے دیجئے، خاص ان کو وں نام لے کر حکم حل دیا تھا۔ جس کے سبب آپ کو ایسا تیقن کلی تھا۔ کہ مناظرہ کلام بھی سننے کا دماغ نہ ہوا۔ کبریٰ یقینی ہونا درکنار۔ یہاں سرے سے اپنے صغریٰ ہی پر آپ کسی کتاب معتمد کا نص دکھا سکتے۔

مثلاً عق عق کو کتابوں میں اختلافی حلال ضرور لکھا۔ مگر یہ کس کتاب میں ہے کہ یہ کوے جن میں گفتگو ہے عق عق ہیں۔ یہ تو آپ یا آپ کے اساتذہ نے اپنی انکلوں ہی سے ٹھہرا لیا ہوگا۔ پھر انکلوں پر ایسا تیقن کہ مطلق شبہ نہیں، اصلا خلجان نہیں۔ مزید تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں، مناظر کی بات سنیں گے بھی نہیں، یعنی چہ کیا کلمة الحكمة ضالة المؤمن نہیں کیا آپ یا اس کے اساتذہ کی انکل میں غلطی ممکن نہیں، آپ کے معتقدین تو

اسی اشتہار غراب پرچۂ اولیٰ میں آپ کی خطائیں نگاہ عوام میں ہلکے ٹھہرانے کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والثنا تک بڑھ گئے کہ حضرت مولانا گنگوہی بشر ہیں اور بشریت سے اولیا کیا معنی انبیاء علیہ السلام بھی خالی نہیں۔ حالانکہ ایسی جگہ اکابر کو ضرب المثل بنانا سوئے ادب ہے اور قائل مستحق تعزیر شدید شفا شریف میں ہے: الوجه الخامس ان لا يقصد نقصا ولا يذكر عيبا ولا سبا لكن ينزع بذكر بعض اوصافه عليه الصلوٰة والسلام و يستشهد ببعض احواله عليه الصلوٰة والسلام الجائزة عليه في الدنيا على طريق ضرب المثل والحجة لنفسه او غيرهٖ او على التشبه به او عند هضيمة نالته او غضاضة لحقته كقول القائل ان قيل في السوء فقد قيل في النبي او ان كذبت فقد كذب الانبياء او انا اسلم من السنة الناس و لم تسلم منهم انبياء الله و انما كثرنا بشاهدها مع اشتقان حكايتها الساهل كثير من الناس في ولوج هذا الباب الضنك و قلة علمهم بعظيم ما فيه من الوزر يحسبونه هينا و هو عند الله عظيم فان هٰذه كلها و ان لم تضمّن سباً ولا اضافت الا الملئكة والا نبياء نقصا ولا قصد قائلها غضا فما وقر النبوة ولا عظم الرسالة حتىٰ شبه فى كرامة نالها او معرة قصد الا نتفاأ عنها اوضرب مثلا بمن عظم الله خطره فحق هٰذا ان درى عنه القتل الادب والسجن و قوة تعزيره بحسب شنعة مقاله و مختصر!

خیر یہ باتیں تو وہ جانتے ہیں۔ جنہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے محبوبان کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا حسن ادب بخشا ہے۔ کلام اس میں ہے کہ انبیاء تک کا آپ کی خاطر یوں ذکر لایا جائے۔ تو سخت عجب ہے کہ آپ کا خیال اس سے بڑھ کر اپنے آپ یا اپنے اساتذہ کو بالکل بشریت سے خالی بتائے۔ میرے پاس آپ کی مہری تحریر ہے۔ جس میں آپ نے بزعم خود یہ

مان کر کہ کتب فقہ میں الو کو حلال لکھا ہے۔ پھر ان کے حکم کو محض غلط کہا اور فقہا کو بے تحقیق کے حکم شرعی لکھ دینے کی طرف نسبت کر دیا۔ اسی کو یاد کر کے آپ نے مناظر کا کلام بگوش ہوش سنا ہوتا کہ جیسے اگلے فقہائے کرام نے آپکے زعم میں الو کی حلت بے تحقیق لکھ دی۔ شاید یوں ہی کوے کے باب میں آپ کو اور آپ کے اساتذہ کو دھوکا لگا اور بے تحقیق حرام کو حلال سمجھ لیا ہو۔ یا آپ اور آپ کے اساتذہ بشریت سے بالکل خالی سہی۔ یہ خطا بھی فقہا ہی کے ماتھے جائے۔ شاید انہوں نے الو کی طرح کوے کو بھی حلال لکھ دیا ہو۔ مناظر کے کلام سے کشف خطا ہو۔ اس کی بدولت حق کی معرفت عطا ہو۔ غرض اصلاً نہ سننا اور یہ جواب دے دینا کہ ہمیں تحقیق ہے۔ کسی وجہ پر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لا تسمعوا لهذا کا صیغہ آپ کی اپنی طبیعت کا تقاضا یا معتقدین کا مشورہ تھا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ جب ہرقل کے پاس فرمان اقدس پہنچا اور اس نے پڑھنا چاہا اور اس کا بھائی یا بھتیجہ بالغ یا تو اس نے کیا جواب دیا یہ کہا انک لضعیف الرائے اترید ان ارمی الکتاب قبل ان اعلم ما فیه تو ضرور ناقص العقل ہے۔ کیا یہ چاہتا ہے تو کہ میں بے مضمون معلوم کیے خط ڈال دوں۔ ہرقل اگرچہ نبوت اقدس سے آگاہ تھا۔ مگر اسے ظاہر نہ کرتا تھا۔ ایک عام تہذیب کی بات بتا کر اس احمق کا رد کیا۔ مدعی تہذیب و عقل اسلامی کو ایک نصرانی کی فہم و انسانیت سے کم نہیں رہنا چاہیے۔ ہاں یناقی ارزق احمر احمق کی رائے پسند ہو تو جدا بات ہے۔ رہا آپ کا فرمانا کہ بحث مباحثہ مناظرہ مجادلہ کا نہ مجھے شوق ہوا، نہ اس قدر فرصت اور اسی بنا پر یہ جبروتی حکم کہ میں نے آپ کا مسئلہ بھی نہ سنا ہے اور نہ سننے کا قصد ہے۔

"براہین قاطعہ" تو خاص رد و مجادلہ کا رسالہ ہے۔ اس کی تقریظ میں آپ لکھتے ہیں۔ احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور دیکھا۔ مناظرہ و مباحثہ کا شوق نہ ہوتا، اگر تحریرات مناظرہ دیکھنے کو مستلزم ہوتا تو جم کا طومار حرف بہ حرف

بغور آپ نے کیوں کر دیکھا اور مستلزم نہیں، تو فقیر کا ایک ورق کا رسالہ ملنے سے کیوں اجتناب ہوا۔ اگر کہئے کہ وہ رسالہ پسند تھا، یہ ناپسند۔ لہٰذا اسے بغور دیکھا۔ اسے بے غوری سے بھی نہ سنا۔ تو صراحۃً گونہ ہے۔ پسند و ناپسند دیکھنے سننے پر متفرع ہے۔ بے دیکھے سنے رجما بالغیب استحسان و استہجان کس خواب کی تعبیر سمجھا جائے۔ علاوہ بریں مناظرہ میں خود آپ کے چند اوراق رسائل مثل ''رد الطغیان'' و رسالہ تراویح وہدایۃ الشیعہ چھپے ہیں۔ مگر یہ کہئے کہ بحمد اللہ تعالٰی فرق بین ہے۔ جس پر یہ شوق و بے شوقی متنبی ہے۔ یعنی نہ ہر جائے مرکب والے آخرہ آپ کا فرمانا کہ میں نے آپ کا مسئلہ نہ سنا۔

ع خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا

مگر کارڈ دیکھنے والے اس پر چرچتے اور کہتے ہیں۔ یہ فرمانا کہ بندے نے اس وقت تک کوئی اس مسئلہ میں نہ کوئی موافق تحریر سنی ہے، نا مخالف نہ آئندہ ارادہ سننے کا ہے۔ مجھے اس وقت سے پہلے یہ بھی خبر نہ ہوئی تھی۔ کہ اس مسئلہ میں کوئی تحریر کسی طرف سے چھپی ہے۔ اسی امر کی پیش بندی ہے، جو مراسلہ کے سوال اوّل میں معروض ہوا تھا کہ دونوں پرچہ مذکور آپ کی رائے سے ہیں یا بالائی لوگوں نے بطور خود شائع کیے۔ علی الثانی ان کے سب مضامین آپ کو قبول ہیں یا کل مردود یا بعض بحال سکوت وہ پرچے آپ ہی کے قرار پائیں گے۔

ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ضرور یہ شقوق سنیں اور ان سے مفر اصلا نظر نہ آئی۔ سوا اس صورت کے کہ سرے سے کانوں پر ہاتھ دھر لئے کہ میرے کان تک ان کی خبر بھی نہ پہنچی۔ مضمون سننا تو بڑی بات ہے۔ یہ میں کیسے کہہ دوں کہ مقبول ہیں یا مردود۔ اور واقعی قبول کرنے میں سارا بار اپنے سر آتا تھا اور نہ قبول کرنے میں معتقدین کا دل دکھتا۔ بلکہ غالبًا اپنا ہی ساختہ پرداختہ باطل ہوتا تھا۔ ناچار سوا اس انکار کے علاج کیا تھا۔ ورنہ کیوں کر قریب قیاس ہو کہ آپ کا مسئلہ آپ کا معاملہ آپ کا فرقہ آپ کا سلسلہ شہروں شہروں شور و غلغلہ اور آپ کو کانوں

کان خبر نہیں اور طرفہ یہ کہ آپ خود اسی کارڈ میں فرمارہے ہیں۔ نفس مسئلہ مجھ سے ہزاروں مرتبہ کسی نے پوچھا اور میں نے بتلا دیا۔ اب نہ معلوم پچاس سال کے بعد یہ غل شور کیوں ہوا۔ غل شور کی خبر ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ غل کیا اور کس پیرایہ میں ہے۔ لطف یہ کہ معتقدین معرض بیان میں سکوت سے عرفاً اقرار دے چکے ہیں کہ ان کے مضامین آپ ہی کی تعلیم ہیں۔ "ضمیمہ شحنہ ہند" کے اس بیان پر کہ یہ لچر اعتراضات مجوزین اکل زاغ ہذا کے ہیں ۔ جو غالباً ان کے کسی تعلیم دہندہ نے ہدایت فرمائی ہے۔ جن کے ارشاد کے موافق بحکم۔

ع   بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

اس موذی خبیث زاغ کا کھانا اس فریق نے اختیار کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ یہ پیر مغاں باتفاق فریقین آپ ہیں۔ خود آپ کے معتقدین پرچہ اولی میں فرماتے ہیں۔ شک نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی بشر ہیں۔ لیکن یہ کون سعادت مندی ہے۔ کہ بلا سوچے سمجھے ایسے پیر مغاں فقیہ مسلم پر اعتراض کر بیٹھے ۔ واہ رے زمانہ غافل و مدہوش میں یہ شور و خروش اور پیر مغاں در خواب خرگوش۔

خیر یہ تو آپ جانیں یا آپ کے مرید۔ کلام اس میں ہے کہ "ضمیمہ شحنہ" کا یہ کلام تردید والوں نے دیکھا اور آپ کا تبریہ نہ کیا۔ اب ظاہر تو یہ ہے کہ جو ظاہر تھا وہ ظاہر ہولیا۔

ع   نہاں کہ ماند آں رازے

کتب متداولہ درسیہ سے کوا حلال ہونے کا ادعا اسی وقت تک سزا ہے کہ جواب سوالات سے دامن کھنچا ہے۔ نمبر وار ہر سوال کا جواب صاف صاف بے پیچ و تاب دیتے ہیں۔ تو بعونہ تعالیٰ کھلا جاتا ہے کہ یا غراب السبین بالیتابینی و بینک بعد المشرقین آپ فرماتے ہیں صرف یہ کارڈ آپ کے رفع انتظار کے لئے بھیجا ہے۔ ورنہ اس کی بھی حاجت نہ تھی میں کہتا ہوں کہ حاجت تو کوا کھانے کی بھی نہ تھی۔ اب کہ واقع ہولیا۔

مسائل شرعیہ کا جواب دینے کی ضرور حاجت ہے۔ تقریر بالا یاد کیجئے۔ خیر یہ آپ کے عذر کا ضروری جواب تھا۔ جس سے مقصود مسئلہ شرعیہ میں وضوح حق کا فتح باب تھا۔ اگر آپ بنظر مخالفت اسے اپنے کارڈ کا رد سمجھیں بلکہ گلوئے کارڈ پر کارد جانیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں۔ مجھے اپنی نیت معلوم ہے۔ میں آپ سے پھر گزارش کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے سے رفع اختلاف بھلا ہے۔ آپ کا معتقد گروہ دوسرا قرآن سے کہے تو نہیں سنتا۔ آپ کی بے دلیل کی سنتا ہے اور وہ خود بھی اشارے اشارے میں کہہ چکا کہ ہمارے مولوی سے طے ہو جانا اولی ہے اور اب تو آپ کو پچاس برس سے یہ مسئلہ چھان رکھنے کا ادعا ہے۔ آپ نے اساتذہ سے بھی تحقیق کر لینا لکھا ہے۔ دوسرا آپ سے وضوح حق کے لئے سوالات شرعیہ کر رہا ہے۔ اور حق سبحٰنہٗ و تعالٰی نے قرآن عظیم میں حق صاف بیان فرمانے کا عہد لیا ہے۔ قال تعالٰی و اذاخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس۔

پھر سوالات نہ سننے اور جوابات نہ دینے کی وجہ کیا ہے۔ آپ مناظرہ کا خوف نہ کیجئے۔ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ یہ سوالات مخاصمانہ نہیں۔ صرف ظہور حق کے لئے ہیں۔ آپ کا کارڈ پانچویں دن بعد ظہر آیا۔ آج رجسٹری کا وقت نہیں۔ یہ خط انشاء اللہ تعالٰی کل رجسٹری شدہ حاضر ہوگا۔ شنبہ ۱۶ ر شعبان تک جواب جملہ سوالات۔ تین روز آئندہ میں آنے کا مژدہ یا تعیین مدت کا وعدہ ملے۔ ورنہ فقیر اتمام حجت کر چکا ہے۔ سوالات شرعیہ کا جواب نہ دینے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر الگ ہو بیٹھنے کا مطالبہ حشر میں ہوا۔ تو جب ہوگا۔ یہاں بھی عقلاء اس پہلو تہی کو جواب معجز پر محمول کریں گے، آئندہ اختیار بدست مختار جواب میں جملہ شرائط مراسلۂ سابقہ ملحوظ رہیں اور سوال اول کا جواب دینے کو وہ دونوں پرچے اور جو تحریرات چھپی ہوں۔ امر دین و رفع نزاع مسلمین کے لئے ایک گھڑی بھر کی کلفت اٹھا کر ''براہین قاطعہ'' کی طرح اول سے آخر تک بغور سن لیجئے۔ اور جلد جواب دیجئے۔ واللہ یقول الحق و یہدی السبیل و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و صلی اللہ تعالٰی

علی السید الجلیل وآلہ وصحبہ اولی الجبین امین والحمد اللہ رب العلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

یازدہم شعبان معظم ۱۳۲۰ھ

وآخرُ دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلاہ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

جناب سید زائر حسین صاحب ٹھیکیدار سیتا کلاں، پرگنہ نواب گنج، بریلی، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۲ رشعبان ۱۳۳۷ھ

وعلیکم السلام

وہ مرد وعورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے حق میں جھوٹے۔ عورت جو انکار کرتی ہے، سچ کہتی۔ اسے جو فقط بربنائے قول مرد زنا کی تہمت لگائیگا، سخت گنہگار اور اسی ۸۰ کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے۔ اسے زانی مانا جائیگا۔ اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا۔ اب اسی قدر ہو سکتا کہ اسے برادری سے خارج کیا جائے۔ مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں، جب تک اعلانیہ توبہ نہ کرے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۲۱/۱۳۔۶۲۰)

حضرت مولانا سردار ولی خان صاحب، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۵ر شوال ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیز سردار ولی خان و نور چشم.....سلامت

الحمد للہ تمہارا خط کہ شاہد علی کے نام آیا۔ اس سے تمہاری خیریت معلوم ہوئی۔ دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو بالخیر لے جائے۔ اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل قبول کے ساتھ.....زیارت کرا کر بالخیر ہم سب سے ملائے۔ رسالہ حضرت سید محمد احسن صاحب کے ہاتھ انشاء اللہ تعالیٰ پہونچا ہے۔ اس کی رسید اور اپنی خیریت اور تاریخ روانگی بالخیر سے مطلع کردیں۔

حضرت مولانا مولوی عبد الحق صاحب الہ آبادی مہاجر کو براہ راست آپ صاحبوں کے لئے لکھ دونگا۔ ان سے میرا پتہ دیکر ضرور ملتے رہنا۔ ہر کام میں مدد ملے گی۔ جدہ میں پہونچتے ہی شیخ محمد محمود مرداد مطوف کا نام بتانا۔ ان سے میرا علاقہ ہے۔ میرا نام کہنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر طرح کا آرام ملے گا۔ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ سب طرح، سب جگہ خیریت ہے۔[۱]

فقط فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۱۵ر شوال ۱۳۲۹ھ)

---

[۱] قلمی مکتوب عکس ماخوذ از حیات مولانا احمد رضا بریلوی، صفحہ ۵۷ مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۷۱ء (نوٹ): اسی سال امام علام نے ایک مکتوب عام بھی شائع کرایا کہ جو حضرات اہل سنت حج کو جارہے ہوں وہ مطوف مذکور کو امام اجل کا نام بتائیں اور جو زیادہ وثوق چاہیں۔ مطوف موصوف کے نام ان سے خاص خط لکھوالیں؛ شیخ الدلائل مولینا عبد الحق مہاجر مکی اور شیخ موصوف محمود صاحب مرداد کمال کرم سے پیش آئیں گے۔ (دبدبہ سکندری، رام پور، ۱۱ر ستمبر ۱۹۱۱ء) یہ پوری تحریر مکتوب عام کے ضمن میں ملاحظہ کریں (شمس مصباحی)

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۶ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ و کفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ از فقیر بارگاہ قادری احمد رضا غفرلہٗ بجناب فضائل انتساب فواضل اکتساب ذی اللطف والجاہ مولوی شاہ ابو الذکا، محمد سلامت اللہ بعد ابدائے ھد یہ سنت ملتمس مسئلہ شرعیہ فرعیہ میں اختلاف عند الانصاف مانع ائتلاف نہیں۔ اندیشہ ہے کہ طول تحریرات طبع جناب پر زیادہ باعث حجاب اور معاذ اللہ مفضی بانقطاع واجتناب ہو۔ لہٰذا بکمال خلوص گزارش کہ فقیر کدہ پر تشریف لے آئیں۔ کسی ہجوم وچپقلش کا اندیشہ نہ فرمائیں۔ جناب کا صرف آمد ورفت ذمہ فقیر ہو۔

والا عظیم البرکت رفیع الدرجت سلالۂ دودمان عالیشان غوثیت حضرت جناب مولانا سید شاہ خواجہ احمد میاں صاحب دامت برکاتہم اور جناب مستطاب اسد السنہ سد الفتنہ کنز الکرامۃ جبل الاستقامۃ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضاتہم، دونوں حضرات علماء کرام وعظماء اسلام اور میرے اور آپ دونوں کے احباب عظام ہیں۔ وللہ الحمد ان دونوں کے مواجہ میں مکالمہ ہو۔ ولد اعز مولوی حامد رضا خان سلمہٗ الرحمن نے جناب کے فتویٰ اولیٰ پر چون ۵۴ر ایراد کیے ہیں کہ "اذان من اللہ" میں طبع ہوئے اور ثانیہ پر ساڑھے تین سو کہ کل بصیغہ رجسٹری مرسل خدمت ہوئے ہیں۔

فقیر امید کرتا ہے کہ میرے آپ کے مکالمہ میں ان میں سے بہت کی حاجت نہ رہے۔ اگر جناب نے روش احباب پر کرم فرمایا۔ تو بہت ایراد کہ سد تعصب کو ہیں۔ ضروری نہ رہیں گے۔ پھر فقیر قصر مسافت کے لئے انشاء اللہ العزیز وصول لے گا کہ ایک اصل کا طے ہونا بعونہ تعالیٰ بہت فروع طے کر دیگا۔ اور بالفرض حسب حاجت قدر طوالت ہو۔ تو بہ نیت تحقیق حق انشاء اللہ القدیر جو وقت گزریگا امید کہ ثواب ہی لکھا جائے اور یہ خاص دوستانہ مکالمہ بحول اللہ تعالیٰ: "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم"

کے امتثال حکم سے میرے اور آپ کے لئے اجر عظیم لائے۔ میں بعونہٖ تعالیٰ پاس خاطر جناب کو چند امور کا التزام کرتا ہوں۔

(۱) کتابوں سے آپ کی اعانت کرونگا۔ بلکہ جو بات نکالنا چاہیۓ، اگر فرمائے، اس کے استخراج میں تا امکان مدد دونگا۔

(۲) صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک مکالمہ ہوا کریگا کہ ٹھنڈا وقت ہے۔ اور اس بیچ میں بھی اگر کسی دن طبع گرامی تخفیف چاہے، تو فوراً فرما دیجئے۔ بقیہ دوسرے دن پر اٹھا رہے گا۔

(۳) مدتِ مکالمہ میں ہم چار شخصوں کے سوا دو ایک ناخواندہ خادم مولانا جناب اور ہر دو حضرات موصوفین کی خدمت اور ثانیاً مجھ فقیر کے کاموں کے لئے رہیں گے۔ یا فقیر زادہ مولوی مصطفیٰ رضا خان سلمہٗ کتابیں لا کر دینے کے لئے جو آپ یا میں طلب کروں، باقی کوئی شخص اتنی دیر تک نہ آنے پائے گا۔ کہ شرم مجمع کسی فریق کو باعث خودداری یا ہجوم غوغہ موجب پریشان ذہن نہ ہو۔

(۴) بقیہ وقت مجالست نماز و طعام و دوستانہ کلام و اذکار خیر و مذاکرات علمیہ میں اس طرح گذریگا کہ اس میں میری طرف سے بحث دائر کا کوئی تذکرہ نہ چھڑے گا۔ کہ صحبت دوستانہ منغض نہ ہو اور چند باتیں چاہتا ہوں کہ آغاز مکالمہ سے پہلے میں اور آپ دونوں باتفاق ان پر عہد و پیمان واثق کر کے اللہ و رسول جل وعلیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پھر ان دونوں حضرات کی شہادت سے مہر و دستخط کر دیں۔ اس کا ایک ایک پرچہ ہر وقت پیش نظر رہنے کو ہم دونوں اور حضرتین موصوفین کے پاس رہے۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفیٰ بما عاهد علیه الله فسیؤتیه اجراً عظیماً.

(۱) سچی ایمانداری کے ساتھ محض انکشاف حق مقصود ہوگا۔ نہ ہار جیت۔

(۲) ایک فریق کی جو بات اپنی نظر میں صحیح ثابت ہو جائے۔ اس کے ماننے میں کچھ

نامل نہ ہوگا۔ پھر اگر وہ اصل بحث کا فیصلہ ہے۔ تو مکالمہ اسی پر طے ہوکر فریقین اتفاق کر لیں گے۔ ورنہ اتنی بات کی صحت پر فوراً دستخط کر کے فریق کو دے دئے جائیں گے۔ فریق اس پر دوستانہ شکر کریگا۔ نہ کہ احتیا نہ فخر۔

(۳) مکالمہ زبان قلم سے ہوگا۔ یا جو کچھ کہا جائے لکھ کر ہر فریق دوسرے کو دے دیگا۔ بلکہ پہلے لکھ کر سنائے گا۔ اور سپرد فریق کر دیگا۔ کہ اگر خدانخواستہ طے نہ ہوا۔ تو اہل علم کو پورے کلام فریقین پر نظر کا موقع ملے۔

(۴)...... جب ایک طرف باذنہ تعالیٰ ثابت ہو جائے۔ فریقین نہایت کشادہ پیشانی اس پر مہرو دستخط کر کے بالاتفاق اسے چھاپ کر شائع کر دیں گے اور آپس میں دوستانہ معانقہ پر اس مبارک مجلس کا خاتمہ کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

ان شرائط اربعہ میں اگر کوئی فریق کسی وقت کسی شرط سے تجاوز کرے۔ وہ دونوں حضرات دامت فیوضہما بالاتفاق اسے اتباع شرط پر مجبور فرمائیں گے۔ اگر نہ مانے، تو دونوں حضرات بلا رورعایت پوری صورت واقعہ تحریر فرما کر اپنے مہر و دستخط سے اس کے مکابرہ و ناانصافی کی شہادت ادا فرمائیں گے۔ اس پر بحث کا ختم ہو جانا یا آگے چلنا حسب تفصیل شرط دوم ہوگا۔ یہ فقط احتیاطاً معروض ہے۔ ورنہ مکالمہ بعجلت و انصاف وحق طلبی میں انشاء اللہ القدیر اس کی حاجت ہی نہ ہوگی۔

امید کہ یہ طریقہ انیقہ جناب کو بھی نہایت پسند آئیگا اور فوراً بواپسی ڈاک اس کے قبول سے مسرور فرمائیں گے۔ کہ دونوں حضرات موصوفین کو اطلاع دے کر تعین تاریخ تشریف آوری ہو۔ واللہ المعین۔ اپنی مہر شریف ہمراہ لائے گا۔ اگرچہ رامپور سے تیسرے دن جواب آسکتا ہے۔ مگر میں پانچ روز یعنی یکم رجب روز چار شنبہ تک انتظار کرونگا۔ میں جوابی رجسٹری بھیجتا ہوں۔ جواب رجسٹری یا بیرنگ۔ اگر تاریخ گزر گئی اور جواب نہ آیا۔ تو فقیر اتمام حجت کر چکا۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا وناصرنا وماوٰینا محمد و

آلہ وصحبہ وبنہ و جزبہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العالمین

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(سلامۃ اللہ لاہل السنۃ طبع بریلی ص ۲۷ تا ۳۴) ۲۶ر جمادی الآخرہ روز شنبہ ۳۲ھ

حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب نائب منصرم مجلس مؤید لاسلام، فرنگی محل لکھنؤ

(۱)

از بریلی

۳ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ جواب استفسارات باعث مشکوری ہے۔ طرح وجرح منظور نہیں۔ بلکہ انکشاف حق جس کے لئے ہر مسلمان کو مستعد رہنا چاہئے۔ لا سیما اہل علم۔ جوابات نہ تو کافی ہیں، نہ مفید برأت۔ گرچہ مجھ سے صرف بر تقدیر صدق مستفتی جواب چاہ گیا اور منصب افتا کی اتنی ہی ذمہ داری تھی کہ صورتِ مستفسرہ پر جواب دے دیا جاتا۔ مگر میں نے ایک مدت تک تعویق کی۔ اخبارات منگا کر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کارروائی کی کوئی صحیح تاویل پیدا ہو سکے۔ مگر افسوس کہ جتنا خوض وتفتیش سے کام لیا۔ اس کی شناعت ہی بڑھتی گئی۔ ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ اظہار حق لازم تھا۔ عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمت اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالیٰ غالب نہ آسکتے تھے کہ ہمارے رب عز وجل نے فرمایا: یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم[1] بلکہ حقیقۃً حق دوستی یہی ہے کہ غلطی پر متنبہ کیا جائے۔ حدیث میں ارشاد ہوا: انصر اخاک ظالما او مظلوما قالوا یا رسول اللہ و کیف ذلک قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یک ظالما فاردہ عن ظلمہ و ان یک مظلوما فانصرہ[2] رواہ الدارمی و ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

لہٰذا امید واثق ہے کہ جواب سوال میں اظہار حق سنگ راہ مراسم قدیمہ نہ ہوگا اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الاکراہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۲۶

زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ہمارے قدیمی دوست عالم نے اس معاملہ پر ایک تقریر کی ابتداء میں (جو روزانہ زمیندار ۲۱/ ذی الحجہ میں چھپی) یوں دادِ حق جوئی دی کہ میں ان لوگوں کا دل سے اور خدا کی قسم دل سے مشکور ہوتا ہوں جو میرے عیوب مجھ سے خواہ لوگوں سے کہہ کر میرے اوپر مربیانہ شفقت کا احسان رکھتے ہیں۔ یہ لوگ میرے محسن ہیں۔ جب بیان عیوب اور وہ بھی ابتداء اس درجہ موجب شکر گذاری ہے۔ تو بیان مسئلہ شرعیہ میں اظہار حق اور وہ بھی بعد سوال مراسم قدیمہ میں کیا خلل انداز ہو سکتا ہے۔ و باللہ التوفیق

جواب استفسار اول پر نظر

(۱) ...... اس سوال کے جواب میں کہ عالم نے مصالحت کیا کی۔ تین باتوں پر صلح ہوئی بتائی گئی از انجملہ اصل معاملہ کی نسبت یہ ہے کہ مسجد کی زمین پر گورنمنٹ مسلمانوں کو قبضہ دلا دے ۔ کسی بات پر مصالحت ہونا فریقین میں اس کے طے ہو کر قرار پانا ہے۔ اگر یہ امر قرار پاتا۔ تو اسی کے مطابق وقوع میں آتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ جواب ایڈریس میں گورنمنٹ کے لفظ جو روزانہ ہمدرد ۱۶/ اکتوبر میں چھپے صاف یہ ہیں۔ میں اس امر کو کچھ بھی وقیع اور اہم نہیں خیال کرتا کہ وہ زمین جس پر وہ دالان تعمیر ہوگا کس کے قبضہ میں رہیگی

ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(۲) ہاں اس پر چھتا بنا کر چھت پر قبضہ اور زمین کو سڑک کر دینا ٹھہرا ہے۔ کیا چھت اور زمین دو مترادف لفظ ہیں یا چھت کا قبضہ زمین پر بھی قبضہ ہوتا ہے۔ علو و سفل کے مسائل جو عام کتب فقہیہ میں مذکور ہیں، ملحوظ نظر ہیں۔ جواب ایڈریس مذکور میں ہے۔ کامل غور کے بعد میں اس فیصلہ پر پہونچا ہوں کہ ۸ فٹ بلند ایک چھتا اور اس پر دلان تعمیر کر دیا جائے نیچے ایک سڑک نکل آئے جس سے عمارت میں مداخلت نہ ہو۔

(۳) عالم نے اس مصالحت میں زمین پر قبضہ مسلمان سے صرف مسلمانوں کا خالص قبضہ مراد لیا یا قبضہ عام خلائق کے ضمن میں عامہ کے ساتھ انھیں بھی ایک حق دیا جانا۔ بر تقدیر دوم

یہ درخواست کتنی بے معنی تھی۔ زمین سڑک میں ڈال لینے پر بھی عام کے ساتھ مسلمانوں کو حق مرور رہتا۔ گورنمنٹ نے کس دن کہا تھا کہ یہ سڑک خاص کفار کے لئے بنے گی۔ کوئی مسلمان اس پر نہ چل سکے گا۔ بر تقدیر اول کونسا خاص قبضہ مسلمانوں کو ملنا ٹھہرا۔ جب کہ جواب ایڈریس مذکور کے صاف لفظ یہ ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک استعمال کرنے کے مجاز ہوں۔

(۴) قبضہ زمین کا حال جواب استفسار میں خود ہی کھول دیا کہ قبضہ دلا دے کے بعد متصلا کہا اگر چہ گونمنٹ اس کے مرور کو مشترک کرتی ہے۔ تو خلاف احکام اسلامیہ ہے۔ اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں ۔ صاف کھل گیا کہ قبضہ ہوا پر ٹھہرا ہے۔ زمین مرور مشترک کے لئے چھوڑی ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں شارع عام یا سڑک کہیئے۔ اس کا مطالبہ دور آئندہ پر اٹھا رکھنا بتایا ہے۔ حالانکہ یہی یہاں اہم مسئلہ بلکہ تمام اصل معاملہ تھا اسی کو نظر انداز کرنا اور عالم کی مصالحت سمجھنا کس قدر عجیب ہے۔ مصالحت رفع نزاع ہے، نہ کہ اصل مبناء و منشاء۔ نزاع مہمل و معطل اور دور آئندہ کی امید موہوم پر محول یہ ابقائے نزاع ہے، نہ قطع و رفع۔ ہاں اگر اس کے معنی یہ تھے کہ عالم نے مسجد سے دست برداری دی جیسا کہ مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی وغیرہ نے اس کاروائی سے سمجھا اور پسند کیا تو ضرور قطع نزاع ہوئی۔ اگر چہ بازدعوئی دینا شرعا مفہوم صلح میں آنا دشوار ہو خیر این ہم بر علم۔ مگر بعد کے الفاظ کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے ۔ اس تاویل کو بھی نہیں چلنے دیتے۔ تو اسے مصالحت مشہور کرنا مسلمانوں اور گورنمنٹ دونوں کو غلط بات باور کرانا ہوا۔

(۵) جب عالم کو اعتراف ہے کہ یہ کاروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے، تو اس پر مصالحت کرنا کیونکر روا ہو سکتا۔ گورنمنٹ بر سر مصالحت و دلجوئی تھی، نہ بر سر ضد و جبر و تعدی۔ اس وقت کیوں کر نہ دکھایا گیا کہ یہ طریقہ خلاف احکام اسلامیہ ہے۔ اس میں مذہبی دست اندازی

ہے۔ جس سے گورنمنٹ ہمیشہ دور رہنا چاہتی ہے۔ طے ہوتا، تو اس وقت بسہولت ہوتا، نہ ہوتا تو عالم بری الذمہ تھا۔ نہ یہ کہ اس وقت اصل معاملہ پس پشت ڈال کر بالائی باتوں پر صلح کر لیں اور اصل میں یہ دشواریاں ڈالیں کہ تم لوگ صلح کر کے پھرتے ہو، تم نائب سلطنت کے فیصلہ سے اور ایسے بے بہا فیصلہ سے اب سرتابی کرتے ہو، تم شکریہ کے جلسے اور روشنیاں کر کے پھر شکایت و منازعت پر اترتے ہو۔ نادر شاہی زمانہ گذر چکا تھا کہ دہلی کا سا بم درکنار اینٹ پھینکنے پر بیشارسر اڑ جاتے، مکانوں کی اینٹ سے اینٹ بج رہی تی۔ نہ کہ بم چلے اور کارگر پڑے اور بے تحقیق کسی سے مواخذہ نہ ہو۔ آج حفظ حقوق مذہبی کا اس سے بہتر کیا موقع تھا۔ یہاں دلی کمزوری سے کام لینا موجود آزمودہ گورنمنٹ کو خواہی نخواہی نادر شاہی ضد اور ہٹ کا پتلا سمجھ کر ایسی عظیم حرمت دینی کو پامالی کے لئے چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے؟

(۶) تمام دنیاوی سلطنتوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے قانون کی رو سے جس فعل کو جرم بغاوت سمجھیں۔ اسے سب سے زیادہ سنگین بلکہ نا قابل معافی جانتی ہیں۔ ان کے یہاں انتہائی رسوخ والا وہ ہے کہ جسے انھوں نے باغی سمجھ کر اسیر کیا ہو۔ اس کی رہائی کی سفارش کر سکے، نہ کہ ان جبروتی شرائط کیساتھ کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو، معافی مانگی کیسی؟ خود یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے یہ تو شائد شخصی سلطنتوں میں صرف محبوب خاص سلطان کی مجال ہو۔ جو ایاز و محمود کی نسبت رکھے۔ اگر چہ ایسا درجۂ اختصاص حاصل ہوا تھا۔ تو اسے حفظ حرمت اسلام میں صرف کرنا تھا۔ جس پر باقی امور متفرع ہوئے تھے۔ نہ کہ قیدیوں کے بارے میں یہ فضول و زائد شرائط اور خاص حرمت دینی سے یوں اغماض کیا یہ:

ہر چہ شاہ آن کند کہ او گوید حیف باشد کہ جز نکو گوید

کا مصداق نہ ہوگا

(۷) اس اغماض نے اصل مقصد میں جو پیچیدگیاں دشواریاں پیدا کیں۔ ان کی شرح طول چاہتی ہے۔ ادنیٰ بات یہ ہے کہ قوم کے قلوب اس پر مطمئن ہو گئے، تو سرے سے دعویٰ ہی

گیا۔ چارہ جوئی کون کرے؟ اخباروں میں بکثرت مضامین اس پر اطمینان کے شائع ہوئے۔ از انجملہ نواب مشتاق حسین صاحب امروہی کی بسیط تحریر کہ روہیلکھنڈ گزٹ بریلی یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی۔ جس میں عالم موصوف ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دیکر فرماتے ہیں۔ جناب کی اس تحریر کے بعد اس مسئلہ کے مذہبی پہلو کے تحفظ سے ہم کو بالکل مطمئن ہو جانا چاہئے۔ اسی کی ابتداء میں ہے مسلمان پبلک نے بھی اس فیصلہ کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ اس پر ایڈیٹر اخبار مذکور لکھا مولانا قبلہ نے اپنی تحریر میں نہایت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ مذہبی نقطۂ خیال سے شرائط تصفیہ نہایت مناسب ہیں۔ روزانہ زمیندار ۱۵ ذی القعدہ ۳۱ھ نے لکھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مسجد کے منہدم حصہ کا تصفیہ مسلمانوں کی منشاء کے مطابق ہو گیا ہے نیز لکھا وہ مسلمانوں کے لئے بالکل قابل اطمینان ہے۔ روہیلکھنڈ گزٹ کے پرچۂ مذکور نے سکریٹری و نائب سکریٹری مسلم لیگ مراد آباد کی ایک مراسلت میں نقل کیا۔ متشرع علمائے اسلام نے فقہ پر کامل غور کر کے یہ فتویٰ دیدیا کہ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر بالخصوص عالم مذکور کا اطمینا دلانا لکھکر کہا۔ پس علمائے کرام کے اطمینان کے بعد مذہبی پہلو سے تصفیہ پر نکتہ چینی اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ پھر نواب صاحب موصوف کی اسپیچ سے نقل کیا۔ ہمارے تمام اکابر قوم و علمائے کرام اس پر اظہار مسرت کر رہے ہیں۔ اس قسم کے مضامین اگر جمع کیے جائیں۔ ورقوں میں آئیں۔ تمام اقطار ہند میں شہروں شہروں جو جو ریز ولیوشن اظہار مسرت و اطمینان کے پاس ہوئے، روشنیاں ہوئیں، ان کے بیانوں سے اخباروں کے کالم گونج رہے ہیں۔ ان تمام واقعات کو اس سے کس قدر تناقض ہے کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ موقع موقع اس کے لئے کوشاں رہیں گے۔

(۸) جب عالم کا قول وہ ہے کہ یہ کاروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے اور اس عالم ہی کے اعتماد پر افراد قوم اسے بالکل مطابق احکام اسلام سمجھ لئے اور وہ الفاظ شائع کر رہے ہیں جن کا

خفیف نمونہ گزرا۔ تو عالم کا اس پر سکوت معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے؟

(۹) اس سے بھی زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں۔ جو خود عالم کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں۔ تقریر مذکور نواب صاحب امروہی میں ہے۔ ۱۹ر اکتوبر کو جو تار جناب ممدوح نے خود میرے نام ارسال کیا ہے اس میں تصفیہ کانپور کی بابت حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ ''میں معاملات کانپور کے تصفیہ کو پسند کرتا ہوں'' تقریر مذکور اراکین مسلم لیگ مراد آباد میں عالم مذکور کی نسبت ہے۔ حضرت مولانا قبلہ نے اس فیصلہ سے اطمینان بذریعہ اخبارات پبلک کو دلایا ہے۔ فیصلہ کو خلاف احکام اسلامیہ جاننا اور پھر اسے پسند کرنا اس پر اطمینان دلانا کیونکر جمع ہوا اور اطمینان دلانا اور وہ بیان کہ اس پر اطمینان نہ ہوگا کس قدر متخالف ہیں۔

(۱۰) اوروں کی نقل و نسبت کو نہ دیکھئے، خود عالم کی تقریر جس کا عنوان یہ ہے ''مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر'' جو ہمدرد ۱۹ر اکتوبر اور زمیندار ۲۱ر ذی القعدہ میں شائع ہوئی اس میں فرمایا ہے یہ مجلس سرور ہے ہم کو نہایت مسرت سے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دل جمعی نصیب ہوئی۔ اسی میں ہے اوّل کے تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہوگئے۔ اسی میں ہے ہمارے حسب دلخواہ مصالحت کرائی۔ اسی میں ہے کل کا واقعہ نہایت مسرت خیز ہے اور اسلامی تاریخ کے زریں ایام سے کل کا روز ہے اسی میں ہے ہر طرح اسلام کا احترام قائم رکھا۔ [1] للہ انصاف عوام ان لفظوں کو سنکر کیوں نہ اطمینان کریں اور وہ بیانات و واقعات کہ نمبر ۴ میں گزرے، کیوں نہ صادر ہوں۔ اور وہ وعدۂ بے اطمینانی کہ حسب بیان سائل نفس مصالحت میں تھا کیوں نہ نسیاً منسیاً ہو۔ گورنمنٹ نہ تو مسلمان ہے، نہ اسلامی شرع کی عالم۔ جب عالم خود ہی خلاف احکام اسلامیہ کہہ کر پھر اسے حسب دلخواہ وموجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز اور اسلامی تاریخ کا زریں دن کہے تو

---

[1] پھر خدا جانے کون سی بات خلاف احکام اسلامیہ ہے، منہ ۱۲

گورنمنٹ کا کیا قصور؟ عوام پر کیا الزام؟

(۱۱) ان تمام صاف الفاظ سے گزر کیجئے، تو عالم مذکور کا تار ۱۶ر اکتوبر جو ہمدرد و دبدبہ سکندری ۲۰ر اکتوبر وغیرہ میں شائع ہوا۔ اس میں اولا فرما کر کہ یہ بات اگرچہ قابل تعریف نہیں ہے۔ اخیر میں یہی فرمایا ہے کہ یہ تصفیہ اصلی مفہوم کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔ جب عالم کے نزدیک فیصلہ خلاف احکام اسلامیہ ہے تو احکام اسلامیہ سے بڑھ کر اور کونسا اصلی مفہوم ہے۔ جس کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔

(۱۲) بایں ہمہ عالم مذکور نے تحریر جمع جزئیات میں کوئی دقیقہ دور از کار اس سعی بے سود کا اٹھانہ رکھا کہ اس کاروائی کو جیسے بنے، کشاں کشاں مطابق احکام اسلامیہ کر دکھائیں۔ بہر حال تصویر کے دونوں رخ تاریک ہیں۔ نسأل اللہ العفو والعافیہ۔

خط کہ اس سوال کے ساتھ یہاں بھیجا، اس میں روایت سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور یہ کہ اس عالم نے بضرورت اپنی رائے میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ گو بہ خیال تحفظ مساجد ہمیشہ اتباع جمہور رہا ہے، یہ سخت غلط فہمی ہے۔ یہاں روایت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز خلاف جمہور نہیں۔ وہ وہی فرما رہے ہیں جو، جمہور ائمہ نے فرمایا ہے۔ انکی روایت میں ایک حرف بھی قبول جمہور سے زائد نہیں، نہ ہرگز اس روایت خواہ کسی قول کسی روایت کا یہ مطلب ہے۔ نہ ہو سکتا ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں ڈال لینا روا ہے۔ یہ تمام ائمہ کے اجماع سے حرام قطعی و مناقض ارشاد خدا ہے۔ روایات ائمہ درکنار اقوال مشائخ مذہب بھی نظر توفیق میں یہاں مختلف نہیں۔ ہر ایک اپنے محل پر صحیح و بجا ہے اور بالفرض اختلاف ہے، تو نہایت خفیف جو قطعی تحفظ کلی ہر حصہ مسجد پر اجماع کے بعد صرف ایک زائد بات میں ہوا ہے۔ جس سے حفظ جملہ اراضی مساجد پر معاذ اللہ کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ ان مباحث جلیلہ کو ایک مستقل فتوے میں رنگ ایضاح دیں گے۔ فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا

جائے۔ یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درایات غامضہ وظاہر ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتین وحفظ مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تجریح واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقلید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام، فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے اور حقیقۃً وہ نہیں، مگر ایک نور کہ رب عزوجل بحض کرم اپنے بندہ کے قلب میں القا فرماتا ہے: وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقاھا الا ذو حظ عظیم[1]

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے، توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے۔ جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے۔ کہ ہر فرع کو خود بخود اپنے محمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے۔ اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت مختلف نظر آتے تھے۔ حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے۔ الحمد للہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی۔ و للہ الحمد تحدیثا بنعمۃ اللہ وما توفیقی الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی من امدنا بعلمہ و ایدنا بنعمہ علٰی والہ و صحبہ وبارك و سلم آمین والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۳۵

(۱۳) کیا کوئی ہندو روا رکھے گا۔ کہ اس کا شوالہ توڑ کر سڑک کر دیا جائے۔ جس پر عام مسلمان اور گوشت کے ٹکڑے لیکر قصاب گزرا کریں اور اس پر ایک چھجا یا چھتا بنے۔ وہ ہندوؤں کے قبضے میں رہے۔کیا وہ اسے زمین شوالہ پر اپنا قبضہ سمجھے گا۔ کیا وہ اس کارروائی کو حسب دلخواہ موجب اطمینان اور اس دن کو نہایت مسرت خیز اور ہندو دھرم کی تاریخ کا زریں دن اور ہر طرح اس کا احترام قائم رکھنا کہے گا۔ لیکن ایک اسلامی عالم نے مسجد کے ساتھ یہ کارروائی کی اور اسکی نسبت ان تمام الفاظ سے مدح سرائی کی فاعتبروا یا اولی الابصار

(۱۴) کیا اگر شوالہ کے ساتھ مسلمان ایسا کرتے۔ تو ان پر مداخلت مذہبی اور توہین مذہب کا جرم قائم نہ کرتی، کیا گورنمنٹ اپنے لیے مذہبی دست اندازی و توہین مذہب جائز رکھتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر جب اسلامی عالم ہی اسے نہایت مسرت خیز اور زریں دن اور احترام اسلام کا پورا قیام کہے، تو گورنمنٹ کی کیا خطا ہے۔

(۱۵) کیا اگر عالم کے مکان سکونت کے ساتھ یہ طریقہ برتا جائے کہ مکان کھود کر مسلمان یا ہندو سڑک یا دنگل بنالیں اور اس پر چھت پاٹ کر ہوا دار جھرو کے عالم کے بسنے کو دیں، تو عالم ان ہندو یا مسلمانوں پر نالشی نہ ہوگا؟ کیا وہ اسے زمین مکان پر اپنا قبضہ قائم رہنا سمجھے گا؟ کیا وہ اسے اپنے حق میں دست اندازی و تعدی نہ کہے گا؟ ؟ فاعتبروا یا ولی الابصار۔

(۱۶) امور مصالحت میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو۔ یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے۔ لیکن اس مصالحت کے بعد جو ایڈریس پیش ہوا۔ اس کے لفظ یہ ہیں۔ ہم ان لوگوں کی کارروائی کو ملامت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنھوں نے قانون کی خلاف ورزی کی۔ اگر قانون کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم نہیں، تو اور کون ہے پھر گورنمنٹ کا جواب روزنامہ ہمدرد ۱۶/ اکتوبر میں یہ ہے۔اب میں ان لوگوں کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جنھوں نے ۳/ اگست کو بلوہ کا ارتکاب کیا۔ اسی میں ہے گورنمنٹ کا فرض تھا کہ قیدیوں پر مقدمہ

چلائے اور انھیں سزا دے۔ مگر وہ کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ اسی میں ہے میں ان لوگوں پر بھی رحم کرتا ہوں جنھوں نے بلوے کے اشتعال دی اور اسی طرح سے اس نقصان رسانی کے مرتکب ہوئے، جواب تک ہو چکا ہے اور اس لئے کسی خاص سلوک کے مستحق نہیں رہے۔ تو ضرور مجرم و سزا وار سزا ٹھہرا کر کافی سزا بھگت کر رحم کیے گئے، نہ یہ کہ ان کو مجرم قرار ہی نہ دیا جائے۔

(۱۷) امور مصالحت میں تیسری بات یہ ہے۔ گورنمنٹ مقدمات اٹھالے۔ مسلمان مرور کے لئے کوشاں رہیں گے۔ البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق کچھ نہ کریں گے۔ اس کا حاصل طرفین سے ترک مقدمات ہے۔ مگر مسلمانوں کے لئے دعویٰ مسجد کا استثنا۔ یہاں دو قسم کے دعوے تھے۔ دعویٰ دیوانی دربارۂ زمین مسجد کہ مسلمان کرتے اور دعویٰ فوجداری دربارہ بلوہ کہ گورنمنٹ کی طرف سے دائر تھا۔ مسلمانوں کو دعویٰ دوم میں اپنی ہی جان چھڑانی پڑی تھی، نہ کہ وہ الٹے اس میں مدعی بنتے، تو ادھر سے نہ تھا۔ مگر دعویٰ مسجد اور مصالحت میں ضرور طرفین سے ترک مقدمات قرار پایا۔ تو حاصل مصالحت صرف اتنا نکلا کہ گورنمنٹ قیدیوں کو چھوڑ دے، مسلمان مسجد چھوڑتے ہیں۔ اس سے زیادہ محض الفاظ ہیں کہ یا تو تخیلہ سے باہر ہی نہ آئے یا زبان تک آکر نا مقبول رہے۔ بہر حال ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر مصالحت کی۔ ولہٰذا بعد کی عملی کارروائیاں اطمینان کے جوش اور خود عالم کی تقریریں، جن کا بیان اوپر گزرا۔ سب استثنائی مذکور کی غلطی پر دلیل ہیں۔ اس پر صلح ہوئی ہوتی تو اپنی مجلس مؤید الاسلام کا جلسہ خالص مسرت اور نہایت مسرت کا جلسہ نہ ہوتا، بلکہ مسرت ماتم آمیز کا۔ ایک آنکھ ہنستی، تو ایک روتی، یہ نہ کہا جاتا کہ مسلمانان ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔ بلکہ یوں کہا جاتا کہ مسلمانو! فرع میں تمہاری فتح ہوئی اور اصل ہنوز باقی ہے اٹھو اور اس کے لئے انتہائی جائز کوششیں کرو۔

(۱۸) نیز اس کے غلط ہونے کی ایک کافی دلیل وہ ہے، جو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار سوم میں لکھا کہ گورنمنٹ نے قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑنا نہ چاہا۔ بلکہ

اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں، دیکھئے اس میں استثنا نہیں۔

(۱۹) آگے گورنمنٹ کی دوسری شرط بتائی کہ مسلمان مسجد کی زمین پر بعینہ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں۔ یہاں نفی استثناء ہوگئی۔ اگر مسلمانوں کو دعوے زمین کی اجازت رہتی اور ضرور ممکن کہ وہ ڈگری پاتے۔ تو بعینہ اسی طریقے کی عمارت بنانے سے کیوں ممنوع ہوتے۔ اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ ایسی عمارت بنالو۔ جس کی چھت سے کام لو اور زمین پر دعویٰ نہ کرو۔

(۲۰) جواب ایڈریس میں ہے۔ مجھے پورے طور پر بھروسا ہے کہ مسئلہ مسجد کا جو حل میں نے کیا ہے اس سے ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی مطمئن ہو جائیگی۔ گورنمنٹ کے یہ الفاظ اور صلح میں اس قرار داد کا بیان کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ دونوں ملا کر دیکھئے۔ صاف کھل جائے گا۔ کہ وہ استثنا نہاں خانہ خیال ہی میں تھا یا کہا اور منظور نہ ہوا۔ لاجرم تمام زوائد چھنٹ کر اصل بات نکل آئی۔ جتنے پر عالم نے مصالحت ٹھہرائی کہ گورنمنٹ ہمارے آدمی چھوڑ دے۔ ہم نے مسجد چھوڑی۔ یہ وہی دلی کمزوری اور دہلی کے بم کا تجربہ دیکھ کر بھی گورنمنٹ پر ضد اور جبر کی بدگمانی سے ناشی ہوا۔ حالانکہ یہ بالکل وسوسہ تھا۔ گورنمنٹ دونوں باتوں میں مسلمانوں کے صاف موافق تھی۔ قیدیوں کی رہائی کے لئے جواب ایڈریس کے وہ لفظ دیکھئے۔ میں خاص شملہ سے اس غرض سے آیا ہوں تا کہ آپ کے واسطے پیغام امن لاؤں۔ آخر میں مکرر ہے۔ میں کانپور اسی لئے آیا ہوں تا کہ پیغام امن لاؤں اور مسئلہ احترام مذہبی کے لئے وہ قیمتی الفاظ پڑھئے میرے لئے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ جو یقین میں نے کونسل کے اجلاس میں اس بارے میں دلائے ہیں کہ رعایا کے مذہبی عقائد کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ اس کو دہراؤں۔ اس لئے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ ایک واقعی بات ہے۔ یہ لفظ تو عام آزادی مذہبی کے متعلق تھے اور خاص مسئلہ مساجد کے متعلق سنیئے۔ ممکن ہے کہ سڑکوں، ریل، نہروں کی تعمیر مذہبی عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے۔ لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ کافی توجہ سے تمام مطالبات پر غور کرے گی اور ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ اس طور حل کرے،

جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ ایسی صورت میں صرف امر آول سے فائدہ لینا اور امر دوم کہ وہی اصل مرام و خاص مسئلہ احترام اسلام تھا۔ یوں چھوڑ دینا کیونکر صواب ہو سکتا ہے؟ نسأالله العفو و العافیه

جواب استفسار دوم پر نظر

(۲۱) استفسار تو یہ تھا کہ جس امر پر صلح ہوئی، وہ کس کی تجویز تھا۔ اس کا یہ جواب کیا ہوا کہ گورنمنٹ خود مصالحت کی خواہش کی۔ اس امر پر کہ مقدمات اور دعاوی کے بارے میں کوئی سمجھوتا ہو جائے۔ کس نے پوچھا تھا کہ خواہش صلح کدھر سے ہوئی۔ اس سمجھوتے ہی کو پوچھا تھا کہ کس کی رائے کا ایجاد تھا۔ اس کا جواب نہ ہوا۔

(۲۲) سائل فاضل نے اگر چہ جواب استفسار نہ دیا۔ مگر خود عالم کی تقریر کہ بعنوان "فیصلہ کانپور پر ایک نظر" ہمدرد وغیرہ میں چھپی۔ وہ اس کے جواب کی کفیل ہے۔ اس میں صاف اعتراف ہے کہ چھت بنا کر اس پر قبضہ ملنے اور زمین مسجد پر سڑک چلنے کی تجویز خود عالم نے اپنی طرف سے پیش کی۔ وہی منظور ہوئی۔ اس تجویز کا حال اوپر معلوم ہو چکا اور یہ بھی کہ خود عالم کو ان کا خلاف احکام اسلامیہ ہونا مسلم ہے۔ مگر عالم کی تقریر مذکور اس تجویز کی حالت اور بھی واضح کرتی ہے۔ تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم نے پہلے تو یہ تدبیر نکالی کہ اس زمین کو مسجد کا ممبر بنا دیں اور اس کے لئے مسجد کا دروازہ اس طرف نکالیں کہ اصل ممبر مسلمانوں کے لئے ہو۔ پھر ضمناً کوئی دوسرا شخص بھی اس طرف سے اس طرف گزر جائے۔ تو ہم اس کو مانع نہیں۔ ضرورت کے وقت اجازت ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ احترام اس جز کا مثل احترام دیگر اجزائے مسجد کے قائم رہے اور غالباً اسی تحفظ و احترام کے لئے یہ چاہا تھا کہ اس حصہ زمین کو سڑک سے مرتفع بنایا جائے۔ یعنی تا کہ پیدل کے سوا اوروں کا گزر نہ ہو۔ اس تدبیر میں عالم کی نظر اس مسئلہ پر تھی کہ راستہ جب پیدل پر تنگی کرے۔ تو بضرورت مسجد میں ہو کر لوگ ادھر سے ادھر گزر سکتے ہیں۔ یوں کہ مسجد بحال خود برقرار رہے۔ اس میں کوئی فرق اصلا نہ آئے۔

ولہذا شرط ہے کہ یہ مسجد میں ہو کر نکل جانے والے جنب، حائض و نفساء نہ ہوں۔

نہ اس میں جانور لے جائیں کہ مسجد میں ان کا جانا اور ان کا لے جانا حرام ہے۔ اقول یہ گزر اصالۃً مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسجدوں سے کافروں کو کیا علاقہ۔ الا تری الی تعلیلھم بانھما للمسلمین [1] کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار مگر جبکہ راستہ پیدل پر تنگ ہے اور گزر کی حاجت کافر کو بھی ہے اور کافر ذمی، بلکہ مستامن بھی تابع مسلم ہے۔ تو بالتبع ضمناً اسے بھی منع نہ کریں گے۔ وکم من شئی یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا وھذا معنیٰ قول العلماء حتی الکافر [2] فظھر الجواب عما اعترض بہ العلامۃ الطحطاوی علی جعلہ غایۃ [3] وللہ الحمد ولا حاجۃ الی ما اجاب بہ العلامۃ الشامی وللہ الحمد و ظھر الجواب عما ظن العلامۃ شیخی زادہ فی مجمع الانھر من التعارض بین تعلیلھم بان کلیھما للمسلمین و بین قولھم حتی الکافر [4] وللہ الحمد

مسئلہ تو یہاں تک بجا و صحیح یا کم از کم ایک قول پر ٹھیک تھا۔ مگر موقع سے اسے متعلق سمجھنے میں ایک دو نہیں، بکثرت خطائیں ہوئیں۔ جن میں تین خود عالم کے تین لفظوں سے ظاہر و مبین (۱) ضمناً (۲) احترام (۳) ضرورت۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ صورت ہوتی۔ تو اولاً کنارہ کا گزر ہرگز ضمناً نہ ہوتا بلکہ اصالۃً۔ جس کا انکار صریح مکابرہ ہے اور وہ نہ صرف اس عالم کا اقرار، بلکہ یقیناً مراد علما کے خلاف ہے۔ زمانہ ائمہ میں مساجد تو مساجد دار الاسلام کی سڑک پر افتادہ زمین ہی پر چلنے والا کافر نہ ہوتا۔ مگر ذمی کہ مطیع اسلام ہے یا مستامن کہ سلطان اسلام سے پناہ لیکر داخل ہوا اور یہ دونوں تابع اسلام ہیں۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں عبارات میں علماء نے مساجد کی طرح مطلق راستوں کو بھی مسلمانوں کے لئے بتایا کہ اور ہیں تو ضمنی و تابع ہیں۔

---

[1] و [2] درمختار — کتاب الوقف — مطبع مجتبائی — ۱/۳۸۲

[3] طحطاوی علی الدر المختار — کتاب الوقف — دار المعرفۃ بیروت — ۱/۵۴۳

[4] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر — کتاب الوقف فصل — اذا بنی مسجد — دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۴۸

ثانیاً! یہاں احترام ناممکن تھا۔ جنب و حائض کی ممانعت پر اصلا اختیار نہ ہوتا۔ خصوصاً کفار کو اجازت ہو کر اور اس ممانعت کو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص کرنا محض ظلم ہے۔ صحیح یہ ہے کفار بھی مکلف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: یتساء لون عن المجرمین o ما سلککم فی سقر o قالوا لم نک من المصلین o ولم نک نطعم المسکین o وکنا نخوض مع الخائضین o وکنا نکذب بیوم الدین o [1]

اور بالفرض وہ مکلف بالفروع نہ سہی۔ ہم تو مکلف ہیں۔ بحال جنابت وحیض مسجد میں جانا ضرور بیت اللہ کی بے حرمتی ہے اور دربار ملک الملوک جل جلالہ کی بے ادبی ہے۔ تو ہمیں کیونکر روا ہوا کہ ایسی شنیع تجویز خود پیش کریں اور بیت اللہ کی حرمت پامال کرائیں۔ جانور تو بالاجماع مکلف نہیں۔ کیا مسلمان کو روا ہے کہ کتے یا سؤر بلکہ ناسمجھ بچے یا مجنون کو مسجد میں چلتا دیکھے اور چپکا بیٹھا رہے کہ وہ تو مکلف ہی نہیں۔ حاشا حفظ مسجد پر یہ تو مکلف ہے اور ترک منع اس کا گناہ ہے کہ بے ادبی مسجد پر راضی ہوا کم از کم ساکت رہا۔ حدیث میں ارشاد ہوا: جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم [2] اپنی مسجدوں کو بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ رواہ ابن ماجہ و عبد الرزاق عن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب احتمال بے ادبی پر غیر مکلفوں کو نہ روکنا خلاف حکم حدیث ہے۔ تو مساجد کو بیحرمتی یقینی کے لئے خود پیش کرنا، کس درجہ جرم شنیع و خبیث ہے۔

ثالثاً: اس میں جانوروں کا نہ جانا بھی ہرگز نہ ہوتا۔ اگرچہ کہہ دیا جاتا کہ یہ پیدل کے لئے ہے۔ معہود و معروف یہ ہے کہ پختہ سڑک جسے گولا کہتے ہیں۔ اصالۃً صرف بگھیوں ٹمٹموں کے لئے بنتی ہے اور اس کے پہلوؤں پر جو راہ پیادوں کے لئے چھوڑی جاتی ہے۔ بیل گاڑیوں، چھکڑوں، گائے، بیلوں، گدھوں کے لئے وہی ہوتی ہے۔ ولھذا ان میں سے جو چیز

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/۴۰ تا ۴۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

سڑک پر چل رہی ہے اور کوئی بگھی آجائے۔تو ان سب کو اسی پیادہ کی راہ میں ہٹنا ہوتا ہے۔ ان کا استحقاق اسی میں سمجھا جاتا ہے اور معروف مثل مشروط ہے۔ تو پیدل کے لئے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑا گاڑی کے سواسب کے لئے ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ جب آپ نے اس زمین کو سڑک سے کچھ مرتفع رکھنا چاہا۔ یہ منظور نہ ہوا کہ اس میں گاڑیوں کی ممانعت تھی اور چھت آٹھ فٹ بلند ٹھہری کہ پیادہ کی حاجت سے بہت زائد ہے۔ لطف یہ کہ آپ اب بھی اسے زیر مسئلہ مذکور لانا چاہتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

رابعاً: بفرض غلط اگر ممانعت ہوتی۔ تو سواریوں کے لئے مگر گائے، بکری، بھیڑ کے گلے کوڑی اینٹوں کے گدھے نہ سوار ہیں نہ سواری۔ یہ قطعاً پیادہ ہی میں شامل رہتے۔

خامساً: یہ بھی نہ سہی پیادہ گوروں اور جنٹل مینوں کے کتوں کا استثنا کیونکر ممکن تھا۔ وہ تو ضرور پیادہ ہیں اور یہ ان کے دم کے ساتھ۔

سادساً: جانے دو بھنگنیں کہ ٹوکرے لئے نکلتی ہیں۔ وہ تو ہر طرح پیادہ آدمی ہیں ان کی ممانعت کس گھر سے آتی۔ تو آفتاب سے زیادہ روشن کہ یہ مسئلہ صرف اسلامی سلطنت کے ساتھ خاص ہے۔ جہاں کفار تابع مسلمین ہوتے ہیں اور جہاں ہر طرح ہم احترام مساجد قائم رکھنے پر قادر ہیں۔ غیر اسلامی عملداری میں اس کا اجرا خود اصل مسئلہ کا ابطال اور مسجدوں کی صریح بے حرمتی و ابتذال ہے۔

سابعاً: یہاں ایک نکتۂ جلیلہ دقیقہ اور ہے جس پر مطلع نہیں ہوتے، مگر اہل توفیق۔ وما یعقلها الا العٰلمون[1] وہ یہ کہ مسجد میں کسی امر کا جواز اور بات ہے اور اس کے استحقاق اور۔ صورت مذکورۂ علماء میں حکم جواز ہے، نہ حکم استحقاق کہ مساجد تو جمیع حقوق عباد سے ہمیشہ کے لئے منزہ ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: و ان المساجد للّٰہ[2] تو حکم

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/۴۳

[2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸

صرف سلطنت اسلامیہ میں چل سکتا ہے۔ غیر اسلامی سلطنت میں جو ممر بنایا جائے گا۔ ضرور اس میں کفار خصوصاً حکام کا مرور بطور دعویٰ و استحقاق ہوگا اور یہ قطعی ابطال مسجدیت و ہتک حرمت اسلام وخلاف کلام ذی الجلال والاکرام ہے۔ اگر چہ بفرض محال ہر طرح کا احترام قائم ہی رہے۔ تو سلطنت غیر اسلامیہ کے لئے مسئلہ قرار دینا صریح جہل وظلم عظیم ہے۔ انھیں سات وجوہ پر نظر فرمانے سے واضح ہو سکتا ہے کہ من ،الی ،فی ،علیٰ کا ترجمہ جان لینا فقاہت نہیں۔ فقاہت چیزے دیگر ست۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ثامناً: رہی ضرورت تنگی اس کا حال ظاہر ہے کہ پیدل تو پیدل گاڑیوں کے لئے وسیع سڑک موجود ہے۔ علما نے یہاں یہی ضرورت تحریر فرمائی ہے اور یہی حکم جواز فی نفسہ کی کفیل ہے۔ ضرورت اکراہ شرعی نہ یہاں متحقق، نہ اس میں یہ صورت صادق۔ اس سے جواز شے فی نفسہ نہیں ہوتا، رفع اثم ہوتا ہے۔ وہ بھی صرف مکرہ سے، وہ بھی صرف وقت اکراہ، وہ بھی صرف اتنی بات پر جس پر اکراہ ہوا۔ اگر بعض اوہام الٹے چلے۔ تو انشاء اللہ الکریم اس وقت ان مباحث جلیلہ کی تفصیل کر دی جائے گی۔ جس سے روشن ہوگا کہ یہاں ادعائے ضرورت اکراہ کیسا جہل شدید تھا۔

بالجملہ یہ تدبیر بھی محض باطل و ناصواب تھی اور اتنا خود عالم کو اسی تقریر میں اقرار ہے کہ نہایت تنزل اور بقول ضعیف اور مخلص کے طور پر صورت مجوزہ ہے۔ بہر حال وہ بھی ممبروں نے منظور نہ کی۔ اس وقت عالم نے یہ دوسری تجویز نکالی۔ جس پر تصفیہ ہوا کہ چھتا مسجد اور زمین سڑک تقریر مذکور میں ہے۔ اس گفتگو میں تمام وقت صرف ہو گیا۔ مصالحت کی امید منقطع ہو گئی۔ اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی سر دست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دے دیں کہ ہم بنائیں۔ اس کے بعد ایک فقرہ دھوکا دینے والا ہے کہ اور

زمین بھی دے دیں۔ اس کو بھی ہم ہی بنائیں۔ حسب فوائد میونسپلٹی جو تمام عمارات کے واسطے عام ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زمین ہم کو واپس مل جائے۔ ہم اس پر پہلی سی عمارت بنالیں۔ اس سے آسان تر کہ تدبیر اول میں تھا، وہ تو ممبر نے مانا نہیں۔ اس کے بعد اس کے کہنے کی کیا گنجائش ہوتی اور کہا جاتا، تو مانا کیوں جاتا اور یہ وہ کہا گیا جو مانا گیا کہ اس کی نسبت تقریر مذکور میں ہے۔ غرض کہ تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔ پھر باریابی گونمنٹ اور ہار پہنانے کا ذکر کر کے کہا۔ اس کے بعد موافق تجویز دی۔ مجوزہ تینوں مقاصد ہمارے حاصل ہوئے۔ یعنی جواب ایڈریس ان کے مطابق ملا۔ تو زمین دے دیں۔ اس کو بھی ہم ہی بنائیں کہ وہ معنی ہیں۔ وجواب ایڈریس میں ہے۔ کہ متولیوں کو ایک چھتا دار محراب بنا لینی چاہئے اور ان عمارات کے نیچے بھی ایک گزرگاہ تعمیر کر لینی چاہئے۔ جو میونسپل بورڈ کی مجوزہ تجاویز کے عین مطابق ہے۔ غرض تجویز پیش کردہ عالم کا یہ حاصل تھا کہ ہم کو ایک چھتا بنا لینے دیا جائے۔ جو مسجد ٹھہر کر ہمارے قبضہ میں رہے اور اس کے نیچے سڑک چلے اور یہ سعادت بھی ہمیں کو بخشی جائے کہ زمین مسجد پر یہ سڑک ہم ہی تعمیر کریں۔ جو بعینہ تجویز چونگی ہے۔ اس تجویز کا حال خود مجوز کا قال بتا رہا ہے۔

تدبیر اول کہ نامنظور ہوئی۔ اسے نہایت تنزل بتایا تھا اور نہایت کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا۔ تو یہ تجویز کہ اس سے بدرجہا گرلی ہوئی ہے۔ کسی تنزل پر بھی دائرہ حکم شرعی میں نہیں آسکتی۔ بلکہ حکم کی صریح تبدیل نا قابل تاویل ہے۔ تدبیر اول کو بقول ضعیف کہا تھا۔ تو اس کے لئے کوئی ضعیف روایت بھی نہیں محض باطل و ایجاد بندہ ہے۔ تدبیر اول کو مخلص کے طور پر کہا تھا، تو یہ مخلص بھی نہیں، بلکہ محبس ہے۔ یعنی مسجد کو ہتک حرمت کے لئے پھنسانا اور تقریر میں اقرار ہے کہ میں نے یہ صورت پیش کی۔ یہاں ہمارے استفسار دوم کا جواب کھلا۔ ایسی باطل و حرام و ہتک اسلام صورت اگر ادھر سے پیش ہوتی اور عالم بلا جبر و اکراہ تام اسے تسلیم کر لیتا۔ تو شرعاً سخت کبیرہ عظیمہ شدیدہ کا مرتکب تھا۔ نہ کہ خود اپنی تجویز سے ایسی

صورت نکالنا اور اسے پیش کرنا، اس پر منظوری لینا، اس کی شناعت کا کیا اندازہ ہو؟ نسأ اللہ العفو والعافیہ۔

(۲۳) پھر یہ نہیں کہ عالم اس وقت کم علمی یا نافہمی سے اس صورت کا باطل و خلاف شرع ہونا نہ سمجھا۔ نادانی سے اس وقت مجوز ہو بیٹھا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ اس وقت بھی حکم شرعی معلوم تھا۔ تقریر مذکور میں اس تجویز کے پیش کرنے سے پہلے کا بیان ہے۔ کہ مسجد کے دیکھنے اور وہاں کے احوال سننے سے تسلیم کر لینا پڑا کہ جزو متنازعہ جزو مسجد ہے اس کے بعد مجھے مخلص نکالنا بہت دشوار ہو گیا میں ہرگز کسی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو کسی جزو مسجد کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز ہے۔ تو دیدہ و دانستہ ارتکاب ہوا۔

(۲۴) پھر یہی نہیں کہ اسے صرف ابتدائی درجہ کا حرام جانا ہو۔ بلکہ وہیں تصریح ہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ اس جزو کو اصل مسئلہ سے زیادہ اس کے طرز انہدام نے اہم کر دیا اور واقعۂ ہائلہ ۳راگست نے تو احترام اسلام کا سوال پیدا کر دیا اور شعار اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو بھی شبہہ نہ رہا۔ یا رب! یہاں تک جان کر پھر ہتک اسلام کی آپ تجویز پیش کرنے کو کیا سمجھا جائے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس قول عالم کے معنی یہ ہیں کہ ہتک حرمت مسجد ضرور ہتک شعار اسلام ہے۔ خصوصاً غیر مسلم سے خصوصاً بحکومت کہ اس کا ہتک حرمت اسلام ہونا خود ہی واضح تر ہے۔ جسے واقعہ ۳راگست نے سب پر ظاہر کر دیا۔ اس عبارت عالم کا یہ مطلب ہے۔ ورنہ اگر عالم کے نزدیک اصل معاملہ میں ہتک حرمت اسلام نہ تھی۔ تو واقعی ۳راگست کہ محض بر بنائے قانون شکنی تھا۔ اسے ہتک حرمت اسلام نہ کر دیتا۔ خانہ جنگی وغیرہ میں کتنے مسلمان ماخوذ و سزایاب ہوتے ہیں۔ اسے کوئی ہتک حرمت اسلام نہیں سمجھتا کہ اصل معاملہ حرمت اسلام کا نہ تھا۔ عالم کا یہ قول یاد رکھنا چاہئے کہ خود اس کے منہ اس کی کاروائی کا حاصل کھلتا ہے۔ نسال اللہ العفو والعافعہ۔

(۲۵) پھر یہ نہیں کہ عالم اس وقت حالت اکراہ میں ہو کہ الا من اکرہ و قلبہ

مطمئن بالایمان [1] سے فائدہ لے سکے۔ وہ ابھی ابھی تدبیر اول پیش کرکے زیادہ کے لئے صاف جواب دے چکا تھا۔ تقریر مذکور میں ہے۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ احکام مذہبی میں کوئی کچھ دخل نہیں دے سکتا ہے۔ حقیقۃً جس طرح وہ حصہ لیا گیا ہے اسی طرح واپس کیا جائے۔ نہایت تنزل صورت مجوزہ ہے۔ اگر اس پر بھی رضا مندی نہیں ہوتی۔ پھر حکام کو اختیار ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا ہوں۔ عالم کی اس تقریر کو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار ہفتم میں یوں بیان کیا۔ گفتگو کے اثنا میں اس نے صاف کہہ دیا کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے۔ خدا کے گھر کا معاملہ ہے۔ میرا گھر نہیں ہے۔ جس طرح وہ چاہے اور اس کا حکم ہو بنا چاہئے نہ کہ جس طرح میں یا آپ چاہوں علما کو جمع کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کو جس سے اطمینان ہو وہ کرنا چاہئے۔ یہ تمام کلمات حق تھے۔ انھیں کہہ کر پھر حق سے ایسے شدید ناحق کی طرف عدول کیوں ہوا۔ ممبر اگر نہ مانتے اتنے ہی پر ختم کرنا فرض تھا۔ نہ عالم پر الزام رہتا، نہ معاملہ میں یہ سخت پیچ پڑتا۔ مگر مشیت آڑے آئی اور عالم سے جو نہ ہونا تھا، ہوا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) پھر اس سے بھی اشد ظلم یہ کہ اس حرام شرعی کو حسب دلخواہ اور نہایت مسرت خیز موجب اطمینان و دلجمعی مسلمانان اور مسئلہ شرعیہ کی صورت سے بھی بہتر اور اس کے دن کو اسلامی تاریخ کا زریں دن کہا گیا اور خود شعار اسلام کا ہتک بتا کر بقائے احترام اسلام کہا۔ یہ باتیں بہت سخت تر ہیں۔ نسأل اللہ العفو والعافیہ

(۲۷) پھر اس کا یہ شدید ضرر قاصر نہ رہا۔ بلکہ عوام مسلمین تک متعدی ہوا۔ انھوں نے اس عالم ہی کے بھروسے حرام کو حلال، ماتم کو مسرت، ہتک حرمت اسلام کو اسلام کا احترام سمجھا۔

(۲۸)......ان وجوہ نے معاملہ کی گھتی بہت کڑی کردی اور اس نرے زبانی بیان کو مسلمانوں

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

کو اطمینان نہ ہوگا۔ موقع موقع کوشاں رہیں گے۔ کہ محض برائے گفتن تھا۔ حرف غلط کر دیا۔ مریض جب مرض کو شفا سمجھے۔ پھر ہوس علاج جنون ہے۔

(۲۹) پھر اتنے ہی پر بس نہیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے نظیر ہو گیا۔ اسلامی عالم جسے قومی لیڈر اور گویا تمام مسلمانان ہند کا وکیل سمجھا گیا۔ اس کی ایجاد کی ہوئی تجویز، اس کی پیش کی ہوئی تجویز پھر گورنر جنرل کی منظوری۔ پھر تمام اسلامی حلقوں میں اس پر اظہار مسرت وخوشی، پھر عالم کا اسے اسلامی تاریخ میں زریں دن اور بقائے احترام اسلام اور موجب دلجمعی و اطمینان ونہایت مسرت خیز کہنا، اسے پتھر کی لکیر کر گیا۔ مسجدوں کا سڑکوں، ریلوں، نہروں سے تصادم نہ کوئی نئی بات، نہ کبھی منتہی۔ جیسا کہ خود جواب ایڈریس میں مذکور ہے۔ مگر اس پر کتنے اطمینان بخش وہ الفاظ گورنمنٹ تھے کہ گورنمنٹ ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ کو اس طور پر حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لئے قابل اطمینان ہو۔ عالم اور عوام کی ان کارروائیوں نے انھیں کتنے برے معنی کی طرف پھیر دیا۔ انھوں نے چیخ پکار اور جلسوں روشنیوں کی بھر مار سے بتا دیا کہ یہ صورت ہمارے لئے نہایت قابل اطمینان ہے۔ جب تصادم ہو۔ مسجدیں توڑ کر ہوا پر کردو اور نیچے سڑکیں، ریلیں، نہریں دوڑا دو۔ بس مسئلہ اس طور پر حل ہو جائے گا۔ جو تمام اشخاص متعلقہ کیلئے قابل اطمینان ہے۔ کیا عالم اور عوام کو کوئی منہ رہا ہے کہ اس وقت کچھ شکایت کریں یا چارہ جوئی کا نام لیں۔ کیا ان سے نہ کہا جائے گا۔ عقل کے ناخن لو۔ یہ وہی تو نہایت مسرت خیز وموجب اطمینان و احترام اسلام اور اسلامی تاریخ کا زریں دن ہے۔ جسے تم آپ پیش کر کے منظور کرا چکے ہو۔

(۳۰) پھر نری نظیر ہی نہیں۔ بلکہ جو قانون معاہدہ بنتا بتایا جاتا ہے۔ اس کے لئے کافی مادہ ہے۔ احترام مساجد کو یہی دفعہ بس ہوگی کہ ان کا زمین پر رکھنا کچھ ادب نہیں۔ بلکہ چھتوں پر اٹھا کر سروں سے اونچی کر دی جائیں اور اصل مسجد یعنی زمین پر جو چاہیں بنائیں۔ عالم وعوام اس اپنی ہی پیش کردہ پسندیدہ دفعہ کا دفع کہاں سے لائیں گے۔ افسوس کہ یہ شدید ہتک اسلام

خود فرزندان اسلام کے ہاتھوں ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہیں سے ظاہر ہوا کہ جو بہلاوے دیئے جاتے ہیں۔ کہ ایک محکم قانون تحفظ معاہد کا بنایا جانا قرار دلوادیا گیا ہے جس سے حسب تصریح ممبر اس متنازع فیہ حصے کا بھی مسلمانوں کے موافق ہونا متوقع ہے اور فیصلہ پر ایک نظر میں یہ تاکیدی حکم سنا جانا بتایا کہ اس کی تعمیر میں احکام اسلامیہ کے احترام کو ہر طرح مدنظر رکھنا چاہیے۔ سب روغن قاز کی بھی وقعت نہیں رکھتے۔ مانا کہ قانون ضرور بنے۔ مانا کہ تاکیدی حکم بیشک ہوا۔ مگر احترام کے معنی تو آپ نے بتا دیئے کہ ہم اسے احترام اسلام کہتے ہیں۔ جسے خود اپنے منہ سے ہتک حرمت اسلام کہہ چکے ہیں۔ بس اسی پر قانون بنوا لیجئے اور اسی کی نسبت تاکیدی حکم تصور کیجئے۔

ع خویشتن کردہ را علاج مخواہ

یارب! معنی خود الٹے ٹھہرانا اور خالی لفظ پر عوام کو بہلانا کس لئے؟

(۳۱)..... طرفہ تر عذر بدتر از گناہ سنئے۔ تقریر مذکور میں ہے۔ میں نے اس لئے اس کو اپنی صورت مجوزہ (یعنی تدبیر اول نامنظور) سے بھی بہتر خیال کیا کہ قواعد میونسپلٹی سے ممکن ہے کہ ہم کو بہتر موقع اس کے حاصل کر لینے کا ہو۔ ایسے حرام وہتک اسلام کو اپنے منہ پیش کر کے منظور کرانا اور اس امید موہوم کو کہ ممکن ہے میونسپلٹی ہمیں واپس دے۔ اس کے ارتکاب کی نہ صرف تجویز بلکہ تحسین کا موجب ٹھہرانا، عجیب فہم۔ بلکہ تازہ شریعت ہے۔ کیا جیسا کہ کہا جاتا اور مراسلات کا مریڈ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ یہ میونسپلٹی وہ نہیں، جس نے کثرت رائے کا بھی خیال نہ کیا اور مسجد کے خلاف ہی فیصلہ دیا۔ لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین[1] خاص گورنمنٹ، کون گورنمنٹ؟ وہ، وہ جس نے کہا میں تمہارے لئے پیام امن لایا ہوں۔ وہ، وہ جس نے کہا مذہبی باتوں کے متعلق وہی پالیسی ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں۔ وہ، وہ جس نے کہا حقوق مساجد کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائے گا اور سب مسلمانوں کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب لا یلدغ المؤمن قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰۵/۲

اطمینان کے قابل فیصلہ کیا جائے گا۔ اسے چھوڑ کر میونسپلٹی کی رحمت پر بھروسا کرنا وہاں اپنے مہینہ حرمت اسلامیہ کو پامالی کے لئے خود پیش کرنا اور اس کے ازالہ کی امید چونگی سے رکھنا کس درجہ بدقسمتی ہے۔

(۳۲) میونسپلٹی اگر موافق بھی ہوتی۔ تو فیصلہ خاص گورنمنٹ کے بعد اس سے نقض کی امید کتنی غلط امید ہے۔

(۳۳) بفرض غلط اگر میونسپلٹی آپ کو لکھ بھی دے کہ ہاں یہ زمین خاص مسجد کی ہے۔ چونگی کا اس پر کچھ دعویٰ نہیں۔ تو کیا وہ اس حکم حتمی گورنمنٹ کو بھی منسوخ کردے گی کہ یہ ضرور ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں اور جب یہ برقرار رہا، تو وہ کیا ہے؟ جسے آپ میونسپلٹی سے حاصل کرلیں گے۔ جس کے سبب اس اپنے اقراری اشد حرام و ہتک اسلام کو زائل کرلیں گے۔

(۳۴)......بفرض باطل یہ بھی ممکن سہی، تو ایک امید موہوم کے لئے، جس کا نہ وقوع معلوم، نہ سال۔ دس سال مدت معلوم اس وقت ایسا حرام آپ تجویز کرنا، اس وقت حرمت اسلام کو ہتک کے لئے خود پیش کرنا، کس شریعت نے جائز کیا ہے؟

(۳۵)......موہوم ہونے کی یہ حالت ہے کہ خود بھی اس کے حصول پر اطمینان نہیں۔ تقریر میں عبارت مذکور کے متصل ہے۔ اگر نہ ملا تو ہم مجبور ہیں، ویسا ہی تصور کریں گے، جیسا اس وقت دہلی کی جامع مسجد میں انگریزوں کو جوتا پہنے آنے سے روک نہیں سکتے۔ مجبور کس نے کیا؟ آپ تجویز نکالو، آپ پیش کرو، آپ منظور کراؤ، آپ خوشیاں مناؤ اور پھر مجبور کے مجبور۔ انگریزوں کا جوتا پہنے پھرنا، اگر وہاں کے مسلمانوں کی خوشی سے ہے، تو ان پر بھی الزام ہے۔ اگرچہ آپ پر اشد ہے کہ کہاں نادراً گاہے ماہے۔ کسی انگریز کا آنا اور کہاں یہ شبانہ روز کی پامالی گوبر لید متالی اور اگر مسلمانوں نے اس کی اجازت نہ دی، تو یہ آپ کی تو خود کردہ ہے۔ اس کا اس پر قیاس کیسا؟

(۳۶) سب جانے دیجئے۔ امید و موہوم و مظنون سے سب گزر کر بفرض محال میونسپلٹی سے اس کا انفصال اور مرور و استعمال کے بالکلیہ زوال سب قطعی و یقینی ٹھہرا لیجئے۔ پھر الزام کیا دفع ہوا؟ کیا کوئی گناہ حلال ہو سکتا ہے؟ جبکہ ایک زمانہ کے بعد اس کا زوال یقینی ہو۔ یوں تو شراب و زنا بھی حلال ہو جائیں گے کہ ہمیشہ کے لئے نہ وہ مستقر، نہ یہ مستمر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ ہے وہ تقریر "مسجد کا ... کے فیصلہ پر ایک نظر" جس پر عوام کو کچھ وثوق، وہ کچھ ناز ہے۔ واستغفر اللہ العظیم۔ الحمد للہ! دو استفسار پیشیں کے جواب پر یہی چھتیس نظیریں کافی و وافی ہیں۔ جن میں اس فیصلہ پر ایک نظر پر بھی ... رہ نظیریں ہو گئیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ مسئلہ و فیصلہ کے پہلوؤں پر کافی روشنی پڑ گئی۔ جس کے بعد عاقل کو امتیاز حق و باطل کے لئے انشاء اللہ العظیم زیادہ کی حاجت نہ رہی۔ جواب باقی استفسارات کا حال بھی یہیں سے کھل گیا۔ لہٰذا ان پر بالا جمال دو چار لفظ لکھ کر کلام تمام کریں۔ و باللہ التوفیق

متعلق جواب استفسار سوم

اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر گزر چکا۔ گورنمنٹ نے خود خواہش تصفیہ کی بہت اچھا کیا۔ مگر تصفیہ میں تجویز جو خود عالم کے اقرار سے حرام اور بلا شبہ ہتک حرمت اسلام ہے۔ عالم نے آپ ہی پیش کی۔ بہت برا کیا۔ پھر اسے نہایت مسرت خیز و زریں روز وغیرہ وغیرہ کہا اور سخت برا کیا۔

(۳۷) نہ کہ قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑ دینا چاہا جواب ایڈریس میں کسی مقابلہ کا اشارہ تک نہیں۔ لکھنؤ کے ایک انگریزی اخبار میں ہے کہ بلا شرط چھوڑا گیا۔ ممکن ہے کہ باہم خفیہ گفتگو میں ذکر شرط آیا ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ شرط کیا تھی اور جزا کے ساتھ ہم قیمت تھی یا بہت گراں۔ ہمارے سائل فاضل کا بیان ہے کہ بلکہ اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں۔ یعنی زمین مسجد سے دست بردار ہو جائیں (دیکھو ہمارے بیانات

میں نمبر ۱۷ تا ۲۰) اور مسجد کی زمین پر بعینہ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں۔ یعنی جس سے وہ مسجد کے لئے محفوظ رہے اور سڑک کے کام میں نہ آسکے، ورنہ عمارت کی سی ہیأت معینہ سے بحث کے کوئی معنی نہیں۔ تو حاصل شرط مسجد کی مسجدیت کا ابطال اور اس کی زمین کا سڑک میں استعمال اور اس کی حرمت کا اسقاط و ابتذال تھا۔ اسی کی پابندی سے عالم نے یہ اخیر ناشدنی تجویز نکالی۔ جو منظور ہو کر نظیر ہو گئی اور جس نے ہمیشہ کے لئے تمام مساجد ہند کی حرمت بیچ ڈالی۔ اب اس کا اور جزا یعنی رہائی ملزمان کا موازنہ کر لیجئے۔ خاص اشخاص کی قید ضرر خاص تھا اور وہ بھی جسمانی اور وہ بھی منقطع اور مساجد کی بے حرمتی و ابطال مسجدیت اور اس کے خود پیش کرنے، پھر منظور کرنے، پھر اس پر اظہار رضا و مسرت سے ہمیشہ کے لئے اس کا نظیر بننا کتنا سخت ضرر عام تھا اور وہ بھی دینی اور وہ بھی مستمر، اسی کو عالم نے خود کہا تھا کہ شعار اسلام کے ہتک ہونے میں کسی کو شبہہ نہ رہا۔ ایک مسجد کا ضرر ضرر عام ہے کہ مسجد عام مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے، نہ کسی خاص کی اور ضرر عام ضرر خاص سے اقوی اس پر مبنی ہے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و درر وغرر تنویر الابصار و در مختار وغیرہا معتمدات اسفار کا مسئلہ کہ مسجد ضاق و بجنبه ارض لرجل [۱] الخ۔ جب صرف نمازیوں پر جگہ کی تنگی ایسا ضرر مہم سمجھی گئی۔ تو مسجد کی مسجدیت کا ابطال شعار اسلام کا وہ ہتک و ابتذال اور پھر نہ ایک مسجد کے لئے بلکہ قائدہ مستمرہ مساجد کے لئے کس درجہ اشد و اشنع ضرر عام مسلمین و ضرر نفس اسلام و دین ہے۔ عقل و نقل و عرف و شرع کا قاعدہ تو وہ تھا کہ ضرر عام سے بچنے کو ضرر خاص کا تحمل کرتے ہیں۔ اشباہ و النظائر میں ہے۔ یحتمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام [۲] یہاں چند روزہ خفیف ضرر خاص چند اشخاص سے بچنے کو اتنا عظیم ضرر عام و اضرار اسلام مستمر و مدام گوارا کیا۔ اب ہوا اس کے کیا کہیے کہ یلیت قومی یعلمون [۳]

(۳۸) عموم و خصوص ضرر سے قطع نظر آخر اتنا تو عالم کو بھی اقرار ہے کہ اس میں ہتک

---

[۱] فتح القدیر کتاب الوقف فصل اختص المسجد باحکا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۳۵

[۲] الاشباہ والنظائر الفن الاول تنبیہ یتحمل ضرر والخاص لاجل ضرر دفع العام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۱

[۳] القرآن الکریم ۳۶/۲۶

حرمت اسلام ہے۔ پھر کونسی شریعت ہے کہ بعض اشخاص کو قید سے چھڑانے کے لئے مسجدیں بھینٹ چڑھانا اور ان کی حرمتیں پامال کرنا اور اس پامالی کو نظیر مستمر بنانا حلال ہے۔ زید کا باپ بیمار تھا اور بھائی کو زکام۔ ایک بڑا ڈاکٹر جس کے ہاتھ میں اللہ عزوجل نے ان بیماریوں کا یقینی علاج رکھا تھا۔ دور سے اسے سن کر آیا اور آیا بھی کیسا، یہ کہتا آیا کہ میں تمہارے لئے پیام شفالایا ہوں اور خاص تصریحاً برادر و پدر دونوں کا نام لے کر کہا کہ اسے بھی دوا دونگا اور اس کا بھی خاص توجہ سے پورا اطمینان بخش معالجہ کرونگا بایں ہمہ زید نے اپنے وہم خواہ کسی کمپاؤنڈ کے کہنے سے یہ خیال دل میں پکا لیا کہ باپ جب تک زندہ ہے، بھائی کو دوا نہ دی جائے گی۔ لہٰذا بھائی کا زکام جانے کے لئے باپ کر قتل کر دیا۔ ایسی صورت کو کیا کہیں گے۔ یا نہ سہی، یہی فرض کر لیجئے کہ ڈاکٹر نے وہ کچھ کہہ کر خود ہی بھائی کے علاج کو باپ کی موت پر مشروط کر دیا۔ کیا اس صورت میں بھائی کا زکام کھونے کو باپ کا قتل روا ہے؟

(۴۹) استفسار یہ نہ تھا کہ ملزم شرط پر چھوٹے یا بلا شرط، جس کا یہ جواب دیا گیا۔ بلکہ سوال یہ تھا کہ ان کی آزادی کے بعد اور کیا منازعت رہ گئی تھی۔ جسے عالم نے قطع کیا اور کیونکر قطع کی۔ یہاں بھی بعض اصحاب نے استفسارات کو دیکھ کر کہا تھا کہ ان کی حکمت سمجھ میں نہ آئی۔ کس کس غرض سے یہ امور دریافت کئے ہیں۔ ہمارے استفسار دوم کی حکمت اوپر معلوم ہو چکی۔ اس سوم کا فائدہ یہ تھا کہ یہاں دوہی نزاعیں تھیں۔ گورنمنٹ کا ملزموں پر دعویٰ، مسلمانوں کا زمین مسجد پر دعویٰ، گورنمنٹ نے عالم سے مصالحت کی۔ مصالحت یکطرفہ تو تھی نہیں اور رہائی ملزمان کوئی فعل مشترک نہ تھا کہ فریقین نے کیا اور طرفین سے قطع نزاع متحقق ہوا۔ وہ تو تنہا فعل گورنمنٹ تھا کہ خود ہی وہ اسے بجا لائی اور اپنی طرف سے قطع نزاع کی۔ اس کے بعد دوسری نزاع کیا تھی کہ ادھر سے قطع کی گئی۔ لاجرم اس کا جواب یہی تھا کہ گورنمنٹ نے قیدی چھوڑے۔ مسلمانوں نے مسجد چھوڑی۔ ولہٰذا سائل فاضل نے استفسار دوم کی طرح سوم کے جواب سے بھی پہلو تہی کی اور وہ زائد بات لکھ کر اس گول مبہم پر قناعت

فرمائی کہ گورنمنٹ اور مسلمانوں سے مقدمات اور اسکے ضمن میں باہم کشیدگی و منازعت تھی۔ جس کو عالم نے قطع کر دیا۔ سوال تھا۔ منازعت کیا تھی؟ کیونکر قطع کی؟ جواب ہوا کہ تھی اور قطع کی، غرض یہاں کے بعض اصحاب فائدۂ استفسارات نہ سمجھیں۔ مگر سائل فاضل نے خوب سمجھا اور اپنی احتیاط کا حق ادا کیا۔

متعلق جواب استفسار چہارم

قبضہ کی کافی بحث اوپر گزری کہ زمین پر قبضہ دینا نہ ٹھہرا، بلکہ ہوا پر

(۴۰) رہا ممبروں کا کہنا ہم عمارت کی اجازت دیں گے۔ جو قانوناً و عرفاً قبضہ ہے۔

اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں۔ شرعاً راستہ پر چھجا نکالنے پاٹنے کا ہر شخص کو اختیار ہے۔ اگر کوچہ غیر نافذہ ہو۔ تو سب اہل کوچہ کی اجازت سے اور شارع عام ہو، تو سلطان کی اجازت سے بلکہ بلا اجازت سلطان بھی نکالنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ اگرچہ مزاحمت کے بعد اتار دینا واجب ہوگا۔ عالمگیری میں ہے: اراد احداث الظلة فی سكة غير نافذة يعتبر فيه الاذن من اهل السكة و هل يباح احداث الظلة على طريق العامة ذكر الطحاوى انه يباح ولا ياثم قبل ان يخاصمه احد و بعد المخاصمة لا يباح الاحداث ولا الانتفاع و ياثم بترك الظلة كذا فی الفصول العمادية و ليس لاحد من اهل الدرب الذى هو غير نافذ ان يشرع كنيفا ولا ميزابا الا باذن جميع اهل الدرب اضربهم اولم يضر كذا فی الخلاصه [1] اور غالباً انگریزی قانون میں بھی چونگی کی اجازت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ اسے کوئی عاقل راہ یا سڑک کی زمین پر قبضہ نہ کہے گا اور دور کیوں جایئے۔ لکھنؤ میں بام نشینان بازار کی کثرت سنی جاتی ہے۔ شرعاً عرفاً قانوناً کسی طرح وہ دکانوں پر قابض نہیں۔

(۴۱) جواب ایڈریس کا وہ جملہ کہ میں اس کو کچھ وقیع و اہم نہیں خیال کرتا کہ زمین

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الجنایات الباب الحدی عشرفی خیابۃ الحائط، نورانی کتبخانہ پشاور ۶/۴۰

کس کے قبضہ میں رہے گی۔ اس کے سمجھنے میں بہت غلطی کی گئی۔ بحث قبضہ وقیع نہیں، یعنی فضول ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قبضہ کسی خاص کا ہو۔ اس سے ہمیں غرض نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم کسی خاص قبضہ کو ہرگز روانہ رکھیں گے۔ لہٰذا اس کی بحث فضول ہے۔ وہ بات کہ اگرچہ گورنر جنرل لفظ قبضہ کو اپنی زبان سے نہ کہیں۔ معنی اول بتاتی ہے۔ حالانکہ مراد قطعاً معنی ثانی ہے کہ اس کے متصل ہی جواب ایڈریس میں ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک کے استعمال کرنے کے مجاز ہوں۔ یعنی قبضہ عام ہونا ضروری ہے۔ خصوصیت کی بحث لایعنی ہے۔ تو ذکر نفی قبضہ کو نفی ذکر قبضہ پر حمل کرنا صریح مغالطہ یا کھلی غلطی ہے۔ ممبر متعینہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہی قبضہ ہے۔ یعنی اور میں نے مان لیا کہ سالبہ مرادف موجبہ ہے۔ ایسا قبضہ عالم صاحب یا کوئی مسلمان ممبر صاحب اپنے گھر کے لئے بھی گوارا کریں گے۔ یا یہ خاص اللہ عز جلالہ کے گھر کے لئے ہے؟ غرضکہ قبضہ خود ممبر متعینہ کی زبان سے طے کرالیا۔ جی نہیں! بلکہ خود اپنی زبان سے قبضہ کا قضیہ طے کردیا کہ چھت ہماری اور مسجد کی زمین سڑک پر جاری۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

متعلق جواب استفسار پنجم

(۴۲) عالم کی پیش کردہ دوسری تجویز، جس پر فیصلہ ہوا۔ تقریر مذکور عالم میں صرف ان لفظوں سے ہے۔ اس وقت میں نے یہ صورت پیش کی کہ سردست ہم کو دالان کی چھت پر قبضہ دیدیں الخ۔ اس میں کہیں کسی کی ملک نہ ہونے کا تذکرہ نہیں۔ مگر سائل نے اسے ان لفظوں سے بیان کیا تھا کہ بعد رد و قدح عالم کی رائے سے طے پایا کہ سردست ملک اس زمین پر کسی کی ثابت نہ کی جائے، کیوں کہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے، قبضہ زمین پر مسلمانوں کا دلایا جائے۔ اس پر یہ استفسار پنجم تھا کہ کسی کی ملک ثابت نہ ہونے کا قرار داد صرف عالم کے متخیلہ میں رہا یا باتفاق فریقین طے ہوا۔ اس کا یہ جوا ہے کہ زمین کی

ملکیت گورنمنٹ اپنی ہی سمجھتی تھی۔ ممبر سے عالم نے صاف کہہ دیا اور کہلوایا کہ ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اسی واسطے ہم اپنے لئے بھی ثابت کرنے کے درپے نہیں۔ اس جواب میں بہت خلط مبحث ہے ملک کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے۔ اول اختصاص مانع کہ ابتداء اس کے لئے قدرت تصرف شرعی ثابت کرے اور اس کے غیر کو بے اس کی اجازت کے تصرف سے مانع ہو۔ جیسے زید کا مکان زید کی ملک ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ الملک هو قدره يثبتها الشارع ابتداء على الصرف فخرج نحو الوكيل[1]

اشباہ میں ہے: وعرفه في الحاوی القدسی بانه الا ختصاص الحاجز[2] بایں معنی تمام اوقاف علی الصحیح المفتی بہ اور خصوصاً مساجد ہ باجماع امت اللہ عزوجل کے سوا کسی کی ملک نہیں۔ قال تعالیٰ: و ان المساجد لله[3] دوم بمعنی قدرت تصرف شرعی۔ عنایہ میں ہے الملک هو القدرة على التصرف فى المحل شرعا[4] بایں معنی متولی کو مالک اوقاف کہہ سکتے ہیں۔ خزانۃ المفتین وفتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: لو ادعى المحدود لنفسه ثم ادعى انه وقف الصحيح من الجواب ان كان دعوى الوقفية بسبب التولية يحتمل التوفيق لان فى العادة يضاف اليه باعتبار ولاية التصرف والخصومة[5] یہ دونوں معنی خود اسی جواب استفسار میں موجود اول کہا۔ ملک وقف میں کسی کے لئے نہیں ہوتی۔ اس کے متصل ہی اپنے مشیر قانونی کا قول نقل کیا کہ ہماری ملک غصب سے نہیں چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہرگز

---

1. فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ رضویہ نوریہ سکھر ۵/۴۵۶
2. الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارۃ القرآن، کراچی ۲/۲۰۲
3. القرآن الکریم ۷۲/۱۸
4. العنایہ علی حاشیہ فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۵۵
5. فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب السادس فی الدعوی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۳۱

کسی وقت اس حصہ مسجد میں اپنی ملک بمعنی اول کی مدعی نہ ہوئی۔ اس پر یہ کبھی نہ کہا۔ یہ گورنمنٹی زمین ہے۔ تم نے اسے مسجد کرلیا تھا۔ اب گورنمنٹ اسے واپس لیتی ہے۔ بلکہ دعویٰ اگر تھا۔ تو اختیار تصرف کا۔ اس نفی امر طے شدہ میں نہ ہرگز عالم نے کی، نہ ممبر سے کہلوائی۔ نہ صاف نہ ناصاف بلکہ صاف صاف اس کے اس بات پر فیصلہ ہوا کہ یہ امر ضروری ہے کہ عام پبلک الخ

(۴۳) ہر قوم اپنی اصطلاح پر کلام کرتی اور سمجھتی ہے۔ قانون اور اہل قانون کی اصطلاح میں زمین مسجد یا وقف مسجد کو ملک مسجد کہتے ہیں۔ بلکہ اس اصطلاح کا پتا شرع مطہر میں بھی ہے۔ واقعات حسامیہ و خزانۃ المفتیین و فتاوی ہندیہ میں ہے۔ یمکن تصحیحہ تملیکا بالھبۃ للمسجد واثبات الملک للمسجد علی ھذا الوجہ[1] صحیح تو یہ طے کرنا کہ ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے یہ طے کرنا ہے کہ اسے مسجد کی شے نہ مانا جائے اور اب یہ کہنا ضرور صحیح ہے کہ چنانچہ گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔

متعلق جواب استفسار ششم

(۴۴) یہاں سررست کے معنی جس حکمت کے لئے دریافت کیے تھے۔ وہ کارگر ہوئی۔ بتانا پڑا کہ سروست کے معنی ممبر متعلیہ سے صاف کہہ دئے گئے۔ کہ ہم تخلیص شرکت مرور کے لئے ہمیشہ چارہ جوئی کرتے رہیں گے۔ یعنی اس وقت ہماری یا مسجد کی ملک ثابت ہو جائیگی۔ فی الحال کسی کی نہ رکھو۔ تو صاف کھل گیا کہ ملک سے وہی معنی مراد لئے۔ جو اصطلاح قانون ہے یا معنی دوم۔ بہر حال مطلب یہ ہوا کہ فی الحال زمین مسجد کو وقف نہ ٹھہرایا جائے۔ آئندہ ہم کوشش کریں گے۔ کہ وقف قرار پائے۔ ایک اسلامی عالم کہ الٰہی گھر کی حمایت کو چلا ہو۔ اس کے لئے اس سے زیادہ شنیع بات اور کیا ہوگی کہ اپنے مونہہ سے مسجد درکنار سرے سے فی الحال اسے وقف ہی نہ ٹھہرانے کی تجویز پیش کرے۔ رہی آئندہ کی

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۰۷

کوشش، اس کا حال مفصل اوپر گزرا کہ یہ محض نہا نخانہ خیال میں رہا یا کہا اور منظور نہ ہوا۔ اس کا قرار داد ہرگز نہ ہوا اور جو کچھ برائے گفتن تھا، تصفیہ ہوتی ہے، اسے خود منسوخ و ممسوک کر دیا اور اس کا خیال تک مسلمانوں کے دلوں سے چھیل ڈالنے کا پورا ذمہ لیا۔ فاعتبروا یااولی الابصار ۔ ممبر متعینہ نے یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب قانون بن جائے گا۔ تو خواہ نخواہ یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔ جی مسئلہ تو بھی طے ہو گیا اور وہی قانون کے لئے مادہ ہو گیا۔ دیکھو نمبر ۲۶ تا ۳۰۔ ہم اس وقت اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے۔ یعنی مسجد کو مسجد بالائے طاق، وقف بھی نہیں مان سکتے۔ یہ ہے جو عالم نے طے کیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

متعلق جواب استفسار ہفتم

(۴۵) یہاں تک بعض استفساروں کے منشا کو سائل فاضل نے سمجھ لیا اور جواب سے اعتراض یا ابہام کی طرف عدول کیا۔ جیسے استفسار دوم سوم اور باقی میں جواب صحیح کی راہ ہی نہ تھی۔ ان میں طریق اعتزار لیا اور بن نہ پڑا۔ اس ہفتم میں بظاہر منشاء سوال خیال میں نہ آیا۔ منشا یہ تھا کہ عالم نے جس بات پر فیصلہ کیا۔ قطعاً اسی کے اقرار سے خلاف احکام و ہتک حرمت اسلام ہے۔ اب الزام کے لئے تین صورتیں ہیں۔ ایک معافی، وہ صورت جبر و اکراہ شرعی ہے۔ یہ استفسار کی شق اول تھی کہ عالم کو گورنمنٹ نے حکماً مجبور کیا۔ دوم اشتراک کہ الزام تام ہے۔ مگر نہ صرف عالم بلکہ عام مسلمانان ذی تعلق پر جبکہ انھوں نے اس کارروائی کے لئے عالم کو وکیل بنا کر بھیجا ہو۔ یہ دوسری شق تھی یا مسلمانوں نے اپنی طرف سے مامور کیا اور اس میں عالم کا نفع یہ تھا کہ اگرچہ کبیرہ شدیدہ واقع ہوا۔ مگر اوروں کو عالم پر سخت شنیع ملامتیں کرنے کا (جن کی شکایت اس سوال کے ساتھ خط میں آئی) موقع نہ ہوگا کہ وہ خود بھی اس بلا میں مبتلا ہیں۔ سوم عالم و من معہ کا انفراد اور اضرار اسلام میں استبداد، یہ تیسری شق تھی کہ یا وہ بطور خود گیا۔ اس کے جواب میں دو شق اخیر کی صراحتہً اور اول کی ضمناً نفی کی کہ عالم کو عام مسلمانوں نے طلب نہ کیا۔ نہ وہ از خود گیا بلکہ مقدمہ کانپور کے کارکنوں نے باصرار

بلایا۔ یہاں سے ظاہر کہ وہ کارکن عام مسلمانوں کے صحیح نائب مناب نہ تھے۔ ورنہ ان کا بلانا عام مسلمانوں کا طلب کرنا، کیوں نہ ہوتا اور جب ایسے نہ تھے اور معاملہ عام مسلمانوں کا تھا نہ کہ تنہا ان خاص کا۔ تو خاص کے بلائے پر جانا عام کا قائم مقام کیونکر کردے گا۔ تو مآل وہی ہوا۔ کہ خود گیا۔

(۴۶) بالفرض وہ کارکن عام مسلمین کے صحیح قائم مقام تھے یا خود عام مسلمانوں نے عالم کو بھیجا، تو کیا انھوں نے کہہ دیا تھا کہ اصل معاملہ پر پانی پھیر دینا فیصلہ پر ایک نظر میں مسلمانوں سے گفتگو اور عالموں سے مشورہ تک تو صرف تدبیر اول تھی۔ بھیجنے والوں نے اسی کے لئے بھیجا تھا۔ جب ممبر نے اسے نا منظور کیا، عالم کی وکالت ختم ہو چکی۔ اسے اپنی رائے سے ایسی تدبیر حرام و خلاف احکام وہ ہتک اسلام نکالنے اور اسے مسلمانوں کے سر ڈالنے کا کیا اختیار تھا۔ لا جرم اشتراک ہرگز نہیں۔ بلکہ اضرار اسلام میں استبداد ہے۔ پھر ملامت مسلماناں کی شکایت کیوں؟

تبکی المحب و تشکو وھی ظالمۃ　　كالقوس تصمی الرمایا وھی مرنان

(۴۷) عالم نے خود ممبر سے یہ کہہ کر کہ میرا کام مسئلہ بتا دینے کا ہے۔ خدا کے گھر کا معاملہ ہے۔ میرا گھر نہیں۔ اور تقریر عالم میں ہے۔ احکام مذہبی میں کوئی کچھ نہیں دخل دے سکتا۔ اگر رضا مندی نہیں ہوتی۔ حکام کو اختیار رہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنی وکالت کو ختم کر دیا تھا۔ پھر خود رائی کا اسے کیا اختیار تھا۔ اس کا عذر یہ بتایا ہے کہ مگر ممبر متعینہ نے کہا۔ ہم کو تمہاری رائے پر اعتماد ہے۔ ہم علماء کی مجلس جمع نہ کریں گے۔ تم اپنی رائے کہہ دو۔ الحمد للہ، ظاہر ہو گیا کہ اب یہاں سے عام مسلمانوں کا وکیل نہ تھا۔ بلکہ فریق ثانی کا جس نے اس پر اعتماد کیا۔ تو اس کی یہ کارروائی ہرگز مسلمانوں کی نہیں ٹھہر سکتی۔ بلکہ ایک وکیل گورنمنٹ بلکہ ایک وکیل ممبر کی کارروائی ہے۔ جس کا اثر صرف ممبر کی ذات تک محدود ہے۔

(۴۸) علماء سے مشورہ لینے کو ممبر کے سر رکھا جاتا ہے۔ مگر فیصلہ پر ایک نظر کی تقریر تو صاف کہہ رہی ہیں کہ عالم خود ہی اس سے باز رہا اور بالقصد اس سے انحراف اور اپنی ہی رائے پر توکل

کیا۔ تقریر مذکور میں ہے۔ میں نے چاہا کہ عام طور پر علماء سے مشورہ لوں۔ مگر مجھے اکفائے راز کی ذمہ داری اس سے مانع ہوئی ۔ اپنا ذاتی خانگی معاملہ ہوتا، تو ایک بات تھی۔ عام مسلمانوں کا معاملہ اور انہیں سے اخفا گورنمنٹ کا اگر کوئی راز تھا تو کیا ضرور تھا کہ گورنمنٹ کا نام لیا جاتا۔ اس کا کوئی خفیہ ارادہ ظاہر کیا جاتا۔ دربارہ مسئلہ علماء سے استشارہ کہ فلاں صورت کا کیا حکم ہے۔ کونسا افشائے راز تھا۔ شرعی مسئلہ اور خاص حرمت اسلام سے متعلق اور عام مسلمانوں سے اس کا تعلق اور راز کی کوٹھری میں بند۔ بحمد اللہ یہ تو صاف ہو گیا کہ یہ صرف ایک شخص کی شخصی کاروائی ہے۔ جس میں نہ عام شریک، نہ علماء کو خبر۔ ایسی کاروائی جس قابل ہے، ظاہر ہے۔

(۴۹) آگے ممبر کا قول لکھا ہم بالکل گفتگو منقطع کرتے ہیں اور صرف ایک گھنٹے کی مہلت ہے۔ یہاں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ جلدی کی اور مہلت نہ دی اور گھبرا لیا۔ اس لیے ہم نے مسجد نہ ایک مسجد بلکہ ہندوستان کی سب مسجدیں نذر کر دیں۔ اس عذر کی خوبی ظاہر ہے۔ نزاع میں فریق ثانی سب کچھ کرتا ہے۔ گھبرا لینے پر گھبرا جانا کیوں ہوا۔ مہلت کے جواب میں کیوں نہ انھیں الفاظ کا اعادہ کیا۔ جن کی کہنا پہلے بتایا جاتا ہے کہ میرے گھر کا معاملہ نہیں۔ میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا، علماء و مسلمین سے مشورہ لینے کے لئے کافی مہلت ملنا ضرور ہے۔ ورنہ گورنمنٹ کو اختیار ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر دیکھا تو ہوتا کہ آشتی خواہ گورنمنٹ کیا کہتی، حرمت اسلام کیسی برقرار رہتی، حفظ حقوق مذہب میں گورنمٹ کی نا مبدل پالیسی کیا کچھ نفع پہنچاتی۔ وہ امن جس کا پیام ہی لیکر گورنمنٹ کا آنا ہوا تھا۔ کیسا کچھ مبارک رنگ دکھاتی۔ اسی لئے تو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ: التأنی من الرحمن والعجلة من الشیطان [1] والعیاذ باللہ العزیز المستعان اس کے بعد کچھ کہا گیا اس کے فقرے فقرے کا رد اوپر آ گیا و باللہ التوفیق۔

(۵۰) غرض الزامات شرعیہ قطعیہ یقیناً قائم ہیں اور بشدت قائم کبائر شدیدہ عدیدہ کے

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی التانی امین کمپنی دہلی ۲/۲۲

ارتکاب. قطعاً لازم ہیں اور بقوت لازم۔ اس سب پر ظلم بر ظلم برأت کی فکر وکاوش اور اس کاروائی ہتک حرمت اسلام کو صحیح وصواب بنانے کی کوشش ہے۔ حاشا حق طلبی کی یہ راہ نہیں ہے

دانم نرسی بکعبہ اے پشت براہ

کین راہ کہ تو میروی بہ انگلستان ست

نسأل الله العفو و العافية. بلکہ سبیل نجات اس میں منحصر کہ اولاً عالم اور جو جو مسلم اس کاروائی میں شریک تھے۔ سب اس شنیع وسخت فظیع کبیرہ خمیرہ صدہا حرام و ہتک حرمت اسلام سے بصدق دل توبہ کریں۔ رب المساجد جل جلالہ کے حضور خاک مذلت پر ناک رگڑیں۔ اپنے سروں پر خاک اڑائیں۔ سر برہنہ بادل گریاں وچشم بریان اس کے حبیب قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر دست ضراعت پھیلائیں اور ہر ایک کہے اللھم انی اتوب الیک منھا لا ارجع الیھا ابدا. الٰہی میں ان تمام حرکات شنیعہ سے تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ اب ایسا نہ کروں گا۔ ثانیاً بکثرت اخباروں، اشتہاروں میں صاف صاف بلا تاویل اپنے جرائم کا اعتراف اور اپنی توبہ اور اس کاروائی کی شناعت خوب اشاعت کریں کہ جس طرح کہ عالم کے اعتماد پر عوام میں اس کی خوبی کا دند ہند کے گوشہ گوشہ میں مچایوں ہی بچہ بچہ کے کان تک عالم کی توبہ اور اس کی شناعت کا اعلان پہنچے۔ حدیث میں ارشاد ہوا: اذا عملت سیئة فاحدث عندها توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية[1] رواه الامام احمد فی کتاب الزهد والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی الشعب بسند حسن جید عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم. ثالثاً گورنمنٹ کو جو ایسا عظیم مسئلہ غلط باور کرایا ہے۔ جس سے ہمیشہ کے لئے مسجدوں کو سخت خطرہ کا سامنا ہے۔ اپنی تمام ہستی ساری حیثیت پوری کوشش ہمہ گیر طاقت اس کے رفع میں صرف کریں اور شرعی دلائل فقہی مسائل ائمہ کے ارشاد

---

[1] الزہد الامام احمد بن حنبل دار الادیان للتراث القاہرہ ص ۳۵

علماء، کے فتاویٰ بیش از بیش جمع کر کے یقین دلا دیں کہ وہ کاروائی جو پہلے ہم نے بتائی۔ محض باطل وحرام وہتک حرمت اسلام تھی۔ کسی مسجد کی کوئی زمین ہرگز ہرگز راستہ سڑک ریل نہر، غرض کسی دوسرے کام کے لئے نہیں کی جاسکتی۔ مسجد حقیقۃً زمین کا نام ہے چھت اس کا بدل نہیں ہوسکتی۔ نہ ہرگز کسی دوسری زمین یا دس لاکھ روپے گز قیمت خواہ کسی شے سے اسکا بدلنا روا ہوسکے۔ اگر ایسا نہ کیا تو یہ مسجد اور اسکے سواجب بھی کسی مسجد کو عالم اور اسکے ساتھی مسلمانوں کی اس کاروائی سے صدمہ پہنچے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ تابقائے دنیا اس کی ایک ایک بے حرمتی کا روزانہ گناہ عظیم ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوا کرے گا۔ اللہ کی پناہ اس حالت سے کہ قبر میں ہڈیاں بھی نہ رہیں اور ہر ہر لحہ پر ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا [1] کا وبال عظیم دنیا سے قبر اور قبر سے حشر تک پیچھا نہ چھوڑے اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہمیں اس کام کے لئے آدمی نہیں ملتے۔ جیسا کہ یہاں خط میں لکھ کر بھیجا۔ کام آپ کا بگاڑا ہوا ہے۔ آپ پر اس کی تلافی فرض ہے۔ اگرچہ کوئی ساتھ نہ دے۔ بگاڑنے کو آپ تھے۔ بنانے کو کوئی اور آئی۔ اس وقت کا استبداد کہ نہ علماء سے پوچھنا، نہ مسلمانوں سے کہنا۔ اب بھی کام میں لائیے اور اپنی عاقبت بنایئے اور حرمت کعبہ کی الٹی باگی مٹا کر سیدھی دکھایئے۔ راہ یہ ہے اور توفیق اللہ عزوجل کی طرف سے۔ ولا حول ولا قوہ الا باللہ علی العظیم۔

اس میں اپنی ذلت نہ سمجھیے۔ اللہ عزوجل کے نزدیک عزت کہ اس کی طرف رجوع لایئے۔ س کے گھر کی بے حرمتی کرانے سے باز آیئے۔ وہ فرماتا ہے: لم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون [2] مسلمانوں کے نزدیک عزت کہ انکے دین پر تعدی چھوڑی۔ حفظ حقوق مذہب کی طرف باگ موڑی۔ گورنمنٹ کے نزدیک عزت کہ ایسی عظیم حرمت اسلام کی پامالی۔ جو اس کی نامبدل پالیسی کے بالکل مناقض سات کروڑ رعایا کا دل دکھانے والی روش

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

[2] القرآن الکریم ۳/۱۳۵

برطانیہ کو مذہبی دست اندازی کا عیب لگا نیوالی تھی۔ اٹھادی اور جو بات غلط باور کرائی تھی۔ حق و انصاف سے بدلوادی۔ والا مر بیدی اللہ ولا حوہ ولا قوۃ الا با اللہ۔

میں ان صاحبوں خصوصا اپنے قدیمی دوست عالم کو اللہ عز جلالہ کی پناہ دیتا ہوں۔ اس سے کہ انھیں بات کی پچ الٹی راہ دکھائے، معاذ اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم! کی شامت آڑے آئے اور اگر خدانا کردہ ایسا ہوتو علما پر فرض ہے اس کاروائی کا خلاف شرع ومضر اسلام ہونا دلائل ساطعہ سے واضح کریں۔ اوہام خلاف کا رد بالغ فرمائیں۔ اسلامی اخباروں پر فرض ہے کہ ان تحریرات علما کو نہایت کثرت و اہتمام سے شائع کریں۔ ایک ایک گوشہ میں ان کی آواز پہنچائیں۔ اسلامی انجمنوں پر فرض ہے کہ ان کی تائید میں جلسے کریں۔ بکثرت روز ولیوشن پاس کریں۔ گورنمنٹ کو ان کی اطلاعیں دیں۔ مسلمان امرا حکام و اہل وجاہت پر فرض ہے کہ اس استغاثے منتہٰے کو پہنچائیں۔ غرض ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعی جمیل بجالائیں اور بے تکان انتھک جائز کوششیں کر کے اپنی مساجد کو بے حرمتی سے بچائیں۔ ایسا کرو گے، تو ضرور حضرت عزت عز جلالہ سے انشاء اللہ القدیر المستعان کامیاب ہو گے۔ دنیا میں سرخرو آخرت میں مثاب ہو گے کہ وہ فرماتا ہے: وکان حقاً علینا نصرا المؤمنین [1] ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین [2] والحمد للہ رب العالمین [3] و صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا و مولٰنا و ملجان وماونا محمد و الہ وصحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین آمین. کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمد النبی الامی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بحوالہ "ابنۃ التواری فی مصالحۃ عبد الباری صفحہ ۲ تا ۴۰)

---

[1] القرآن الکریم ۲۰۶/۲

[2] القرآن الکریم ۴۷/۳۰

[3] القرآن الکریم ۱۲۰/۹، ۱۱۰/۱۱، ۹۰/۱۲

عزت مآب شریف علی پاشا۔ گورنر مکہ مکرمہ

(۱)

از مکہ مکرمہ

(۱۳۲۳ھ، ۱۹۰۵ء)

سوال کا جواب مختصراً لکھ کر حاضر کیا جاتا ہے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا میدان اتنا وسیع ہے کہ مخلوق سے اس کی وسعت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ صرف خالق ہی جانتا ہے کہ اس کے محبوب کے علم کا میدان کتنا وسیع ہے۔ میری یہ کتاب مذہب اہل سنت و جماعت کے موافق ہے۔ اس وقت مکہ مکرمہ علماء حق سے بھرا ہوا ہے۔ ہر ملک سے علماء کرام آئے ہوئے ہیں۔ ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے میری کتاب سنائی جائے۔ اگر علماء حق اس کتاب کو مذہب اہل سنت کے موافق قرار دیں۔ تو چشم ماروشن، دل ماشاد۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں مسئلہ غلط ہے۔ تو میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے تیار ہوں۔[۱]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(رسائل رضویہ طبع بریلی ص ۲۱۰، ۲۱۱)

جناب شجاعت حسین بیگ صاحب بریلوی، بنگلہ نابالغ، مرزا پور، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۴ر رمضان ۱۳۳۸ھ

وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جس دن تاریخ وقت پر آدمی مالک نصاب ہوا۔

---

[۱] نوٹ: امام احمد رضا اپنی مایہ ناز تصنیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" مکہ مکرمہ میں لکھی، بعد تکمیل شریف مکہ کے دربار میں بھیجی، تو کتاب کے ساتھ یہ دستی خط بھی روانہ کیا تھا۔ کتاب کے نام اور مندرجات سے شریف مکہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا مصنف کتاب بڑے بے نظیر معلوم ہوتے ہیں (شمس مصباحی)

جب تک نصاب رہے، وہی دن تاریخ وقت جب آئے گا اور اسی منٹ حولان حول ہوگا۔ اس بیچ میں جو اور روپیہ ملے گا۔ اسے بھی اسی سال میں شامل کر لیا جائے گا اور اسی حولان کو اس کا حولان مانا جائے گا۔ اگرچہ اسے ملے ہوئے ایک ہی منٹ ہوا۔ حولان حول کے بعد ادائے زکوٰۃ میں اصلاً تاخیر جائز نہیں۔ جتنی دیر لگائے گا، گنہگار ہوگا۔ ہاں! پیشگی دینے میں اختیار ہے کہ بتدریج دیتا رہے۔ سال تمام پر حساب کرے۔ اس وقت جو واجب نکلے۔ اگر پورا دے چکا، بہتر اور کم گیا ہے۔ تو باقی فوراً اب دے۔ اور زیادہ پہونچ گیا۔ وہ اسے آئندہ سال میں مجرا لے۔

آپ پر حولان حول جس دن تاریخ وقت پر ہوتا ہو اسے اس بیچ میں جو یہ روپے ملے۔ سب زکوٰۃ میں شامل کئے جائیں گے۔ وہ چھپن ۵۶ بھی جو بنیت زکوٰۃ علحدہ رکھے۔ اور ان سب کو ملا کر ۱/۴۰ لیں گے۔ ہاں! اس سے پہلے نصاب نہ ہوتا۔ تو جس وقت یہ روپے ملے۔ اسی وقت سے شرعی سال لیتے۔ اور اس وقت آپ نے ادا کئے۔ یا بیش و کم کا اعتبار نہ ہوتا۔ سال تمام پر دیکھئے کہ کیا باقی ہے۔ اتنی کی زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا۔ وہ مطالبات نکلتا یا بیش و کم۔ بقیہ زکوٰۃ وہاں کے مساکین کو دیجئے، حرج نہیں۔

سالے سے اگر نسبی رشتہ نہیں تو رحم میں شامل نہیں۔ دوسرے شہر کو وہ زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں۔ جو ابھی واجب الادا نہ ہوئی۔ حولان حول نہ ہوا۔ اس کے بعد نہیں۔ جتنا روپیہ زکوٰۃ گیرندہ کو ملے گا۔ اتنا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا۔ بھیجنے کی اجرت وغیرہ اس پر جو خرچ ہو، شامل نہ کی جائیگی۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۲۰۲،۳/۱۰)

جناب شمس الدین بیر املٹری کلب گھر، دارجلنگ، آسام

(۱)

از بریلی

۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

فیصلہ انجمن ملاحظہ ہوا۔ اس صورت میں ہرگز طلاق ثابت نہیں۔ انجمن نے محض غلط و باطل و خلاف شرع فیصلہ کیا۔

(۱) اس نے بنائے طلاق بیان زن پر رکھی۔ شمس الدین نے اپنی زوجہ حسینن پر انجمن میں درخواست دی تھی۔ کہ اس کے افعال ایسے ہیں۔ میرا انتظام کر دیا جائے۔ عورت نے جواب میں طلاق دینا بیان کیا۔ مجوزوں نے فیصلہ میں لکھا۔ مدعی علیہا کے بیان سے ثابت ہے کہ مدعی نے اپنی بیوی مدعا علیہا کے سامنے اور اختر علی آبدار و پیر محمد گواہان مدعا علیہا کے رو برو طلاق مختلف اوقات میں تین دفع دے دی ہے۔ انجمن نے جسے مدعا علیہا کہا۔ وہ شرع میں مدعیہ ہے۔ کہ طلاق دیے جانے کا دعویٰ کرتی ہے۔ آج تک کسی نے مدعی کے بیان کو اس کے لئے سند مانا ہے؟ خانگی مثل مشہور ہے۔ باطل است آنچہ مدعی گوید۔ یہ بالکل شرع مطہر کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لو یعطی الناس بدعواھم لا دی ناس دماء رجال و اموالھم [1]

(۲) اس بنائے باطل پر فیصلہ میں لکھا۔ حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہونچ جائے۔ تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن و شوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ شریعت نے ایک سے دو طلاق رجعی تک بلا تکلف زن و شوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے: الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان [2] بلکہ تین طلاق میں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الیمین علی المدعی علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں۔ صورت حلالہ میں ضرور اجازت ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔[1]

پھر یہاں تین طلاقوں کا ثبوت مان لینا بھی محض ناواقفی ہے۔ وہ گواہ اگر طلاق پر گواہی دیں اور وقت مختلف بتائیں۔ تو اگرچہ یہ اختلاف طلاق میں کہ قول ہے موجب رد شہادت نہیں۔ مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ دونوں کی مجموعہ شہادت سے ایک طلاق ثابت ہوگی، نہ یہ کہ جدا جدا دو طلاقیں ثابت ہونگی اور تین گواہ ہوں تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں۔ یہ نرا بے اصل ہے کہ ان میں سے جدا جدا کسی طلاق پر نصاب شہادت کامل نہ ہوئی۔ اور کوئی طلاق تنہا ایک کی گواہی سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

درمختار میں ہے: نصابها لغیرها من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح و طلاق رجلان او رجل و امرأتان۔[2]

(۳) انجمن کے سامنے صرف دو گواہ گزرے۔ ایک پیر محمد خدمتگار ہوٹل روڈ لینڈ دوسرا اختر علی اسی ہوٹل کا آبدار۔ خدمتگاران ہوٹل جن کے متعلق شراب و خنزیر وغیرہما حرام و نجس اشیاء کا خریدنا، بنانا، پکانا، کھلانا رہتا ہے۔ ہرگز عادل شرعی نہیں ہوسکتے اور اگر بالفرض یہ لوگ ثقہ بھی ہوں۔ تو اختر علی خود حبیبن مدعیہ کا باپ ہے۔ اور باپ کی گواہی اولاد کے حق میں مقبول نہیں۔ تو پیر محمد اکیلا رہ گیا اور ایک کی گواہی مقبول نہیں۔

درمختار میں ہے: لا تقبل (ای الشهادة) من الفرع لاصله و بالعکس للتهمة[3] بحر الرائق میں ولوالجیہ سے ہے: تجوز شهادة الا بن

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۰

[2] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۲

[3] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۴/۲

علی ابیہ بطلاق امراتہ اذا لم تکن لامہ او نصرتھا لانھا شھادۃ علی ابیہ وان کان لامہ او نصرتھا لا تجوز لانھا شھادۃ لامہ [1] الخ وقد بسط الکلام و یظھر بھذا ان ھذا ھو اصح یعتمد علیہ لشھادۃ مسائل کثیرۃ عن الجامع الکبیریہ۔

بالجملہ فیصلہ محض بے بنیاد ہے اور طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی۔ ڈگری غلط دی گئی۔ ہاں! اگر واقع میں شمس الدین نے حبیبن کو تین طلاقیں دی ہیں۔ تو عورت اس پر حرام ہوگئی۔ بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اللہ عزوجل جانتا ہے ہر ظاہر و پوشیدہ کو اللہ سے ڈرے اور حق نہ چھپائے۔ (فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۸/۳۰، ۱۲۷)

مولانا طیب عرب مکی رامپور، یوپی

از بریلی

(۱)

۲۰/ جمادی الآخر ۱۳۱۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

فاضل کامل شیخ محمد طیب مکی! میں آپ سے حمد الٰہی بیان کرتا ہوں۔ سلام علیک! خط آیا، مخاطبہ لایا، بعد اس کے کہ ایک زمانہ گزرا اور مدت دراز نے انقضاء پایا اور دوستی نے گمان کر لیا تھا کہ جا چکی یا اب گئی اور ایک خوشی کی بات یہ ہے کہ گفتگو ایک امر دینی میں ہے اور سوال ایک فرض یقینی سے، تو جواب دینا چاہا بامید ثواب و اظہار صواب و ادائے حق، محبت احباب۔

برادرم! اگر آپ اس معاملہ میں قرآن عظیم کی طرف رجوع کرتے، تو مجھ جیسے مقلد کی جانب رجوع کی حاجت نہ ہوتی۔ جیسا کہ کہ آپ اپنے خیال میں قرآن فہمی کے باعث حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ آپ نے نہ دیکھا کہ آپ

[1] بحر الرائق کتاب الشہادات باب من تقبل شہادتہ ایچ ایم کمپنی ۸۰،۸۱/۷

کا رب کیا فرما رہا ہے اور اسی کا قول سچا ہے۔

ترجمہ: ''اور مسلمان سب کے سب تو باہر جانے سے رہے، تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ سے ایک ٹکڑا نکلتا کہ دین میں فقہ سیکھے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے، اس امید پر کہ وہ خلاف حکم کرنے سے بچیں۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فقہ سیکھنا فرض فرمایا اور عام مسلمانوں کو اس سے معاف فرمایا اور مہمل اور آزاد کسی کو نہیں رکھا ہے۔ تو ضرور اہل ہدایت کو تقلید ہی کا ارشاد ہوا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق پر کچھ فرض ہیں کہ چھوڑنے کے نہیں اور کچھ حرام ہیں کہ حرمت توڑنے کے نہیں، کچھ حدیں ہیں کہ جو ان سے آگے بڑھے، ظالم ہوا اور ہلاک میں پڑا، اور ان سب یا اکثر کے لئے شرطیں اور تفصیلیں ہیں۔ جنہیں گنتی ہی کے لوگ جانتے ہیں، اور ان کی سمجھ نہیں۔ مگر عالموں کو تو اہل ذکر سے مسئلہ پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔''

بلکہ آپ اپنی عقل ہی کی طرف رجوع لاتے۔ تو اپنی آئندہ کل کو گذشتہ کل کی طرح پاتے اور میں آپ کی عقل کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس سے کہ ان ہونی، جوڑے یا ڈھٹائی یا چمکتے چاند ماہ تمام سے اندھی بنے۔ اپنی عقل ہی سے پوچھئے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے بندوں پر کچھ ایسے احکام ہیں یا نہیں کہ ابتداً ان کا علم بے غیر تصریح شارع یا اجتہاد مجتہد کے حاصل نہیں، اگر وہ انکار کرے۔ تو واجب الانکار شناعت لائی اور اگر مانے، تو سلامت رہی اور اطاعت لائی، تو اس سے پوچھئے۔ کیا تیرے خیال میں تمام آدمی حلال و حرام و جائز و واجب دین کے جتنے احکام ان پر ہیں سب کے عالم ہیں۔ نصوص شریعت کے معانی کا سب کو احاطہ ہے۔ منصوص سے مسکوت کا حکم پیدا کرنے پر سب کو قدرت ہے۔ پس اگر وہ تعمیم کرے۔ تو یقیناً اندھی ہے اور اس سے باز رہے۔ تو ضرور مہتدی ہے۔ اب اس سے ان کا حکم پوچھئے۔ جنہیں نہ علم ہے، نہ بصیرت، نہ اجتہاد کی قدرت۔ کیا وہ شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دے گئے ہیں، اگر ہاں کہے، تو قطعاً گمراہ ہوئے اور اگر آنکھ کھولے اور بے مہاری سے انکار کرے۔

تو اب اس سے پوچھئے کہ ان کے لئے احکام الٰہی جاننے کی کیا سبیل ہے۔ آیا یہ کہ خود دیکھیں۔ حالانکہ وہ نگاہ نہیں رکھتے کہ اجتہاد کریں۔ حالانکہ وہ قدرت نہیں رکھتے یا یہ کہ ہدایت و ارشاد والے علماء کی طرف رجوع لائیں۔ امور دین میں ان پر اعتماد کریں۔ جو وہ فرمائیں، مطیع ہو کر اس پر کاربند رہیں۔ اگر جواب میں پہلی بات کہی تو یقیناً بہتان اٹھاتی ہے اور نامراد رہی اور اگر اس سے انکار کر کے دوسری طرف پلٹی، تو راہ صواب پر آئی اور جس گمشدہ کا مکان نہ جانتی تھی اس کی ملاقات پائی۔

پھر عجیب بات ہے کہ آپ کا ایسے امر سے سوال۔ جسے آپ جیسا دریافت نہ کرتا کہ مکلف کو تقلید فرض ہونے کا علم اجتہاد سے ہے یا تقلید سے آپ نے قصر کیا اور قصر نہ تھا اور حصر سمجھے، جہاں حصر نہ تھا، کیا آپ کو خبر نہیں کہ بدیہی بات اپنے جاننے میں ان دونوں سے یکسر بے نیاز ہے۔ کیا ہر مسلمان بالبداہۃ ایسے یقین سے، جس میں کسی گمان وتخمین کی گنجائش نہیں، اپنے دین کا یہ حکم نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل کے لئے اس پر کچھ فرض ہیں، کچھ حرام اور کچھ حدیں ہیں، کچھ احکام اور ان میں جو جاہل ہے، وہ اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ جاہل ہے اور یہ کہ جب تک اسے بتایا نہ جائے، خود جان لینے سے عاجز ہے اور خوب جانتا ہے کہ بے عمل کیے چھٹکارا نہیں اور بے علم عمل کا یارا نہیں اور بے سیکھے علم نہ آئے گا۔ تو بداہۃً اس کے ذہن میں خود آجائے گا کہ اس پر ایسے سے پوچھنا لازم ہے۔ جو مسئلہ بتا کر فرماتے اور یہ ہیں ہمارے مولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہوئے اور ان کا ارشاد ہر قول سے زیادہ سچ ہے الا اسالوالحدیث یعنی کیوں نہ پوچھا؟ جب خود نہ جانتے تھے کہ عجز کا علاج تو سوال ہی ہے اور بے شک وہ زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک برابر فرضیت نماز و دیگر فرائض کی طرح علانیہ و ظاہر متواتر ہے۔ بلکہ وہ ہر انسان کی جبلی بات ہے۔ خواہ وہ مومن ہے۔ خواہ کافر ہے۔

لہٰذا ہر گروہ کے عوام کو دیکھو گے کہ اپنے یہاں کے اہل علم و دانش کے پاس آتے اور جنہیں اپنا طبیب سمجھتے ان سے مرض جہل کی دوا پوچھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ یقیناً اپنے دل

سے جان رہے ہیں کہ ہم اسی طور پر اپنے فرض سے ادا ہوں گے، اب ان سے پوچھئے، یہ تقلید سے تھا یا اجتہاد سے، عن قریب تمہیں وہ خبریں لا کر دے گا۔ جسے تم نے توشہ نہ بندھوا دیا تھا یا آپ خود ہی اپنے اس قول کا حال بولئے۔ جو آپ نے مجھے لکھا کہ میں آپ کی طرف آرزو لاتا ہوں کہ مجھے تعلیم فرمائیے۔" اور میں اللہ عزوجل کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ آپ کا سوال کسی باطل کوش سرکش کا سوال ہو۔ بلکہ حق طلب فائدہ خواہ کا سوال ہے۔ تو اب میرے پاس اجتہاد سے آئے یا تقلید سے کہ یہ معاملہ دین کا ہے اور دین میں لہو مفسدوں کا کام ہے۔ تو کسی نہ حکم کے اعتقاد سے چارہ نہیں اور اعتقاد حاصل نہ ہوگا۔ مگر منشاء درست سے اور وہ اجتہاد و تقلید میں منحصر ہو چکا۔

پھر جب کہ آپنے اس تیس برس کی خدمت طلبہ میں دلیل استحباب تقلید کی طرف ہدایت نہ پائی، چہ جائے وجوب! چہ جائے فرضیت قطعیہ یقینیہ، تو اب آپ پر یکساں ہے۔ خواہ آپ کو تقلید کا کوئی حکم معلوم ہو کہ وہ شرعاً حرام یا مکروہ یا مباح ہے۔ یا آپ کو شک ہو یا حکم میں شک ہو اور اس میں بھی شک ہو کہ آپ کو شک ہے۔ بہر حال اس سے مفر نہیں کہ آپ تقلید چھوڑنا اور قرآن مجید سے احکام نکالنا، ہر ایسے عالی جاہل احمق کے لئے جائز جانیں۔ جسے نہ لاغر و فربہ میں تمیز ہو، نہ داہنے بائیں میں، نہ اندھیری پہچانے، نہ روشنی، سایہ، نہ دھوپ کہ اگر ایسا نہ ہوتا، تو ان لوگوں پر تقلید خود واجب ہونے میں کوئی خلش ڈالنا ہو، شک آپ کو پیش نہ آتا، نہ کہ استحباب نہ کہ تقلید سے بچنے کا ایجاب نہ کہ وجوب تقلید کی کسی خاص سند پر جھوٹ یقین اور تمہارے رب کی قسم! یہ تمہیں راست نہ آئے گا۔ مگر دو راہوں میں ایک ہے۔ جو سخت بری راہوں سے ہیں اور اپنے چلنے والے کو نہایت بد مہلکے میں ڈالنے والی ہیں یا تو گمان اس کا کہ تمام لوگ ہر مسئلے میں جس کی انہیں حاجت ہو، اہل اجتہاد سے ہیں، انہیں احکام نکالنے پر دسترس ہے یا یہ کہ تقلید و اجتہاد کے سوا ان تمام احکام پہچاننے کا اور کوئی طریقہ گڑھئے کہ یہ جہال، بے علم بے سیکھے، احکام جان لیں۔

اور میں آپ کو پروردگار مشرقین کی پناہ میں دیتا ہوں کہ آپ ان دونوں ظلموں میں سے کسی کے قائل ہوں اور آپ اگر کسی کینے جاہل کو پائیں کہ ایسا صریح باطل بکتا ہے۔ تو للہ! خدا کو مان کر اس کا ہاتھ پکڑیئے اور علاج دماغ کی طرف اسے ہدایت کیجئے کہ اسے جنون نے آلیا اور جنون طرح طرح کا ہوتا ہے اور دین خیر خواہی ہے اور خیر خواہی پر ثواب ملتا ہے اور طبیب حاذق عاقل زیرک اجمل! اکمل آپ کے پاس موجود ہیں۔ عوام سے درگزر ہے۔ خود اپنے حال سے خبر دیجئے۔ آپ نے ان برسوں میں اللہ کو کیونکر پوجا اور بندوں سے کس طرح معاملہ کیا؟ آیا اجتہاد سے یا تقلید سے اور بہر تقدیر آدمی کو اپنے حال پر خوب نگاہ ہے اگرچہ حیلے کتنے ہی بنائے۔ آپ شروط جتہاد سے پر ہیں۔ اجتہاد پر قادر ہیں یا عاجز و خالی ہیں بر تقدیر اخیر آپ کیا اور آپ کی حقیقت کتنی کہ آپ پر تقلید واجب نہ ہو؟ کیا ایسے کے لئے اجتہاد جائز ہوگا۔ جو عاری بے عقل متزلزل ہالک سخت عاجز ہو۔ تو یہ دور کی گمراہی ہے یا احکام پہچاننے کیلئے کوئی نئی راہ اور ہے اور آپ ہیں کہ خود اجتہاد و تقلید میں اس کا حصر کر چکے ہیں۔ بر تقدیر اول کیا آپ کو علوم شرعیہ کے تمام اصول و فروع کی شاخوں میں اجتہاد پہنچتا ہے یا کسی میں پہنچتا ہے اور کسی میں نہیں، بر تقدیر اخیر جس میں آپ مجتہد ہیں۔ اس کی تعیین کیجئے اور جس میں آپ مجتہد نہیں۔ اس میں اپنی راہ بتایئے اور بر تقدیر اول بلکہ وہی خواہ مخواہ ماننی ہے۔ اس لئے کہ اگر تمام مواد میں آپ کے لئے اجتہاد حلال نہ ہوتا۔ تو بعض فنون میں ضرور تقلید واجب ہوتی اور یہ برس کے برس اس کی طرف ہدایت پانے سے خالی نہ جاتے۔ تو اب اسے امام مالک کے قریب امام شافعی کے رقیب اپنی پونجیاں دکھایئے اور تھیلی کھولئے، فقہی مسائل اجتہادی کی دس گڑھی ہوئی صورتیں لایئے۔ جن کا حکم خاص آپ نے استباط کیا ہو۔ جس کی بنا کے ظاہر و

ل حاذق الملک حکیم محمد اجمل خان مرحوم دہلوی کی ذات گرامی مرد ہے جن کے بزرگ باپ دادا سے اعلیحضرت قدس سرہ کے خصوصی مراسم تھے، مکتوب الیہ ایک مدت تک حکیم صاحب مرحوم کے وظیفہ خوار رہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (محمود احمد قادری)

باطن و اول و آخر و جرح و تعدیل و تفریع و تاصیل کسی بات میں آپ دوسرے کی سند نہ پکڑیں، ابھی ابھی حق ظاہر ہوا جاتا اور دھوکا زوال پاتا ہے اور دیکھو تمھیں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں فریب نہ دے۔ وہ بڑا فریبی اور مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ میرا بیان آپ نے حضورِ قلب سے کان لگا کر سنا۔ تو راہ پا لئے ہوں گے۔ میرا کلام نفس تقلید کی محض ذات میں تھا اور اس میں کوئی اثر کسی قید کا نہ تھا، تو خاص کسی نوع کی تعیین سے سوال کے کوئی معنے نہیں اور جس کلام کا مطلب صاف تھا، کوئی اجمال نہ تھا، اس کی شرح چاہنا کیا رہا، یہ مکلف بہتر کو چھانٹنے یا مختار ہے، یہ دوسری بحث ہے اور اس میں کلام مشہور و معروف ہے اور ان دو کے لئے مسئلہ التزام میں تیسرا اور ہے اور سب اس مطلب سے باہر ہیں۔

تو دیکھو! خبردار کلام کو خلط نہ کرنا اور بات کو اس کے سلسلے سے باہر نہ لے جانا اور آپ پر انصاف لازم ہے کہ وہ بہترین اوصاف ہے۔ پس اگر آپ دیکھیں کہ یہ جواب جو آپ کی خواہش پر آیا اور اس نے خود پہل نہ کی، یہی سیدھا راستہ ہے، جب تو آپ کی طبع سلیم و دوستی قدیم سے اسی کی امید ہے۔ ورنہ میں اپنے اور آپ کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ آپ تحقیق کے ساتھ مکابرہ کریں یا دوست سے قطع دوستی اور اگر نہ مانئے تو میں ایسا نہ کروں گا اور کیا عجب کہ آپ کو کوئی ایسا مل جائے۔ جو آپ ہی جیسا برتاؤ کرے، نہ مکابرے سے جھجکے، نہ قطع محبت سے ڈرے اور اللہ ہادی ہے اور دونوں جہان میں اسی کے لئے حمد اور اللہ کی درودیں ہمارے سردار مولیٰ و پناہ و امن آغازِ خلقت و انجامِ رسالت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، جنھوں نے ماہروں کے واسطے اجتہاد شروع کیا اور کوتاہ دستوں کو ان کی تقلید کا حکم دیا اور ان کی پاکیزہ آل اور غلبہ والے اصحاب اور مجتہدین ملت اور خوبی کے ساتھ قیامت تک ان کے مقلدین پر اللہ کی برکتیں اور اس کا سلام ہمیشگی والوں کی ہمیشگی تک، آمین آمین۔

فقیر احمد رضا قادری بریلوی

(۲)

از بریلی

۲؍شعبان ۱۳۱۹ھ

بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسوله الکریم

جو کان رکھتا ہو۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کی خوبی، نعمت سے سنے، اسی کے وجہ کریم کے لئے وہ حمد ہے جو ہمیں بس ہو اور باذن الٰہی ہمیں ہر مرض سے شفا بخشے اور باحسان ربانی ہمیں ہر آفت سے بچائے اور بفضل خداوندی ہمیں ہدایت و یقین زیادہ فرمائے اور صلوٰۃ وسلام ہمارے والی، ہمارے ولی، ہمارے ہادی، ہمارے شافع، ہمارے شافی، جو ہم پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں۔ تمام جہان میں سب سے بڑے نائب خدا ہیں ہم پر اور تمام آئندہ مخلوق اور گزشتہ خلقت سب پر والی و حاکم ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر کہ روشن کامیابی سے کامیاب ہیں اور ان کے اولیاء پر کہ ان کے حکم سے قابو پا کر عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان سب کے صدقے میں ان کی برکت سے ہم پر اللہ کی مہر آمین کہنے والے پر۔

بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو، خط آیا اور دل دوستاں نے سرور پایا کہ اس سے قبول حق صاف پیدا تھا اور ایک اور مسئلے سے پردہ کشائی کی درخواست تھی اور خردمندوں کا یہی دستور ہے کہ پیاسے ہوں۔ تو دریائے عظیم کے گھاٹ پر آتے ہیں کہ آپ سیراب ہوں اور جسے ہلاک ہوتا ہوا دیکھیں، اسے سیراب کریں۔ میں نے چاہا اور خود یہی مجھے سزاوار تھا کہ فوراً جواب دوں۔ اگرچہ تپ کو میرے بدن سے قرب تھا اور کمر میں درد کہ مدتوں رہا اور اچھا ہوا اللہ چاہے تو گناہوں کا کفارہ تھا اور ابھی اس کا بقیہ جانے کو باقی ہے۔ اتنے میں خبر ملی کہ خط آرندہ پلٹ گیا اور غائب ہوا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ کون تھا اور کہاں واپس گیا۔ یہاں تک کہ میرے برادر مونس سرور قلب حکیم خلیل اللہ خاں صاحب کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کا نگہبان ہو، آئے تو میں نے ان کی معرفت جواب بھیجنا چاہا کہ ایسے خطوط میں مجھے یہی پسند ہے کہ کسی

کے ہاتھ ہی مرسل ہوں اور ہم ہر معاملے میں اپنے رب ہی کی مدد چاہتے ہیں، ہاں بیشک میں نے کہا اور اب کہتا ہوں کہ میرا وہ کلام جس سے سوال ہوا، بے کسی تخصیص کے محض تقلید میں تھا۔

مگر برادرم! کیا کسی مطلق پر حکم ایسی کسی شے سے نفی بتاتا ہے۔ جو اس کے احاطہ میں داخل ہے۔ تو قطع نظر اس سے کہ آپ کے اس سوال تازہ کا شاید کوئی صحیح منشا نظر ہی نہ آئے۔ وہ کلام اگر بالفرض مشعر ہوگا، تو خاص نفی فرضیت کا۔ کیسی فرضیت، جو یقین کے لئے پسندیدہ ہے۔ تو یہ وجوب کی طرف کود جانا کیسا؟ اور ہاں! یہ ہیں آپ سلیم طبیعت والے، خود آپ کی خالہ کریمہ کا بھانجہ ظاہر کر چکا کہ واجب و فرض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بلکہ یہ روشن کر چکا کہ فرض دو قسم ہے علمی و عملی اور یہاں گفتگو علمی میں، تو اب کیا وجہ ہے کہ میں اسے پاتا ہوں کہ پہچان کر ناشناسا ہوتا ہے اور خود خبر دیکر بھول جاتا ہے اور اگر آپ اسے فرضیت قطعیہ سے تاویل کریں۔ تو خاص نوع میں ہوگا۔ اس کا کوئی قائل نہیں۔

ہاں! گذشتہ بحث میں آپ پر حق واضح ہو گیا ہے کہ تو تقلید مطلق کی فرضیت کا اعلان دیجئے کہ آپ جیسے کو حق کا اقرار زیادہ سزاوار ہے۔ پھر اگر آپ چاہیں کہ جہاں آئے وہاں سے حق کے ساتھ پلٹے۔ تو اولاً ان امور کا جواب دیجئے، جو میں نے سوال کئے اور آپ نے جواب نہ دئے۔ اس میں آپ کا عمل کیوں کر رہا اور آپ اس میں اپنا مرجبہ واقتدار کہاں تک جانتے ہیں اور اس کے سوا اور سوالات جو نامہ اول میں نے بہ تفصیل لکھے، پھر جبکہ آپ برادران علم سے ہیں اور خود اپنے منہ سے تیس سال سے اس کے خادم رہے ہیں۔ تو یہ تو آپ پر گمان نہ ہوگا کہ آپ عمل ہی نہیں کرتے یا عمل کرتے ہیں۔ تو اس طرح کہ اس کی راہ کے حکم سے غفلت و خواب میں ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ابنائے زمان اس مسلک میں ایک حال پر نہیں، بلکہ کوئی کفر کہتا ہے۔ کوئی حرام، کوئی جائز، کوئی واجب، کوئی تخییر کی راہ چلتا ہے، کوئی تخیر کی، کوئی مطلق کہتا ہے، کوئی چار اکابر میں محصور کرتا ہے، کوئی تلفیق مانتا ہے، کوئی اسے فسق بتانے کی طرف جھکتا ہے، کوئی کہتا ہے، مختلف اعمال میں جائز ہے، نہ ایک میں، کوئی عمل کے

بعد رخصت دینا، کوئی منع کرتا ہے، تو یہ متعدد مواضع ہیں اور لوگوں کے لئے ان سب میں مختلف راہیں مختلف ماخذ ہیں اور جو حق کے طالب اور جدال سے مجتنب ہو، تو ظاہر ہے کہ ان سب کے ساتھ گفتگو ایک روش پر نہیں۔

ثانیاً ان تمام مواضع میں اپنا مسلک معین کیجئے کہ آپ سے اسی روش پر کلام ہو۔ اس کے بعد اپنے بھائی کے پاس طلب فائدہ کے لئے آیئے، نہ حملہ آور ہٹ دھرم بن کر۔ اور اس کے ہاتھ میں نرم ہو جایئے اور جدھر وہ کھینچے، کھنچ جایئے۔ جو کچھ پوچھے بتایئے۔ جہاں لے چلے، قصد کیجئے اور قریب ہو جایئے تو قسم ہے کہ وہ اپنے رب کی مدد سے آپ کو سیدھا لے جائے گا اور آپ کو آہستہ آہستہ چلائے گا۔ یہاں تک کہ منزل ہدایت پر کھڑا کردے گا اور بے شک بارہا ابتداء میں اس کے بعض مقصد پہچان میں نہ آئیں گے، پھر انجام کار اس کی خوبی مورد کی حمد ہوگی تو جو طالب حق ہو۔ تو راہ یہ ہے کہ اور اللہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کام بنانے والا۔

رہا عالم تصرف میں اولیاء سے آپ کا سوال اور آپ کا اقرار کہ اس کے معانی سے آپ وہی ناخوش سمجھتے ہیں، جو آپ کے علم میں ہے۔ اگر سپرد کر دینے سے آپ کی وہ مراد ہے۔ جو مالک امر کو معطل کر دینے کی موجب ہو۔ (معاذ اللہ!) جیسے دنیا کا کوئی بادشاہ کسی کام کی باگیں ایک امیر کے سپرد کر دے تو اس میں اس امیر کے احکام نافذ رہیں گے اور خاص خاص وقائع میں احکام شاہی کے محتاج نہ ہوگے۔ بلکہ جو نیا پیدا ہوا اور جو پیش آیا۔ بادشاہ کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی اور ایسے ہی سپاہی و وزیر سے وہ مراد ہو جو بادشاہ کی اعانت و یاوری کرے۔ اس پر سے بعض بوجھ اور بار اٹھا لے۔ بعض کاروشغل میں جن کی بادشاہ کو فکر تھی۔ اسے مدد دے کر فائدہ پہنچائے۔ تو بیشک ناخوش وقبیح ہے، نہ صرف ناخوش بلکہ سخت ہولناک کفر ہے اور خدا کی پناہ کہ اس کا وہم گزرے، مسلمان بلکہ کسی کافر کو بھی۔ جبکہ خدا کو ایک جانتا ہو۔ اس تقدیر پر آپ کا ناخوش جاننا ایک ایسے معنی باطل کی طرف راجع ہے۔ جسے بے اصل وہم نے گڑھ لیا۔ مسلمانوں میں نہ اس کا وجود، نہ نشان اور جو مسلمانوں پر بدگمانی کرے، وہ جھوٹا اور بدکار

ہے اور اگر آپ کی مراد یہ ہو (میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ آپ کی مراد ہو) کہ ناخوش یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے گرامی بندوں سے ایک گروہ کو شرف بخشے، انہیں عالم میں تصرف کا اذن بغیر اس کے کہ لوگ اس کے ملک میں بے اس کے چاہے کچھ ہو سکے یا اس کے غیر کے لئے زمین یا آسمان میں کوئی ذرہ بھر ملک ہو یا کسی قدر معطل ہونے یا بوجھ اٹھانے یا بار ہلکا کرنے کا وہم گذرے، جسے اس پاک بے نیاز نے جبریل و میکائل و عزرائیل وغیرہم مقربان بارگاہ عزت علیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کو بوندوں اور بارش اور کھیتی اور روئیدگی اور ہواؤں اور لشکروں اور زندگی اور موت کی تدبیر اور ماؤں کے پیٹ میں بچوں کی تصویر اور خلق کے لئے روزی آسان اور حاجتیں روا کرنے اور ان کے سوا اور حوادث و کائنات کا اذن دیا ہے اور وہ قطعاً یقیناً اپنے آپس میں مختلف مرتبوں پر ہیں۔ جسے اس کے رب نے جو مرتبہ بخشا ہے بادشاہ وزیر و سپاہی و امیر تو یہ بات بے شک مسلمان کے کہنے کی ہے اور یہ ہے اللہ کا کلام فیصلہ کرنے والا ارشاد اور عدالت والا حاکم کہ فرما رہا ہے۔

قسم ان کی، جو کاموں کی تدبیریں کرتے ہیں۔ اے ہمارے رسولوں نے وفات دی۔ تو فرما، تمہیں ملک الموت وفات دیتا ہے۔ جو تم پر مقرر فرمایا گیا ہے اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان، آدمی کے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ خدا کے حکم سے جب وحی بھیجتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو تم ثابت قدمی بخشو ایمان والوں کو، بے شک وہ ایک عزت والے زبردست رسول کی بات ہے کہ مالک عرش کے جس کی عزت ہے وہاں اس کا حکم چلتا ہے امانت والا ہے، میں تو یہی تیرے رب کا رسول ہوں کہ میں تجھے ستھرا بیٹا عطا کروں، بیشک میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں، اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین پر نائب کی، بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو قابو میں کر دیا، پاکی بولتے ہیں۔ پچھلے دن اور سورج چمکتے اور پرندوں کو مسخر کر دیا کہ گروہ کے گروہ جمع کئے ہوئے۔ سب اس کی طرف رجوع لاتے

ہیں۔ تو ہم نے سلیمان کے قابو میں ہوا کو کر دیا کہ سلیمان کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے جہاں وہ چاہے اور مسخر کر دے۔ ہر راج اور غوطہ خور اور بندھنوں میں جکڑے ہوئے۔ یہ ہمارا دین ہے، تو چاہے دے چاہے روک رکھے۔ بے حساب میں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اچھا کرتا ہوں اور میں مردے جلا دیتا ہوں خدا کے حکم سے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو قابو دیتا ہے، جس پر چاہے انہیں غنی کر دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے ہمیں خدا بس ہے۔ اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کہ رسول، اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور ان کا جو تم میں کاموں کے اختیار والے ہیں اور اگر اسے لاتے رسول کے حضور اور اپنے ذی اختیاروں کے سامنے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے وہ جو ان میں بات کی تہ کو پہنچ جانے والے ہیں۔

تو اب علمی راہ سے کہئے اس میں آپ کو کیا برا لگتا ہے اور میں نے آپ کو جب دیکھا تھا عاقل غیر سفیہ ہی پایا تھا اور اللہ ہادی اور نعمتوں کا مالک ہے اور بندۂ ضعیف کی اس باب میں ایک کتاب[1] جامع نافع مستطاب ہے کہ ہدایت چاہنے والے کو راہ حق دکھاتی ہے اور تباہی میں گرنے والے کو ہلاک کرتی ہے بحکم الٰہی زیر طبع ہے۔ میں نے "الامن والعلی لنا عتی المصطفٰے بدافع البلاء" اس کا نام اور "اکمال الطامه علیٰ شرك سوی بالامور العامه" لقب رکھا ہے۔ اس میں ساٹھ آیتیں اور تین سو احدیثیں پایئے گا۔ کہ طیب کو خبیث سے جدا کرتی ہیں اور جو آیتیں اس وقت میں نے تلاوت کیں، عاقلوں کو وہی کافی ہیں اور اللہ ہی کیطرف سے ہدایت اور حفظ و نگہبانی ہے اور سب تعریفیں اللہ کو

---

[1] اعلیٰ حضرت حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی تصانیف کا یہ عام انداز ہے کہ وہ پہلے قرآنی آیات اور احادیث استدلالاً پیش فرماتے ہیں، پھر اقوال ائمہ کبار، یہ کسی معمولی عالم کا کام نہیں۔ ایسے جلیل القدر محدث و مفسر کے بارے میں دیوبندی جماعت کے مشہور مبلغ اور اہل قلم مولانا ابوالحسن علی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کا یہ انداز فکر بھی ملاحظہ ہو: وقیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر (نزہۃ الخواطر جلد ششم) جب ندوی صاحب جیسے عالمی داعی الی اللہ کی علمی دیانت کا یہ عالم ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا) (شمس مصباحی)

آغاز وانجام میں اور اللہ کی درودیں والیٔ اعظم و مولائے اکرم و حاکم اقدم اور ان کے آل و اصحاب پیشوایان امت اور ان کے اولیاء پر ان کے حکم سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کے صدقے میں ہم پر اور اللہ کی برکت اور سلام، آمین

فقیر احمد رضا البریلوی عفی عنہٗ

(۳)

از بریلی

۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد حمد و صلاۃ یہ چوتھا مہینہ ہے کہ میں نے خط بھیجا اور آپ نے جواب نہ دیا اور یہ خط بھی پہلے کی طرح جسے پانچ مہینے گزرے ہیں، روشن و تاباں سوالات دینیہ پر مشتمل تھا۔ آپ نے نہ اس کا جواب دیا نہ اس کا۔ حالانکہ یہ سلسلہ آپ نے شروع کیا تھا، میں آپ کو چند دن کی اور مہلت دیتا ہوں کہ جتنے سوالات ہیں۔ سب کے مفصل جواب دیجئے۔ اگر روز پنجشنبہ کہ اس نفیس مہینے کی ہوگی، گزر گئی اور آپ کی طرف سے سوالات کا جواب نہ آیا تو ظاہر ہوگا کہ آپ نے دروازہ بند کر لیا اور دفتر لپیٹ دیا اور قلم خشک ہو جائے گا جس بات پر عنقریب خشک ہونے والا ہے اور اللہ ہی کے لئے اول و آخر میں حمد ہے اور چمکتی درودیں اور گرامی تحیتیں ہمارے مولیٰ اور ان کے اصحاب وآل طاہرین پر آمین۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(۴)

از بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو خط آیا اور جواب نہ آیا اور جہالت کی باتوں اور گالی گلوچ کی

مجھے فرصت نہیں اور اس خط کا عالم ایجاد میں آنے سے دو دن پہلے یہاں پہنچ جانا، سخت تعجب کا اچنبھا ہے اور ہنوز آج سے کل تک آپ کے لئے روز موعود کا وقت باقی ہے۔ اگر وہ گزر گیا اور جواب نہ آیا۔ تو معلوم ہوگا کہ آپ کا دروازہ بند ہے اور اللہ تعالیٰ کے درود و سلام و برکات صاحب مقام محمود اور ان کے آل واصحاب نور و سعادت والوں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو گناہ بخشے اور اپنے بندوں سے محبت فرمائے۔ فقط

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

(۵)

از بریلی

۱۱/ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد حمد و صلوٰۃ بلا شبہ کل آپ کا روز موعود گزر گیا۔ بلکہ آج روز مبارک و ہمایوں جمعہ اور زائد ہوا اور آپ کی طرف سے کچھ جواب نہ آیا، تو پردہ کھل گیا اور مخاطبہ تمام ہوا اور سب خوبیاں اللہ کریم بہت عطا فرمانے والے کو اور آپ سے آپ کچھ پذیرانہ ہوگا۔ مگر اس حق وصواب کے لئے مطیع ہونا جس کی طرف ہم نے آپ کو ہدایت کی اور سب تعریفیں اللہ بالا و بے غرض بخشندہ کو اور درود و سلام سب سرداروں کے سردار محمد اور ان کے آل و اصحاب معززین پر آمین۔ فقط [1]

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

[1] نوٹ: یہ پانچوں خط "اطائب الصیب علی ارض الطیب" مطبوعہ بریلی سے ماخوذ ہیں۔ اصلی خطوط عربی میں ہیں۔ یہاں ان کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ (شمس مصباحی)

ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین صاحب محلہ شاہ گنج، عظیم آباد، پٹنہ، بہار

(۱)

از بریلی

۳۰ رجمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ۔ اے میرے لڑکے! اللہ تعالیٰ قیامت تک تمہاری حفاظت فرمائے اور ہمیشہ تمہیں دین کی کامیابی عطا فرمائے!! تو نے مسئلہ کی تدقیق پیش کی اور اس کا عمل دکھایا اور تحقیق سے منہ موڑا ہے اور اسے چھوڑ دیا۔

اوّلاً: اس لئے کہ واحد (ایک) محققین کے نزدیک عدد نہیں ہے اور ہمارے اصحاب حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ نے "طالق کم شئت" میں جو تقریر فرمائی ہے جیسا کہ "فتح القدیر" وغیرہ میں ہے، تو یہ عرف پر مبنی ہے۔

اقول: اس دعویٰ پر قطعی دلیل یہ ہے کہ عدد کم ہے اور کم عرض ہے۔ جو لذاتہٖ تقسیم کو قبول کرتا ہے اور ایک میں کسی شئی کو فرض کیا جانا اور کسی شئی کو فرض نہ کیا جانا محال ہے۔ ورنہ تو متعدد ہو جائے گا اور واحد واحد نہ رہیگا۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں تحلیل ان اجزا کی طرف ہوتی ہے۔ جن سے شئی کی ترکیب ہوتی ہے۔ اگر منقسم ہو جائے۔ تو شئی دو ہو جائے گی۔ نہ کہ واحد اور واضح تر لفظوں میں یوں کہا جائے۔ جس سے کچھ کہنے کی گنجائش نہ رہے۔ کہ یہاں انقسام وحدات کی جانب نہیں ہے اور وحدت کے لئے محال ہے۔ وہ وحدتیں (دو وحدت) ہو جائے، ورنہ تو وہ وحدت نہ ہوگی۔ بلکہ کثرت ہو جائے گی۔ وانقلاب لازم آئیگا۔ اگر دو وحدت ہو جائیں، تو وہ دو وحدت ہوں گے۔ جن کو وحدت اعتباری سے اخذ کیا گیا ہے۔ تو پھر یہ دو ہو گئے، نہ کہ ایک۔

مختصر عبارتوں میں یوں کہہ لیجئے کہ یہاں تو صرف وحدات محضہ ہے۔ تو واحد ایک وحدت ہے اور دو دووحدت ہیں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ اور وحدت کے لئے بعضیت بالکل ہی متصور نہیں رہے۔ کسر مثلاً ۲/۱ کا معنی واحد حقیقی کے دو جزء میں سے ایک جز نہیں ہے۔ بلکہ

وحدت اعتباری کے دو جزء میں سے ایک ہے یعنی ان دو میں سے ایک ہے، جن کو یک فرض کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے رسالہ ''ارتماطیقی'' میں اس کی تحقیق کی ہے۔

ثانیاً: تو اس لئے کہ صفر ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی عدد کا حاشیہ بنے۔ کیونکہ یہ تو محض سلب ہے۔ کیونکہ صفر نام ہے خلو مرتبت کا۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ یہاں پر کوئی چیز ہے۔ جس کو صفر کہا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہاں کوئی چیز بالکل ہے ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ صفر کو عدد سے گرا دینے کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی عدد سے ملا دینے کا۔ جیسا کہ تو نے بیان کیا اور اگر صفر کوئی چیز ہوتا تو محال تھا کہ وہ شئی ہو اور شئی نہ ہو یا کسی ایسی شئی کے ساتھ شئی ہو، جو خود اس شئی کے مساوی ہے۔ تو کل اور جز مساوی ہو جائیں گے۔ بلکہ کل کا کل اور جز کا جزء مساوی ہو جائے گا۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ اس سے تیسری وجہ بھی ظاہر ہو گئی۔ وہ یہ کہ صفر مثلاً دو کے ساتھ مثلاً دوشئی کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی شئی ہے اور صفر کو عدد کے ساتھ جمع کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی شئی کو جمع نہ کیا جائے۔ تو واحد (ایک) حاشیتین کے مجموعے کا نصف نہیں ہے بلکہ حاشیہ واحدہ کا نصف ہے۔

رابعاً: اگر یہ گنجائش نکالی جائے کہ عدم حاشیہ ہے۔ تو وہ عدم جو کسی معین شئی کی طرف مضاف ۱/اور ۲/ اور ان کے علاوہ بدرجہ اولیٰ حاشیہ ہوگا۔ تو صفر بھی عدد ہو جائیگا۔ کیونکہ حاشیتین میں سے ایک واحد ہے اور دوسرا یا ان دونوں کا مجموعہ صفر ہے۔ اس کا نصف بھی صفر ہے۔ اور اس کا مجموعہ کے مثل ہوں اس کے نصف ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ یقینی طور حساب میں معتبر ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ۲۰/ نصف ۱۰/ ہے اور محدود کے صدق کے لئے حد کا صدق کافی ہے۔ اگرچہ اس پر اس کے ما سوا بھی صادق آئے اور صفر کی عددیت تو بداہت عقل سے باطل ہے۔ کیونکہ عدد شئی ہے اور صرف شئی نہیں ہے۔

خامساً: اگر ہم ان سب سے نیچے اتر کر یہ تسلیم بھی کر لیں۔ یہ مان بھی لیں کہ صفر بھی عدد ہے تو تدقیقی نقض وارد ہونے کی وجہ سے مقصد سے الٹی ہو جائے گی۔ کیونکہ مراد

تقسیم کل کو توافق کی طرف لوٹانے کی نفی ہے اور اس وقت یہ محال ہے۔ کیونکہ صفر کو جب بھی ایک کے ساتھ یا کسی بھی عدد کے ساتھ قیاس و لحاظ کیا جائے۔ تو ممکن نہیں ہے کہ تیسرا ان دونوں کو فنا کر دے۔ کیوں کہ صفر کو صفر ہی فن کرتا ہے۔ اور صفر کو صفر ہی فنا کرتا ہے تو صفر اور اس کے ماسواء ہر عدد متبائن ہونگے اور ان دونوں کے درمیان باقی ہر دو عدد متوافق ہونگے۔ تقسیم ضروری ہوگی اور انکار ختم ہو گیا اور جس سے فرار تھا، اس میں پڑنا لازم ہوگی۔ رہا آپ کا یہ کہنا ''یا تو دونوں عدد کو ایک فنا کر دے گا، تو متباکان ہے اور ان دونوں کے مثل کوئی عدد کرے، تو متماثلان ہے، تو آپ کیا کہیں گے؟ ایک کو ایک کے ساتھ رکھنے کی صورت میں کیا دونوں متبائن اور متماثل ہیں بیک وقت۔ بلکہ یوں کہیئے اگر ان دونوں کا مثل ان کو فنا کر دے۔ تو تماثل ہے۔ یا ان میں سے ایک کے مثل فنا کر دے، تو تداخل ہے یا نہیں اور اگر فنا کرنے والا ایک سے اوپر کا عدد ہو تو توافق ہے یا ایک ہو، تو بتاین ہے اور یہی ہے اس ترتیح کا معنی، جو آپ نے اس سے پہلے بیان کیا اور وہ جو آپ نے اس سے پہلے اپنی ایک کتاب کا تذکرہ کیا تھا اور اس کی صحت کا سوال کیا تھا۔ کہ دو عدد اگر اس طرح ہوں کہ ان میں کا ایک بعینہ دوسرا ہو، تو تماثل ہے، ورنہ اگر چھوٹا بڑے عدد سے ایک یا چند بار کم کیا جائے چاہے ایک جانب سے یا دونوں جانب سے تو اگر تماثل تک منتہی ہو تو تداخل ہے یا ایک تک منتہی ہو تو تباین ہے۔ ورنہ توافق ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ نہایت تداخل میں ختم ہونے کی صورت ہے نہ کہ اصغر کے مثل باقی رہنے کی طرف ہے۔ تو ایسا نہیں ہے کہ اگر ۴ر کو ۲۰ر سے چار مرتبہ گرایا جائے۔ تو اصغر کے مماثل بن کر چار باقی رہ جائے گا۔ بلکہ پانچ بار گرایا تو کچھ باقی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ یہ بات تقسم سے سمجھ میں آتی ہے اور جب ہم ۲۰ر کو ۴ر پر تقسیم کریں تو حاصل قیمت ۵ر ہوگا اور کچھ نہ بچے گا، نہ یہ کہ ۴ر حاصل قسمت ہوگا اور چار باقی رہے گا۔ بلکہ کل میں نہایت ختم ہونے تک ہے۔ کیا آپ کی نظروں سے یہ مخفی ہے کہ آپ نے کل میں پورا پورا تقسیم کرنے کا ذکر کیا اور پوری پوری تقسیم ختم کرنے سے ہوگا، تو ہم پانچ سے ۳ر کو ساقط کر

دیں گے۔ تو ۲ر باقی رہ جائے گا۔ پھر ۲ر کو ۳ر سے ساقط کریں تو ار باقی رہے گا۔ اور ار کو ۲ر سے ساقط کریں گے تو کوئی عدد نہ بچے گا اور یہاں فنا کا عمل متحقق ہو گیا اور واحد کے خروج کے بعد عمل اسقاط اس لئے ترک ہو گیا کہ یہ بات معلوم ہے کہ واحد ہر ایک کو فنا کر دیگا۔ بلکہ آپ یوں کہو اگر دونوں مساوی ہوں تو تماثل ہے۔ ورنہ تو چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے کم کیا جائے۔ کم کرتے کرتے اگر اس کو ضا کر دے، تو تداخل ہے۔ ورنہ تو باقی کو چھوٹے عدد سے ساقط کیا جائے گا اگر کچھ بچ جائے تو پھر باقی کو باقی سے ساقط کیا جائے۔ اسی طرح فنا ہو جائے۔ تو اگر واحد سے کیا گیا ہے، تو تباین ہے یا عدد سے کیا گیا ہے تو توافق ہے پھر اس کا حاصل وہی نکلے گا، جو میں نے ترتیج میں پیش کیا ہے۔ اور اسقاطات کے ذکر استخراج نسبت کے طریقے سے زیادہ ملاصق ہے۔ [۱]

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۰/۶۲۔ ۴۶۰)

(۲)

از بریلی

۲۳ر جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

حبیبی و ولدی وقرۃ عینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

پہلے ایک پلندہ "ابانۃ التواری" [۲] وغیرہ کا آپ کو بھیجا گیا تھا، وہ نہ پہنچا، اب مدت ہوئی "وقایہ اہل سنت" [۳] وغیرہ اشتہارات کا پلندہ بھیجا، اس کی رسید اب تک نہ آئی،

---

[۱] نوٹ: یہ خط عربی میں ہے۔ اردو میں ترجمہ مولینا آل مصطفی مصباحی نے کیا ہے۔

[۲] قضیہ انہدام مسجد مچھلی بازار کانپور کے فیصلہ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا شرعی تنقیدی رسالہ۔

[۳] مسئلہ اذان ثانی پر علمائے رامپور اور فاضل بریلی کے [illegible] حجۃ الاسلام قدس سرہ

اس کی تفتیش کیجئے کہ پلندے کہاں ضائع ہوتے ہیں۔ ایک خط آپ کو جواب مسائل میں بھیجا تھا، وہ آپ کو نہ ملا، رجسٹری مرسل ہو، تو وہ بھی ہر شخص لے سکتا ہے۔

لہٰذا یہ پلندہ بیرنگ مرسل ہے۔ وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے۔ مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے، اپنے موافق اپنا تصدیقی خط "دبدبۂ سکندری" میں چھپ چکا۔ مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل مسائل بھیجتا ہوں، ایک مختصر فتویٰ اگرچہ دو ہی سطر کا ہو۔ اپنے مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہریں وہاں مل سکیں فوراً فوراً ارسال کیجئے، پھر ایک پرچہ پر اس کے ہزار نسخے وہیں چھپوا کر دو سو یہاں اور دو سو مولانا محدث سورتی کو بھیجئے طبع کے خرچ سے مطلع کیجئے کہ مرسل ہو، طبع سے پہلے اصل مہروں کا فتویٰ فوراً بھیج دیجئے، والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۲۳ جمادی الاولیٰ روز جان افروز دو شنبہ ۱۳۳۲ھ

(۴)

از بریلی

۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی وزینی وقرۃ عینی برادر دینی ویقینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہٗ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عبارت "تاتار خانیہ" بہت عمدہ ہے، ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں، مسئلہ اذان محدث وجب واقامت میں اعادہ اذان، نہ اقامت کی یہ تعلیل کہ اذان کی تکرار مشروع ہے کما فی الجمعۃ، عبارت 'بحر' بہت نفیس واقع ہوئی۔ جس سے ثابت کہ ہر دو اذان جمعہ باعلان غائبین ہیں، اس کے مثل یا مؤید جو عبارات نکلیں، وہ بھی پہنچائیں۔ فقہ شافعی میں امام ابو اسحٰق کی کتاب "تنبیہ" ہے، اس کی شرح امام ابو زکریا نووی نے فرمائی۔ جس کا نام

"تحریر" ہے، یہ متن وشرح اگر اس کتب خانے میں ہوں، تو جلوس امام علی المنبر و قیام مؤذن للاذان کے متعلق جو کچھ اس میں ہو، نقل کر کے بھیجیے، نیز باب الاذان میں اگر کچھ لکھا ہو۔

کلکتہ میں دیابنہ کا جلسہ تھا، وہاں بھی جا کر مناظرہ کا غل کیا، پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کر دینے ٹھہرے، تاروں اور خطوں پر ۱۲ر دن مکالمہ رہا۔ مگر نہ تھانوی نے اقرار مناظرہ کیا، نہ دیابنہ جم سکے، حسب عادت قرار بر فرار افتاد۔ حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب سلمہٗ ان وقائع کی تفصیل کا رسالہ چھپوانے کو ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح اسی ماہ صفر میں صوبہ پنجاب سے تھانوی صاحب نے پہلے ہی خط پر فرار کیا، اس کا ان شاء اللہ رسالہ چھپے گا۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۳۰ رجمادی الاولیٰ ۳۲ھ

(۴)

از بریلی

۸ رجمادی الآخریٰ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی اعزی اعزک اللہ فی الدنیا والدین وجعلک کا سمک ظفر الدین آمین! آمین!! آمین!!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: پانچ رسالے اور آپ کا فتویٰ مرسل ملے، بارک اللہ فیک ولک وبک وعلیک عبارت "تحریر" کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز "شرح وقایہ نقایہ فصیح" ہروی اگر وہاں ہو۔ اس مسئلہ کے فطان اور مرور بین یدی المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ یہاں قرب اضافی مراد ہے او کما قال۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

(۵)

از بریلی

۱۴؍شعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل کا سمک ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ فتویٰ آیا اور تقسیم ہوا اور آپ کو رسید نہ بھیج سکا کہ سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہونا ہوا۔ چھ روز میں واپس آیا اور صعوبت سفر و ناسازئ طبع سے اکیس روز معطل محض رہا۔ اب مبتلائے بعض افکار ہوں، طالب دعا ہوں۔

مسودۂ فتویٰ جو آپ نے بھیجا۔ اس میں مولوی دیانت حسین صاحب [1] و مولوی مقبول احمد صاحب [2] کے بھی دستخط تھے، اس مطبوعہ میں نہیں، اس کا کیا سبب ہوا، مبسوط سرخسی' کتب خانہ میں ہو، تو اس عبارت کو تطبیق کر بھیجیے:

والا صطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی حق کل فریق و ان لم یکن طویلا و تخلل الالسطوانۃ بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجۃ بین رجلین و ذلک لا یمنع صحۃ الاقتداء.

یہ عبارت یونہی ہے کہ اس میں فرق ہے، اس کا سابق و لاحق کیا ہے؟

مبسوط چھپ گئی ہے۔ مگر ابھی یہاں نہ آئی۔ اب کی بار نقشہ ماہ مبارک کا کیا انجام ہوگا؟ یہ خط ابھی نہ بھیجا تھا کہ آپ کا نقشۂ سحر و افطار آیا جزاکم خیراً کثیراً، والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴؍شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

---

[1] مولانا سید دیانت حسین مرحوم کرانی بھپورے ضلع دربھنگہ کے باشندہ تھے، علمائے رامپور سے انہوں نے درسیات کی تکمیل کی، جامعہ شمس العلوم بدایوں میں صدر مدرس رہے، آخر میں صوبہ بہار کے مشہور درس گاہ جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے شیخ مقرر ہوئے۔ حالات کے لیے تذکرۂ اہل سنت ملاحظہ ہو۔

[2] صوبہ بہار کے مشہور معقولی عالم حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد بہاری ٹونکی مرحوم کے تلامذہ میں ان کا بلند مقام ہے مولانا ٹونکی کے تلامذہ میں اب آپ ہی زندہ ہیں، خدا ان کی عمر دراز کرے

(۶)

از بھوالی

۲۶ر شعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین، آمین!

سات روز سے دیہات میں آیا ہوا ہوں، آپ کا کارڈ تھا، ملا مولوی دیانت حسین صاحب کے دستخط کی ضرورت تھی۔ ''مبسوط سرخسی'' کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ ''تخبیط الاذان'' میں امیٹھی نے مسئلہ اذان خطبہ میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے، ان لوگوں کا کذب بدیہی اول ہے۔ آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھجوائیے۔ بلکہ مناسب ہو تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ عبارت مبسوط سرخسی نے نقل کی۔ آپ کے بعض مخالفین کہتے ہیں کہ یہ عبارت ''مبسوط'' میں کہیں نہیں۔ لہٰذا براہ مہربانی بواپسی ڈاک اطلاع دیجئے کہ عبارت مذکورہ ''مبسوط'' کے کس کتاب وباب وفصل و جلد وصفحہ میں ہے کہ مخالفوں کو دکھا کر ساکت کیا جائے، اس خط کی کاروائی باذنہٖ تعالیٰ جلد ہو۔ رجسٹری ہی مناسب ہے اور اگر وہ جواب نہ دے تو ''مبسوط'' کے باب الامامۃ، باب مکروہات الصلوٰۃ وغیرہا ایسے استیعاب وغور سے پڑھے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینے کا موقع ملے۔ اس کے مہمل رسالہ کا رد اگرچہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں۔ لہٰذا باذنہٖ تعالیٰ کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے۔ یہ جواب اس تحقیق وطلب تصحیح نقل پر موقوف ہے۔ لہٰذا عجلت و احتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔

اور اگر پتہ دے اور عبارت نکلے تو ماسبق و مالحق بتمامہٖ نقل کر کے بھیجئے، اس عبارت کی حالت بہت مشتبہ ہے، اول تو مسئلہ خلاف نصوص، ثانیاً دعویٰ دلیل میں تطابق نہیں۔ دعویٰ عدم کراہت اور دلیل اقتداء کی صحت۔ لہٰذا اعتبار نہیں آتا کہ امام شمس الائمہ نے ایسا فرمایا اور

مقرر رکھا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مٹی مطلقاً حرام نہیں۔ بلکہ بقدر ضرورت چونا بھی اسی جنس سے ہے۔ بقدر غیر مضر جیسا پن میں ہوتا ہے، حلال ہے۔ خاص پان کے چونا کا جزئیہ "تو "نصاب الاحتساب" میں ہے۔ کتاب یہاں پاس نہیں کہ باب کا پتہ لکھوں، اگر آپ کو نہ ملے، تو بریلی پہنچ کر ان شاء اللہ تعالیٰ عبارت مع نشان و باب لکھ بھیجوں گا۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۲۶ر شعبان المعظم ۳۲ھ

(۷)

از بریلی

۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو۔ تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے۔ مگر آپ کی یاد، دل کے ساتھ ہے، جو عظیم ساعت میسر ہوئی۔ محض عطیۂ الٰہی تھی۔ اس میں یہ نقوش تیار کیے، جو مرسل ہیں۔ یہ نقش جلیل میں ان کے مختلف شرائط تھے اور بقدرت الٰہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے اور ان سے اور زیادہ تھے، قمر سعد الاخبیہ میں زہرہ و قمر کا قران، زہرہ شرف میں، مشتری بیت میں، زہرہ، مشتری کا قران، آفتاب خاص درجۂ شرف میں، دن خاص جمعہ مبارکہ ان کے فوائد، برکات عظیمہ، مخلوق و خالق سب کے نزدیک عظیم وجاہت بعونہٖ تعالیٰ ہر ضیق سے نجات، ہمیشہ وسعت رزق، محبتِ الٰہی، حیات طیبہ، قلوبِ خلائق میں محبت، ان میں دو نقوشوں میں مکتوب لہ کے نام کے اعداد بھی داخل کیے جاتے ہیں۔ وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے لئے

تجویز کیے، ان میں ایک آپ کا بھی نام تھا۔

نقوش حاضر ہیں، مولی تعالیٰ مبارک فرمائے، ہر پنجشنبہ یا جمعہ کو انہیں لوبان کی دھونی دی جائے اور اس وقت دام اناج، روٹی ما حضر پر حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دے کر محتاج مسلمانوں کو دے دیا کریں، ان عظیم نقشوں کی قدر کی جائے کہ ایسی ساعات کا اجتماع بہت مفید ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۴؍جمادی الاخریٰ ۳۳ھ

(۸)

از بریلی

۹؍جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعل کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ۲۴؍دن کامل ہوئے۔ ایک ڈبیہ پارسل آپ کے نام بھیج چکا ہوں۔ اس وقت تک رسید کا منتظر ہوں۔ اس سال ۹؍اپریل کو عجیب اوضاع فلکی جمع تھیں۔ جن سے متعدد نقوش عظیمہ کی تواریخ اسی دن جمع ہوگئیں۔ آفتاب خاص درجۂ شرف میں، زہرہ شرف میں، مشتری بیت میں، جو شرف سے بھی افضل ہے۔ زہرہ ومشتری کا قران السعدین، زہرہ وقمر کا قران، قمر سعد الاخبیہ میں اور سب سے اعظم یہ کہ دن جمعہ مبارکہ کا۔ ان ساعات میں دو نقش عظیم وجلیل آپ کے لئے لکھے۔ جن میں آپ کے نام کے اعداد بھی داخل تھے۔ ایک کی ساعت وقت صبح کی تھی اور دوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ اور بعد نماز جمعہ ایک نقش آپ کے لئے چاندی کندہ کرایا۔

یہ تینوں نقوش معظم ایک ڈبیہ میں مع پرچہ ترکیب رکھ کر پارسل کر دیئے۔ ڈاکخانہ کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ جس میں ۲۱ ر اپریل کی مہر ہے۔ رسید کا انتظار کرتے کرتے آج خط لکھا کہ پارسل پہونچا ہو، تو مطلع کیجئے، ورنہ وہاں تحقیقات کیجئے کس کے ہاتھ لگا۔ ۴ ان پر محصول کے ٹکٹ لگا دیئے تھے۔ رجسٹری البتہ نہ کی تھی۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

۹ ر جمادی الاخریٰ ۳۳ھ

(۹)

از بریلی

۵ ر شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہٖ ظفر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دھونی اگر ہر پنجشنبہ کو نہ ہو سکے۔ تو ہر مہینہ ہی سہی۔ نیاز تصدق ہر ہفتہ ضرور ہے۔ آیہ کریمہ والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم، میں پانچ اسمائے الٰہیہ ہیں الٰہ، واحد، ھو، رحمٰن، رحیم۔ ان میں ہر ایک کی ساعات جدا ہیں۔ حسن اتفاق سے ھو اور الٰہ اور رحیم کے نقوش کی ساعتیں اس دن مجتمع ہوگئیں ہیں۔ آپ آیت کریمہ ہی کا ورد رکھئے بیشمار اعداد۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۵ ر شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

(۱۰)

از بریلی

۵ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ طریقہ استخراج عصر میں جس قدر تسہیلیں ممکن تھیں کرکے بھیجتا ہوں جداول اوقات ایسے کاغذ پر چھپا ہے کہ چند روز میں پر زے ہوجاتا ہے پانچ اُدھنا چکا ہوں ایکبار کی تو بالکل فنا ہوگئی تین بار کی یہ ہیں ان سے ایک نقل آئے گی پانچویں بار کی کہ وہ بھی پرزہ ہونے کے قریب ہے میرے پاس ہے والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۵ شعبان المعظم یوم الاحد ۳۳ھ

وقت عصر حنفی

(۱) وقت تخمینی در جہ مطلوبہ گیر چنانکہ برائے بریلی واکثر بلاد قریبۃ العرض از این جدول کہ برائے زوج البروج بر آوردہ ایم حاصل توان کرد۔

(۲) بعد چنانکہ تقویم شمس در الیکٹ نزدیک درجہ مطلوبہ بود تفاضل اول شمس وہ آن روز دائل سہ سال گیر بود بہ تعدیل تاین السلاطین داند کہ در آن وقت تخمینی جس قدر تفاضل خواہد بود اگر کاستنی ست از تعدیل درجہ تامہ مطلوبہ کا ہند ورنہ فزایند تا تعدیل تخمینی نصف النہار حقیقی آن روز شود۔

برج	وقت تقوی کا عصر نصف النہار حقیقی		برج
سرطان	۲	ثت	سرطان
اسد	۰	مط	جوزا
سنبلہ	۰	نط	ثور
میزان	۰	لم	حمل
عقرب	۰	ح	حوت
قوس	۲	مح	دلو
جدی	۲۰	لہ	جدی

(۳) این سیل اگر مخالف جہت عرض البلد ست با عرض جمع کنند ورنہ تفاضل گیرند کہ آن سمت بعد سمتی مرکزی حقیقی شمس وقت نصف النہار حقیقی شد نیم قطر شمس کہ آن روز داشتہ

ازاں حاصل جمع یا حاصل تفریق را کا ہند کہ بعد سمتی حقیقی حاجبی آن وقت شد این را بجدول ظل ماسوئے بعد سمتی مرئی محول کنند۔

(۴) مابین بعد سمتی مرئی حاجبی نصف النہار حقیقی سایہ اصلی یعنی فی الزوال آں روز بگیرند یعنی بعد مذکور را از جدول ظل اول اصلی نہ لوگارثمی ظل برہ دارند و بران دو مرفوع افزایند کہ سایہ وقت عصر شد (۵) سایہ مذکور را در جدول ظل اول اصلی مقوس کنند قوس حاصل را در جدول ما بہ بعد سمتی حقیقی رد کنند و براں نیم قطر آں وقت افزایند بعد سمتی حقیقی مرکزی شمس وقت عصر باشد بتقدیر بودن شمس وقت عصر در درجہ مطلوبہ تکمیل در وے اعمال توقیت اجرا کنند یعنی میل درجہ مطلوبہ اگر با عرض را یا بعد سمتی حقیقی مرکزی عصری مذکور جمع کردہ تنصیف کنند و جیب لوگارثمی ایں نصف گیرند باز ایں نصف را از بعد سمتی مذکور کاستہ باقی را جیب لوگارثمی برآرند ہر دو جیب باد و قاطع لوگارثمی میل درجہ مطلوبہ و عرض البلد جمع کردہ در جدول اوقات مقوس کنند تنبیہ اگر جدول اوقات موجود نباشد بر حاصل جمع مذکور دہ افزائند مثلاً اگر حاصل ....۹٫۶۸۲۰۰۰۰ بود ۱۹٫۶۸۲۰۰۰۰ تصور کنند او را تنصیف نمایند چنانچہ نصف عدد مذکور .....۹٫۹۱۰۰۰۰ شد او در جدول جیب لوگارثمی مقوس کنند قوس حاصل را در رخ زنند کہ وقت حقیقی ست بعد نصف النہار حقیقی در غربیات اعنی عصر و غروب و شفق اما در شرقیات اعنی صبح و طلوع تمامش تا ۱۲ گیرند بہر حال بعد تعدیل بتقویم وقت عصر رد مطلوب بتعدیل الایام بلد معدل کنند

مثال (۱) وقت عصر حنفی می خواہم در بریلی آں روز مفروض را کہ تقویم شمس وقت آغاز راس الاسد باشد۔

(۱) وقت تقریبیش ۴ت ۳۰م در المنک تقویم نزدیک راس الاسد ۲۴ جولائی ست تفاضل میل شمسی ۲۳ و ۲۴ جولائی در المنک

۲۲ ۱۵ ۲۰
۱۲ ۳ ۲۰

ا در ابر الست بخشیدیم حاصل ل ۱۲ ادرا در ۲ت مط زدیم حاصل ۳ت ہو کا جوں ۹ ۱۲ ثانیہ متناقص ست یعنی میل ۲۴ جولائی از میل ۲۳ کمتر ست این حاصل از میل راس الاسد کہ در جدول برآوردہ الخ

ترست کاستیم باقی مع ۔ رر و بلکہ ک رح کہ میل نصف النہار حقیقی آن روز ست ۔

(۲) چون میل و عرض ہر دو شمالی است میل از ۸ کاستیم باقی مح ۶ ت نیم قطر اس لوقد کہ سہ مو اشد از و کاستیم باقی ر رخ و تحویلش بہ بعد سمتی مرئی ر ر نط ۔

(۳) ر ر نط از جدول ظل اول اصلی ظل گرفتیم بر صـ ۳۰۹ باز ا ر ر نر ۔ ۱۳۹۶۵۱۰ ا ر یا فتیم و تفاضلش با ظل ر رخ ۲۹۶۶ پس تعدیل ظل مطلوب ۱۳۹۹۴۲۷ ر ۔ دو مرفوع فزودیم ظل عصر ۲۶۱۳۹۹۴۲۷

(۴) این سایہ را در ہمیں جدول معکوس کردیم بر صـ ۳۱۷ باز ا ر ستد نر یافتیم ۱۳۹۶۳۰۱ ا ر ۲ تفاضل مطلوب ۳۱۲۶ و تفاضل جدولی کہ کا فران نوشتہ اند ۶۴۳۶ پس مطلوب را در ۶۰ زدہ بر جدولی بخشیدیم و حاصل بر ستد نر فزودیم شد قوس ۲۹۳ ر ۱۱ ۷ ۵ ۴ ۲ یعنی ستد نر ازیں تحویلش بہ بعد حقیقی سد نطہ کا × نیم قطر ہ مو مد = شہ مدف

(۵) بوجہ اتفاق جہت لے کا ۔ ک ط لد = ح ما لو + سہ مدت = مجموع نصف لو مر ط جیبہ ۷۷۶۶۴۴۸ ۔ ۹ باز سہ مدف ۔ لو مر ط = لے لا مر جیبش ۹۵۶۷۸۹۱۴۲۱ مجموعہ دو قاطع میل راس الاسد در عرض بریلی

باز ا ر تر مح پس وقت ترح ۱ نہ و بالرفع ترح

$$\frac{۰۸۲۹۴۲۱ ۔ ۰}{۹ ۔ ۵۳۸۴۷۸۱}$$

مجموعہ کل کہ از وقت تخمینی ما بقدر ۵۹ تفاوت دارد

یا بر وجہ دوم ۱ ۸ ۷ ۴ ۸ ۳ ۵ و ۱۹ را نصف

۹ ۔ ۷ ۶ ۹ ۴ ۳ ۹ ۱

۵۹۴ ۔ ۰۰ ۔ ۴ ۳ ۳ ۴ ۳ ۴
۳۸
۲۹۰۶
۹۴۰
۸۶۸
۷۲

تقویس او کتبیہ باز ا ر لو ۱ ۱

۱۸۷
۲۰۴
۱۷۳۸) ۱ ۲۲۴۰ (۷
۱۲۱۶۶
۷۴

پس قوس لو ۱ ر × ح

ح
مرح ا لو کہ بالرفع

بہال ترح ا شود

بایں طریق درجات تا سہ را اوقات بر آرند و روز حاجت را لتعدیل مابین السطرین

کنندہ ۔

فائدہ

اگر شقِ اول خواہند بجائے اوقاتِ تقریبیہ مذکورہ در جدول طلوع و غروب برآوردۂ ما ہرچہ درجہ مطلوب را وقتِ غروب بود نصف او را وقتِ تخمینی دانند و تبدیل میل در آں مقدارِ زماں از المنک گرفتہ عمل مذکور کنند بجائے دو مرفوع یک مرفوع افزایند

فائدہ جلیلہ

اگر اوقاتِ تقریبیہ در عصر حنفی خواہ شافعی نداشتہ باشند تخمین ہرچہ خواہند وقت فرض کنند و اعمالِ مذکورہ باخر رسانند آنچہ جواب برآید بار دگر او را وقتِ تقریبی فرض کردہ از سر تجدید عمل گیرند اگر جواب ہماں آید ہماں تقریب تحقیق ست ورنہ تجدید کردہ باشند تا آنکہ مطابق آید در شقِ اول طریقے ست کہ بنصف مقدار غروب گفتیم نیز محتاج تجدید بایں طریق ست زیرا کہ ایں نصف مقدار تقریب قریب نیست

تحقیق تعلیق

در جملہ اوقات چوں شمس را در درجات تامہ می گیریم استخراج وقت روز معین را ناگزیر ست از ادراک تقویم شمس در وقت مطلوب و او خود موقوف ست بر ادراک آن وقت و ایں دور صریح ست دفع او را طرق عدیدہ داشتہ ایم احسن و اجود از ہمہ ہمیں طریق ست کہ از فائدہ جلیلہ تواں گرفت یعنی در روز مطلوب بوقت مطلوب تقویم شمس تخمین قریب خواہ بعید ہرچہ تواند فرض کنند و از جدول اوقات درجات تامہ ایں تقویم را وقت بتعدیل ما بین السطرین گیرند ایں وقت حقیقی را بذریعہ بیت یا بی آں روز کہ تفاضل تقویمین در نصف النہار مرصدی منکشف بوقت مطلوب تقویم شمس بوقت مطلوب دانند اگر مطابق مفروض آمد ہماں تخمینی تحقیقی شود ورنہ حالا ایں تقویم را از جدول اوقات تامہ وقت گیرند ایں وقت از بیت مذکور المنکی تقویم دہند تا تطابق بیک بار تطبیق می شود واں تقویم حقیقی شمس بوقت مطلوب ہست وقت حقیقی او بتعدیل ما بین السطرین از جدول درجات تامہ گرفتہ بتعدیل ایام بلدی آں وقت معدل کنند

بعد ہستی مرئی	معدل	بعد حقیقی
ع لّ	ا	تاَلّ ا
ال	ا	ال ا
مـل	ب	مال ب
حل	ج	حل ج
دل	د	دل ء
ل ہ	ہ	ہل ہ
ول	و	ول د
ل	ر	دل ر
حل	ح	حل ح
طل	ط	طل ط
عل	ط	یٰ ل ط
مال	ی	مال ی
ـبل	ا	ـ ل ا
عل	ب	ع ل ب
دل	ع	دل ع
بہ ل	ہ	بہ ل ہ
ول	ہ	ول ہ
مرل	بہ	مرل بہ
عل	و	عال و
طبہ	ر	طبہ ر
طعمہ	ع	طعمہ ع

بعد ہستی مرئی	معدل	بعد حقیقی
عـل	ط	ہ ل ط
کال	ع	کال ع
مـل	ح	الـل ح
کل	کا	کل کا
للل	الـ	الذل الـ
الہ بہ	الح	الہ بہ الح
قول	الہ	الول الہ
الل	الو	الل الو
لح نہ	الر	لح نہ الر
لح مہ	الج	لح مہ الج
الثل	الط	الطل الط
ل ل	ل	ل ل ل
لول	لا	لال لا
لـ نہ	لا	لـ نہ لا
لـ نہ	لت	لمہ لت
لحل	لخ	لحل لخ
لد نہ	لد	لد نہ لد
لد مہ	لہ	لد مہ لہ
لدل	لو	لدل لو
لو نہ	لی	لو نہ لی

لومه	لح	لومه لح
لومه	لط	لومه لط
لح مه	م	لح مه م
لح مه	ما	لح مه ما
لط مه	مب	لط مدمب
لط مه	مج	لط مه مج
م مه	مج	م مه مج
ما مه	مد	ما مه مد
ما مه	مه	ما مه مه
مب مه	مو	مب مه مو
مب مه	مز	مب مه مز
مج مه	مح	مج مه مح
مج مه	مط	مج مه مط
مد مه	مه	مد مه مه
مد مه	نا	مد مه نا
مه مه	نب	مه مه نب
مه مه	نج	مه مه نج
مو مه	ند	مو مه ند
مو مه	نه	مو مه نه
مز مه	نو	مز مه نو
مز مه	نز	مز مه نز

مح مه	نح	مح مه نح
مح مه	نط	مح مه نط
مطارل	نط	مطح الط
مطالل	؛ا	مط الحول
مطمه	ا	
ثرمه	اب	
ثرمه	اج	
نا مه	اد	
نالل	اه	
ناشل	او	
ث مه	از	
ثالل	اح	
ث ل ل	اط	ث نح ط
نج مه	ای	
نج مه	اما	
ندای	اب	
ندل	اج	
ندی	اما	
نه ی	اه	، نه ما به
نه ل	او	
نه ه	امر	

نوی	اح	
نول	اط	
نومہ	اعہ	
نوشہ	اکا	
نزی	الب	
نزل	الج	
نزہ	الد	
نخ ی	الدا	
نخ ل	الہ	
نخ مہ	الو	
نخ نہ	الز	
نطی	الح	
نطل	الط	
نطہ	ال	
سہ ہ	الا	
سہ یہ	الب	سہ مرل
سہہ	الد	
ساحمہ	الہ	ساہ مع
سانانہ	الو	
سالسل	الز	
سالرل	اح	

مانسل	اط	
سب رل	ام	
سب السل	اما	
سلرل	امب	
سب نسل	امج	
سو ہ	امد	
سو یہ	امہ	
سو الہ	امو	
سو لہ	امز	
سو نہ	امح	
سدہ	امط	
سدیہ	اہ	
سدالہ	انا	
سدلہ	انب	
سدمہ	انج	
سدنہ	اند	
سہہ	انہ	
سہیہ	انو	
سہ الہ	انز	سہ الونر
سہ لہ	انح	
سہ مہ	انط	
سہ نہ	بط	
سوہ	صا	

سرنہ	ب ت		
سرثہ	ب ج		
سرلہ	ب ع		
سرمہ	ب ۃ		
سرشہ	ب ذ		
سرۃ	ب ر		
سریہ	ب ح		
سرالہ	ب ط		
سرلہ	ب ی		
سرمہ	ب ا		
سرنہ	ب س		
سع ۃ	ب ک		
سعسل	ب ق		
سعرل	ب ہ		
سع لہ	ب و		
سع لہ	ب ر		
سع مہ	ب ع		
سع نہ	ب ط		
سطۃ	ب ف	سطرف	
سطہ	ب کا	سطرکا	
سطالسل	ب الف		
سطالرل	ب الخ		
سطلہ	ب اللہ		

سطسل	ب الہ
سطمرل	ب الو
سطنہ	ب الر
ع بل	ب الح
ع رل	ب الط
ع نہ	ب ل
ع الرل	ب ک
ع لہ	ب لح
ع مسل	ب لد
ع سل	ب لہ
ع نہ	ب لو
عاسل	ب ر
عانل	ب لر
عامہ	ب لع
عالسل	ب ط
عالرل	ب م
عابل	ب ما
عالرل	ب مس
عامہ	ب مو
عاشل	ب مد
عانل	ب مہ
صبۃ	ب مر
صسل	ب مر

عـ لسل	ـ ع		عج ع	حد		
مـ ثـ ن	ـ ط		عج نسل	حر		
عـ المرل	ـ ه		عج نرل	حح		
عـ لسل	تا		عد سل	حط		
عـ لرل	ـ ث		عدرل	حى		
عـ مـل	ـ غ		عد سل	حيا		
عـ مرل	صا ك		عد لرل	حس		
عـ نه	ـ نه		عد كام	حيج		
عج سل	ـ ز		عد الى	حيد		
عج رل	ـ ر		عد الج ع	حيه		
عج سل	ـ يخ		عد لسل	حو		
عج لرل	ـ نط		عد لرل	حر		
عج الدل	حا		عد مل	حج		
عج المرل	حا		عد مرل	حيط		عد ن مط
عج سل	حب		عد نسل	حك		
عج لرل	حج		عد نرل	حكا		
عج مام	حد		عه يا	حكا		عه حكا
عج مه	حه					

(۱۱)

از بریلی

شعبان ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"کاشف الاستار شریف" کی نسبت خیال تھا کہ رضا حسین کے پاس ہے۔ وہ گاؤں میں رہے، بدایوں میں رہے، پریشانیاں رہیں۔ اب ان سے پوچھا، کہا میرے پاس نہیں۔ اب مکان میں دیکھی گئی، تو نکلی، اس کے تین نسخے مجرب ارشاد ہوئے ہیں۔ ایک جس میں زعفران، سنبل، خوار اور پوٹا بجی ہے۔ یہ نسخہ مع ترکیب اس چھوٹی بیاض میں بھی جو آپ یہاں سے نقل کے لئے لے گئے تھے۔ ضرور آپ کے پاس ہوگا۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں ہر دو ماشہ ہے۔ "اور" کاشف الاستار شریف" میں زعفران اس قدر ہے اور باقی دونوں دوائیں تین تین ماشہ۔ دوسرا جن میں اجوائین تکم میں میتھی تکم کنواڑ کلونجی ہے۔ یہ بھی اس بیاض میں ہے۔ اس میں خوراک تین فلوس لکھی ہے اور "کاشف شریف" مین ۹ ماشہ پھر ارشاد فرمایا ہے:

"محب یقینی دوست محمد خان را ابن مرض در ہر دودست رسیدہ بود و در بدن نیز بجا نمایاں شدہ بود ایں ہر چہار ادویہ مسلم آن چہ در چہار انگشت وقت برداشتن لی۔ گنجید ؟ خورید۔ دریں عرصہ عزیزے گفت کہ دریں ادویہ بابچی و اجمود نیز داخل بکنن ہمچناں شد داغہا ؟ طرف شدند۔ پرہیز از شیر و ماہی بود"۔

تیسرا نسخہ یہ ارشاد فرمایا۔ جو اس بیاض میں نہیں اور فرمایا ہے: بامتحان رسیدہ سفید ارماشہ سم الفار سنکھیا ارماشہ ہر دو را خوب تحق کردہ قدرے بر داغ سفید خوب بمالند آنکہ آب ازاں داغ بر آمد۔ ہر دو وقت بمالند جوشش خواہد کرد روغن بر آتش داشتہ تکیہ برگ نیم در آن اندارد۔ وقتیکہ سوختہ شود بردارد۔ روغن صاف کردہ بر جراحت رسانند بخواہد شد و بدل

برنگ اصلی می رسد۔ پسر خدا بخش مرحوم ازیں ادویہ صحت یافتہ تجربہ رسیدہ است۔

امید ہے کہ ببرکت انفاس کریمہ یہ نسخے ضرور نفع دیں گے۔ مولیٰ عزوجل شفا عطا فرمائے۔ لڑکی کا تاریخی نام "ولیہ خاتون" سمجھ میں آیا ہے۔ یہ تاریخ زبر و بینات میں ہے۔ نقشہ ماہ مبارک پہونچا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر اکثیرا

اس بار وقت عصر بھی نکالا اور بہت صحت کے ساتھ نکالا۔ مگر یہاں دونوں سید صاحب مدت سے کام کر رہے تھے اور آپ کے یہاں سے نقشہ آنے سے پہلے کاپی ہو چکی تھی بے پرواہوں نے چھاپا بہت برا جس کے سبب دوبارہ کاپی کرانی ہوئی۔ جس کا پروف اس وقت سامنے رکھا ہے۔ آج یا کل

د	۱۳
ل	۷۰
ی	۱۱
ہ	۶
خ	۶۰۱
ا	۱۱۱
ت	۳۰۱
و	۱۳
ن	۱۰۶
	۱۳۳۳

انشاء اللہ بھیجوں گا۔ طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے۔ ایک ہفتہ میں بخار کے تین دورے ہو چکے ہیں۔ دعا کا طالب ہوں۔

اب کی بار ختم میں سحری و افطار میں ایک ایک منٹ احتیاطی کم رکھا۔ اور عصر کا وقت کہ ہر روز موامرہ سے نکالا۔ بے کم و بیش پورا واقعی سکنڈوں تک رکھا ہے۔ بلکہ ہر وقت ثواتی تک لیا ہے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی

(۱۲)

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلک اللہ تعالیٰ کاسمک ظفر الدین آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عبارات تفاسیر آئیں۔ مابقیہ بھی درکار ہیں۔ "جمل" و "جلالین" یہاں ہیں۔ یہ "روح المعانی" کیا ہے؟ یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی

ہوا کھائے ہوئے ہے۔ مصنف کا ترجمہ یا کتاب کا سال تالیف لکھا ہو تو اطلاع دیجئے۔

''مدارک'' کا کوئی حاشیہ ہو۔ تو اس کی عبارت کی زیادہ ضرورت ہے۔

رئیسہ خاتون کے عدد ۱۳۴۲ ہیں کہ کتابت میں دو (ی) ہیں ہمزہ کے لئے کوئی عدد نہیں۔ نہ اس کے عدد کبھی لئے جائیں۔ اگر مرکز یعنی وای پر ہے۔ تو اس مرکز کے عدد لیں گے۔ جیسے راس، رؤس، رئیس میں ۱، ۶، ۱۰ اور نہ کچھ نہیں۔ جیسے علماء، نساء، خباء، تبوء، جیئی میرے خیال میں ''دلآرام خاتون'' آیا تھا اسی زمانے میں۔ مگر کچھ پسند نہ تھا۔ لہٰذا آپ کو نہ لکھا۔

طالع وہ نقطہ ''فلک البروج'' ہے۔ جو کسی وقت مطلوب میں جانب مشرق افق حقیقی بلندی پر ہو۔ یہی زائچہ ولادت میں لیا جاتا ہے اور یہی زائچہ سال میں بھی۔ یہی جملہ اعمال میں اور یہ معنی کہ وہ برج طالع فی الحال باقی الاستقبال جس میں وقت مطلوب کوئی سیارہ ہو۔ ہر گز ہیات، زیج، تنجیم، تکسیر جفر وغیرہ، کسی علم یا کسی ذی علم کی اصطلاح نہیں۔ ہاں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی اصطلاح جو چاہے، مقرر کرے، مگر وہ اسی حد تک محدود رہیگی۔ کسی علم یا فن میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔

طالع اگرچہ غیر متجزی ہے جیسا کہ اس کی تاریخ سے ظاہر ہوا۔ مگر اہل تنجیم و من معہم اس سے وہ درجہ مراد لیتے ہیں۔ جو وقت مطلوب افق مشرقی بلدی پر ہو۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے نزدیک احکام زائچہ متبدل نہیں ہوتے۔ جب تک درجۂ طالع نہ بدلے اور اس میں تین چار منٹ تک کی غلطی کا تحمل بھی ہے کہ منٹ سکنڈ سے صحیح وقت ولادت معلوم ہونا نادر ہے۔

بہر حال ایک میں چار منٹ کی تخمین کے اندر از روئے محاسبہ جو نقطہ ولادت خاص جائے ولادت کی افق مشرقی پر ہو۔ دس درجہ کو طالع کہتے ہیں۔ پھر حسب قواعد مقررہ اس سے مراکز دیگر بیوت معلوم کرتے ہیں۔ پھر تسویت بیوت کے تین قاعدوں سے (جنہیں بحسب مرکز طالع فلک البروج یا معدل النہار یا اول السمٰوات کے بارہ حصے مساوی کئے جاتے ہیں اور فقیر کے نزدیک بحسب دلائل بختار تقسیم اول السموات ہے) بیوت دوازدہ گانہ کے مبادی و مقاطع معلوم کر کے زائچہ ولادت درست کرتے ہیں۔

اب وقت مطلوب پر جو کچھ تقویم سیارات سبعہ وراس وذنب ہو۔ استخراج کرکے ہر ایک کو ان کے بیت میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد استخراج سہام ہے۔ جس میں سہم السعادت وسہم الغیب ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد احکام نکلنے کا وقت آتا ہے، جو محض مہمل و جزاف ہے۔

قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ

آپکی خوشی کے لئے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویت البیوت کرکے میں بھیج سکتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مگر وقت ولادت کا دقیقہ ساعت اور موقع ولادت کے طول و عرض کا علم ضروری ہے۔ اس سے اطلاع دیجئے اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت خاص کے لئے استخراج کرکے مجھے بھیج دیجئے۔ کہ اسکی جانچ کرلوں۔ تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی طریقے، میرے رسالہ "مسفر المطالع فی التقویم والطالع" میں ہیں۔ سہل ترین طریقہ یہ ہے۔

(۱) المنک میں ہر مہینہ کے صفحہ چہارم خانہ اول سے اس تاریخ آفتاب کی تقویم اور خانہ سوم سے اسکا لوگارثم بعد اٹھایئے۔ پھر ختم جداول سال للنیرین کے بعد جو خمسہ متحیرہ کی جدولیں دیتا ہے۔ المنک حال میں صفحہ ۱۴۶ سے جلد اول عطارد ہے۔ صفحہ ۱۵۴ سے جلد اول زہرہ، وھکذا اس میں تاریخ مطلوب تین اخیر خانوں سے طول بہ مرکزیت شمس وعرض کوکب بمرکزیت شمس و لوگارثم بعد کوکب اٹھایئے۔ یہ اسی ترتیب پر لکھے ہیں، پھر تقویم شمس ۶ ر برج بڑھا کر تقویم کوکب بمرکزیت شمس سے تفریق کیجئے۔ باقی کا نام زاویۃ الشمس رکھئے۔ مفروق منہ کم ہو، تو اس پر دور بڑھا لیجئے۔ زاویۃ الشمس کے نصف کا ربع دورصہ سے تفاضل لیکر اس کا نام محفوظ رکھئے۔ محفوظ کا ظل لوگارثمی لیجئے۔

(۲) عرض کوکب بمرکزیت شمس کا جیب التمام لوگارثمی لیجئے۔ پھر علویت یعنی زحل، مشتری، مریخ میں اس لوجم کو بعد کوکب میں جمع کرکے لو بعد شمس اس سے تفریق کیجئے۔ اور سفلیات یعنی زہرہ وعطارد میں لو بعد شمس سے مجموعہ لوجم ولو بعد کوکب کو تفریق کیجئے بہر حال جو بچے اسے جدول

ظل لوگارثمی میں مقوس کر کے قوس حاصل سے ۴۵ درجے گھٹا کر باقی کا ظل لوگارثمی لیجئے۔

(۳) اس ظل لوگارثمی میں لوظل محفوظ کو جمع کر کے جدول ظل لوگارثمی میں مقوس کیجئے۔ قوس حاصل کو علویات میں محفوظ سے جمع کیجئے اور سفلیین میں محفوظ سے تفریق اس حاصل یا باقی کا نام زاویۃ الارض رکھئے۔ پس اگر زاویۃ الشمس نصف دور (قف) سے کم ہے، تقویم شمس سے زاویۃ الارض کم کر لیجئے۔ ورنہ تقویم شمس و زاویۃ الارض کو جمع کر لیجئے۔ یہ باقی یا حاصل تقویم کوکب اس نصف النہار مرصدی کے لئے ہوگی۔ اس لئے دوسرے نصف النہار مرصدی کی تقویم کیجئے۔ جب دو نصف النہار مرصدی مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم معلوم ہوگئی تعدیل مابین السطرین سے تقویم کوکب وقت مطلوب معلوم ہو جائے گی۔

تنبیہ: یہ جو ہم نے دو نصف النہار مکتنف بوقت مطلوب کی تقویم نکالنے کو کہا اور ابتدائے وقت مطلوب کی تقویم لینا نہ کہا۔ اسے تطویل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ بہت تخفیف مؤنت اور تین فائدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) یوں تقویم شمس ولو بعد شمس و تقویم کوکب بمرکزیت شمس و عرض کوکب بمرکزیت شمس ولو کوکب بعینہا لکھے ملیں گے۔ ورنہ پانچوں میں تعدیل مابین السطرین کرنی ہوگی۔

(۲) دو نصف النہار مکتنف کی تقویمین لینے سے کوکب کا راجع واقف مستقیم ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اس دن کے ہر منٹ کی تقویم اس سے معلوم ہو سکے گی۔ اگر بعد کو تحقیق ہو کہ وقت ولادت اتنے منٹ آگے یا پیچھے تھا۔ تو ادراک تقویمات کے لئے تجدید اعمال کی حاجت نہ ہوگی۔ دو نسخے جداول ضرب کے مرسل ہیں۔ آج خاص شب عرس مبارک ہے۔ فاتحہ خوانی کیجئے۔ والسلام

فقیر: احمد رضا قادری غفی عنہ

۱۷ ذی الحجہ یوم الخمیس ۳۳ھ

(۱۳)

از بریلی

ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ، ۱۴ فروری ۱۹۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضرور تکثیر عبارت علی باب المسجد مطلوب ہے۔ میرے پاس اس قدر کتب میں نکلی، حامی سنت حاجی لعل خاں صاحب کو دوبارہ جواب اشتہار کا انتظار ہوگا، "سد الفرار" کی تکمیل ضروری تھی، پھر "اجلی الانوار" [1] کی۔ بحمدہٖ تعالیٰ اس سے فراغ ہوا۔

طبع فتاویٰ باذنہٖ تعالیٰ پھر شروع ہے۔ اس زمانے میں ایک نا تمام رسالہ "التنبیۃ الانقی فی فرق الملاقی والملتقی" زیر طبع تھا، اب وہی چھپ رہا ہے، اس کی تکمیل ہے ورنہ مطبع معطل رہے۔ یہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ دو ثلث سے زیادہ ہو گیا، بعونہٖ عزوجل اس سے فارغ ہو کر جواب مذکور ہی کی طرف توجہ ہوگی۔

آپ نے پہلے ایک خط میں کچھ عبارت تفاسیر، جس میں نسخ کریمہ مذکورہ تھا، بھیجی تھی۔ وہ خط ہر چند تلاش کیا، نہ ملا۔ یہ عبارات پھر بھیج دیجئے، عبارات علی الباب سے پہلے۔

یہ تصدیق طلب رسالہ مولوی سید دیانت حسین صاحب کے نام بھیجا گیا تھا۔ پہنچا یا نہیں؟ آپ کو فہرست علماء بھیجنے کے لئے لکھا تھا، اب بھیجئے۔ ذی الحجہ میں آپ نے عزیزہ "زینہ" اور اس کی بہن کا صحیح وقت ولادت مع طول وعرض موضع ولادت بھیجنے کو لکھا تھا اب تک نہ آیا۔ مولیٰ عزوجل آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔ آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی بھاری اور بہت روئی کی تھی، ایک ولایتی

---

[1] مسئلہ اذان ثانی کی تردید میں مولانا محمد معین الدین اجمیری مرحوم کے رسالہ القول الاظہر کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کے مابین خطوط کا مجموعہ مرتبہ حضرت حجۃ الاسلام مولینا شاہ حامد رضا قدس سرہ جانشین اول اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ۔

صابر وقانع کو سخت ضرورت تھی۔ وہ ان کی نذر ہوگئی اور آپ کی مرسل رضائی میں نے اوڑھی۔ جزاکم خیر جزاء وکثیر، والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

(ربیع الآخر ۳۴ھ، ۱۴ فروری ۱۹۱۶ء)

(۱۴)

از بریلی

۲۱ ررجب ۱۳۳۴ھ ۲۵ رمئی ۱۹۱۶ء

ولدی الاعز حامی السنۃ ماحی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کا سمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مدت ہوئی ترک سلام وکلام کو۔ میں جن احوال میں ہوں۔ الحمد لربی علی کل حال واعوذ بہ من حول اہل النار دشمن اگر قویست نگہبان قوی تراست وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

آج درد وکرب وتپ کی زیادت شدت رہی اور حمد اس کے وجہ کریم کو بیشمار عافیتیں ہیں۔ مجھے "کافی شرح وافی" اور "غایۃ البیان اتقانی" و"مبسوط" شمس الائمہ سرخسی سے بحث ماء مطلق وماء مقید تمام وکمال کی ضرورت ہے۔ بعجلت تام ان کی تعریفیں اور ضوابط و جزئیات اور مطبوع ومخلوط کے احکام بالتفصیل درکار۔ کسی صحیح نویس کاتب سے باجرت نقل کرائیے اور مقابلہ خود کیجئے کہ مجھے بہت تعجیل ہے، جو اجرت قرار پائے گی۔ بعونہ تعالیٰ حاضر کی جائے گی۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۲۱ ررجب المرجب ۳۴ھ ۲۵ رمئی ۱۹۱۶ء

از بریلی (۱۵)

۲۲ر رجب ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز جعلہ المولیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ کاسمہٗ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل کے کارڈ میں اتنا لکھنا رہ گیا کہ نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں جتنی بحث "مبسوط سرخسی" و غایۃ البیان" میں ہو۔ وہ بھی بتمامہ درکار ہے۔ "کافی" سے اس بحث کی حاجت نہیں کہ وہ یہاں موجود ہے۔ ماء مطلق کی بحث سے چند اوراق میرے نسخہ میں نہیں ہیں۔ اور ایک بات پہلے بھی شاید آپ کو لکھی تھی اور ممکن کہ آپ نے جواب دیا ہو، جو مجھے یاد نہیں۔

وہ یہ کہ فتاویٰ امام قاضی خان فصل ما یجوز بہ التیمم اس مسئلہ میں جنب تیمم لطھر و صلی ثم احدث (الی قولہ) معہ ماء یکفی الاغتسال تیمم جتنے نسخے مطبوعہ ہیں سب میں عبارت ناقص ومختل ہے۔ مصر، کلکتہ، لکھنؤ تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا اور کسی مطبع کا ہو۔ اس سے پوری عبارت نقل کر کے بھیجئے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۲۲ر رجب ۳۴ھ

از بریلی (۱۶)

۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کئی روز ہوئے، سند بھیج چکا ہوں۔ "مبسوط" میں بحث ماء معتصر من شجر او ثمر او ماء غلب علیہ غیرہٗ طبخا او اجزاء ضرور ہوگی، خیال رہے اگر نظر پڑے۔ والسلام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ ۱۱ر شعبان المعظم ۳۴ھ

(۱۷)

از بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شب برأت قریب ہے۔ اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوات والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے۔ مگر چند ان میں وہ دو مسلمان، جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو، جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔

لہٰذا اہل سنت کو چاہئے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴ شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں۔ یا معاف کرالیں کہ باذنہ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہوکر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔ حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لئے توبہ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ ایسی حالت میں باذنہ تعالیٰ ضرور اس شب میں امید مغفرت تامہ ہے۔ بشرط صحت عقیدہ وھو الغفور الرحیم۔

یہ سب مصالحت اخوان و معافی حقوق بحمدہ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کرکے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ لا ینقص من اجورھم شیأ کے مصداق ہوں۔ یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے۔ اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے۔

اور اس فقیر ناکارہ کے لئے عفو و عافیت دارین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لئے دعا

کریگا اور کرتا ہے سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے۔ نہ نفاق پسند ہے، صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

از بریلی، مطبع اہلسنت و جماعت میں چھپا

(۱۸)

از بریلی

۲۶؍ماہ مبارک ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولینا المکرّم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

فتح[۱] مبارک ہو۔ پہلے معلوم تھا۔ مگر ہمارے حاجی صاحب کا استعجاب، جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے گئے، دیوبندیوں کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا یہ اشتہار جس میں مولوی برکات[۲] احمد صاحب کی تحریر ہے، غنیمت ہے، امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ المولی رفتہ رفتہ آملیں۔ واقعی ایسی حالت میں بھڑ کا نا نہیں چاہئے۔ مگر وہ حاشیہ جو

۱؎ کلکتہ میں ولی اللہ نامی ایک دیوبندی مولوی نے جگہ جگہ اپنی تقریروں میں اہل سنت کے معتقدات پر سوقیانہ حملے کئے اور مناظرہ کے چیلنج بھی دیئے، حضرت الاستاذ ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سالانہ تعطیل کی رخصت میں بغرض استفاضہ بریلی شریف حاضر تھے، حاجی محمد لعل خان مدراسی خلیفہ اعلیٰ حضرت نے ان کی طلبی کا تار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو دیا کہ حضرت ملک العلماء کو کلکتہ بھیج دیں۔ چنانچہ ان کے پہنچتے ہی دیوبندیوں کا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ (محمود احمد قادری)

۲؎ امام المعقول والمنقول حضرت مولانا الحاج حکیم صوفی سید شاہ برکات احمد چشتی صابری میر نگری عظیم آبادی قدس سرہ نادر روزگار بزرگ گزرے ہیں، خیر آبادی علوم و فنون کے اعلیٰ ترین ورثاء میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے اور خیر آبادی عقیدہ و مسلک حب رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زبردست پاسدار تھے۔

حاجی صاحب کی کتاب میں ان کے خط پر چھپا ہے، ایک صاحب کی زبانی روایت ہے۔ جو ان کی طبع شدہ تحریر کے مقابل مقبول نہ ہوگی۔ پھر اس میں عذر بھی نہایت پادر ہے۔ جیسے کوئی اپنے آپ کو زید بن عمرو لکھ کر بکر بن خالد بتائے اور عذر کرے کہ مجھے یاد نہ رہا تھا کہ میں سنی ہوں، یہاں بعینہٖ یہی صورت ہے۔ بدگویان مصطفی علیہ السلام کو بدگو جان کر سنی بتانا، خود اپنے آپ کو گمراہ بے دین بنانا ہے۔ بھول کا عذر وہی ہوگا کہ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں سنی ہوں بہر حال

ع چو بازآمد ماجرا میکنم۔

اس اشتہار کا مع ان کے مہر کے کتاب میں طبع ہونا ضرور ہے۔ کاغذ کے نمونے آگئے، واقعی بہت گراں ہیں حاجی عیسیٰ صاحب گئے۔ مولوی امجد علی [1] صاحب کے آنے پر رائے معلوم ہوگی۔ کلکتہ میں بھی ایک عالم سنی کی بہت ضرورت ہے، حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں، سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے۔ کہ جن کے پاس مال ہے۔ انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے۔ ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لئے دو ہزار روپے ماہوار بھی کوئی چیز نہ تھے اور ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سن کہ سولہ ہزار سالانہ جائداد اس کے لئے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے، مبادا کہ کوئی دیوبندی قابض ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں؟ و حسبنا اللہ نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حاجی صاحب نے چٹائیوں کی نسبت پھر کچھ نہ لکھا۔ اگر

---

[1] علامہ ہدایت اللہ خان رام پوری اور شیخ الحدیث مولینا وصی احمد محدث سورتی کے شاگرد رشید اور مکتوب نگار قدس سرہ کے مرید اور ممتاز خلیفہ، فقہ و حدیث میں امامت کا منصب رکھتے تھے، شیخی و والدی شیخ الحدیث تاج الشریعہ حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین مدظلہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد محدث پاکستان، استاذ الہند علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی مدظلہ وغیرہم اپ کے ممتاز شاگرد ہیں۔ تفصیلی حالات ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' مرتبہ جناب محمد صادق قصوری مدظلہ اور ''تذکرہ علمائے اہل سنت'' مرتبہ مولانا محمود احمد قادری دیکھیے۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بطور خود یہ کام بہ نیت لوجہ اللہ کیا۔ لہذا اس کا معاوضہ نہیں تو بے شک نہیں۔ و جزاہ اللہ خیراً اور اگر میرے لکھنے کی بنا پر میری وجہ سے ہے۔ تو حاشا نہ یہ میر مقصود تھا، نہ اب منظور۔ لہذا بات صاف ہونا ضرور۔ بخدمت حاجی صاحب حامی سنت و سائر احباب اہل سنت سلمہم اللہ تعالیٰ سلام مسنون۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۶/ماہ مبارک یوم الجمعۃ المبارک ۱۳۳۴ھ

(۱۹)

از بریلی

۱۴/شوال ۱۳۳۴ھ

ولدی الاعز اکرمک المولیٰ تکرم و تعالیٰ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی رحم الٰہی صاحب علیل ہیں، دوسرے آدمی کی فکر میں ہوں۔ "طمعت الضحٰی"[1] کے لئے مولوی امجد علی صاحب سے کہہ دوں گا وہ جو کچھ اس عورت کو دے جاتا ہے، اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زنا کی رشوت ہے، درمختار میں ہے: ما یدفعہ المتعاشقان رشوہ، اگر وہ لینے پر مجبور کرے، لے کر فقراء پر تصدق کر دیا جائے۔ اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔

آپ اور مولٰنا حامی سنت ماحی بدعت حاجی محمد لعل خاں صاحب سلمہما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل برحمہ قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعدائے دین پر منصور رکھے۔ آمین

یہاں سے بھی دو تار گئے، ایک از جانب دار الافتاء، ایک از جانب مدرسہ اہل سنت و جماعت و مدرسین و اراکین، اور دو بعونہ تعالیٰ اور دیے جائیں گے۔ ایک از جانب فقیر اور ایک کیلئے آج جلسہ کیا گیا، مجلس اہل سنت کی طرف سے جائے گا۔ پچاس خط متفرق بلاد کو بھیج دیے گئے کہ اپنے یہاں کی انجمنوں، مدرسوں میں جلسہ کرکے ان مجلسوں کی طرف سے تار دیں۔

[1] داڑھی کے مسائل پر امام احمد رضا کی گراں قدر تصنیف مطالب کا

تکسیر کی نسبت سے کل کاغذ کہ اس کے متعلق تھے، خود نکال کر مصطفیٰ رضا کو دے دئے کہ آج ہی بصیغہ رجسٹری آپ کو بھیج دیں، وہ ۲۳ پرچے اور ۵ رسالے ہیں، ایک مطبوعہ اور ایک وہی ۱۵۲ امربعات اور ۳ اور ان کاغذات میں جو مسودہ مبیضہ یا منتشر سے مجتمع ہونے کے قابل ہوں۔ یہ محنت گوارا فرمایئے اور مع اس پہلی کتاب کے کہ آپکے پاس ہے، بصیغہ رجسٹری بھیجے کہ اس کی بھی یہاں نقل لی جائے۔ بملاحظہ حاجی صاحب حامی سنت سلام سنۃ الاسلام والسلام

جو خط آپ نے میاں جان خان مراد آبادی کے نام بھیجا وہ اب تک امانت رکھا ہے۔ اس وقت تک وہ تشریف نہ لائے۔ یہاں چار شنبہ کی عید ہوئی۔ بعض مجہول شہادتیں رویت کی گزری تھیں۔ وہ شرعاً قابل اعتماد نہ تھیں۔ وہاں رویت ہوئی یا ثبوت شرعی ہوا یا کیا۔

والسلام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۴ر شوال روز سہ شنبہ ۳۴ھ

(۲۰)

از بھوالی

۱۴ر صفر ۱۳۳۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قریب تین مہینے ہوئے کہ مکان سے جدا ہوں، ہفتوں ڈاک جمع ہو کر مجھے ملتی ہے۔ آپ کے ۳ خط ایک ساتھ پائے "رسالہ نور الفرقان بین جند الالہ و حزب الشیطان" صاف شدہ تھا مصطفیٰ رضا نے دو روز تلاش کیا۔ نہ ملا ناچار اس کا اور نیز "اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب" کا مسودہ بھیجتا ہوں۔ بعد فراغ باحتیاط ملے، رجسٹری کا وقت بہت کم رہا۔ اس لئے اسی قدر پر اختصار اور دعائے برکات دارین بسیار از بسیار والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۴ر صفر المظفر روز جان افروز دوشنبہ ۳۵ھ

۲۱

از بریلی

۹ رماہ مبارک ۱۳۳۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین المتین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی نقشہ اوقات مدراس یہاں نہیں آیا صرف ایک چھوٹے رسالے تحفۃ المصلی کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پیسے میں آگئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے ۔ کہ جب عرض و میل متفق الجہتہ ہوں تفاضل لیا جائے گا ۔ یعنی ان میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا ۔ عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض ۱۳ ہے اور اس میں راس السرطان کا بعد اقل شمس کا جیسا میل کلی ۲۳ ہے ی لج ہوا نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی ۱۳ ہو اس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی ی لج ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اس شہر میں جنوبی دونوں نصف اقدار یکساں ہیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح و عشاء راس السرطان پر مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ ۹٫۸۰۵۹۲٫۸۶ ہوا اور وقت عشا ۱ گھ ۔ ۱۴م ۔ ۷ث آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹٫۹۲۸۴۶۱۹ ہوا اور وقت عشا ۱ گھ ۔ ۵۹ ۔ ۸ث آیا ایک گھنٹے دس منٹ سے زیادہ فرق ہوگیا طلوع و غروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ موارہ مرسلہ سے ظاہر ہے حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل ایام مرید ۲۴ ۔ ۳۴ ۱ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۳۴ ۔ ۳۴ ۱۰ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہوگا غروب ۲۱ ۔ ۴۵ ۲۹ ۶ طلوع ۶۹ ۔ ۳۲ ۵

+	۱۰	۳۴ ۔ ۳۴	۲	۱۰	۳۴ ۔ ۳۴
۵	۴۴	۳۰٫۱۲	۶	۲۶	۲۸٫۵۵

یہ وقت غروب وہی ہے جو آپ نے نکالا تین سکنڈ کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا

آپ نے سہیل اکبر الصبح بیا ہو ۲۲ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا اور میں نے ہر ریز جو بعلا

خفیف ترافی سہل کی ہے۔ پھر آپ نے بعد تحقیق مطلق حسب دستور سالق کہ میرے یہاں معمول تھا

صرف نالیا ہوگا اور حساب میں صد لدمہ رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس

پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲۰ آلی جو ۲۲ جون کی تعدیل مرصدی ہے۔ اور ۲ منٹ

فصل طول لی کر ۵، ۲ ، ۱۰ دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر نافذ کیے دلیل یہ کہ آپ کے

یہاں معدل تعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵ ۳۷ ۶ اس کا تمام ۳۵ ۲۲ ۵ اور

طلوع ۱۹ ۴۴ ۵ ۔ تمام غروب ۲۵ ۲۲ ۵ ۔ ۲۴ ۳۱ نصف ۵۲ ۱۰ دس منٹ

دس سکنڈ آ گئے جو تعدیل مرصدی ۲۲ جون میں تھے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں

وقت حقیقی غروب ۲۳ ۲۴ ۶ آیا اور طلوع ۲۷ ۲۳ ۵ تو آپ کے یہاں اور یہاں

کے غروب میں ۴۱ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں۔ عباسی صاحب کا حساب یقیناً صحت

نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ۔ اور اس سے ظاہر

ہوتا ہے کہ انہوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمول عوام بے علم

کی طرح طلوع و غروب نجومی لے کر ان میں تعدیل ریلوے ملا دی ظل میل راس السرطان

۲۱ ۲۴ ۲۷ ۳۴ ۹ اس جیب کی قوس تقریباً + ظل عرض مدائن $\frac{9.0395663}{9.0029928}$ ہے

یہ ہے جس کا وقت ... :: غروب نجومی و ... اور دقائق تعدیل بھی انہوں نے ملا

طلوع نجومی ۵ ہو ... وہی غائب لے لیں۔

یہ اول کا منشا غلط ہے۔ رہا وقت

سادہ ... تصحیح دیا ہے پرچہ صاحب ملاحظہ ہو وقت حقیقی ۶ ۴۴ ب

۹۱ سکنڈوں میں فرق ہے ولس سین لے کے پہنچے دوالمکو کے تعدیل ریلوے $\frac{10\ 34}{7\ 56\ 38}$

دریافت کرنے کو کہا تھا جن کا ذکر مسئلہ جناب شاہ ... الدین صاحب میں تھا اس کا جواب

آپ نے کچھ نہ دیا اب ان مولوی عبداللہ صاحب احقر کے رسالہ تحفۃ العنبی میں الٹا

سروے رپورٹ کا حوالہ اور مدارس سے انھوں نے بلاد حیدر آباد دکن و دیگر بلاد مالا بمبئی

کا طول عرض لیا ہے ان بلاد کی کتاب کی مجھے بھی ضرورت ہے جو آج تک نہ ملی اول صاف

سے بیماری کی شکایت ہے اس [illegible] سردست۔۔۔ پوسٹ کا حال دریافت کیجئے اس میں کیا کیا ہے [illegible]
[illegible] تو ہے جلد اول ابھی قدرے باقی ہے ہر چند ماہ مبارک شاید پوری طبع ہو جائے [illegible]
[illegible] والسلام

[illegible] ۱۰ ماہ مبارک ۳۵ھ

(۲۲)

از بریلی

۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعلہ کاسمہٖ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۲۲ ذی قعدہ سے آج ۲۲ ربیع الاول شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت انحائی، مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے، ۱۱ محرم شریف سے بارے حاضری کا شرف پاتا ہوں، لوگ بازو پکڑ کر لے جاتے ہیں، نقاہت وضعف اب بھی بشدت ہے، دعاء کا طالب ہوں، اس بیماری میں المنک سنہ ۱۹۱۸ء منگائی، یاد نہیں رہی، نومبر میں منگائی، جواب ملا کہ ہو چکی، ۱۵ دن بعد آئے گی۔ جسے ایک مہینے سے زیادہ ہو چکا، شملہ لکھا کہ شاید وہاں ہو، آج وہاں سے بھی جواب آ گیا، آپ نے اگر لی ہو تو ۲۰، ۲۵ روز کے لئے بھیج دیجئے۔ مگر فوراً فوراً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام بچوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

شب ۲۳ ربیع الاول شریف ۳۶ھ

از بریلی (۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین   السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

وہابیہ خذلھم اللہ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا بھاگل پور، فیروز آباد، راندیر، بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولٰینا مولوی محمد نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا، یہ خط اصل ہتے بعد ملاحظہ واپس ہو، فیراز آباد میں ایک صاحب موچہ لئے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی۔

راندیر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا، وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے، میں نے فاتحان بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ طیار رہیں مگر انہوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انہیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو، لہذا آپ راندیر جانے کے لئے تیار ہیں، میرے تار کا انتظار کریں، والسلام مع الاکرام،

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۸ ررجب مرجب ۳۶ھ

از بریلی (۲۴)

۸ ررجب ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہٗ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مستعدی پر بحمدہ تعالیٰ جی خوش ہوا، جزاکم خیرا وبارك فیکم وبکم ولکم وعلیکم، آج ۱۳ دن ہوئے، راندیر سے جواب نہ آیا۔ جواب آنے پر کچھ کیا جائے

ظاہر اوہی تحریر باذنہٖ تعالیٰ کافی ہوگی۔ جلد اول فتاویٰ کی فہرست بنوائی تھی اور اس کی کاپی بھی ہوگئی، اب جو میں دیکھوں، نہایت غلط بنی، اب از سرِ نو اس کی ترتیب سے اس فہرست ہی کا چھپنا باقی ہے، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

آپ کا رسالہ "موذن الاوقات" آیا، نام بھی نہایت مناسب و موزوں پایا، اس کے مقصد اول و خاتمہ کو ضرور دکھا لینا چاہئے اور "تذہیب" کا حرف بہ حرف قبل طبع دکھا لینا فرض اہم ہے۔ مولانا! کسی وقت اپنے آپ کو مشورۂ احباب سے مستغنی نہ کرنا، بہت مفید فی الدین ہے۔ آپ کی تصانیف عافیہ وافیہ و تقریب پر خوشی ہوگی۔ مگر کاش یہ وقت آپ نے بہشتی زیور و گوہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا۔ تو بحمدہ تعالیٰ عمدہ ذخیرۂ عقبیٰ ہوتا۔ جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔ وحسبنا اللہ المولیٰ ونعم الوکیل۔

میں نے آج کل ایک رسالہ سمت قبلہ میں لکھا ہے، قواعد کے چاروں باب ہوگئے، پانچواں باب قبلۂ ہندوستان کا زیر تحریر ہے، شاید کوئی رسالہ "ہدایۃ المصلی" مدراس سے آیا تھا۔ جس میں غلط و باطل قاعدے سے سمت نکالی تھی، وہ میں نے آپ کو بھیج دیا تھا، وہ دو ایک روز کے لئے بھیج دیجئے، مدراس کا ایک اور عربی رسالہ ایسے ہی اغلاط پر مشتمل آیا ہے، اس کے ساتھ اس کے اغلاط پر بھی تنبیہ کر دی جائے۔ بمبئی احاطہ کی اب تک طول و عرض کی کتاب نہ ملی۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ
۲۲؍رجب مرجب ۱۳۳۶ھ

(۲۵)

از بریلی

۷؍شعبان ۱۳۳۶ھ

۷۸۶

بحمدہٖ تعالیٰ فقیر نے ۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳؍ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے، تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔

احباب سے گزارش ہے کہ اس تاریخ کو جمع ہو کر درود مبارک جو حلقہ جمعہ میں پڑھا جاتا ہے، خواہ کوئی اور درود سو سو بار پڑھیں اور مجلس میلاد مبارک منعقد کریں، تو بہتر اور رب عزوجل کی اس نعمت کا اعلان کریں کہ قرآن عظیم میں اعلانِ نعمت کا حکم ہے اور حدیث میں فرمایا، اعلان نعمت شکر ہے اور جو کاروائی فرمائیں، فقیر کو اطلاع بخشیں کہ دعاء خیر زائد کرے

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۷/ شعبان ۳۶ھ

(۲۶)

از بریلی

۱۳/ شوال ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ۳/ شوال روز شنبہ وقت دو پہر آپ کا خط بطلب فتوے تار آیا۔ خط میں تاریخ تحریر ۲۹/ ماہ مبارک لکھی ہے کہ ۹/ جولائی تھی اور ڈاک کی مہر روانگی میں ۱۱/ جولائی، مہر وصول میں ۱۳/ جولائی ہے۔ نیز آپ خط ۲۹/ رمضان میں لکھ رہے ہیں۔ کہ رسالہ بھیجے ہوئے ۴، ۵ روز ہوئے۔ حالانکہ رسالہ ۳۰/ رمضان کو یہاں آیا، تو ۲۸/ کو وہاں سے چلا۔ دوسرے دن روز پنجشنبہ یہاں عید، تیسرا دن جمعہ مبارکہ کی عید، جمعہ کے دن مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ ہر سال روز عید یا ایک روز بعد تک درد سر رہتا ہے۔ اس سال آج ۳ عید تک ہے۔ کل روز ایک شنبہ ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھوں گا۔

فتوائے تار کا کوئی نسخہ نہ رہا۔ مصطفیٰ میاں سلمہٗ سے اسی وقت اس کی نقل کو کہہ دیا ہے۔ کل یک شنبہ ہے۔ ایک ہی وقت ڈاک جاتی ہے۔ اگر ڈاک کے وقت تک نقل ہو گیا، تو

بعونہٖ تعالیٰ کل روانہ ہو جائے گا۔ درد ہی کی حالت میں رسالہ کچھ دیکھا، بعونہٖ تعالیٰ بہت اچھا لکھا ہے۔ جزاء کم خیرا کثیرا فی الدنیا والآخرہ۔ کاش! یہ قوت دفع خباثات "جہنمی زیور" میں صرف ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۱۳ رشوال ۱۳۳۶ھ

(۲۷)

از بریلی

۱۵ رشوال المکرم ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین، آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حسب وعدہ کل روز یکشنبہ باوصف درد سر رسالہ لکھ دیا۔ مع نقل فتاویٰ ہلال مرسل ہے، مجھے دربارۂ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں۔ آپ کے پاس ہوں، تو فبہا، ورنہ ایک دن کے لئے پٹنہ جا کر لائیے۔ تاتارخانیہ، زاد المعاد، ابن القیم، عقد الفرید لابن عبد ربہ نزہۃ المجالس، ان کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں، عبارات مستوعبہ ہو، تو احسن کتم اور وسمہ کی تفسیر (ماورائے صراح و قاموس و تاج العروس و خالق زمخشری و مغرب مطرزی و مصباح المنیر و مختار الصحاح و نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار و تحفہ و مخزن الادویۃ و تذکرہ انطا کی و جامع ابن بیطار و انوار الاسرار لابن الملک و تیسیر و سراج المنیر شروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے، تو اور عنایت ہو۔

پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذان جمعہ زمانۂ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی۔ ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں، نقل کر کے بھیجی تھیں۔ وہ پرچہ

باحتیاط رکھ دیا تھا۔ اب تلاش کیا، نہ ملا۔ بچوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۱۵رشوال المکرم روز جاں افروز دوشنبہ ۳٦ھ

(۲۸)

از بریلی

(شوال ۱۳۳٦ھ)

ولدی الاعز مولٰینا مولوی محمد ظفر الدین صاحب سلمہٗ

عبارات تینوں بار کی آئیں، جزاکم المولٰی تعالٰی خیراً کثیراً، شاید وہ کتابیں، جن کو دیکھ چکا اور ان کی فہرست بھی لکھ دی تھی، ان میں "فتح الباری" و جامع ابن بیطار" کا نام لکھنا بھول گیا کہ آپ کو نقل کرنی ہوئی، شاید عقد فرید لابن عبد ربہ، وہاں نہ ملی کہ اس کی عبارت نہ آئی، تاتار خانیہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے "حاشیۂ در" میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصار ع م لکھنا کفر ہے، تخفیف شان نبوت ہے، اب کبھی بانکی پور جانا ہو، تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے۔ اگر آپ کو ملے تو بحوالہ کتاب و باب و فصل مع نقل عبارت اطلاع دیجئے۔ میں اس وقت اس کا تذکرہ بھول گیا۔ نیز عبارت خضاب میں "مضمرات شرح قدوری" کا نام لکھنا بھول گیا، اس کی زیادہ ضرورت تھی، والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

شوال ۱۳۳٦ھ

(۲۹)

از بریلی

۲۸/ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

۷۸۶

مولانا المکرم اکرمکم . السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط آیا، اس کا جواب تو بعد کو، پہلے یہ گزارش کہ ۲۸/ ذیقعدہ روز جمعہ کو آپ کا خط مژدۂ ولادت صاحبزادہ صاحب و نام تاریخی آیا۔ میں نے اسی دن تہنیت کا تار دیا اور اس میں نام "مختار الدین" لکھا، اس کی کوئی رسید نہ آئی۔ میں نے سمجھا کہ غیر ضروری سمجھ کر آپ نے نہ لکھی، اب کہ خط آیا اس میں بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں، تو ظن ہوتا ہے کہ تار پہنچا ہی نہیں، جسے بھیجے ہوئے آج ۱۶/ دن ہوئے۔ اگر ایسا ہے تو اطلاع دیجئے، تاکہ تار گھر سے مطالبہ ہو۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

(۲۸/ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ)

(۳۰)

از بریلی

(۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) جلد فتاویٰ ابتک آپ کو نہ پہنچی، کیا عجب! جبکہ مجھے بعد تقاضائے بسیار ملی۔ اب میں نے کہہ دیا ہے کہ ھدیۃً بھیجیں۔ قیمت مجھ سے لیں۔

(۲) تحقیق میں تقصیر سے الزام ہوا۔ مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی۔ اگر چہ واقع میں دہم تھی کہ جس طرح صحت نماز کے لئے دخول وقت شرط ہے۔ یوں ہی اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی، فاسد ہوئی۔ اگر چہ وقت

حقیقتا ہو گیا ہو۔ یوں ہی نماز عید بھی کہ مفسد خمس مفسد عیدین بھی ہے۔ امداد الفتاح و مراقی الفلاح ورد المحتار میں ہے:

یشترط اعتقاد دخوله لتكون عبادته بنيته جازمة لان الشاك ليس بجازم حتى لو صلى وعنده ان الوقت لم يدخل فظهر انه كان قد دخل لا تجزئه. در المختار میں امداد کے لفظ یہ ہیں: وكذا يشترط اعتقاد دخوله فلو شك لم تصح صلواته وظهر انه قد دخل. بدائع امام ملک العلماء میں ہے: كل ما يفسد سائر الصلواة وما يفسد الجمعة يفسد صلوة العيدين. اور جب نماز نہ ہوئی، قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلوۃ۔ شرط صحت اضحیہ ہے۔ والا فهو لحم قدمه لاهله كما نص عليه حديثا وفقها.

(۳) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا، مقبول نہیں۔ اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادت علی الرویۃ ہے، نہ شہادت علی الشہادۃ۔ فتح القدیر و عالمگیریہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے: لو شهد جمعة ان بلدة كذا رؤا هلال رمضان قبلكم بيوم وصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهؤلاء الهلال لا يباه فطر غدو لا ترك التراويح في هذه الليلة لانهم لم يشهد وبالروية ولا على شهادة غيرهم فانما حكوا روية غيرهم.

استفاضہ کہ بعد تحقیق معتبر ہے۔ خواص اس شہر کا، جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادت علی الحکم ہوگی۔ تنبیہ الغافل الوسنان میں ہے: لما كنت الا ستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر و قد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صامو الزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعي. رد المحتار میں ہے: فكانت تلك الستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور حاكم شرعی سلطان اسلام یا قاضی مولی من قبلہ یا مور دینیہ میں فقیہ بصیر افقہ اہل بلد، نہ آج کے عام مولوی۔ یہی جواب سوال (۴) ہے۔ درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا

نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسانی، کوئی لیاقت جناں درکار نہیں، خصوصاً جبکہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو۔ والمسئلة فی الحدیقة الندیة عن فتاوی الامام العتابی۔

(۵) یہ مولیٰ علی سے نہ فرمایا، بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں۔ فقہا نے ذکر کیا اور ساتھ ہی فرمایا، یہ اسی عام کو تھا، نہ عال کو، فتاویٰ کبریٰ وخزانۃ المفتیین میں ہے: ما یری ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام لعینه دون الابد۔ وجیز امام کردری میں ہے: ما ینقل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه ان اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی هذه السنة۔ و اللہ اعلم۔

(۶) یہاں کاتب کوئی نہیں، نقل کی دقت ہے۔ آپ نے جہاں تک نقل کر لیا تھا۔ اس کا آخر لکھ بھیجئے۔ کہ اس کا بعد کا بقیہ لکھنا کل کے اعتبار سے کچھ تو آسان ہوگا۔ میں نے کل عصر کے بعد مولوی امجد علی صاحب کو قیمت فتاویٰ کے روپے دیدیئے۔ اور تاکید کردی کہ صبح ہی آپ کو پلندہ بھیج دیں۔ انھوں نے ایک روپیہ پھیر دیا۔ کہ اس قدر کے اجزا ان کو پہلے بھیج چکا ہوں۔ اور کل اتوار ہے۔ میں نے کہا کہ کل ۹ بجے تک آپ بھیج سکتے ہیں۔ انہوں نے وعدہ تو کیا ہے۔

نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے۔ اور یہ کہ تہنیت کا تارمع تاریخی نام "مختار الدین/ ۱۳۳۶ھ" کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے۔ جو میں نے ۲۸/ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا۔ کیا آپ کو ملا؟

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰/ذی الحجۃ الحرام یوم الاحد ۱۳۳۶ھ

(۳۱)

از بریلی

۲۲؍ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ کل ہی مطبع میں بھیج دیا تھا، شام کو مولوی امجد علی صاحب سے دریافت کیے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ اجزاء ویلو کیے۔ حالانکہ میں کہہ چکا تھا کہ قیمت میں دوں گا اور انہوں نے ایک روپیہ واپس کر دیا تھا، اس گمان پر کہ بقیہ اجزاء جا چکے ہیں، خیر اب وہ روپیہ بھیجتا ہوں۔ فتوائے تکفیر عبد الماجد بھیجتا ہوں۔ یہ پرچہ ''صحیفہ'' سے منگا لیجیے اور اس کے مطابق تصحیح کر لیجیے یا اس کی نقل فرما لیجیے۔ ''مشرق'' میں مولوی عبد المجید فرنگی محلی کا فتویٰ چھپا تھا، جس معنوی نے دھوکا دیا۔ کیا مولوی عبد الباری کا کوئی اور فتویٰ چھپا ہے اور ان کو بھی دھوکا دیا گیا یا دیدہ و دانستہ سیاسی علت نے کفر کو اسلام بنایا، اس فتویٰ کی بہت ضرورت ہے، وہ پرچہ ''مشرق'' جہاں سے ملے، بھیج دیجیے۔ ورنہ حرف بحرف اس فتویٰ کی نقل مع نمبر پرچہ ''مشرق''۔ دس روپے کہ آپ نے بھیجے، بعونہٖ تعالیٰ حسنۂ جاریہ میں۔ ان تین بلکہ زیادہ کے نام لکھ بھیجیے جو مستطیع نہیں اور مستحق ہیں۔ بچیوں اور نعمت تاز کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۲۲؍ذی الحجہ ۳۶ھ

(۳۲)

از بریلی

۵؍محرم ۱۳۳۷ھ

ولدی الاعز جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دس روپے آئے۔ نو کو اہلِ علم کے لیے ۳

جلدیں خریدیں، ایک آج بانکی پور رجسٹری کردی، ۱۳ر مع رجسٹری صرف ہوئے، ۳ر آپ کے باقی ہیں، کیا کیے جائیں؟ مولوی عبد الباری کی تحریک ایک صاحب نے بھیج دی، اب اس کی حاجت نہیں۔ جمعہ گزشتہ کو مواخذہ کی رجسٹری بھی بھیجی گئی جو ۳۰ رذی الحجہ کو لکھنؤ پہنچی' ۳ر محرم کو ڈاک کی رسید آگئی۔ جواب کا انتظار ہے۔

آپ نے دربارۂ اذان جو عبارات نقل کر کے بھیجیں' ان میں ایک عبارت یہ ہے تفسیر بیہقی جلد ۹ ص ۳۳، بعینہ اسی شکل سے، یہ لفظ ہے کہ س دف پڑھا جاتا ہے، کیا بیہقی ہے؟ اور ہیں تو کونسے بیہقی ہیں؟ صاحب سنن، صاحب کفایہ، صاحب شامل، آن نے ایک پرچہ پر تصانیف منقول عنہا کے نام مصنف لکھے' اس میں یہ متروک ہے' اس کی ضرورت ہے۔ نیز جو عبارت ان کی نقل کی۔ اغلاط و اسقاط پر مشتمل ہے۔

پہلے پلندہ میں ایک روپیہ کا نوٹ بھیجا تھا۔ اس کی رسید معلوم نہ ہوئی۔ خط میں جتنی باتیں جواب طلب ہوا کریں، سب کو دیکھ لیا کیجئے کہ مجھے ایک ہی بار لکھنے کی فرصت نہیں، نعمت تازہ اور بچیوں کو دعاء۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۵ر محرم شریف ۳۷ھ

(۴۳)

از بریلی

۲۳ر محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا المکرّم اکرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے فرمایا تھا۔ وہ شنبہ کے دن بانکی پور سے عبارت و نام مصنف بھیج دیں گے۔ جسے آج ۱۲ دن ہوئے۔ ظاہراً انھوں نے توجہ نہ کی۔ جلد فتاویٰ کو بھیجے ہوئے مدت

ہوئی۔ اس کی رسید بھی نہ آئی۔ مولوی عبد الباری کو تین رجسٹریاں رسید طلب گئیں۔ڈاک کی رسیدیں آگئیں۔ مگر اودھ شہر خموشاں ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر بنا لیا۔ اور اخباروں نے کہ کفر چھاپنے ہی کی لئے ہیں، چھاپ دیا۔ اسلام کا قول کون چھاپے گا۔

لہذا کفری دنیا میں اپنی ہی بات بالا رہتی، سمجھ لی۔ وس ی ع ل م ال ذ ی ن ظ ل م وا الآیۃ الحق حدیث حق ہے۔ جب آیت اتری کہ تم دیکھو گے لوگوں کو کہ دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔ فرمایا: وسیخرجون منہا افواجا کما دخلوا افواجا۔ یہ ہی وقت ہے۔ ایک ملعون کفر بکتا ہے۔ ہزار اس کے پیچھے اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ العیاذ بہ تعالیٰ۔ نعت تازہ اور بچیوں کو دعاء والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

پ ث ہاں! ایک جواب مولوی سلامت اللہ فرنگی محلی کے نام سے بھیجوایا ہے کہ ہم نے خوب تحقیق کر لیا۔ ہم فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ ہم نے خود عبد الماجد سے دریافت کر لیا۔ اس نے کہا کہ میں نے کوئی کفر نہ کیا۔ بس ختم شد اور ایک دھمکی یہ دی کہ ہم سلطنت کفر مٹانے کی فکر میں ہیں۔ تم اس میں ساتھ نہیں دیتے۔ جو جواب تم اس کا دو گے۔ وہی ہم تم تکفیر مرتد کا دے لیں گے اور چالاکی یہ کی کہ خط سلامت اللہ کی طرف سے اور اس کا کاتب بھی کوئی اور من جانب سلامت اللہ۔

(۳۴)

بریلی

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز جعلک کاسمک ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایسی جگہ اگر اعلائے کلمہ اللہ پر قدرت ہو، اعظم قرب ہے۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے، احتمال ضرر زائد ہے۔ تو یہ رائے ہے، اور قواعد سے دیکھا۔ جو جواب آیا قبیح بمرہ۔

برادرم حافظ یقین الدین صاحب کے جو تعلقات اس فقیر سے ہیں۔ آپ پر مخفی نہیں۔ یہ آپ کی محبت کاملہ کے اعتماد پر اپنے خورد سال بچوں کو آپ کی نگرانی تعلیم میں دیتے ہیں، امید کی بعونہ تعالیٰ نتیجہ احسن ہوگا۔ دو رسالوں کے ۴، ۴ نسخے حاضر۔ نور العین مختار الدین کو تول کر اناج تصدق کیجئے۔ اور ایک راس اس کی طرف سے ذبح کر کے تصدق مع پوست کر دیجئے۔ میں نے ایک خواب دیکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اچھا ہے، یہ صدقہ مناسب ہے۔

حضرت سیدنا مخدوم شرف الحق والدین بہاری منیری قدس سرہ کی طرف سے ایک ملفوظ بنام "معدن المعانی" بہار میں چھپا تھا، یہاں اور لکھنؤ میں نہ ملا۔ وہاں ملے، تو ایک نسخہ مطلوب۔ اور کسی معتمد جگہ اس کا کوئی قلمی نسخہ بھی معلوم کرنا ہے، بچوں کو دعا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۱۴/ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

(۳۵)

از بریلی

۱۴/ صفر ۱۳۳۸ھ

ولدی الاعز المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا پرچہ اخبار آیا۔ نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے۔ جسے ہیأت کا ایک حرف نہیں آتا۔ سراپا اغلاط سے مملو ہے۔ آپ نے جو تقویمات کواکب لکھیں۔ ان میں بھی بعض میں فرق ہے۔

مجھے سترہ دن سے بخار آتا ہے۔ نقاہت بشدت ہوگئی ہے۔ طالب دعا ہوں۔ خیال

ہے کہ بعد صحت ایک مضمون نہ صرف اس کے اغلاط کثیرہ کے بیان میں بلکہ ہیأت جدیدہ کے مسئلہ جاذبیت کے ابطال میں بھی سید ایوب علی صاحب "ہمدم" کو بھیج دیں۔ آپ مناسب جانیں، تو آپ کے نام سے ہو۔ اردو "ہمدم" کو چلا جائے اور اس کی انگریزی کرا کر آپ بانکی پور کے اکبار کو بھیج دیں والسلام بچے کو دعاء یہ خط مصطفی رضا سے لکھوایا ہے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۴ر صفر مظفر ۳۸ھ

(۳۶)

از بریلی

یکم ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعلک کاسمک ظفر لدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پتہ صحیح نہ ہونے کے سبب پہلے خط کا جواب بہت دیر میں آیا۔ اور "الرضا" کی کاپیوں کی جلدی تھی۔ میں نے بعد انتظار اپنے ہی نام سے دے دیا۔ مسودہ کی پہلی نقل آپ کو مرسل ہے۔ "دبدبہ سکندری" جہاں چاہیے، بھیجئے۔ مگر جلدی چاہیے کہ ۱۷ر دسمبر قریب ہے۔ اگر انگریزی کی جائے، تو پہلے نمبر کی اس قدر تلخیص کافی ہے۔ یہاں شروع ۳۸ھ سے اوقات صلوات خمسہ کے نقشہ میں ہر مہینے یہ اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی نقل بابت محرم شریف آپ کو مرسل ہے۔ کتاب القاضی الی القاضی کا دربارۂ ہلال معتبر ہونا قیاس نہیں۔ صریح نص متون ہے کہ فی حدود قود ظاہر ہے کہ امر ہلال بھی حدود قود نہیں۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے: یصح التحکیم فی مسئلۃ العینین لانہ لیس بمحد و قود ولا دیۃ علی العاقلۃ۔ ان عبارات میں دین بفتح دال ہے۔ مجھے بخار کو آج ۳۲ روز ہوئے۔ دعا کا طالب ہوں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

یکم ربیع الاول ۳۸ھ

(۱۲۸) ۷۸۶، اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو ۱۷؍ دسمبر کی بے اصل و بیہودہ پیشگوئی کا خوف نہ کرو۔ دارالافتاء میں جناب مولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب نے بانکی پور کے انگریزی اخبار اکسپریس ۱۸؍ اکتوبر کے دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ و استصواب حاضر کیا جس میں امریکا کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشگوئی ہے جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب و جناب سید اشتیاق علی صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ کہ ۱۷؍ دسمبر کو عطارد۔ مریخ۔ زہرہ۔ مشتری زحل۔ نیپچون یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے قران میں ہوں گے آفتاب ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر ادھر سے بقوت کھینچیں گے۔ اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا۔ اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا یورنیس اور ان ۶ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی ان ۶ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو ہیں صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا ممالک متحدہ دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آپ سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷؍ دسمبر کو ظاہر ہوگا۔ جو بے آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ آنکھ سے دیکھا جائے۔ جب سے انسانی تاریخ جاری ہوئی ہے

نہ ہوا ہوگا۔ اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان بجلیاں اور سخت مینھ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین منتہوں میں منتقل ہوجائیگی فقط

الجواب

یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں

(۱) منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیأت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے اس میں (۵، ۶) کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے کے قوس میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اوس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر اللہ عزوجل فرماتا ہے

(۱) والشمس والقمر بحسبان ٥ سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے اور فرماتا ہے

(۲) والشمس تجری لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم ٥ سورج چلتا ہے ایک ٹھہراؤ کے لیے پر سادھا ہوا زبردست علم والے کا ہے اور فرماتا ہے۔

(۳) كل فى فلك يسبحون ٥ چاند سورج سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں اور فرماتا ہے

(۴) وسخر لكم الشمس والقمر دائبين ٥ تمہارے لئے چاند سورج مسخر کیے کر دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں اور سورہ رعد میں فرماتا ہے

(۵) وسخر الشمس والقمر كل يجرى لاجل مسمى اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے بعینہ اسی طرح سورۂ لقمان۔ سورۂ ملئکہ۔ سورۂ زمر میں فرمایا اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے اوس کے جواب کو آیہ کریمہ تمہیں تعلیم دی الا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير ٥ کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبردار تو پیش گوئی کا سرے سے مبنی ہی باطل۔

(۲) یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ تعدیل اول ہیں جیسا کہ واقف علم زیجات پر ظاہر ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات

نہیں ہوتے بلکہ فرضی۔ اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۷ دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ اون ۷ کا باہمی فاصلہ ۲۶ درجے ہیں محدود بلکہ ۱۲ درجہ تک محدود یہ تقویم اوس دن تمام ہندستان میں ریلوے وقت سے ساڑھے پانچ بجے شام اور نیویارک ممالک متحدہ امریکہ میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۱۲ بجے ہوں گے۔ یہ فاصلہ اون کی تقریبات کا ہے باہمی بعد اس سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسیں چھوٹی ہیں اون کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲۔

کوکب	تقویم برج	درجہ	دقیقہ
نیپچول	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	"	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۲	۲۰
شمس	"	۲۴	۳۰
یورنس	دلو	۲۸	۲۶

(۳) یہ کلام اسلامی اصول پر تھا اب کچھ عقلی بھی لیجئے یہ کہنا کہ دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا محض جزاف ہے مدعی اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روزانہ کواکب درکنار دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اوس نے مطالعہ کیے اور ایسا اجتماع نہ پایا یہ بھی یقیناً نہیں تو دعوائے بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور یورنس اور نیپچون تو اب ظاہر ہوئے۔ اگلی زیجات میں ان کا پتہ کہاں مگر یہ کہ اوساط موجودہ سے بطریق تفریق اون کے ہزاروں برس کے اوساط نکالے ہوں یہ بھی ظاہر النفی ہے اور دعوے محض ادعا۔

(۴) کیا سب کواکب نے آپس میں صلح کرکے آزار آفتاب پر ایکا کرلیا ہے یہ تو محض باطل ہے بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ اور ۱۷ دسمبر کو اوساط کواکب کا نقشہ یہ ہے۔

اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان سے ہزاروں درجے بڑا ہے جب اتنے بڑے

پر ۶ کی کھینچ تان اوس کا موضع زخمی کرنے میں کامیاب
ہوگی تو زحل کہ اوس سے نہایت صغیر وحقیر ہے پانچ
کی کشاکش اور ادھر سے یورینس کی مار مار یقیناً
اوس کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور اس کے
اعتبار سے اون کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف ۲۵
درجے۔

(۵) مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اوس
کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم فقط ساڑھے
۲۲ درجے تو یہ چاروں مل کر اوسے پاش پاش کردیں گے۔

کوکب	وسط درجہ	وسط دقیقہ
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زہرہ	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۶
زحل	۱۵۵	۴۲
یورینس	۲۲۴	۵۶

(۶) عطارد سب میں چھوٹا اور اوس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلہ میں ہیں تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ "دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹے داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں اور تین اون میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ" جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بیچارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اکٹھے ۶ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اوسی نسبت سے اون پر اثر زیادہ ہونا لازم۔ واجب تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے وہ انھیں تمرد پر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جو اذب میں گم جانا۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوی قوت سے کھینچی جائے گی اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھنچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے اس طرف ۶ رہیں گے نہ اوس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیشگوئی

محض باطل و پا در ہوا ہے غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اوس کی عطا سے اوس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی اپنے خلق میں حسب جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشگوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی وہ اصول محض بے اصل منگھڑت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا اگر جاذبیت صحیح ہے۔ تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہرحال پیشگوئی باطل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(۷) جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اوسکا وقت تقریباً سوم جولائی ہے آفتاب زمین سے غایت بعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے غایت قرب پر یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ اکتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثلثے یعنی ۰٫۰۲۲۵۲۲ تو بعد ابعد ۲۶۰۰۰۴۴۵۰ ۹ میل ہوا اور بعد اقرب ۹۱٬۷۴، ۱۴۱، ۱۲، ۹ میل تفاوت ۵۲، ۱۱، ۳۱، میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے ذکر اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیأت جدیدہ کا زعم ہے تو اول تو ناخریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیأت ہیأت جدیدہ میں (۱۰۳٬۵۰٬۱۲) بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تین زمینوں کے اور ہم نے برنیائے[1]

[1] وہ مقررات تازہ یہ ہیں قطر مدار شمس اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل قطر معدل زمین ۸۶۰۰۲۶۹۰۷ میل قطر اوسط شمس و فاقی محیط سے بتیس دقیقے چار ثلثے۔ پس اوس قاعدہ پر کہ ہم نے ایجاد اور اپنے فتاوی جلد اول رسالہ الھنی النمیر میں ابراز کیا ۷ ۵ ۴ ۰ ۹ ۶ ۲ ۲ ، ۸ لو اسال قطر مدار +۹۹ ۴ ۱ ۶ ۷ ۹ ۴ ۹ = ۷ ۵ ۹ ۱ ۶ ۶ ۷ ۸ ، ۸ لو اسال محیط آ۔ ۳۲۲۴۵۳۸ ۴ ، ۴ لو فاقی محیط = ۱۸۰۴۱۷ ۲۱ ۴ ۴ ، ۴ لو اسال دقیقہ محیطیہ آ +۹ ۳ ۵ ۶۰۲۰۰ ۱ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مقررات تازہ اصل کردی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی کیا مقاومت کرسکتا ہے تو گرد دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اوس میں مل جاتا کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھینچ نہ سکے گا. بلکہ اون کے گرد گھومیگا.

ثانیاً جب کہ نصف دور میں جاذبیت شمس غالب آکر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اوسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ سے زیادہ دور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لاکر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہوتا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر آکر اوس کی قوت سست پڑے اور زمین اوس کے پنجے سے چھوٹ کر پھر اوتنی ہی دور ہو جائے شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو ماتب زائد ملتا ہے قوت تیز ہوتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے، دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا کہ ایک ظاہری لگتی ہوئی بات تھی کہ نصف دور میں یہ غالب ہوتا ہے اور نصف دور میں وہ نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے اوسے کھینچ کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے اور ادھر ایک اودھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف پر قرار پائے

ثالثاً خاص انھیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انھیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۵) لوفاق قطر شمس = ۰، ۹۲۷۷۹۵۰۷ لوامیال قطر شمس ؛ — ۵۹ ۴۳ ۸۹۸ ، ۳ لوامیال قطر زمین = ۴۴۹۸ ۰۹ ، ۲ لونسبت قطر ب آہ ۴ کرہ : کرہ :: قطر : قطر مثلثہ بالتکریر = ۶۹۲۴۸ ۱۱، ۶ لو نسبت کرتین عدد ۱۳۱۳۲۵۶ وہوالمقصود یعنی محیط فلک شمس اٹھاون کروڑ پینتیس لاکھ آٹھ ہزار میل ہے اور ایک دقیقہ محیطیہ ۲۷۰۲۲ ، ۵ میل اور قطر شمس ۸۶۶۵ ، ۱۲ میل اور وہ قطر زمین کے ۱۰۹ ، ۵۰۹ مثل ہے اور جرم شمس تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر اور علم حق اس کا خالق جل و علا کو ۱۲ منہ دظلہ العالی

وجہ بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب[۱] اس کے گرد ایک ایسے دائرہ پر متحرک جس کا مرکز، مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے

اگر مرکز متحد ہوتا زمین سے آفتاب کا بعد ہمیشہ یکساں رہتا مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ آ پر ہوگا مرکز زمین سے اس کا فصل و ج ہوگا یعنی بقدر و ب نصف قطر مدار شمس + ب ج مابین المرکزین اور جب ء پر ہوگا اس کا فصل ج ء ہوگا یعنی بقدر ء ب و نصف قطر مدار شمس ـ ب ج مابین المرکزین دونوں فصلوں میں بقدر دو چند مابین المرکزین فرق ہوگا یہ اصل کردی ہے لیکن بعد اوسط اصل بعینی ہیں بعد اوسط منتصف مابین المرکزین پر ہے تو بعد اوسط + نصف مابین المرکزین = بعد ابعد ـ نصف مذکور = بعد اقرب لاجرم مابین المرکزین فرق ہوگا اور یہی نقطے اس قرب و بعد کے لیے خود ہی متعین رہیں گے جن میں نہ جاذبیت کا جھگڑا

و

ب مرکز مدار شمس

ج مرکز زمین

ء

---

[۱] تنبیہ ضروری آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اس کے گرد دائر ماننا تو صراحۃً آیات قرآنیہ کا صاف انکار ہے یہی ہیأت یونان کا مزعوم کہ آفتاب مرکز زمین کے گرد دائر تو ہے مگر خود بلکہ حرکت فلک سے آفتاب کی حرکت عرضیہ ہے جیسے جالس سفینہ کی، یہ بھی ظاہر قرآن کریم کے خلاف ہے بلکہ خود آفتاب متحرک ہے آسمان میں پیرتا ہے جس طرح دریا میں مچھلی قال اللہ تعالیٰ کل فی فلک یسبحون ۱۰ فقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ عبد اللہ بن مسعود و صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حضور کعب کا قول مذکور ہوا کہ آسمان گھومتا ہے دونوں حضرات نے بالاتفاق فرمایا کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ۔ کعب نے غلط کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکیں نہیں، زاد ابن مسعود وکفی بھا زوالا ان تدور رواہ عنہ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عنہ یعنی عبد بن حمید [illegible] اگرچہ تاویل ہوسکے صحابہ کرام خصوصاً ایسے اجلہ اعلام بمعانی القرآن اولیٰ ہیں ان کا اتباع واجب ۱۲ منہ غفرلہ

(۴۷)

از بریلی

۱۰؍ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرۃ عینی ولدی الاعز مولوی محمد ظفر الدین جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۳ روز ہوئے۔ میں آپکو جواب لکھ چکا۔ ربیع الاول شریف کو مفصل خط اپنی علالت وغیرہ کا بھیجا۔ ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ پر آشوب آیا۔ سوا پانچ مہینے تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے، آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے۔ مجبور ہو کر اب ایک ہفتہ سے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کافی ہے۔

۱۲؍ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا، مولیٰ تعالیٰ نے فضل کیا۔ مرض زائل ہوا۔ مگر آج دو مہینے کامل ہوئے۔ ضعف میں فرق نہیں۔ مسجد کو چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر لے جاتے اور کرسی پر لاتے ہیں۔ اسی حالت میں ترک موالات وترک وطن واستعانت بکفار و ادخال مشرکین بمسجد وغیرہ امور دائرہ پر ایک جواب لکھنا پڑا کہ پانچ جز سے زائد ہو گیا۔ آیہ کریمہ ممتحنہ کی اس میں کافی بحث کردی گئی ہے۔ اسی کے لحاظ سے اس کا نام "المحجۃ المؤمنہ فی آیۃ الممتحنہ" رکھا۔ یہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ جس دن آپ کو خط لکھا تھا۔ اسی دن سے مطبع میں آیا ہے۔ ۴۴ صفحوں تک کاپیاں ہو گئیں ہیں۔ کچھ فرمے چھپ گئے ہیں۔ بعد تکمیل انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ حاضر کرے گا۔

آپ کا رسالہ بالاستیعاب اب تک میں انہیں وجوہ سے نہ دیکھ پایا۔ متفرق مقامات

سے کچھ کچھ دیکھا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً کثیراً، اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کی طرف سے یہ تاویل کہ انہوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرکین جائز رکھا ہے۔ میری سمجھ میں نہ آئی ۔ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت، جنکا پس روان گاندھی کو ادعا ہے۔ کیا کوئی دنیوی کام ہے اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑ رہے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے، مسلمان ہی نہیں، تو اسے نہ صرف کار دین بلکہ ضروریات دین جانتے ہیں۔ بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے، جو جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے۔

بچی مرحومہ کو جس طرح خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت مبارک ہے، نہانا رحمت و برکت ہے اور برہنگی دلیل حاضری بارگاہ ہے کہ دربار عزت میں حاضری یوں ہی ہوگی۔ قال تعالیٰ:لقد جئتمونا کما خلقنا کم اول مرۃ، تصحیح اعمال کی تنبیہ و انداز ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا النذیر العریان، حضرت سرمد کا شعر ہے۔

السلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۳۸)

از بریلی

۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں ۱۲؍ربیع الاول شریف کی شام سے جو علیل ہوا، تو اب تک یہ حالت ہے کہ چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لاتے ہیں۔ آپ کے رسالہ میں بہت دیر ہوئی۔ دس بارہ روز ہوئے کہ اسے تین جلسوں میں دیکھ لیا۔ بحث خلافت کو چاہا کہ اتمام کردوں۔ خطبۂ صدارت مولوی عبد الباری صاحب میں اسی کے متعلق ۱۵؍سطریں ہیں اور بہت ہذیان، "رسالۂ آزاد" میں ائمہ عقائد و حدیث وفقہ کی ۵۷ عبارتیں، کچھ آپ کے رسالہ کے حاشیہ پر لکھیں۔ پھر جدا ترک کے اوراق بڑھائے۔ فقط ۱۵ سطریں لکھنوی کے رد تک ۱۸ ورق ہو گئے۔ رد آزاد جدا رہا۔ لہذا اسے ملتوی رکھا۔ وہ عبارات کاٹ دیں اور جس قدر آپ نے اکتفاء کی تھی۔ اسی قدر تتمیم کر دی۔

۱۳، ۱۵ مطابق ۲۴ تا ۲۶ مارچ گاندھیوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے۔ ابھی کی رائے ہے کہ اپنے علماء بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں۔ اگر قرار پایا، تو آپ کو آنا ضرور ہوگا۔ تیار رہئے۔ اگر ۱۱ یا ۱۲ رجب کو تار دوں۔ تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے۔ اس کی رسید سے مطلع فرمایئے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

فقیر قادری

۳؍رجب یوم الاثنین ۳۹ھ

(۳۹)

از بریلی

۱۲؍شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حالات حاضرہ و مصائب دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسیمہ و پریشان کیا ہے۔ آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں۔ علمائے اہل سنت و جماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے۔ تو خدا نہ خواستہ وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارہ

کارنہ پائیں گے۔ انہیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت و جماعت کا ایک مہتم بالشان جلسہ ۲۲،۲۳،۲۴ شعبان المعظم روز دوشنبہ، سہ شنبہ چہارم شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ جناب کی اعانت دینی وتوجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضرور دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لا کر اپنے مفید مشوروں اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے اور جو صاحب اس کارخیر میں اپنے صرف کے لئے متحمل نہ ہو سکیں۔ جلسہ ان کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۱۲ر شعبان المعظم ۳۹ھ

(۴۰)

از بھوالی

۱۵ر ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم مولوی ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مبارک، مبارک، مبارک۔ مولانا مولوی عبد الباری صاحب نے ان ایک سو ایک اوران کے امثال سے توبہ چھاپ دی۔ ملاحظہ ہو ''ہمدم'' ۱۱ر رمضان المبارک روز جمعہ ۲۰ مئی ۱۹۲۰ء ص ۲ ک ۴'' میں نے بہت گناہ دانستہ کئے اور بہت سے نادانستہ، سب کی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً وفعلاً وتقریراً بھی کئے ہیں جنہیں میں گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان کی کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا۔ ان سب سے اور ان کے مانند امور سے، جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے قدوہ نہیں ہے۔ محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میری توبہ قبول کر۔ فقیر محمد عبد الباری عفی عنہٗ''

فقیر کی رائے میں فوراً ایک جلسہ توبہ مولانا مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی چھاپ کر اس کی تہنیت کا جلسہ وہاں بھی کیا جائے اور اس میں وہ تحریر جو میں انہیں توبہ کے لئے بھیجی تھی، پڑھ کر سنائی جائے۔ اس کی نقل انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب حاضر کرتا ہوں۔ پھر ان کے یہ الفاظ توبہ پڑھ کر سنائے جائیں۔ اور جلسہ کی طرح سے اس کی مبارکباد کا تار مولوی عبد الباری صاحب کو دیا جائے اور مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ اس طرح عالم کہلانے کے مستحق ایک یہی تھے۔ مولیٰ تعالیٰ نے ان کی ہدایت فرمائی کہ مشرکوں سے اتحاد اور وہابیہ وغیرہم بے دینوں کے میل سے توبہ فرما کر خالص سنی ہو گئے۔

ہمارے سنی بھائی جو غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔ انہیں فوراً واپس آنا چاہئے۔ ہنود، وہابیہ وجدید بدمذہبیان سے قطع کر کے خالص سنی ''جماعت انصار الاسلام'' میں کہ حمایت سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کے لئے قائم ہوئی ہے، شریک ہو جائیں۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(از بھوالی بازار پیش ڈاکخانہ شب ۱۵ر ماہ مبارک ۳۹ھ)

(۴۱)

از بھوالی

۱۳ر ماہ مبارک ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا، یہ نعمت تازہ مبارک ہو، اس کا نام وہ رکھئے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا۔ یعنی حضرت ربیع بنت مسعود انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہما الرضوان کے نام مبارک پر ''ربیع خاتون'' ۱۳۳۹ھ۔ مولوی عبد الباری صاحب سے مراکچھ مکاتبہ ہو رہا ہے۔

باذنہٖ تعالیٰ اس کا نتیجہ حسب مراد ہوا، تو یا ان کو بلاؤں گا یا بعونہٖ عالی تحریر ہی کافی ہوگی۔ میں نے مبارکباد تو پہ کا تار انہیں بھیجا تھا۔ جس کے جواب میں دو شبہے انہوں نے لکھ کر بھیجے۔ ان کا جواب یہاں سے ۱۹/ ماہ مبارک کو بھیج چکا ہوں۔ اب یہ انتظار ہے کہ کیا پہلو اختیار کرتے ہیں وحسبنا ربنا و نعم الوکیل۔

نینی تال یہاں سے ۷ میل ہے۔ وہاں مکان ملنا بہت دشوار ہے۔ جس مکان میں دوروز رہا۔ بہت تنگ و تاریک و پست تھا۔ اب یہاں بھوالی میں دو مکان ساڑھے تین سو کو لئے۔ جس صاحب کی نسبت آپ نے لکھا ہے۔ ان کی مذہبی و علمی و عملی حالات سے اطلاع دیجئے۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

شب ۲۳/ ماہ مبارک ۳۹ھ کوہ بھوالی

از بریلی (۴۲)

۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لاتیأسوا من روح اللہ۔

ولدی الاعز مولانا المکرم جعلہ اللہ کاسمہٖ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ نام کے لئے کارڈ پہلے بھیج چکا ہوں۔ مولوی عبد الباری صاحب نے میرا خط رجسٹری واپس کر دیا۔ ان کی جو رجسٹری آئی تھی۔ اس کے لفافے پر لکھا تھا "مظفر علی" محرر۔ میں نے اس کے لفافے پر لکھوا دیا "حشمت علی لکھنوی محرر دار الافتا" وہ کل واپس آیا۔ میں نے اسی وقت دوسرے لفافہ میں اسے رجسٹری کرا دیا اور لفافہ پر مصطفیٰ رضا کا نام لکھوا دیا۔ شاید اسے بھی وہ واپس کریں کہ آج ان کا خط آیا۔ گرامی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ غالباً اسی کا جواب ہوگا۔ جو نام سے دوسرے شخص کے رجسٹری شدہ کل

میرے پاس پہونچا۔

اس وقت گذشتہ واقعات اور اشتہارات کا خیال کر کے مجھے مناسب معلوم ہوا کہ میں اسے واپس کردوں اور نہایت ادب سے عرض کروں کہ "مجھے جناب کے نام سے جو اعتماد ہوگا۔ وہ زید وعمرو کے نام سے نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کا افسوس ہے کہ جواب والا کو تاخیر سے حاصل کروں مگر اس کا منتظر ہوں" اب اگر وہ اسے واپس کریں گے۔ تو سہ بارہ میں اپنے نام سے رجسٹری کرونگا۔ وہ اس خط پر پھر کچھ چھپے ہیں۔ عبارات مذکور کے بعد فرماتے ہیں۔ "فقیر یہ چاہتا ہے کہ جناب نے جو امور تحریر فرمائی ہیں۔ جہاں تک تفصیلاً ان سے توبہ کر سکے توبہ کرلے" آگے اسلام برائے نام پر جو شبہ ہوا ہے کہ میری مراد کمال امان کی ندرت تھی۔ اس سے اس طرح توبہ کرسکتا ہوں کہ عبارت اپنی لکھوں اور اس کے بعد لکھوں اس کا مطلب اگر یہ ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحریر فرمایا ہے تو اس سے بصدق دل توبہ کرتا ہوں۔

حالانکہ ان کی عبارت کا قطعاً یہی مطلب ہے۔" صادق العباد مسلم کہاں ہیں۔ جن میں سے کافروں کا امتیاز کیا جائے۔" کیا جو مسلمان کامل الایمان نہیں ہوتے، کافروں سے امتیاز نہیں رکھتے۔ کافروں سے ممتاز وہی نہ ہوگا، جو سرے سے اسلام ہی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔" مولٰنا! آپ اس کا احساس نہیں کر سکتے کہ میری اس جسارت توبہ پر کس قدر مجھ پر ہر چہار طرف سے یورش ہے۔ میں اس کو علامت قبولیت توبہ سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ میں نے اسی وجہ سے ایک تحریر" ہمدم" میں اس تحریر کے واپس کرنے پر بھی لکھ دی ہے۔ اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے۔ جو حقوق اسلام کے ہیں۔ اس سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ مرزا محمد تقی تبرائی نہ تھے۔ ہمارے اکابر مجتہدین لکھنؤ سے جو تعلق رکھتے تھے، اس کو ہم نے دیکھا ہے اور برتاؤ ہے۔ ان کی عیادت، دعوت، تعزیت میں برابر ہم لوگ شرکت کرتے رہے ہیں۔

موالات نصاریٰ سے جس قدر تحرز تھا، اس قدر ہنود کے ساتھ تحرز ہم نے نہیں

دیکھا ہے۔ اس واسطے نفس مدارات ہنود کو ہم ممنوع قرار نہیں دے سکتے ہیں۔ مگر غلو ع و تعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔ علاوہ یہ اس کے جو تحریک اس وقت مقابل انگریزوں کے جاری ہے۔ ہم اس میں اعتدال کے ساتھ ہنود کو اپنے ساتھ سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے ہمارے مقاصد کا۔ اس کے اندر رہ کر ہم آپ کی ہر تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جلد کسی عمدہ نتیجہ پر پہونچ جائیں۔ ورنہ سخت کوشش باہم رنجش ڈالنے کی ہوگی۔"

اس خط کے بعد جلسہ تہنیت موقوف کرنے کی ضرورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر چہ یہ ان کا چوتھا رنگ ہے اور معلوم نہیں کہ کل پانچواں کیا ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

شب ۲۵ رمضان مبارک ۳۹ھ

نوٹ: بنارس سے ایک خط میرے نام آیا ہے۔ جو بعینہٖ مرسل ہے۔ وہ دوروز کے لئے آپ کو بلاتے ہیں۔ آپ ہی اس کا جواب انہیں لکھیں۔ والسلام، از بھوالی، ضلع نینی تال پیش ڈاکخانہ۔

(۴۳)

از بریلی

۱۳ رذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے۔ وہ کریم اکرم الاکرمین برکات وافرہ عطا فرمائے اور آپ کو دین سے اور دین سے آپ کو نصر مؤزر پہنچائے۔ آمین! آمین!! بجاہ الکریم المعین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم اور احسن یہ کہ استخارہ شرعیہ کر لیجئے۔

آپ کا خط دربارۂ پریشانی دنیا آیا تھا، ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں۔

آج دوں، مگر طبیعت علیل۔ بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم۔ ان کے دفع میں فرصت معدوم۔ علاوہ اس کے سو سے زائد جواب فتاویٰ کے، اس مہینہ کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجنے ہوئے اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم۔ وحسبنا ربی و نعم الوکیل۔

اس سے اعتماد رہتا ہے کہ عدم جوابی کو اعذار صحیحہ پر خود محمول فرمائیں گے۔ اس خط کے جواب میں کہ چاہتا تھا کہ آیات و احادیث دربارہ مذمت دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں۔ مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں۔ فلاں کو دست غیب ہے۔ فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے۔ یہ تو دیکھا۔ یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے۔ ثبات علی سنہ ہے۔ ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے۔ بشرط ایمان، وعدہ وعلو وغلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مؤمنین کو تفوق رہے، دنیا سجن مومن ہے، سجن مومن ہے، سجن میں اتنا آرام مل رہا ہے۔ کیا؟ محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے۔ اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہارب کی پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری

۱۳ ذی القعدہ ۳۹ھ

(۴۴)

از بھوالی

۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولدی الاعز جعل کاسمہ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط متعلق بانکی پور کا جواب دے چکا ہوں۔ آپکا یہ خط آج ۶ بجے شام کو آیا اور یہاں پانچ بجے شام سے تار نہیں لیا جاتا۔ لہٰذا بریلی خط لکھ دیتا ہوں کہ وہ بھی غالباً کل

آئندہ کے تار کے برابر پہنچے۔ ہمارے طرف مدرسین و واعظین کم بلکہ معدوم ہیں۔ "منظر اسلام" میں خود مدرس کی کمی ہے، مگر میں اس کے خط کے دونوں صورتیں لکھ بھیجتا ہوں۔ وہاں کے لوگ جیسا مناسب سمجھیں گے۔ عمل کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ وہ کرے۔ جس میں خیر ہو۔

ایک ضروری بات آپ سے بہت دنوں سے پوچھنے کو ہوں۔ جب آپ شملہ میں تھے اور وہاں کا نقشہ رمضان شریف یہاں سے بھیجا گیا اور آپ نے شاید ۲۷/ اگست کی نسبت مجھے لکھا تھا کہ چار منٹ احتیاطی بڑھانے سے بہت فائدہ ہوا۔ یہاں آج غروب آفتاب اصل وقت سے چار منٹ بعد یعنی وقت نقشہ کے مطابق ہوا۔ اس میں یہ باتیں دریافت ہیں۔

(۱) وہ گھڑی جس سے آپ نے دیکھا تھا، صحیح تھا اور اسی دن تار سے ملائی گئی تھی یا کیا؟

(۲) وہ جگہ جہاں غروب دیکھا۔ وہاں زمین نظر آتی تھی یا پہاڑ کے پیچھے چھپا۔ اگر پہاڑ کے پیچھے چھپا، تو اس کی بلندی کتنی تھی؟

(۳) آپ نے جس جگہ دیکھا۔ وہ شملہ کا غایت ارتفاع تھا یا اس کی چوٹی وہاں سے کس قدر بلند تھی؟

(۴) بعض انگریزی کتب غالباً سروے کی کتابوں میں پہاڑوں کے ارتفاعی فٹ لکھے ہوئے ہیں۔ سید سلطان احمد صاحب نے نینی تال، بھوالی، مسوری وغیرہا دس بارہ پہاڑوں کی بلندیاں مجھے لکھ کر دی تھیں۔ ان میں شملہ نہ تھا۔ اگر کہیں سے شملہ کے ارتفاعی فٹ معلوم ہوسکیں۔ تو ضرور اطلاع دیجئے۔

(۵) کیا ممکن ہے کہ آپ اگست کی اسی تاریخی یا جس تاریخ غروب افقی زمین سے دکھائی دے سکے۔ شملہ جانے کی تکلیف فرمائیں اور اس روز کی ملائی ہوئی صحیح گھڑی سے غروب دیکھیں۔ اور مصارف مجھ سے لیں۔ یا اس جگہ کا صحیح پتہ بتائیں کہ دوسرے کو بھیج کر یہ کام کرلوں۔ بچوں کو دعا۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

حضرت مولانا سید ظہور احمد صاحب موضع بیتھو، ضلع گیا، بہار

(۱)

از بریلی

۱۹ر شوال ۱۳۲۲ھ

سید صاحب! وعلیکم السلام

وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ حد کفر تک نہ پہونچی ہو (اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جیسے طائفہ رشید یہ پیدا ہوا۔ مقلد وہابیوں میں بھی کٹ اسماعیلیوں کی طرح یہی حالت ہوگی۔ ان میں غالباً کوئی نہ ہوگا۔ جن پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر نہ ہو اور بہت تو صریح الزام کی حد پر ہیں۔ تجوز وکالة المرتدیان وکل مسلم مرتد او کذا کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یھلک بدار الحرب فتطبل وکالتہ کذا فی البدائع[1]

رہی شہادت عوام میں دو شخص ہے۔ جن کو گواہی نکاح سے نام زد کیا جاتا ہے۔ اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے۔ مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں۔ جنھوں نے معا ایجاب وقبول سنا اور سمجھا۔ جب تو نکاح صحیح ہوگیا۔ لوجود الشھود وان کان من سموا شھودا مرتدین اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں۔ وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ ایک نصاب مسلمانوں سے پورا نہیں، تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ فاسد محض ہوا۔ لان من شرائط الصحۃ الشھادہ لمرتد کما فی الدر المختار وغیرہ۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۱/۱۹، ۲۱۸)

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الوکالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۶۴

جناب حکیم ظہورلدین صاحب قصبہ دوکانہ، خاص دوکانہ، ضلع مین پوری دہلی

(۱)

از بریلی

اٹھارہواں سال ہے کہ ذی القعدہ ۱۳۱۳ھ میں یہ مسئلہ یہاں سے لکھا گیا۔ وہی جواب اس کا اب بھی ہے، جو جب تھا۔ حق انفکاک وارثاں راہنہ کو ہے۔ ادائے دین مرتہن راہنہ ہی کے ترکہ سے ہوگا۔ جزو معلق کی نسبت اگر ثابت یا وارثان راہنہ کو معلوم ہے کہ وہ شخص ثالث کا ہے۔ تو ان پر فرض ہے کہ بعد انفکاک وارثان کو پہنچادیں۔ شرح مطہر میں شادی سے حق نہیں جاتا۔

جوہرہ نیرہ کتاب الطلاق باب اللعان پھر اشباہ والنظائر فن ثانی کتاب القضا و الشہادۃ والدعاوی ہے: الحق لا یسقط بتقادم الزمان قذفاً او قصاصاً او لعاناً او حقاللعبد۔ اور اگر نہ ان کو معلوم، نہ کوئی ثبوت تو وہ جزو بھی ملک راہنہ سمجھا جائے گا جو اس پر قابض تھی۔ اور جس نے بدعویٰ مالکان اس کو رہن کیا۔ لان القبض دلیل الملک۔ اس صورت میں وہ خود وارثان راہنہ کا ہے۔ بہر حال وارثان مرتہن کا کسی طرح نہیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۲۰۲/۱۰)

تمت بالخیر

نوٹ: 'الف' سے 'ظ' تک کے خطوط اس جلد میں ہیں۔

'ع' سے 'ی' تک کے خطوط دوسری جلد میں ہیں۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

[illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر [illegible]

[illegible]

والسلام

مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا مفتی شاہ احمد بخش صادق، ڈیرا غازی خان، پاکستان محررہ ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ

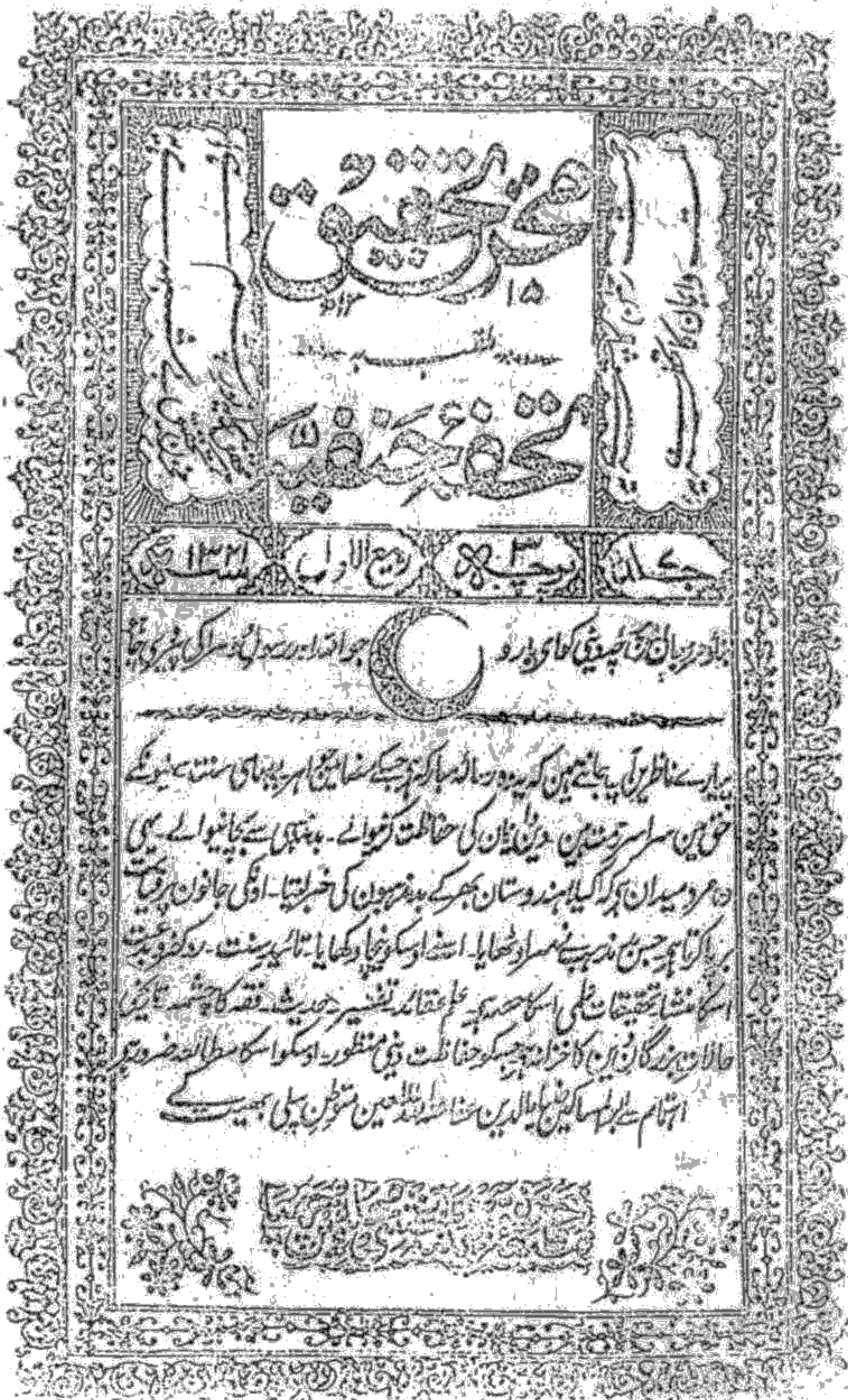
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

عکس سند خلافت منجانب امام احمد رضا بنام مولانا مفتی الشاہ احمد بخش صادق، ڈیرہ غازی خان، پاکستان

[illegible]

عکس لفافہ دار الافتاء اہل سنت و جماعت بریلی، بعہد امام احمد رضا قدس سرہ



تحفۂ حنفیہ

جلد | رجب ۳ | ربیع الاول | سنہ ۱۳۲۱

پیارے ناظرین آپ جانتے ہیں کہ یہ وہ رسالہ مبارکہ ہے جسکے سنہ ہجری ہی سے ہوا خواہی سنت سے نیو لگے

خوب ہیں سراسر ... دین ... کی حفاظت کرنے والے - بدمذہبی سے بچانیوالے - یہی

مرد میدان ہوکر کیا ہندوستان بھر کے بدمذہبوں کی خبر لیتا - انکی جانوں پر قیامت

برپا کرتا ہر جس بد مذہب نے سر اٹھایا۔ اللہ اوسکو نیچا دکھایا۔ تائید سنت۔ رد کفر و بدعت

اسکا منشا۔ تحقیقات علمی اسکا حصہ ہے۔ علم عقائد تفسیر حدیث فقہ کا چشمہ تاریخی

حالات بزرگان دین کا خزانہ ہے جسکو حفاظت دینی منظور ہو اوسکو اسکا ... ضرور

ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' عظیم آباد پٹنہ کا ایک سرورق، فکر رضا کا سب سے پہلا اشاعتی پڑاؤ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے خطوط کا جامع مجموعہ

کُلّیاتِ مکاتیبِ رضا

جلد دوم

مُرتّبہ

ڈاکٹر شمس المصباحی پورنوی (انڈیا)

مکتبہ بحر العلوم ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

نام کتاب	کلیاتِ مکاتیب رضا (جلد دوم)
تالیف	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی
تصحیح	مولانا فخر عالم رضوی، مولانا محبوب عالم رضوی
صفحات	تین سو اڑسٹھ ۳۶۸
تعداد	گیارہ سو
سن طباعت	بار اول ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۵ء
زیر اہتمام	ادارہ افکار حق بائسی، پورنیہ، بہار (انڈیا)
ناشر	مکتبہ بحر العلوم گنج بخش روڈ لاہور۔
	فون: 0300-4157405، دوکان: 7213560
ہدیہ	-/200 روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ ☆ قادری رضوی کتب خانہ ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت ☆ ضیا القرآن
☆ مکتبہ قادریہ رضویہ ☆ روحانی پبلشرز ☆ نوریہ رضویہ ☆ مسلم کتابوی
مشتاق بک کارنر ☆ زاویہ پبلشرز ☆ جمال کرم ☆ القمر بک کارپوریشن
☆ شبیر برادرز ☆ اسلامیہ کتب خانہ ☆ علمی پبلشرز داتا دربار مارکیٹ روڈ لاہور

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

فہرست

احوال واقعی: غلام جابر شمس مصباحی پورنوی ص ۸

ع

غ

ف

ق

ک

احوالِ واقعی

باسمہ وحمدہ

پیش نظر مجموعہ کا جو ابتدائی تخیل تھا، وہ ایک جلد سے زیادہ کا نہ تھا، نہ دو جلد، چہ جائے کہ تین جلد۔ مگر خدا کا کرنا، ایسا ہوا کہ اس کی تیسری جلد بھی تیار ہو گئی، بلکہ چوتھی جلد بھی متوقع ہے۔ یہاں پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود کا کہنا سچ ثابت ہوا۔ ابتدائے امر میں جب میں نے ان سے رابطہ کیا تھا، تو ان کی رائے تھی کہ امام احمد رضا کے مکتوبات پر کام کیا جائے۔ چونکہ اس وقت اس موضوع پر مواد کی فراوانی نہ تھی، اس لئے میں نے لازماً ہچکچاہٹ محسوس کی تھی، ان کی رائے صائب اور نظر بالغ تھی۔ اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے مجھے یوں مخاطب کیا:

"آپ کام شروع کریں۔ اتنا مواد ملے گا کہ سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہو جائے گا"[۱]

نہ معلوم ان کی زبان قلم سے یہ جملہ کس ساعت سعید میں نکلا تھا، یوں تو امام احمد رضا کے نام، کام کرنے میں برکت ہی برکت ہے، میں نے ان برکتوں کا اپنی آنکھوں مشاہدہ کیا اور عملاً تجربہ ہوا۔ جس رخ سے سوچا، ایک جہان دگر نظر آیا۔ میری بساط ہی کیا؟ امام احمد رضا پر کام کرنے کے لئے علم چاہئے، عمر نہیں عمریں چاہئے، گہرا مطالعہ، وسیع معلومات و تجربات چاہئے، ذہنی اور معاشی آسودگی بھی چاہئے۔ یہ سب اس خاکسار کو میسر نہیں، پھر بھی کام ہو گیا، یہ محض میرے رب کا فضل ہے۔

مواد کی تلاش میں پاکستان پہنچا۔ تو علامہ اقبال احمد فاروقی نے پیش کش کی کہ "غیر مطبوعہ اور نایاب خطوط، جو کچھ دستیاب ہوں، ایک مجموعہ ترتیب دیکر یہاں (لاہور) بھیج دیں۔ چھپ جائے گا" اسی طرح بریلی حاضر ہوا، تو ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے آفر کیا کہ "مقالہ ڈاکٹریٹ سے پہلے نو دریافت شدہ خطوط کا ایک مجموعہ آپ کے طرف سے ضرور پیش کر دینا چاہئے"

---

۱ مکتوب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب بنام راقم غلام جابر شمس مصباحی

مگر میری جستجو بہتر سے بہتر کی تلاش میں جاری رہی۔ ساتھ ہی ترتیب وتہذیب کا کام بھی ہوتا رہا۔ ذہن پیچ وتاب میں تھا کہ کیا کیا جائے، کیا صرف قلمی خطوط کو مرتب کر دیا جائے یا حالیہ مطبوعہ خطوط، جن کی تعداد بمشکل نوے یا نوے ہے، کو چھوڑ کر قلمی، قدیم مجموعوں اور کتب ورسائل میں چھپے خطوط کو جدید ترتیب میں شامل کر لیا جائے۔ اسی ادھیڑبن میں تھا کہ اچانک الہامی طور پر مجھے سمجھا یا گیا کہ اس نوع کی جتنی تحریریں ہیں، مکتوب، خطی ہوں، قدیم مجموعوں میں ہوں، رسائل واخبارات کی فائلوں میں ہوں یا کسی اور کتاب کی زینت ہوں، جدید وقدیم، مرتب وغیر مرتب، مطبوع وغیر مطبوع اور منتشر ومتفرق، سب کو ایک جامع شکل میں پیش کیا جائے۔

میرے ذہن پر جو بوجھ تھا، اس الہامی اشارے نے ہلکا کر دیا، راہ روشن ہو گئی۔ باطن سے حوصلے ملے، ہمت جٹائی اور مسافر چل کھڑا ہوا۔ تازہ دم ہو کر ترتیب وتنقیح شروع کر دی گئی۔ لیکن یہ کوئی صبح بنارس یا شام اودھ یا ڈل جھیل کی تفریح نہیں تھی، جو لمحوں میں ختم ہو جاتی۔ یہ کانٹوں کی ایک وادی تھی، شعلوں کا ایک جزیرہ تھا، سفر بڑا مشکل تھا، آگ کا ایک دریا تھا، عبور کرنا، انتہائی پر خطر تھا۔ یہ سنگ وآہن کا لقمہ تھا، درون حلق اتارنا، دشوار ترین تھا۔

مگر ہاں! میرے اندرون کی پیہم پکار یہ تھی، خطرات ومشکلات، زخم اور جوکھم کی پروا کیے بغیر بے تکان چلتے رہو، قدم بڑھاتے جاؤ، کام کرتے رہو، وہ دیکھو! منزل قریب ہے۔ چنانچہ محض اپنی ذاتی دلچسپی اور درون دل کے حوصلوں اور ولولوں سے کشتی کنارے پہونچ گئی۔ اس میں کسی بیرونی رہنمائی وہمت افزائی کا کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ ہاں! اسلاف کا فیضان!! یہی تو میری کل پونجی ہے۔

میں نے یہ کام صلہ وستائش سے بے پرواہ ہو کر کیا ہے۔ جو کچھ کیا ہے، وہ اپنے رب اور رسول رب کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ اکابر واخیار امت، جو ہماری نظروں سے پردہ کر چکے ہیں، کی روحانی مسرت کے لئے کیا ہے۔ خدا کی رضا! سبحان اللہ!! رضوان من اللہ اکبر!!! خدا کے دوستوں کی

خوشی و مسرت، نورعلی نور۔ اور ہاں! یہ کام علماء، محققین اور دانشوروں کے لئے کیا گیا ہے کہ وہ واقعات دیکھیں، اسباب واقعات کا پتا لگائیں اور امت مسلمہ، آج جن اختلاف و اضطراب میں مبتلا ہے، اس سے اس کو نجات دلائیں۔ امن واتحاد کے محور اور کلمہ اسلام اور دعوت دین کے حقیقی دائرہ پرکار پر واپس لانے کی سعی کریں۔ اگر ایسا ہوا، خدا کرے ایسا ہی ہو اور علمی حلقوں میں اس کتاب کی پزیرائی ہوئی، تو سمجھونگا، میری محنت وصول ہو گئی۔ یہی میرا صلہ اور بھاری انعام ہے اور بیش بہا اجر وثواب، تو میرے رب کے پاس ہے۔ یقیناً وہی ہے، جو بے لاگ نوازنے والا ہے۔

سوچا تھا، یہ مواد ایک یا زیادہ سے زیادہ دو جلدوں میں سما جائے گا۔ مگر جب کتابت ہوئی، تو اندازہ ہوا، سارا مواد دو جلدوں میں سمٹ دینا، کتاب کے حسن کے ساتھ ناانصافی کرنا ہے۔ کتاب کی ضخامت اوسط ہی اچھی ہوتی ہے۔ زیادہ ضخامت قاری کو بوجھل پن کا احساس دلاتا ہے۔ خود اپنا ذوق یہ ہے کہ کتاب کا حجم درمیانی ہو۔ کتابت صاف ستھری ہو۔ طباعت عمدہ ہو، سرورق دیدہ زیب ہو اور بائیڈنگ مضبوط ہو۔ ٹھیک یہی باتیں امام احمد رضا نے کہی ہیں۔ اس سے طباعت واشاعت کے امور میں ان کے حسن ذوق اور آگہی کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے لکھا ہے:

"یہ مبارک رسالہ بھی واضح قلم سے، اچھے مضبوط خوشنما کاغذ پر، کشادہ حرفوں، واضح بینوا سطور میں پانچ جز پر چھپے کہ بچے، عورتیں، بوڑھے سب بے تکلف اس سے بہرمند ہوں"

(مکتوب بنام سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم مارہروی محررہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ)

خیال یہ بھی تھا کہ اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ کی کچھ منتخب مباحث بطور مقدمہ اس میں ضم کردوں، اس کی بھی گنجائش نہ نکل سکی۔ الغرض متن خطوط کے اصل مواد کو تین جلدوں پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پہلی اور دوسری یک بارگی چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہیں، انشاء اللہ تیسری بھی جلد نظر قارئین کی جائے گی۔

خطوط کی جمع وترتیب مسلسل جاری رہے گی۔ بعید نہیں کہ چوتھی جلد بھی تیار ہو جائے۔ اسلئے کہ کئی ایک مکتوبی ذخیرے اور منتشر خطوط ابھی تک میری گرفت سے باہر ہیں۔ جس کا اشارہ میں نے جلد اول کے مقدمہ میں کیا ہے۔ مخلص اہل علم اور دردمندوں سے پر خلوص گذارش ہے کہ وہ اس قسم کے مواد کی نشاندہی یا بہم پہونچا کر معارف پروری کا ثبوت دیں۔ ان کے ذکر اور شکر کے ساتھ مرسلہ مواد و بیشتر شریک اشاعت کیا جائے گا۔

میں نے اس ترتیب کا نام رکھا ہے" مکاتیب کلیات رضا" نام رکھنے کے سلسلہ میں میں نے صرف تین شخصوں سے مشورہ لیا، وہ بھی فون پر۔ فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمن رضوی پورنوی، چیف مفتی وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ، پٹنہ، مفکر اسلام مفتی ایوب مظہر رضوی پورنوی، مفتی وشیخ الحدث دارالعلوم وارثیہ لکھنو، اور ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد کراچی، اول الذکر دونوں حضرات لفظ "کلیات" پر ذرا سا چونکے۔ کیونکہ یہ لفظ شعر ونظم کی کتابوں کے لئے تقریباً معروف ومخصوص ہے۔ جب میں نے یہاں اس کے استعمال کے جواز پر یہ عرض کیا: ڈاکٹر اقبال مرحوم، جو شعر وادب کی دنیا کے سب سے عظیم قطب مینار ہیں، کے خطوط "کلیات مکاتیب اقبال" کے نام سے چھپے ہیں۔ ڈاکٹر سید مظفر حسین برنی نے ترتیب دی ہے۔ تو انہوں نے حامی بھری۔ البتہ پروفیسر محمد مسعود احمد نے "جہان مکاتیب رضا" کا نام تجویز کیا۔ لفظ "جہان" کے بجائے "کلیات" میں مجھے زیادہ جامعیت اور وزن محسوس ہوا۔ لہذا اسی نام سے کتاب چھپ گئی۔

پی، ایچ، ڈی، کی ڈگری کا حصول، میرا ثانوی مقصد تھا۔ منشائے اصلی یہ تھا کہ امام احمد رضا کی سیرت وفکر کے وہ گوشے، جواب تک پردۂ خفا میں ہیں، سامنے لائے جائیں۔ روشنی پھیلے، ظلمتیں اور تاریکیاں کافور ہوں۔ اسکے لئے میں نے کئی رخوں سے سونچا، چند زاویوں سے دیکھا اور غور کیا مواد کی تلاش اور مطالعہ ساتھ ساتھ کرتا رہا۔ متعدد عنوانات پر اشاریے اور فائلیں تیار ہوتی گئیں۔

چنانچہ مقالہ تحقیق کی ترتیب اور یونیورسٹی میں جمع کرنے میں قدرے تاخیر ہونے لگی، تو بشمول میرے گائڈ کے، میرے کئی ہمدردوں نے اکتاہٹ محسوس کی۔ جب میں نے انہیں اپنے کاموں کی تفصیل بتائی، تو ان کی یہ اکتاہٹ مسرت اور خوش گوار حیرت میں بدل گئی، بالآخر جب میرا DURATION یونیورسٹی کی جانب سے طے شدہ میعاد ختم ہونے کو آئی، تو بہت تھوڑے سے وقت میں THISIS قلم بند ہوئی اور ٹھیک وقت پر شعبہ میں جمع بھی کردی گئی۔

اس دوران میری چھوٹی بڑی آٹھ دس کتابیں ترتیب پاگئیں۔ ان میں سے بعض کی تبییض ہو چکی ہے۔ بعض مسودہ کی صورت میں ہیں۔ جو تقریباً ساڑھے چار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں اور سب کے سب نئے عنوان اور قلمی یا نایاب مواد و معلوت پر محیط ہیں۔ ان شاء المولی العزیز علم وادب کے رتبہ میں یہ سب اہم اضافہ ثابت ہوں گی۔ خدا توفیق مستی کرے اور وسائل پیدا ہوں، تو کچھ بعید نہیں کہ وہ جلد ہی چھپ کر اہل ذوق کے لیے سرمہ چشم بنیں۔ خالق لوح وقلم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ مجھے دین حنیف کا بااخلاص کارکن بنائے، ذہنی ومعاشی سکون نصیب ہو اور جو قلم ہنوز جاری ہے، وہ بدستور چلتا رہے۔ دین حق کا مکھڑا نکھرتا رہے۔ دیپ جلتے رہیں، اندھیرے چھٹتے رہیں۔

یہ جو کچھ بھی ہوا۔ میری پانچ سالہ لگن، شبانہ یوم محنت، جاں توڑ جدوجہد، پیہم تلاش وسفر اور متواتر مطالعہ وتحقیق کا خوب صورت ثمرہ ہے۔ اس سارے سفر میں زادِ راہ میری تنخواہ رہی۔ دو سالوں تک ماہانہ مشاہرہ اٹھایا۔ کتابیں خریدی، فوٹو کاپیاں لیں، مصارف سفر برداشت کیے، اس بیچ معاشی دقتیں بھی پیش آئیں۔ فقر وفاقہ کی لذتیں بھی اٹھائیں۔ مگر نہ میرے عزم میں کہیں خستگی آئی۔ نہ پائے ثبات کسی لغزش کا شکار ہوا، نہ ہی میرے باضمیر غیرت نے کسی سے دست سوال دراز کرنے دیا اور نہ ہی خارجی مالی تعاون کا تصور دل میں لایا۔ انتہائی صبر وقناعت، ضبط وتحمل اور یکسوئی سے کام ہوتا رہا، جب کہ میرے والدین و برادران حسب سابق میرے اہل وعیال کی کفالت ونگہداشت کرتے رہے

میرے ماں باپ اور بھائیوں کا یہ ایثار کم از کم آج کے اس مادہ پرست ماحول میں ایک نادر مثال ہے۔

خدا انہیں مزید ایثار و استغناء کی دولت سے نوازے، آمین۔

جو علوم و معارف کے قدر داں ہیں، ان سے یہ عرض ضرور کرونگا کہ میری اس کوشش میں اگر انہیں کوئی خامی نظر آئے، تو وہ مجھے اصلاح کا موقع دیں، کچھ خوبی دیکھیں، تو مجھے دعاء و کلمات خیر سے نوازیں۔ مکاتیب و مباحیث اور صاحب مکتوبات پر اس انداز سے گراں بہا تاثرات و تبصرے لکھیں اور ہمیں ارسال کریں کہ وہ ان کے ذکر کے ساتھ اگلے ایڈیشن میں شائع ہو سکیں۔

میرے اللہ کریم!

تو میری اس ادنیٰ خدمت کو میرے، میرے والدین، اہل تعلق، میرے اساتذۂ کرام، میرے مشائخ عظام اور جمیع اہل اسلام کے لئے ذریعہ نجات بنا، آمین! یارب العالمین!!!

غلام جابر شمس مصباحی بن قاضی عین الدین رشیدی

۲۵ صفر ۱۴۲۴ھ ۲۹ / اپریل ۲۰۰۳ء

جالس صف نعال صاحبان علم و عرفان

مولانا شاہ عبدالسلام رضوی، اپرین گنج، جبل پور، ایم پی

(۱)

از بریلی

رمضان ۱۳۱۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قطعہ تاریخ وفات

حضرت مولانا مفتی حافظ وقاری الحاج شاہ محمد عبدالکریم صدیقی قادری نقش بندی مجددی علیہ الرحمہ

قیل مات الزکی عبد الکریم قلت کلا بل احتظی بدوام

حی عن بلیۃ فکیف یموت انما المیت ہالک الاوہام

یموت الذی لہ خلف سلم اللہ مثل عبد السلام

جبل الدین راسخ بقیامہ فی جبلفور شامخ الاعلام

قلت تاریخ عیشہ ال ابدی دام عبد الکریم خلد کرام

فقیر احمد رضا قادری

رمضان ۱۳۱۷ھ

(صحائف رضویہ عرائض سلامیہ قلمی ص ۲۳)

(۲)

از بریلی

۴ صفر المظفر ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی! ملاحظہ ذی الفضائل الانسیہ والفواضل القدسیہ المنزہ عن الرزائل الانسیہ حامی السنن

ماحی الفتن الدنیہ مولانا بالفضل اولانا مولوی شاہ عبدالسلام صاحب سلمہ

السلام اعلی المناقب وشامخ النواصب، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اعز اللہ شانکم ورفع مکانکم وابلج برہانکم۔

برادر بجان برابر مولوی حسن رضا خان سلمہ الرحمٰن کا خط ۲۶/ذی الحجہ کا لکھا ہوا مکہ معظمہ سے یکشنبہ گزشتہ کو آیا تھا۔ جس میں صرف اس قدر تھا کہ عنقریب بعونہ تعالیٰ مدینہ طیبہ حاضر ہونے والے ہیں۔ مگر تعین تاریخ نہ تھا۔ اس یکشنبہ کو کوئی خط آئے، مگر نہ آیا۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، اگر خط آ جاتا، تو حساب ہوسکتا کہ واپسی بالخیر کب تک ہوگی، اب ایک نہایت مجمل حالت ہے، دعائے خیر فرمائیں۔

حضرت بابرکت سید محمد حبیب اللہ صاحب زعمی دمشقی جیلانی اولاد امجاد حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں اور اس افقر واحقر کے حال پر کمال کرم فرما ہیں، پہلے سے تشریف لاتے ہیں، یہ بھی میرے حجاج سلمہم اللہ تعالیٰ کے استقبال کو میری طرح بمبئی تشریف لے جانے والے ہیں۔ میں دو ایک روز اور خط کا انتظار کر کے چلوں گا۔ اگر نہ آیا، یا آیا اور حساب سے وقفہ پایا، تو بعونہ تعالیٰ ضرور حاضر جبل پور ہو کر دو ایک روز جناب کی زیارت سے شرف اندوز ہوتا ہوا بمبئی جاؤں گا اور اگر خط آیا جس سے ظاہر ہوا کہ بالخیر فوراً بمبئی پہنچنا چاہیے، تو جناب کو بذریعہ تار اطلاع دے دوں گا کہ براہ راست بمبئی جاتا ہوں۔ بجملہ احباب اہلسنت سلام سنت الاسلام والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

شب ۱۴ صفر المظفر ۲۶ھ، لیلۃ الاثنین

(اکرام امام احمد رضا، طبع مظفر پور ص ۸۳۔۸۲)

(۳)

از بریلی

۱۲/شعبان ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی ملاحظہ مولانا المبجل المکرم المفخم ذی الفضل التام والفیض العام والعز والاکرام

مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام دام مجدہ ونجح جدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نوازش نامہ تشریف لایا۔ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ مولانا قاری بشیر الدین صاحب سلمہ اللہ وعافاہ کو عافیت تامہ، کاملہ، عاجلہ عطا فرمائے، بمنہ وکرمہ، آمین۔ مامول کہ ان کی خیریت سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ اعمال شفا کہ عرض کر آیا تھا، استعمال فرماتے جائیں۔ واللہ الشافی الکافی یشفی یعافی۔ کھانے کو جو چیز دی جائے سورۂ طارق شریف دم کر کے دی جائے یہ تعویذ حاضر کرتا ہوں۔ گلے میں ڈالیں اور خبر خیریت سے مطلع فرمائیں۔ والدہ ماجدہ کی خدمت میں فقیر کا سلام عرض کریں۔ نیز مولانا قاری صاحب واندرون خانہ ونور العین برہان میاں وزاہد میاں وسائر احباب کو سلام سنت الاسلام۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

۱۲رشعبان ۱۳۲۶ھ یوم الاربعاء

("اکرام امام احمد رضا"، طبع مظفر پور ص ۳۶۔۳۵)

(۴)

از بریلی

۲۵رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ رحلت عفیفہ امینہ سکینہ خاتون رحمہا اللہ تعالیٰ زوجہ مقدسہ جناب فضائل نصاب فواضل مآب حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالسلام قادری جبل پوری ادامہ اللہ تعالیٰ بالفیض النوری، آمین۔

حلت لمن عبد السلام حلیلۃ فی المعدن وھی حصینۃ ورزینہ
ھی للعفاف ھدی المحیات لزینۃ وبعفوربی فی الممات مزینہ

سال الرضا عام الوفاة مع الدعا　　قلت ارحم التابوت فیه سکینه

فقیر احمد رضا قادری

۲۵ / جمادی الاولی ۱۳۲۹ھ

(صحائف رضویہ و عرائض سلامیہ قلمی ص ۳۴)

از بریلی　　(۵)

۲۶ / جمادی الاولی ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ سامی جامع الفضائل قاطع الرزائل لامع الفواضل ذی الکرم والکرم والاکرام مولانا عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ۔ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ان للہ ما اخذ وما اعطی وکل شئی عندہ لاجل مسمی وان فی اللہ عزافی کل مصیبۃ وخلفا من کل فائت وانما المحروم من حرم الثواب و انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون .اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمہ واولئک ھم المھتدون .ونعمۃ الولادۃ ونعمۃ الحلاوۃ وفی الصبر مرارۃ یعقبھا حلاوۃ یعلوھا طلاوۃ فالھکم ابصر واعظم لکم الاجر واخلف لکم الخیر وحفظکم عن کل ضیر وغفر للمرحومۃ ووقھا عذاب القبر وبیض وجھھاورفع فی علیین کتابھا واجزل فی دارالنعیم ثوابھا ۔ آمین! آمین! آمین! آمین!!!

بہ صاحبزادگان وسائر احباب اہلسنت سلام ودعائے رحمت وعافیت۔

والسلام مع الاکرم

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۲۶ جمادی الاولیٰ یوم الجمعہ ۲۹ھ

(''اکرام امام احمد رضا''، طبع مظفر پور ص ۳۷۔۳۶)

از بریلی (۶)

۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ عالیہ جامع الفضائل قامع الرزائل حامی السنن ماحی الفتن عمدۃ الکرام مولانا مولوی حافظ قاری شاہ محمد عبدالسلام دامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ۔ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت سامی کے لئے ہمیشہ دعا کرتا ہوں اور مولیٰ عزوجل سے جناب واولاد جناب کے لئے خیریت وبرکت ورفعت وعزت دارین کی تمنا رکھتا ہوں۔ اس وقت ایک ضرورت جلیلہ سے یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں۔ اعلیحضرت عالم اجل حامی سنت ماحی بدعت دشمن وہابیت حضرت سیدنا سید اسمٰعیل خلیل آفندی عالم مکہ معظمہ حافظ کتب حرم شریف کہ وہاں کے بہت بڑے حامی دین عالم ہیں اور بغیر کسی سابقہ معرفت یا کسی نفع دینوی کے محض دین کے واسطے انہوں نے اور ان کے والد ماجد سید خلیل آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر کے وہ عظیم کام مکہ معظمہ میں کئے اور وہ وہ امداد ونصرت کی کہ حقیقی بھائیوں سے بھی نہ ہوسکتی۔

میں ان کے دینی احسانات کا نہایت زیر بار ہوں۔ بلکہ خود مذہب ودین پر ان کا احسان ہے اور وہ اس فقیر ذلیل کی ملاقات کے لئے مکہ معظمہ سے تشریف لائے۔ قریب سارے تین سو روپے کے صرف ان کے ہمراہی کے کرایہ جہاز ریل میں خرچ ہوئے۔ جہاز کے ٹکٹ فرسٹ کلاس کے تھے

اور بمبئی کے ٹکٹ میں جو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے، سکنڈ کلاس کے (۶۶) روپے سے زائد کے، تو فقط آنے جانے کے، ان کے مصارف تقریباً سات سو روپے ہو جائیں گے۔ وہ ایک پیسہ کے طالب نہیں مگر مجھے تو ان کی عظمتوں اور دینی نصرتوں کا لحاظ لازم ہے، سات سو روپے تک بھی اگر نذرانہ نہ دوں، تو گویا ایک پیسہ نہ دیا کہ یہ ان کے کرایہ ہی کا ہو۔

لہذا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ عزوجل چاہے، تو کم از کم ہزار روپے کروں اور حق یہ ہے کہ یہ بھی انکی عظمت شان کے آگے محض ناچیز ہیں۔ مجھ میں اگر وسعت ہوتی، تو دس ہزار نذر کرتا اور اسے بھی ان کے قابل نہ جانتا۔ یہ بھی نہیں چاہتا کہ عوام کے سامنے اسے پیش کروں۔ بلکہ صرف اپنے نہایت خاص الخاص آٹھ دس احباب سے ذکر کرونگا اور انہیں بتاؤنگا کہ ایسا جلیل القدر عالم وسید عربی ومکی وحامی دین نہ آج تک میرے زمانے میں ہندوستان آیا، نہ آئندہ امید۔ نہ میں نے آپ صاحبوں سے کوئی فرمائش کبھی کی، یہ وقت ہے کہ اپنی انتہائی کوشش بجالایئے۔ حضرت تشریف لے جانے کو بار بار تقاضا فرماتے ہیں، میں ان کو روکے ہوئے ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو، جلد از جلد ہو اور بیش از بیش ہو۔

تمام احباب کی خدمت میں سلام سنت، مضمون واحد ہے، میں نے آپ حضرات کے حصہ دو ڈھائی سو رکھا ہے، صرف دو ہی جگہ اور لکھا ہے اور صرف دو ہی شخصوں سے بریلی میں کہا ہے۔ جس قدر زائد ہو سکے، وہ حضرات محبین وخادمان قادریت کی ہمت وتوفیق ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل. والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۲۰ رصفر المظفر ۱۳۳۰ھ

("مکتوبات امام احمد رضا" طبع بمبئی ص ۲۹ تا ۳۱)

از بریلی

(۷)

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ عالیہ مولانا المجل المعظم المفخم المکترم ذی المجد والاتم والفضل الاعم حامی السنن ماحی الفتن واجب الاجلال والاکرام مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب۔ دامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا تار تو اسی روز آ گیا تھا، مگر رجسٹری چار روز بعد پہنچی۔ کئی روز ڈاک خانے میں رہی، تعطیلیں تھیں۔ مولیٰ عزوجل جناب گرامی اور سب احباب سامی کو بے شمار جزاء خیر کثیر دارین عطا فرمائے۔ آمین

دوسو پانچ روپے نوٹ آئے اور پہلے عرس شریف میں ۲۶ روپے اور کچھ آنے آئے تھے، فقیر ان سب کی نسبت تو مہتممین عرس شریف سے رسید بھیجنے کو کہہ دیا تھا اور ڈاک کی رسید خود لکھ کر دی تھی، عجب ضائع ہوئی اور اسکی رسید رجسٹری روز وصول ہی میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی اور نیاز نامہ اس وقت تک اطلاع مکرر کا روزانہ ارادہ کرتا تھا۔ جب سے حضرت والا سید صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہوئے ہیں، حضرت کے احکام، فقیر پر بعض رسائل فقیر کے عربی ترجمہ کے لئے، بعض رسائل جدید تالیف کر کے فوراً دینے کے لئے، بعض کتب درس فرمانے کے لئے ایسے وارد ہوئے ہیں کہ مطلقاً سب کام بند ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ حضرت ہی کی خدمت میں گزرتی ہے، حضرت تو سوا ان امور علمیہ کے اصلاً کسی شئی کے طالب نہیں۔ مگر میری نیازمندی اس پر باعث ہوئی کہ عمر بھر کی عادت کے خلاف اپنے حضرات مخلص احباب سے صرف تین جگہ تکلیف دی۔

اللہ عزوجل آپ حضرات کو اجزیہ وافیہ عطا فرمائے کہ جہاں عرض کیا۔ میرے خیال سے زائد واقع ہوا۔ صرف تین جگہ لکھا تھا اور صرف ایک صاحب سے بریلی میں کہا تھا۔ بحمدہ تعالیٰ ۸۰۲ روپے بہم ہو گئے۔ خیر ایک وجہ پر یہ بھی کثیر ہے۔ اگرچہ حضرت والا کے فضل اعلیٰ کے احتیاط سے

لاکھ بھی آتے، تو یہ بھی اقل قلیل تھے۔ مگر مخالف عادت کی وجہ سے باوصف اتنی ضروری دینی بات کہ دل سے اس کا خیال نہ گیا۔

آپ حضرات کے لیے دل سے دعائیں نکلیں اور اپنی حرکت پر ندامت ہوئی کہ ایسا کبھی نہ کیا تھا، ہر چند سمجھایا کہ معاذ اللہ اپنے کے لئے نہ کیا۔ حضرت بابرکت کی خدمت کہ اعلیٰ ضرورت دینیہ سے منظور ہے۔ مگر عدم عادت سبب قلت پر ہے اس کا اثر نہیں جاتا۔ حضرت ممدوح کل کا ارادہ معاودت کا رکھتے ہیں۔ فقیر ۱۵ روز سے علیل ہے۔ طالب دعا ہے

سب حضرات کی خدمت میں سلام مع الاکرام۔ حضرت والدہ صاحبہ کو سلام و آداب۔ صاحبزادگان والا کو دعا ترقی درجات علم و عمل و عزت دارین۔

فقیر احمد رضا غفی عنہ

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

("مکتوبات امام احمد رضا"، طبع بمبئی ص ۳۲ تا ۳۴)

از بریلی

(۸)

۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ گرامی مولانا المبجل المکرم المفخم ذی المجد والفضل والکرم حامی السنن ماحی الفتن جناب مولانا مولوی محمد عبدالسلام سلمہ السلام عن الآفات والآلام وایدبدین القویم الی یوم القیام۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر بہ تقصیر ارسالات مراسلات میں مقصر رہتا ہے۔ مگر الحمد للہ دعاء، وظائف میں یاد رکھتا ہے۔ اگر گاہے گاہے خیریت مزاج سامی سے مطلع فرمادیا کریں۔ باعث منت و وجہ طمانیت ہے۔ چند

پرچہ فتویٰ مطبوعہ مع اشتہارات حاضر کرتا ہے۔ حسب بیان اشتہار فہرست سے مطلع فرمائیں اور فتوے پر تصدیقات۔ مخالفین نے جس قدر پرچے اشتہار شائع کئے اور جناب نے جو شائع فرمائے۔ سب بغور ملاحظہ نیاز نامہ جلد از جلد ارسال فرمائیں۔ کان اللہ لکم و معکم۔ آمین۔ والسلام

مولوی برہان میاں و سائر اعزہ و احباب سلام سنۃ الاسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ از بریلی

دوم ربیع الاول شریف یوم الخمیس ۳۲ھ

(صحائف رضویہ و عرائض سلامیہ قلمی، ص ۲۹)

(۹)

ز بریلی

۲/ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ جامع الفضائل القدسیہ قامع الرزائل الانسیہ مولانا المبجل المعظم المفخم المکرم ذی المجد والاتم والفضل الاکرم جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب۔ دامت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ، آمین۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کان اللہ لکم فی الدنیا والآخرہ، تصدیق سامی تشریف لائیں، رسالہ "درۃ التاج" بھی ملا۔ عزیز بجان محمود اشرف جعلہ اللہ فرطا لکم واعظم اجورکم دائم نورکم وادام صورکم واجزل اسرارکم فیا الدین و الدنیا و الآخرہ کا انتقال سنا، انا للہ وانا الیہ راجعون انا للہ ما اخذ واعطی وکل شیٔ عندہ باجل مسمی، انما اموالکم واولادکم فتنۃ واللہ عندہ اجر عظیم، اللہ تعالیٰ برہان میاں کو جناب کے زیر سایہ برہان السنہ

برہان الاسلام، برہان الدین کرے، اللھم آمین ! اللھم آمین !اللھم آمین !!!

دفع اختلاج کیلئے ۶۰ بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ پانی پر روز دم فرما کر دو ایک جرعہ نوش فرما لیا کیجئے۔ نیز ہر نماز کے بعد ۱۱ بار یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم دل مار اکن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین، اول آخر درود شریف غوثیہ ایک ایک بار پڑھ کر دل پر دم فرما لیا کیجئے۔

فقیر دعا گو ان دنوں مبتلائے افکار تھا اور ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ چیچک کی کثرت میں فقیر کا ایک نواسہ قدسی نام ڈھائی برس کا، اسی میں جان بحق تسلیم ہوا اور دوسرے نواسہ کے بشدت نکلی، تیسرے پر اس کے پہلے سے امراض کا زور تھا اور انہیں میں چیچک بھی نکلی۔ چوتھے جو سب میں بڑا ہے، کم نکلی، چھوٹا نبیرہ بشدت اس میں مبتلا ہوا۔ یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ یکے بادیگرے شفایاب ہوئے۔ وللہ الحمد۔

رامپور کے بعض اہل سنت نے مسئلہ اذان ثانی میں مخالفت کی اور وہابیہ نے ان کا ساتھ دیا۔ ان کے رد کے پرچے حاضر کرتا ہے۔ اور دوسرا نیاز نامہ نہایت ضروری اللحاظ ہے۔ مولوی برہان میاں، مولوی زاہد میاں و مولوی عبد الشکور صاحب و محمد غوث صاحب و سائر احباب کو سلام سنت الاسلام۔

بخدمت گرامی جناب والدہ ماجدہ صاحبہ تسلیم مع التکریم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

از بریلی دوم ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

("اکرام امام احمد رضا" طبع مظفر پور ص ۳۸۔۴۰)

(۱۰)

از بریلی

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

بسم الله الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ عالیہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم واللطف الاتم مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام

دامت فضائلہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر وبرکات دارین عطا فرمائے، ایک مختصر فتویٰ دربارۂ اذان ثانی جمعہ تحریر فرمائیں۔ اسکے کتبہ کے نیچے آپ اپنی مہر فرمادیں اور حضرات سے مہریں لیکر اسے مع تمام مہروں کے اپنے یہاں باذنہ تعالیٰ ایک ہزار چھپوائیے۔ مہروں کی نقل، کاپی پر سفید خط میں ہو۔ جیسے یہاں کے فتوے پر ہے۔ دوسو یہاں بھیج دیجئے اور دوسو پیلی بھیت محلہ منیر خان مدرسۃ الحدیث حضرت مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی کے پاس، ہزار کے طبع میں جو صرف ہو۔ وہ تحریر بھیجئے کہ بعونہ تعالیٰ یہاں سے حاضر کیا جائے۔

مولانا! اب یہ مسئلہ محض فرعی نہ رہا، وہابیہ مخذولین نے اس پر مذہبی رنگ چڑھایا اور اس پیرایہ میں اپنی مستمر چہل سالہ سکوتوں، ہزیمتوں کا عوض لینا چاہتے ہیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔سب احباب کی خدمت میں سلام ۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ہشام بن عبدالملک کے وقت سے بھی اس اذان کا داخل مسجد متصل منبر ہونا ثابت نہیں۔ اس نے صرف اذان اول میں تصرف کیا۔ زوراء سے منارہ کی طرف منتقل کی۔ اذان ثانی بحالہ اپنی جگہ رکھی۔ کما فی الجلد السابع فی شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ امام زین الحاج وغیرہ۔

بعض لوگ ہشام کی طرف اسکی تبدیل کی یوں نسبت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک اذان ثانی بھی محاذات خطیب میں ہونا بدعت ہے۔ بلکہ س میں بھی منارہ سنت ہے، ان کے نزدیک زمانہ رسالت وخلفاء راشدہ میں اذان ثانی بھی منارہ پر ہوتی تھی۔ ہشام نے اسے محاذات خطیب میں کرلیا۔ لہٰذا وہ اس کی طرف اس کی تبدیل نسبت کرتے ہیں، ہمارے نزدیک زمانہ رسالت ہی سے اذان

خطبہ محاذات امام میں ہے، والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ ۲۵ جمادی الاولی ۳۲ھ

(۱۱)

از بریلی

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی ملاحظہ عالیہ مولانا المبجل المعظم المفخم المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم احسن الشیم حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم۔

"فیصلہ حق نما" حاضر کر چکا ہوں۔ مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے دوسرے فتوے پر ساڑھے تین سورد کامل، ۴۲ صفحہ پر ایک خط جس میں ان اعتراضات کا فیصلہ ان کے انصاف پر رکھا ہے، پرسوں جمعہ کو مولوی حامد رضا خان سلمہ نے رجسٹری رسید طلب بھیجا ہے اور کل شنبہ کو فقیر نے نہایت دوستانہ طرز پر مناظرہ کی دعوت کا خط رجسٹری جوابی ارسال کیا ہے۔

۹ رجب روز پنج شنبہ سے ۱۴ رجب روز سہ شنبہ تک مارہرہ شریف میں سیدنا حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ہے۔ صاحب سجادہ سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی بے حد خواہش ہے کہ جناب قدوم میمنت سے اہتمام فرمائیں۔ زبانی بھی فرمایا تھا۔ پھر تحریراً کئی خط آئے۔ لہذا مستدعی ہوں کہ ضرور ضرور استدعاء منظور فرمائی جائے۔ تسلیم و برہان میاں وزاہد میاں کو سلام و دعائے برکات علم و عمل۔

فقیر احمد رضا قادری

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ

("مکتوبات امام احمد رضا" طبع بمبئی ص ۳۴۔۳۵)

(۱۲)

از بریلی

۴ رجمادی الاخریٰ ۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسو لہ الکریم

بلاحظہ گرامی جناب مولانا المجبل المعظم المفخم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ الفضائل القدسیہ قامع الرزائل الدنیہ جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ پر جوسوانح گزرے۔ وہ حصہ اکابر ہوتا ہے۔ اشد البلاء علی الانبیاء ثم المثل فالا مثل اور پہلے سے اسکی اطلاع فرمادی گئی تھی کہ بلاء بغتۃ نہ ہو: ولنبلونکم بشئی من الخوف الی قولہ تعالیٰ والئک ھم المھتدون ۔جناب سے گزارش حکمت لقمان آموختن ہے۔ان للہ ما اخذ واعطی کل شئی عندہ باجل مسمی. مولیٰ عز وجل امور موفور دارین میں کرامت فرمائے اور جانے والوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ بخشے۔

میں اپنی حالت کیا عرض کروں۔ اس پر قیاس فرمالیجئے کہ ایسے سوانح پر ایک پرچہ تعزیت لکھنے میں یہ تاخیر کثیر۔ مولی عزوجل جانتا ہے کہ کتنے ارادے کیے۔ مگر ماشاء اللہ کان، سوا اس کے فقیر کے پاس کوئی عذر نہیں کہ کرم سامی سے عفو تقصیر چاہے۔ جمعہ کے جتے آج بارہ دن ہوئے، یہ لکھ کر خاص طور پر تیار کیے تھے۔ آج تک حاضر نہ کیے۔ یہ محض عطیہ موہبت سنیہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک نقش مولانا مولوی برہان الحق میاں سلمہ کے لئے ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۴ رجمادی الاخریٰ ۳۳ھ

(''اکرام امام احمد رضا ص ۱۲۶۔۱۲۵ طبع مظفر پور)

از بریلی (۱۳)

۲۳ / رجب ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی صاحب الفواضل القدسیہ والفضائل الانسیہ حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحت مزاج والا سے مطلع فرمائیں۔ فقیر بے توقیر سوا دعاء کے کیا کرسکتا ہے؟ مولیٰ عزوجل آپ کے وجود مسعود کو اسلام اور سنیت کے حق میں محمود اور باجود رکھے، آمین، فقیر اپنے لئے بھی طالب دعا ہے۔

دو اشتہار حاضر ہیں۔ اپنی خیریت اور ان کی رسید سے اور پرچہ درود کی اشاعت سے مطلع فرمائیں۔ عزیزی مولوی برہان الحق صاحب بعد سلام مضمون واحد۔ سب احباب اہل سنت کو سلام سنۃ الاسلام　　والسلام مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۲۳ / رجب ۳۳ھ

(اکرام امام احمد رضا ص ۱۲۷ طبع مظفر پور)

از بریلی (۱۴)

۴ / ربیع الاول ۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ مولانا المبجل المعظم المفخم المکرم ذی المجد والاتم والکرم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جامع الفضائل القدسیہ قامع الرزائل الانسیہ عضدی وانسی وبہجۃ نفسی جناب مولانا مولوی محمد عبد

السلام صاحب۔ ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم واعلیٰ فی الدارین درجاتہم آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ عزوجل بمنہ وکرمہ وجاہ حبیبہ ﷺ جناب کو دائما ابدا ظل ظلیل اسم کریم سلام میں آفات دو جہاں وامراض مقام وشر اعدائے لئیام سے امن وامان میں رکھے۔

ویرحم اللہ عبدا قال امینا

مولانا! بحمداللہ تعالیٰ آپ کی حیات گرامی سے ان تمام اقطار میں حیات دین وابستہ ہے

فاحیاکم وحیاکم لا یفنی فحیاکم آمین۔

یہ فقیر حقیر باوصف کثرت معاصی، ہر آن غیر محدود و نامتناہی نعم رب اکرم عز جلالہ وسید عالم ﷺ میں ہے۔ والحمد للہ رب العلمین

ڈھائی سال سے اگرچہ امراض درد کمر و مثانہ وسر وغیرہا امراض کاللازم ہو گئے ہیں۔ قیام، قعود، رکوع، سجود بذریعہ عصا ہے۔ مگر الحمد للہ کہ دین حق پر استقامت عطا فرمائی ہے، کثرت اعداء روز افزوں ہے اور حفظ الٰہی تفضیل نامتناہی شامل حال۔ والحمد للہ رب العلمین۔ بایں ضعف بدن وقوت فتن وکثرت فتن بحمداللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں۔ کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی۔ اللہ ورسول جل وعلا وﷺ کے سوا ظاہری معین مددگار عنقا ہے اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے، الحمد للہ! جناب کی محبت خالصا لوجہ اللہ صمیم قلب میں راسخ ہے۔ کبھی نیاز نامہ نہ لکھوں۔ بلکہ بوجہ کثرت کار افکار صحائف شریفہ یا عنایت نامہائے عزیز، بجان مولوی برہان الحق سلمہ الرحمٰن کا جواب بھی نہ دوں مگر بحمداللہ دل ہمیشہ یاد میں ہے اور زبان دعا میں۔

مولانا برہان الحق کا رسالہ ”دربارۂ تقبیل قبر“ مدت سے آیا ہوا ہے۔ ماشاءاللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقیر کا مختار دربارۂ مزارات طیبہ بہ لحاظ ادب منع عوام ہے۔

غزل جس کی ردیف "پھولوں کی" ہے اکبر میرٹھی نے یہاں آکر اپنے تخلص سے پڑھی اور شائع کی۔ مولانا برہان الحق صاحب کو اب اس سے دستبرداری چاہئے۔ اس کے ایک مطلع میں یہاں اصلاح بھی دی گئی۔ "جب باغ جہاں کے مالی" مالی کی جگہ "مالک" بنایا گیا مولیٰ عزوجل کو مالی کہنا خلاف ادب ہے۔ مالی صرف ناظم وخادم باغ ہی ہوتا ہے۔

مولانا مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہوانی مرحوم ومغفور یہاں کے ایک مستقل مستقیم سنی عالم تھے، زمانہ حضرت والد ماجد قدس سرہ میں میرے یہاں کے مدرس اول بھی رہے تھے۔ وہابیہ سے سخت نفور تھے۔ فرمایا کرتے تھے وہابی اگر سامنے سے گزر جاتا ہے، دل پر تاریکی آجاتی ہے۔ یہ غلام قطب الدین صاحبان کے صاحبزادے ہیں، جب کبھی یہاں تشریف لائے، فقیر کے ساتھ بہت خلوص سے پیش آئے۔

سر پر بال بہت لمبے مثل نساء تھے۔ فقیر نے عرض کی کہ "یہ حرام ہے" اسی جلسہ میں کتروادیے۔ ان کا برہم چاری لقب البتہ ہندوانہ اور سخت معیوب ہے۔ فقیر کو خبر بھی نہیں کہ ان کا جلسہ کب اور کہاں ہوا کرتا ہے۔ میں کبھی حاضر نہ ہوا۔ بعض تحریرات میں اب ان کے کلمات حد شرع سے بہت متجاوز دیکھے، اگر وہ ملے، تو ان سے انشاء اللہ تعالیٰ کہا جائے گا، مگر یہ کلمات کفریہ کبھی ان کی نسبت سنے میں نہ آئے۔ نقل میں ہی بہت تفاوت ہوجاتا ہے۔ راوی کی تنقیح فرمایئے۔ اگر ثقہ ومعتمد ہے۔ تو حکم شرعی میں کسی کی تخصیص نہیں۔ جو اسلام اور کفر کو یکساں، مسلم اور کافر کو برابر کہے، ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ اور اگر بیان راوی میں کمی بیشی پائے۔ تو حکم بے ثبوت روشن ناممکن۔ پھر بھی آزاد منش حضرات سے احتراض لازم۔

دوسرے بزرگ مدتوں وہابی رہے، ان کے حقیقی بھائی نے ان کے بدمذہب محض ہونے کی شہادت دی، اب تھوڑے عرصہ سے وہ اپنے کو فقیر کا ہم مذہب ظاہر کرتے ہیں، جلسہ مذکورہ سے قبل

ان کا ایک خط مشتمل عقائد اہل سنت آیا تھا کہ یہ میرے عقیدے ہیں اور اس جلسہ میں آنے کی اجازت چاہی تھی۔ یہاں سے لکھا گیا کہ اگر آپ کے یہی عقائد ہیں، تشریف لایئے، مگر آئے نہیں۔ وہ سخت مشکوک اور مشتبہ حالت میں ہیں۔

دو کتابیں حاضر کرتا ہوں، مخالفین آجز آکر وہابیہ کی روش چلا چاہتے ہیں، نصاریٰ کے یہاں نالش، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، دعا فرمائیں کہ مولیٰ سبحانہ ان کو اس ارادہ ملعونہ سے اور دگر ارادات فاسدہ، ایذا رسانی، آبروریزی سے جن پر ان کے یہاں جلسہ ہو کر اجماع ہو گیا ہے، باز رکھے آمین۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

فقیر احمد رضا قادری

۴/ ربیع الاول ۳۴ھ

("اکرام امام احمد رضا" ص ۲۹۔۲۸ طبع مظفر پور)

از بریلی (۱۵)

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ گرامی مولانا الجبل المعظم المفخم المکرم حامی الاسلام والسنن ماحی الکفر والفتن مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبد السلام صاحب قادری برکاتی دام بالفضل والبرکات۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت نامہ ملا۔ مولیٰ عزوجل قرۃ العین مولوی برہان سلمہ کو بفضلہ وکرمہ نعم البدل ولد صالح عالم باعمل عطا فرمائے اور ان کے گھر شفا۔ آمین۔ آمین۔

فقیر کو بھی پانچ روز سے تپ آتی ہے۔ تین روز غفلت رہی۔ کل مسہل تھا۔ اب برکت دعاء سامی بحمد اللہ تعالیٰ بہت تخفیف ہے۔ البتہ دماغ صدر پر نوازل کی کثرت ہے۔ حرارت ابھی مقیم ہے اور ضعف زائد، اس حالت میں یہ چاروں تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھ کر حاضر کرتا ہوں۔ جس پر "یا سمیع" لکھا ہے، سینہ پر رہے۔ جس پر "یا علیم" ہے، بازو پر، باقی دو سے ایک سیدھے بازو، دوسرا بائیں پر باندھکر ڈیڑ گھنٹہ انتظار کریں۔ اس میں اگر بخار اتر جائے، فبہا۔ ورنہ سیدھے کا بائیں، بائیں کا سیدھا باندھ دیں۔

تبدیلی وہ تعویذ جس پر "یا علیم" ہے، نہ بدلے۔ شام کو ایک کٹورے میں پانی بھر کر شبنم میں رکھ دیں اور اس پر کوئی قلم یا نیزہ "بسم اللہ" کہکر رکھدیں۔ صبح بعد نماز اس پر سات مرتبہ الحمد شریف آیۃ الکرسی ایک بار تینوں قل تین تین بار اول وآخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر دم کریں اور آپ یا برہان میاں یا کوئی محرم اس کے چھینٹے ان کے منہ اور سینے پر بہ قوت ماریں۔ ہر چھینٹے کے ساتھ کہتے جائیں۔

اللھم اشف امتک وصدق رسولک ﷺ۔ تنہا اس عمل مبارک کے نودن ہیں۔ کیسا ہی سخت بخار، بلکہ معاذ اللہ مزمن یا تپ دق عیاذاً باللہ ہو لا یجاوز تسعاً باذن اللہ تعالیٰ۔ والسلام مع الاکرام۔

بخدمت والدہ صاحبہ سلام، وبرہان میاں وسائر اعزہ کو سلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری

۴ جمادی الاولیٰ ۳۵ھ

("اکرام امام احمد رضا" طبع مظفر پور ص ۶۳۔۶۴)

(۱۶)

زبریلی

۱۴ ربیع الاول ۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ گرامی مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا عبدالاحد صاحب ایک پریشانی میں آئے ہیں۔ دفع بلا میں جو امداد اپنی وجاہت خداداد سے فرما سکے، امید کہ مبذول ہو۔ مولانا مولوی برہان میاں سلمہ کو سلام ودعاء۔

مولانا عبدالاحد صاحب سلمہ کی تفصیل لکھیے، فقیر دعاء خیر کرتا ہے۔ آپ کا خط پنجشنبہ کا لکھا ہوا یکشنبہ کو یہاں پہنچا۔ یہاں کے ڈاک کی مہر ۱۵ دسمبر ہے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

(''مکتوبات امام احمد رضا''، طبع بمبئی ص ۴۴۔۴۳)

از بریلی (۱۷)

۲۲ رجب ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لک الحمد یا من عفی وکفیٰ صلوتک دوما علی المصطفیٰ

واٰل واصحاب اتباعہم و غوث الوریٰ واشیاعہم

سپس بہر عبدالسلام ایں سپاس کہ از شکر خالق بود شکر ناس

وطن گرچہ آرام را در خوراست جبل پور مارا از خوش تر ست

نہ از خود شد اوفرحت افزا مقام کہ از عید السلام عبد السلام

تولائے صحاب آں محترم | برانگیختہ از وطن خاطرم
سلامت بود شاہ عبدالسلام | بحق محمد عبد السلام
الٰہی نگہدار برہان حق | بود دائما از وے اعلان حق
برائے بود نسل تو دائما | بود از احد لطف احمد رضا
تولیٰ حافظ حق و عبدشکور | ازانت بود فضل حق را ظہور
ہمیشہ بود کار تاں بر نظام | محمود بود غوث تاں بالدوام
بودحی و قیوم معنی ودود | لبے جملہ تاں حافظ ازہر عنود
تولیٰ زاہد و زاہداں را عطاست | ز درگاہ رب وز احمد رضا است
خوش آنکہ از نام غوث بلند | سزاوار حمد ور ضا گشتہ اند

جناب محترم ذی المجد والکرم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جامع الفضائل الانسیہ والفواضل القدسیہ قامع الرذائل الانسیہ مولانا بالفضل اولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام عبدالاسلام سلمہ السلام وادام فیضہ علیہم الانام آمین۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شب دوشنبہ ۸ بجے مع الخیر اسٹیشن بریلی پر آیا۔ راہ میں بڑی نعمت بفضلہٖ عز وجل یہ پائی گئی کہ نماز مغرب کا اندیشہ تھا۔ شاہجہاں پور 6:33 پر آمد تھی کہ ہنوز وقت مغرب نہ ہوتا اور صرف آٹھ منٹ قیام، مگر گاڑی بفضلہٖ تعالیٰ ۱۵ منٹ لیٹ ہو کر شاہجہاں پور پہنچی اور دس منٹ ٹھہری کہ بہ اطمنان تمام نماز اچھے وقت ادا ہوئی۔ وللہ الحمد۔

اسٹیشن بریلی پر ہجوم احباب بکثرت تھا۔ وہابیہ خذلہم نے اخبار موحشہ اڑا رکھی تھیں۔ زعماً لانوفیھم موٹر کو راہ شہر کہنہ پر لے گئے اور بآنکہ میں حتی الامکان شر البقاع اسواقہ سے نفور

ہوں، بازاروں میں لائے۔ بیچ میں کمپنی باغ کی ٹھنڈی سڑک پڑی، جس کے دونوں پہلو عجب خوشنما وسایہ دار ہوا بار اشجار کی قطار دور تک تھی۔ یہ سڑک میں نے عمر بھر میں اسی شب دیکھی۔ موٹر بلحاظ ہمراہیاں بہت آہستہ خرامی کے ساتھ بہ دیر مکان پر پہنچا۔

فقیر نے ابتدا بہ مسجد کی، نماز عشاء ہوئی۔ پھر ۱۱ بجے تک غزل خوانوں کا ہجوم رہا۔ ۱۱ بجے کچھ کھانا کھایا۔ ۱۲ بجے سے بخار آ گیا دو بجے بہت سردی معلوم ہوئی۔ پلنگ اندر لیا گیا۔ رضائی اوڑھی اور سردی نہ جاتی تھی۔ دوسرے (دن) بفضلہ عزوجل ببرکت دعاء جناب پسینہ خوب آیا اور بخار اتر گیا۔ تیسرے دن پیاس اور درد کی شدت رہی۔ کل روز چارشنبہ سب دنوں سے زیادہ کرب رہا۔ آج بفضلہ عزوجل بہت اعراض زائل ہیں اور درد سر میں اتنی تکلیف کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں۔

وہاں کے احباب کی صورتیں نگاہوں میں پھرتی ہیں۔ الحق علمائے کرام حرمین طیبین کے بعد یہ محبتیں، یہ خلوص، یہ اخلاص، مجھ جیسے بے مقدار کے ساتھ وہاں کی مثل کہیں اور ہرگز ہرگز نہ پائے۔ یہ سب برکات جناب ہیں۔ بارک اللہ تعالٰی فیکم وبکم ولکم وعلیکم۔ میں تخصیص اسماء سے اندیشہ کرتا ہوں کہ کثیر النسیان ہوں۔ کوئی نام سہو نہ ہو جائے۔ سہو کی معافی مانگ کر اتنا عرض کروں گا، تینوں گھروں کے ہر خورد وکلاں کا ادائے شکر نا ممکن۔

مکرمی حافظ عبدالشکور صاحب، محمد غوث صاحب، وزاہد میاں وفضل میاں، وظہور میاں وغیرہم کا کیا کہنا۔ بے کسی سے کہے اپنی خواہش سے عبدالقیوم وعبدالودود اور عبدالحی کا باوصف میرے بار بار منع کرنے کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے پنکھا جھلنا اور دادا بھائی، قاسم بھائی، عبدالکریم بھائی، حکیم عبدالرحیم صاحب۔ سید عبدالکبیر صاحب، ماسٹر محمد حیدر صاحب، اکبر خان صاحب، محمد خان صاحب، عبدالسبحان صاحب واحمد بھائی ومنشی صاحب وامثالہم کی خالصتاً للہ محبتیں اور نور خان ولعل محمد، استاد حسین ونظیر خاں وعبدالکریم پہلوان وامثالہم کی لوجہ اللہ خدمتیں عمر بھر یاد رہنے کی ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ گھر کے بچوں کو بالخیر پایا۔ برکاتی کے چیچک بشدت نکلی تھی۔ بفضلہ تعالیٰ عافیت سے دیکھا۔ مگران کے دیکھنے نے زکیہ و نورانی کی یاد کم نہ کی اور اگر میں عادی سیر وتفریح کا ہوتا، تو زکیہ کی یاد ہر روز تجدید پاتی۔ مولیٰ عزوجل سب کو بالخیر والعافیہ رکھے اور سب کے صدقے میں اس فقیر اور اسکے اعزہ کو بھی، آمین

ان صاحبوں اور سید رعایت علی صاحب، وحافظ کریم بخش صاحب وشیخ محمد حسین وشیخ باقر وشیخ لال وشیخ بہادر ورستم خان صاحبان وبابو عبدالرحیم خان صاحب وحاجی عبداللہ صاحب ومحمد ادریس و محمد اسمٰعیل وعبدالرحیم بن کریم بخش صاحب وشیخ کمو داحمد وامام بخش وعبداللہ خان ومحمد حسین بھائی تکیا و حاتم علی وعظیم الدین ورحیم بخش ونظیر خاں صاحبان وغیرہم مبایعان تازہ وجملہ تائبین وسائر اصحاب کو سلام سنۃ الاسلام۔

نور بصری وثمرۃ فوادی مولانا برہان میاں، عزیزہ سعیدہ ہمشیرہ کی شادی کب ہے؟ کیا تاریخ مقرر ہوئی، شہر ہی میں ہے یا دوسری جگہ؟

حکیم صاحب کا دیوان کہیں کہیں سے دیکھا، اس میں اغلاط شرعیہ اور شعریہ بھی ہیں، اگر حکیم صاحب بعد اصلاح دوبارہ طبع کرائیں۔ جو بوجہ اغلاط شرعیہ ضروری ہے۔ تو ایک نسخہ اور بھیجدیں۔ تاکہ اس پر فہرست اغلاط بنا کر بھیج دی جائے۔ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

یوم الخمیس ۲۲ رجب ۳۷ھ قدسیہ علیٰ صاحبہا والہ الف الف صلاۃ وتحیۃ، آمین

(اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۹۸ تا ۱۰۱)

۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ (۱۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبد السلام صاحب دامت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ آمین،

بملاحظہ عالیہ کامل النصاب جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن زین الزمن عید الاسلام عبد السلام

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مولیٰ عزوجل جناب نور عینی مولوی برہان میاں سلمہ وسائر احباب کو شر اشرار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، استودع اللہ تعالیٰ و فیکم و عندکم و عافیتکم و اولادکم و اموالکم و مالکم۔

برادر دینی حاجی عبد الرزاق صاحب پر اس سانحہ کے ورود سے صدمہ ہوا، انا للہ و انا الیہ راجعون. عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیراً منھا انا الی ربنا راغبون . ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم . مولیٰ عزوجل بمنہ وکرمہ وجاہ حبیبہ وقاسم نعمتہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جلد ناجی وکامیاب فرمائے اور مخالفین کو مخذول ومقہور کرے۔ آمین

حاجی صاحب کا کٹنی سے خط آیا ہے کہ ''ضمانت پر رہا ہوا ہوں، ان شاء اللہ العزیز کل اپیل کی درخواست کروں گا، حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ نے بہت بڑی سعی فرمائی، جو حضرت مولانا کا حق تھا۔ امید قوی ہے۔ بہت جلد کامیاب ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل صبح جبل پور جاؤں گا ۔'' انتہی بلفظہ

عجیب ہے، کٹنی میں کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ فوراً فوراً وہیں ضمانت کرالیتا. انا للہ و انا الیہ راجعون. حاجی صاحب جبل پور ہو نگے ، یہ نیاز نامہ حضرت کے اور ان کے دونوں کے نام ہے۔ حاجی صاحب لاحول شریف کی کثرت بے تعداد رکھیں اور ہر بار کچہری کو جاتے وقت حضرت عز جلالہ کی طرف متوجہ ہو کر حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہیں اور تا ختم وقت بے گنتی اس کی کثرت رکھیں، نیز وقتاً فوقتاً یہ دعاء جلیل کہ ارشاد حدیث ہے، پڑھیں:

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم ، لا الہ الا اللہ رب العظیم ، لا الہ الا اللہ رب السموات السبع ورب الارضین ورب العرش الکریم اصرف عنی شر فلان فلان فلان .... فلاں فلاں کی جگہ حاکم اپیل کا نام لیں

صلوۃ الصلوات جامع البرکات

وقت غیر کراہت میں دو رکعت نفل، ہر رکعت میں قبل قرأت (یعنی پہلی میں بعد ثناء، قبل تعوذ اور دوسری میں قبل تسمیہ) یہ درود شریف ۱۵ بار اور بعد قرأت، پھر رکوع، قومہ، سجدہ، قعدہ، سجدۂ ثانیہ ہر ایک میں دس بار پڑھیں:

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد عبدک و حبیبک و رسولک النبی الامی و علیٰ الہٖ.

اس کے لئے اولیٰ وقت، اشراق ہے، جس مہم کے لئے تین جمعہ پڑھی جائے، باذنہ تعالیٰ ادا ہو۔ یہ مقدمہ مسجد و مقدمہ حاجی صاحب دونوں کے لئے پڑھی جائے۔

حاجی صاحب کے لئے جو بچوں کا مجرب عمل بھیجتا ہوں، ممکن ہو، تو وہ خود پڑھیں، ورنہ ان کا دوست۔ آج سے میں بھی ان شاء اللہ العزیز حاجی صاحب کے لئے شروع کروں گا۔

دفع طاعون کے لئے اذانوں کا التزام رہے، ہر مکان میں بعد مغرب، ۷ بار باآواز بلند اور ہر شخص آیۃ الکرسی ایک بار اور معوذات ثلاثہ ۳۔۳ بار، صبح قبل طلوع شمس، شام قبل غروب اور سوتے وقت پڑھے اور جو بچے نہ پڑھ سکتے ہوں، ان پر دم کریں۔ سورۂ تغابن شریف روزانہ تین بار پانی پر پڑھ کر پھکیں اور سب کو پلائیں۔ اس تعویذ کی نقلیں پاک سفید پرانے دھلے کپڑے میں سب کے بازوئے راست پر باندھیں:

ہ ہ ہ ہ ہ = * ۶۶۶۶۶۶ ہ وص م۔

جو کسی طاعون زدہ یا کسی بلا کے مبتلا کو دیکھ کر یہ دعا ایک بار پڑھے گا، ہمیشہ اس سے محفوظ رہے گا:

الحمد الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا ۔

عزیزہ سلمہا کی وداع بھی نکاح کے ساتھ ہے یا کب؟ ببرکت دعائے سامی بخار تو اس ماہ مبارک میں نہ آیا، مگر ۳۵ دن کے دورے نقیہہ اتنا کر گئے کہ بات بمشکل ہوتی ہے۔ یہ ایک ورق کئی گھنٹوں میں بمشکل لکھا ہے۔ سب احباب کو سلام بچوں کو دعا۔

فقیر قادری غفرلہ

۲۳ ربیع الاول شریف ۳۸ھ

("اکرام امام احمد رضا" طبع مظفر پور ص ۱۳۱ تا ۱۳۳)

(۱۹)

از بریلی

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم المبجل المفخم ذی المجد الاتم والکرم الاعم وحسن الشیم والعلم والعمل حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ عید الاسلام مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب ادام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ ولیالیہ واوصلہ من کل شرف عوالیہ وحفظ اولادہ واحبابہ وموالیہ، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعائے جناب واحباب سے غافل نہیں، اگر چہ منہ دعا کے قابل نہیں، اپنے عفو و عافیت کے لئے طالب دعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحاء ہوں۔ اجل نزدیک اور عمل رکیک، حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے، آنکھ دکھنے آئی اور اس پر اطوار مختلفہ وارد ہوئے۔ ضعف قائم ہو گیا

سیاہ خیالات نظر آتے ہیں، آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں۔ اول تو مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہ سکا، اب یہ ہے کہ چند منٹ نگاہ نیچی کئے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے، کمزوری بڑھ جاتی ہے۔ پانچ مہینے سے مسائل و رسائل سب زبانی بتا کر لکھے جاتے ہیں۔ بارہویں ربیع الاول کی شام سے ایک ایسا مرض لاحق ہوا کہ عمر بھر میں نہ ہوا تھا، نہ اللہ تعالیٰ کسی سنی کو اس میں مبتلا کرے۔ بہتر گھنٹے کامل اجابت نہ ہوئی پیشاب بھی بند ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ مگر ضعف بدرجہ غایت ہے، نواں روز ہے، بخار کا دورہ ہوا، ضعف کو اور قوت بخشی، روز تجربہ کیا، مسجد تک جانے آنے کے تعب سے فوراً بخار آجاتا ہے۔ مجبوراً کئی روز سے یہ ہے کہ کرسی پر بٹھا کر چار آدمی لے جاتے اور لاتے اور ہیں۔ ظہر کو جاتا اور مغرب پڑھ کر آتا ہوں، طالب دعا ہوں۔

معجون دماغ افروز، سرکار ابد قرار مارہرہ مطہرہ کے مجربات سے ہے، زمانہ حضرت سیدنا سید آل محمد و سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ عنہما میں بارہا تیار ہوتی اور تقسیم فرمائی جاتی، میرے لئے بنی ہے، باذنہ تعالیٰ مقوی ارواح، ناشف رطوبت دماغ ہے، چالیس تولے جناب کے لئے حاضر کرتا ہوں، نوماشے سے شروع فرمایئے، پھر باذنہ تعالیٰ موافق آئے، تو روانہ تولہ بھر تناول ہو، یہ موسم اس کے استعمال کا ہے۔

نور عینی مولوی برہان میاں سلمہ اور ان کی اخوات و بنات و سائر محذورات کو دعاء جناب والدہ صاحبہ کو تسلیم، دادا بھائی، عبد الکریم بھائی، قاسم بھائی، حکیم عبد الرحمٰن صاحب، سید رعایت علی صاحب و سائر احباب و منیان ثواب کو سلام سنۃ الاسلام۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

شب بستم ربیع الآخر شریف ۳۹ھ

(اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۱۳۴ تا ۱۳۵)

از بریلی

(۴۰)

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عید الاسلام حضرت مولانا مولوی عبد السلام صاحب سلمہ السلام بالعز والاکرام بہ سامی

ملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رب عزوجل یہ نعمت تازہ مبارک کرے اور اسے اپنے اور نور عینی برہان میاں کے سائے میں مدارج عالیہ علم و عمل کو پہنچائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ علیہ وعلیہم اجمعین۔

تین تعویذ حاضر کرتا ہوں، بچے کے گلے میں ڈالے جائیں، ۴۰ دن تک روزانہ بچے کو اناج سے تول کر، اناج محتاج کو دیں۔ پھر باذنہٖ تعالیٰ سال بھر تک ہر سہ ماہ تولیں، دوسرے سال ہر دو ماہ پر تیسرے سال، تین مہینے پچھلے اور چوتھے برس ۴ مہینے اور پانچویں ہر ساڑھے چار مہینے پر، چھٹے سال، ششماہی پر، ساتویں برس ہر سال۔

اشتہار کے صرف پچاس پرچے یہاں تھے، وہ بھجوا چکا ہوں، اس بارے میں ایک اور رسالہ چھپ رہا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جامع و مانع، کافی ووافی ہوگا۔ سب صاحبوں کو سلام،   والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۳۹ھ

(اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۱۳۶)

(۲۱)

از بریلی

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

بگرامی ملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی سنت ماحیٔ بدعت جناب مولانا مولوی شاہ

محمد عبدالسلام صاحب عیدالاسلام دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ عزوجل اس نعمت تازہ کو مبارک فرمائے۔ میرا معمول یہ رہا ہے کہ جتنے بیٹے، بھتیجے پیدا ہوئے، عقیقہ میں سب کا نام، نام اقدس رسالت پر رکھا اور کہنے کے لئے کچھ اور۔ اس نعمت تازہ کا عقیقہ بھی اسی مبارک نام پر ہو اور عرف لعان الحق۔ پچاس تولہ معجون اور حاضر ہے، اب مقدار خوراک بتدریج دو تولہ تک بڑھادی جائے کہ پھر موسم گرما آجائے گا۔ مولیٰ عزوجل نفع تام بخشے، بعد فراغ بعونہ تعالیٰ نسخہ بھی حاضر کردوں گا۔ سب احباب کو سلام۔ مع الاکرام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۱۲۷) ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

(۴۲)

از بھوالی

۸ر صفر ۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت بابرکت مولانا عیدالاسلام ادامہ السلام بالخیر والسلام وحضرت الاسلام آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک وقت میں تین واقعے ایسے نہیں کہ انسان کے پائے ثبات میں کچھ تزلزل نہ آنے پائے۔ مگر جناب! بفضلہ تعالیٰ علمائے عالمین وجبال وقار تمکین سے ہیں، خط تعزیت کا فقیر نے نور عینی مولوی برہان میاں سلمہ کو لکھا، اگرچہ جناب کو حاجت نہیں۔ مگر ایک نظر ملاحظہ فرمالیجے۔ ان دونو صاحبوں کو سنا کر تفہیم کامل، تلقین صبر فرمادیجے۔ ضرور ضرور ضروری تھا کہ فقیر اس وقت تعزیتاً حاضر ہوتا۔ مگر اپنی حالت کی تفصیل کہ اس وقت تک بخیال فکر وملال جناب گزارش نہ کی تھی، عرض کرتی یوں بھی مناسب

ہوئی کہ بفضلہٖ تعالیٰ جو عظیم تعلق جناب اور نور عین برہان میاں اور اس سارے مبارک گھر کو میرے ساتھ ہے،اس کی نظیر کم ہے۔اس طرف فکر کی مشغولی ادھر کے غم سے شاغل ہوگی اور اس محتاج دعاء کے لئے خالص قلب سے دعا فرمائیں گے۔وہ ان شاء اللہ تعالیٰ میری نجات وشفاء کی کافل ہوگی۔

بھوالی میں ۱۹ ذی الحجہ سے چارروز مجھے شدید بخار آیا۔پانچویں دن درد پہلو میں پیدا ہوا۔ پھر درد جگر سے متبدل ہوا،۷ محرم کا دن اور آٹھویں کی شب جیسی گذری۔الحمد للہ رب العالمین ، علیٰ کل حال واعوذ باللہ من حال اھل النار. وہاں نہ کوئی طبیب،نہ کچھ دوا، اوپر کی سانس کے ساتھ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جگر کی ایک طرف بان کے برابر موٹی ریح کی انگلی بلند ہوئی اور دوسری طرف سے دوسری اور دونوں میں کنکیا کی طرح سے پیچ ہوئے۔پھر وہیں بیٹھ گئیں،اس کے ساتھ بار بار یہ ریاح قلب کی طرف متوجہ ہوتے معلوم ہوتے تھے،اس وقت اندیشہ زیادہ ہوا،حدیث میں دعا فرمائی گئی ہے۔میں نے قلب پر ہاتھ کر پڑھی۔ان پر بیشمار درودیں ہوں،فوراً بڑی بڑی ڈکاریں آنی شروع ہوئیں اور یہاں تک آئیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ ریاح قلب پر صاف ہو گئے،یہ رات کے بارہ بجے کا واقعہ ہے۔

اب جگر نے کہا،مجھے کیوں محروم رکھا جائے؟میں نے اس پر ہاتھ رکھ کر یہی دعاء پڑھی،بے کسی دوا کے ایک اجابت ہوئی اور درد میں باذنہٖ تعالیٰ خفت،تین بجے کے قریب پھر جگر پر اجتماع ریاح اور اشتداد درد ہوا۔میں نے پھر دعا پڑھی،فوراً دوسری اجابت ہوئی اور درد میں بفضلہٖ تعالیٰ خفت ہوئی، چار بجے پھر ایسا ہی ہوا،میں نے پھر دعا پڑھی،فوراً اجابت ہوئی اور درد بالکل جاتا رہا،یہ ان کا فضل ہے یہ ان کا کرم ہے۔

افضل صلوات اللہ واکمل تسلیماتہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وابنہ و حزبہ الی ابد الآبدین فی کل ان و حین بعدد کل ذرۃ الف الف الف مرۃ آمین ،

والحمد لله رب العلمین.

اور ایک عجیب واقعہ استماع فرمائیے۔ جسے میں نے طبیبوں کے سامنے ذکر کیا اور پوچھا کہ تمہارے طب میں اس کی کوئی وجہ ہے یا طبعیات میں کچھ پتہ ہے؟ یہی جواب ملا، حاشا! بلکہ یہ رحمت خاصہ خدا ہے، اس مرض کے ساتھ ہی بشدت کھانسی وزکام اور بلغم میں لزوجت ایسی کہ دس دس جھٹکوں کے بعد بہ دشواری جدا ہوتا، کھانسی اس قدر شدت کی اتنے جھٹکے ہوتے اور جگر و پہلو میں درد، ان کوان جھٹکوں کی اصلاً خبر نہ ہوتی۔ ایک صاحب کے پاؤں میں زخم ہے، کھانسی آتی ہے، وہاں درد ہوتا ہے اور یہاں برابر کے اعضاء میں درد اور ان کوان جھٹکوں کی اصلاً اطلاع نہیں۔ فالحمد لله الکریم حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب و یرضی.

غرض یہ وہ مرض تھا کہ بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیائش سے سوا انچ کھل گیا۔ رانوں کا ابتدائی حصہ تارہ گیا۔ جتنے بائیس دن پہلے بازو تھے۔ شدت قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک ہے۔

چودہ محرم کو پہاڑ سے واپس آیا۔ لاری والے میرے احباب تھے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، لاری میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا، یہاں جب تک آیا ہوں، اتنی قوت باقی نہ تھی کہ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لے گئے، عصر بھی مسجد میں ادا کی، پھر بخار آ گیا اور مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی، پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے، اس نے بالکل گرا دیا، نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے، اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار ہمت سے ہوتا ہے، الحمد للہ کہ اب تک فرض و وتر اور صبح کی سنتیں، بذریعہ عصاء کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں۔ مگر جو دشواری ہوتی ہے، دل جانتا ہے۔ آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے، مکان سے مسجد تک کرسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہیں اور اس تکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے، نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار

چار بار رک جاتی ہے۔ دو دو قرع کی قدر رکی رہتی ہے۔ پھر باذنہ تعالیٰ چلنے لگتی ہے۔ لہذا بادل ناخواستہ حاضری سے معذور ہوں۔

میں نے حامد رضا خاں، مصطفےٰ رضا خاں سے کہا تھا کہ میں نہیں جا سکتا، تم دونوں میں سے کوئی خدمت حضرت مولانا میں حاضر ہو۔ مگر وہ اس سخت مخدوش حالت میں مجھے چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتے۔ یہ سب حالات میں نے شکر نعمت الٰہی وطلب دعاء کے لیے لکھے ہیں، میں قسم دیتا ہوں کہ جناب یا نور عینی برہان میاں حالت موجودہ میں عیادت کے لئے ہرگز تکلیف نہ فرمائیں، وہیں سے دعا ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اگر وقت آ گیا ہے، تو میں ان سے کہہ دوں گا کہ جب پاس سمجھو، فوراً حضرت مولانا کو تار دو دے کہ نماز میں شرکت جناب فقیر کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ باعث رحمت وبرکت ہوگی، سب احباب کو سلام اور طلب دعا۔ والسلام مع الاکرام

مخلصان کرام حکیم صاحب وبرادران حکیم صاحب ودادا بھائی وعبدالکریم بھائی وقاسم بھائی و امثالہم سے بالخصوص بعد سلام طلب دعا ہے۔ یہ دو خط صبح سے رات کے گیارہ بجے تک متفرق اوقات میں لکھوا پایا۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ بقلم مصطفےٰ رضا خان

۹ر صفر ۴۰ھ (اکرام امام احمد رضا طبع مظفر پور ص ۱۱۳ تا ۱۱۴)

مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی، عظیم آباد، پٹنہ، بہار

(۱)

از بریلی

۲۷ر رمضان ۱۳۲۱ھ

حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحید زمن، صین عن الفتن وحوادث الزمن

آمین یاذالمنن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب مسائل اجمالاً حاضر۔ تفصیل کا وقت کہاں؟ قرآن مجید سن کر اس وقت آیا ہوں۔ بارہ بجا چاہتے ہیں۔ گیارہ بجکر ساڑھے باون منٹ آئے ہیں کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں اور اگر کسی میں تفصیل طلب فرمائیں گے۔ تو امتثال امر کے لئے ہوں اور بارگاہ عزت سے امید تو ایسی ہی ہے کہ آپ کا ذہن سلیم بحمد اللہ تعالیٰ اسی اجمال سے ہی بہت کچھ تفصیل پیدا فرمائے گا۔

مسئلہ زیارت القبور للنساء: حبیبی اکرمکم اللہ تعالیٰ! شئی کے لئے حکم دو قسم ہے۔ ذاتی کہ اسکے نفس ذات کے لحاظ سے ہو اور عرضی کہ بوجہ عروض عوارض خارجیہ ہو۔ تمام احکام کہ بنظر سد ذرائع دیئے جاتے ہیں۔ جو مذہب حنفی میں بالخصوص ایک اصل اصیل ہے۔ اسی قسم دوم سے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں بآنکہ نفی واثبات میں مختلف ہوتی ہیں۔ ہرگز تنافی نہیں کہ مناشی جدا جدا ہے۔ اس کی مثال حضور نساء فی المساجد ہے کہ نظر بذات ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ ان کا روکنا ممنوع ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ (اللہ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو) اور نظر بحال زناں ممنوع کما صرح بہ الفقہاء الکرام۔ وقد قالت ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لو رأی رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کرلی ہیں۔ اگر رسول ﷺ انہیں دیکھتے۔ تو ان کو ایسا ہی مسجدوں سے روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔

یوں ہی دخول نساء فی الحمام کہ پردہ وستر وعدم فتنہ کے ساتھ ہو، تو فی نفسہ اصلاً وجہ ممانعت نہیں رکھتا۔ بلکہ طیب ونظافت میں داخل ہے، جو اسلام میں مطلوب ہے۔ بنی الاسلام علی النظافۃ۔ مگر حال کہ باہم کشف عورات کے عادی ہیں۔ امام ابن ہمام وغیرہ اعلام نے فرمایا کہ مجمل

اطلاق منع ہے۔ یہ حکم اسی قسم دوم کا ہے۔ بعینہ یہی لفظ آپ نے اس حکم میں پائے ہوں گے۔ جو فقیر نے مسئلہ زیارت میں اختیار کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حرام لکھا ہو۔ بلکہ غالباً تعلیم ادب کے ساتھ حلت کی طرف اشارہ کیا اور نظر بحال سبیل اطلاق منع بتایا ہے۔ آپ میرے فتویٰ کو ملاحظہ فرمائیں۔ مجھے اس وقت کہ بارہ بج کر دس منٹ آگئے، اپنے مجموعہ سے اسے نکالنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں.

فظهران لا تعارض وان الحكمين كلا هما صواب علا حدة والله تعالىٰ اعلم.

مسئلہ خطبہ مختلطہ: بوجہ عدم توارث نامناسب ہونے کی نہایت کراہت تنزیہی قسم مباح سے ہے کما نص علیه فی حاشیه الطحطاوی وردالمحتار اور کراہت تنزیہی قسم مباح سے ہے۔ وہ منافی جواز ودرستی واباحت نہیں۔ بلکہ اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔ كما حققه العلام الشامی ولنا فی تحقیقه مقالة سمیناها "جمل مجلية ان المكروهة تنزيها ليس بمعصية" اقمنا فيها الطامة الكبرىٰ على مازعم اللكنوى فی رسالته فی شرب الدخان ان المكروه تنزيها من الصغائر فاذا اعتيد صارمن الكبائر. وهذا جهل عظيم لايساعد نقل ولا عقل نسئل الله العفو والعافيه.

توان دونوں حکموں میں بھی اصلاً تنافی نہیں۔ ہاں! فتویٰ لکھنویہ نے کہ خلط کو مکروہ تحریمی ٹھہرایا۔ وہ ضرور حکم حضرت تاج الفحول قدس سرہ الشریف کے خلاف اور غلط وباطل عندالانصاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ حضرات سادات کرام:۔

فاش می گویم واز گفتہ خود دلشادم   بندہ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

سادات کرام (جعلنا الله تعالىٰ فی الدنیا والاخره من مواليهم فان مولیٰ القوم منهم) پر عدم طریان کفر (کہ اسی قدر کا فقیر مدعی) نہ عدم امکان جس سے جیسی آپ نے تعبیر کیا

اور رفض ونیچریت کی میں نے نفی کی تصریح کر دی کہ اس سے وہی بدمذہب مراد، جس میں انکار بعض ضرورت دین ہو، اس کا حاصل بھی وہی سلب کفر ہے، نہ سلب بدعت غیر کفر، یہ جو آپ کی تعبیر میں عطف سے موہوم ہیں۔ خصوصاً وغیرہ کی زیادت کہ اور توسیع کی راہ دے کما عبرتم کہ "ان پر طریان کفر ناممکن، نہ یہ رافضی نیچری وغیرہ ہوسکیں"

فقیر بحمدہ تعالیٰ اس مسئلہ میں مبتدع نہیں، متبع ہے۔ اس کا بیان "جزاء اللہ عدوہ" میں ضمناً آیا۔ لہذا اختصار سے کام لیا۔ ص ۱۰۱ سے ۱۰۲ تک جو کچھ کلمات مختصرہ معروض ہوئے ہیں، ان پر دوبارہ نظر فرمائیں، تو بعونہ تعالیٰ ان تمام شبہات کا جواب ان میں پائیں۔ آیت واحادیث کہ فقیر نے ذکر کیں، اس میں شک نہیں کہ ضرور عام ومطلق ہیں اور شک نہیں کہ عام ومطلق ضرور اپنے عموم اور اطلاق پر رہیں گے۔ جب تک دلیل صحیح سے تخصیص وتقیید نہ ثابت ہو اور شک نہیں کہ بلا دلیل محض اپنے خیال کی بنا پر ادعاء تخصیص وتقیید ہرگز تحقیق نہ قرار پا سکے گا، بلکہ تفسیق اور شک نہیں کہ مسئلہ باب مناقب سے ہے، نہ باب فقہ سے۔ جو افعال مکلفین من حیث الحل والحرمۃ والصحۃ والفساد سے باحث ہو اور جس میں بے معرفت دلیل اتباع لازم ہو اور یہ بھی سہی، تو اتباع ائمہ مذہب کا ہوگا، نہ بعض متاخرین کے کلام کو ان اکابر کے کلام پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ جن سے فقیر نے استناد کیا۔ سوا اس کے کہ یہ اطلاق آیت واحادیث سے متمسک ہیں۔ جو یقیناً دلیل شرعی ہے اور وہ بلا دلیل مدعی تخصیص وتقیید۔

یہ اور اس کے امثال بہت نکات اس تجاوز میں زیر نظر آئے۔ مگر فقیر دیکھ رہا ہے کہ جہاں تک میں نے دعویٰ کیا ہے، ان تجاذبات کے لئے مساغ ہی نہیں۔ "جزاء اللہ" پر نظر تازہ فرمایئے۔ ص ۱۰۲ پر اشعار کر دیا ہے کہ آیت کریمہ واحادیث مذکورہ کے دو محمل ہیں۔ نفی خلود نفی دخول۔ ثانی کو ظاہر لفظ سے متبادر اور اسی طرف کلمات اہل تحقیق ناظر بتایا ہے۔ مگر اپنا دعویٰ یعنی نفی کفر دونوں تقدیر پر ثابت

ٹھہرایا ہے۔ کلمات بعض دگر علماء میں تخصیص سبطین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی ظاہر پر متبادر اعنی نفی دخول کی نظر سے ہے۔ وہ یہاں میرا دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ دونوں احتمال گزارش کر دیئے تھے۔ اگرچہ ایک طرف تبادر وظہور ہے اور اسی طرف میرا اور نہ صرف میرا بلکہ ان اکابر کا میلان قلوب اور اس میں ہمارا انشراح صدور ہے۔

رہی نفی خلود، کیا کہیں کلمات دگر علماء میں اسکی تصریح کہیں ملاحظہ فرمائی ہے؟ کہ مخلد فی النار نہ ہونے کی نفی حضرات ریحانتین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خاص ہے۔ باقی سادات کرام کے لئے نہیں تو میرے دعویٰ کا رد اس تخصیص وتحقیق دیگراں میں بھی نہیں۔ غایت یہ کہ عدم ذکر ہے، نہ ذکر عدم، رہا، وہ دوسرا پہلو، جس کی طرف ہمارے قلوب ارکن وامیل ہیں اور ہمیں اپنے رب جل وعلا سے اس کی امید ہے۔ اس میں حق ناصح یہ ہے کہ نظر علماء ایسے مواقع میں دو وجہ پر منشعب ہو جاتی ہے اور دونوں کے لئے شرع میں اصل اصیل ہے۔ لكل وجهة هو موليها. ایک حفظ عامہ وسد کہ اتکال نہ کر بیٹھیں، جس طرح سیدنا امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہوا اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی یہی توجیہ فرمائی۔ یہ تخصیص کرتے ہیں اور اس کا حاصل خصوص جزم ہے، نہ جزم خصوص۔ کہ معاذ اللہ بلا دلیل تخصیص عموم شرع لازم آئے۔ یہ نفیس تفرقہ محفوظ رکھنے کا ہے کہ اکثر مغالطہ سے محفوظ رہنے کا ہے۔ جزم خصوص یہ کہ دعویٰ کر دیا جائے کہ یہ حکم انہیں کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے ماوراء کیلئے ہرگز ثابت نہیں اور خصوص جزم یہ کہ بالجزم والیقین اس کا حکم ماننا۔ یہ انہیں کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے ماوراء میں اس کے ثبوت پر قطع ویقین نہیں۔ اگرچہ ظن ورجاء ہے۔

دوسرے بیان مفاد شرع و اظهار ما يعطى الدليل و كل ذى حق حقه خصوصاً جہاں محل وسعت ورجاء ہے کہ حدث عن البحر ولا حرج، خصوصاً محل مناقب جہاں ضعاف بالا جماع مقبول، خصوصاً اپنے سرکار میں محبت وبندگی ونیاز وغلامی کا تقاضا کہ یہ سب پر بالا ہے۔ یہ ظاہر وتبادر کا افادہ

فرماتے ہیں اور جزم وقطع کو اس کے محل اور ظن ورجاء کو اس کے محل پر رکھتے ہیں۔ یہ مسلک تحقیق ہے اور وہ مسلک تشقیف اور دونوں صواب ہیں۔

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! لوگوں کو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں۔ فرمایا، تو چھوڑ دو۔ امید کرتا ہوں کہ اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اس طریق میں جو امام ابن حجر عسقلانی اور امام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی وحضرت امان الطریقہ شیخ اکبر وغیرہم محققین رضی اللہ عنہم کا مختار ہے اور اسے طریق تخصیص سے اصلاً تنافی نہیں۔ ہر ایک منشاء صحیح سے ناشی اور اپنے محل پر حق ہے، وباللہ توفیق۔

مخالفت مشاہد کا جواب "جزاء اللہ" میں ص ۱۰۵ پر بالقصد مذکور تھا۔ وہ سارا صفحہ اسی بیان میں ہے۔ کیا مشاہدہ یہ ہوا کہ جو سید کہا جاتا تھا، اس سے صدور ہوا، تو ہمارے دعویٰ کے کب منافی۔ یا یہ مشاہدہ ہوا تھا کہ فلاں کہ فی الواقع سید ہے، نہ انتساب میں کبھی ادعا نہ اور پھر اس نے کفر کیا، تو ایسا مشاہدہ روئے زمین پر نہ ملے گا، پھر اس کے باعث جملہ سادات کی سیادت سے ارتفاع یقین میری فہم قاصر میں نہ آیا۔ یقین سے مراد یقین کلامی ہو، تو وہ تو یوں ہی حاصل ہوسکتا ہے کہ اللہ ورسول بالتعیین کسی کا نام لے کر فرمائیں کہ یہ فلاں نسب کا ہے۔ ایسا یقین آج کل کیوں کر ممکن اور یقین فقہی مقصود ہو کہ نسب میں شہرت مانی جائے گی۔ والناس امناء علی انسابھم۔ تو جس خاص سے معاذ اللہ صدور منافی ہو۔ اس سے ارتفاع یقینی ہوگا کہ دلیل اس کے خلاف پر پائی گئی، باقیوں سے کیوں ارتفاع ہو جائے گا۔ حالانکہ دلیل اعنی شہرت موجود اور منافی اعنی صدور کفر مفقود۔

تیسرا شبہہ کہ سادات کرام قطعی جنتی ٹھہریں گے۔ حبیبی! اس قضیئے کے موضوع ومحمول دونوں میں دو احتمال ہیں۔ سادات کرام یعنی وہ جو عند اللہ سادات کرام یا وہ جو بنام سیادت مشہور ہیں۔ عام ازیں کہ نفس الامر اور علم الٰہی میں کچھ ہو اور قطعی جنتی یعنی بلا سبقت عذاب جس سے دخول نار کی نفی ہو یا

قطعی جنتی بعاقبت وانجام، جس سے خلود نار کی نفی ہو۔ اب یہ چار محمل ہیں اور فقیر کے ڈیڑی سے ایک کو بھی مس نہیں۔ پہلے عرض کر چکا کہ غیر حسنین میں نفی دخول بطور رجاء نظر بظہور و تبادر ہے۔ پھر قطعیت، کہاں؟ بلکہ نفی خلود بھی مسئلہ مسلمہ ظنیہ ہے۔ اگر چہ بحمد اللہ یہ ظن غالب۔ اکثر رائے ملتحق بسر حد یقین ہے۔ جسے فقہاء یقین ہی کے پلے میں رکھتے ہیں۔ مگر نہ یقین کلامی کہ مسئلہ عقائد قطعیہ سے قرار پائے اور اس میں ادنیٰ شک کو راہ دینے والا گمراہ وخارج از اہلسنت ٹھہر جائے۔ "جزاء اللہ" ص ۱۰۴ میں امام ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔ انی اکا داجزم ان حقیقۃ الکفر لا تقع الخ اور بالفرض نفی خلود بلکہ بفرض غلط نفی دخول ہی قطعی مان لی جائے۔ تو کس لئے؟ ان کے لئے جو عنداللہ سادات کرام ہیں۔ نہ ہر اس شخص کے لئے، جو سید کہلاتا ہو۔ اگر چہ واقع میں نہ ہو۔

اور اب کسی معین میں حصول وصف عنوانی پر قطع ویقین کی طرف راہ نہیں۔ تو ثبوت وصف محمول کیوں کر مقطوع بہ ہو جائیگا اور کسی معین کو اندیشہ آخرت کیوں اٹھ جائے گا کہ ہر ایک میں عدم علم نفس الامر کے سبب احتمال لگا ہوا ہے۔ "جزاء اللہ" ص ۱۰۵ میں عبارت اسعاف ملاحظہ ہو کہ:

من این تحقق ذلک لقیام احتمال الخ۔ اور اندیشہ آخرت تو انہیں بھی نہ اٹھ گیا۔ جنہیں بتعیین نام لیکر ارشاد ہو گیا کہ تم جنتی ہو۔ اعنی عشرہ مبشرہ و نظرائھم رضی اللہ تعالی عنھم۔ نہ انہیں اٹھ گیا۔ جن سے بالتحقیق فرمایا گیا۔ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم اعنی اصحاب بدر رضی اللہ تعالی عنھم۔

مسئلہ تسمیہ منیر الدین:

حبیبی اکرم اللہ تعالیٰ! ہاں! یہ مسئلہ فقہیہ ہے۔ اس میں خواہی نخواہی وہی حکم ہے کہ یجب اتباع المنقول وان لم یظھر للعقول کما فی ردالمحتار وغیرہ من کتب الفحول۔ اس میں منقول کا اتباع واجب ہے۔ اگر چہ عقل پر اس کی وجہ ظاہر نہ ہو۔ ایسے ہی ردالمحتار وغیر فحول علماء

کی کتابوں میں لکھا ہے۔ فقیر نے اپنی رائے سے یہ حکم استنباط کیا ہوتا، تو ضرور محل مواخذہ تھا۔ اب کہ علماء کرام فقہائے اعلام تصریح فرما چکے اور ان کی عبارات فقیر نے فتویٰ میں نقل کر دیں کہ اسی قدر عہدۂ مفتی تھا۔ تو اب سوائے اتباع چارہ کیا ہے؟ تفاول ضرور حسن ہے۔ جب تک مخالفت شرعیہ نہ ہو اور بعد نہی عذر تفاول اصلاً مسموع نہیں۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لا تزکوا انفسکم، رسول اللہ ﷺ جن کی شان کریم تھی کان یحب الفال الحسن ''برہ'' نام سے منع فرمایا اور اسے بدل کر جمیلہ کر دیا۔

اور اس میں معذور شرعی وہی تزکیہ نفس ارشاد کیا۔ کیا ''برہ'' کو تفاول پر محمول نہیں کر سکتے؟ ضرور محمول ہو سکتا تھا۔ مگر اس کا ظاہر تزکیہ نفس تھا اور وہ حرام ہے۔ لہذا منع فرمایا اور بدل دیا۔ پھر منیر الدین وامثالہ میں ''برہ'' سے کہیں زیادہ تزکیہ ہے۔ نکوکاری ایک عام بات ہے کہ فساق کے سوا سب کو حاصل۔ مگر اس مرتبہ عظیمہ پر پہنچنا کہ دین ان صاحب کے نور سے منور ہو جائے، سخت مشکل، تو ایسا شدید تزکیہ نفس کیونکر جائز ہوگا۔ بخلاف سعید وامثالہ کہ ان کا حاصل صرف مسلم ہے، ہر مسلمان سعید ہے اور ہر سعید مسلمان ہے۔ آیۂ کریمہ: فمنھم شقی و سعید میں دو ہی قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان سے کافر و مومن مراد ہوئے، تو سعید نام رکھنا ایسا ہی ہے۔ جیسے مسلم اور اس میں تزکیہ نہیں نظر بحال بیان واقع ہے اور نظر بمآل تفاول۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۶۳ تا ۱۶۷)

حضرت مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی لکھنو، یوپی

۱/ محررہ ۲۲ر شعبان ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء

۲/ محررہ ۱۹ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء الطاری الداری جلد ۲ ص ۱۱ تا ۱۵

۳/ محررہ ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء الطاری الداری جلد ۲ ص ۱۷ تا ۲۰

۴/محررہ ۲؍شوال المکرم	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۲۳
۵/محررہ ۹؍شوال المکرم	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۲۴ تا ۲۵
۶/محررہ ۱۹؍شوال المکرم	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد، ۲ ص ۲۵،
۷/محررہ ۲۵؍شوال المکرم	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۲۷ تا ۲۹
۸/محررہ ۱۰؍ذیقعدہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۳۱ تا ۳۲
۹/محررہ ۱۲؍ذیقعدہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۳۲ تا ۷۲
۱۰/محررہ ۱۳؍ذیقعدہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۷۲ تا ۷۳
۱۱/محررہ ۱۹؍ذیقعدہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد۲ ص ۷۵ تا ۸۷
۱۲/محررہ ۱۹؍ذیقعدہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۲ تا ۶
۱۳/محررہ ۲۶؍ذیقعدہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۸ تا ۳۱
۱۴/محررہ ۱؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۳۶ تا ۳۸
۱۵/محررہ ۲؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۳۸ تا ۴۳
۱۶/محررہ ۸؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۴۷ تا ۶۶
۱۷/محررہ ۱۰؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۶۸ تا ۷۱
۱۸/محررہ ۱۳؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱	الطاری الداری جلد سوم ص ۷۲ تا ۸۳
۱۹/محررہ ۲۰؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۸۵ تا ۹۲
۲۰/محررہ ۲۵؍ذی الحجہ	۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۹۲ تا ۹۳
۲۱/محررہ ۶؍محرم الحرام	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۹۴ تا ۹۶
۲۲/محررہ محرم الحرام	۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء	الطاری الداری جلد سوم ص ۹۷ تا ۱۰۰

۲۳/ محررہ ۲۰/ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء الطاری الداری جلد سوم ص ۱۰۰ تا ۱۰۱

نوٹ: اس فہرست کے سارے کے سارے خطوط دستیاب ہیں۔ جو قیام الملت والدین مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کو مرسل ہوئے تھے۔ یہاں ہم بوجوہ شامل کرنے سے قاصر ہیں۔ دراصل ان خطوط کے لکھنے کا جو مقصد تھا۔ شاہ صاحب فرنگی محلی نے اپنی حیات ہی میں اسے پورا کر دیا تھا۔ لہذا ان کے خطوط کو اب شائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ خط نمبر اول درج کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرنگی محلی نے ایک تنظیم بنام "انجمن خدام کعبہ" قائم کی تھی۔ یہ خط اس کے دستور العمل کے ترمیم ونفاذ سے متعلق ہے۔ (مرتب)

(۱)

ز بریلی

۲۱/ شعبان بروز یکشنبہ ۱۳۳۱ھ

مکرمی ذی الکرم جناب مولوی عبدالباری صاحب زید کرمکم۔ بعد ہدیہ سنت ملتمس!

(۱ فقیر کی عادت ہے کہ حتی الوسع احباب سے تحریر وتقریر میں استقصاء نہیں کرتا۔ روز اول تشریف ...وری سے دو امر عرض کیے گئے۔ فقیر کے خیال میں اس وقت تک ان کی اصلاح نہ ہوئی یا ناکافی ہوئی ...ر جناب کے نوازش نامہ دیروزہ نمبری ۱۴۸ میں ان کے تکمیل ہو جائے گی، تصریح اور ایفائے وعدہ کی ...ب ہے۔ لہذا ضرورۃ محض دوستانہ وخیر خواہانہ مفصلا معروض۔ مجھے دو امر پر اعتراض تھا۔

...ل: وہ الفاظ کہ گورمنٹ کو مسلمانوں سے برہم یا بدظن کریں۔ میں نے عرض کی تھی کہ ایسے الفاظ سے ...ز ضروری ہے اور ۲ اس میں مسلمانوں کا نفع نہیں، ضرر ہے۔ اس پر وعدہ ترمیم فرمایا اور ترمیم صرف ان ...وں سے ہوتی ہے کہ یہ انجمن محض مذہبی ہے۔ اس کو دیگر ملکی امور سے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا اس پر فقیر گذارش کی کہ یہ الفاظ بھی مجمل ہیں اور پہلے لفظ جو برامظنہ دا! ئے تھے۔ ان کی اصلاح میں کافی نہیں۔

جہاد کا پرواز کہ ان الفاظ سے مترشح ہوتا تھا، ان سے کب دفع ہوا۔ جہاد کیا ملکی چیز ہے؟ وہ بھی تو ایک مذہبی شئی سمجھی جائے گی۔ اس پر یہ جواب عنایت ہوا کہ ہم کو اس سے بہتر لفظ نہیں ملتے۔ ہم نے قانون داں لوگوں سے اطمنان کرلیا ہے، تو ان پر بھروسہ کر۔ گزارش ہے کہ عبارت مذکورہ میں اس کے معنی ابہام کا ہونا، نہ ہونا، کوئی مسئلہ فقہی ہے، نہ قانون داں، حضرات ائمہ مجتہدین، پھر فقیر کس بناء پر اس کی تقلید کرے۔ مجھ سے ضرور کئی بار آپ نے وہ الفاظ مانگے تھے کہ ان کی جگہ قائم کیے جائیں اور فقیر نے جواب نہ دیا کہ قانون داں لوگوں کے مشورہ سے بھی تبدیلی مناسب تھی اب کہ کسی صاحب کو کوئی لفظ ایسا نہ ملا، فقیر اپنے خیال کے الفاظ گذارش کرے گا، جو اس ''دستور العمل'' کے کہ میں حاضر کرتا ہوں۔ دفعہ ۳۰ میں ملاحظہ ہوں گے۔

(۲) مجھے دوسرا اخلاف رکنیت بدمذہباں سے تھا اور ہے اور اس کی فروع سے اشاعت اسلام و تعلیم دین کی بابت میں دو خلاف تھے کہ جب رکنیت عام ہے۔ تو اشاعت تعلیم بھی علوم مذاہب کی ہوگی اور یہ حرام اور مضر اسلام ہے۔ اس کی یہ اصلاح فرمائی گئی کہ ترمیم اول میں اشاعت اسلام اور ترمیم ثانی میں تعلیم دین کی دفعہ خارج کردی گئی۔ تعیم رکنیت بدستور قائم رہی اور اب مجھ سے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے تیری خواہش کے مطابق ''دستور العمل'' کی ترمیم کردی۔ اب تجھ سے ایفائے وعدۂ شرکت کا انتظار ہے۔

مکرمی! اصل منشائے خلاف تو بدستور قائم رہ گیا۔ خلاف کا محصل یہ خیال فرمایا گیا کہ اشاعت اسلام و تعلیم دین نہ ہو اور تعظیم بدمذہبان بدستور برقرار رہے۔ مکرمی! میرے الفاظ ملاحظہ ہوں، تو تحریر اول ۲۶ رجمادی الاول میں گذارش تھی۔ ہر کلمہ گوئی کی رکنیت سب کا اجماع وہی ندوہ ہے جس کا فقیر موافق نہیں۔

تحریر دوم دہم رجب میں معروض تھا کہ تمام طوائف مدعیان اسلام کی رکنیت سب کی طرف سے اقامت مدارس دینیہ و تعلیم دینیات سب کی طرف اشاعت و تبلیغ اسلام ہرگز حلال نہیں ہوسکتی۔

تحریر سوم ۲۳ رجب میں جس کے ایک فقرہ سے جناب نے استدلال فرمایا ہے، اس میں بھی صاف مصرح ہے کہ بدمذہبوں کی رکنیت نہ ہو۔

تحریر چہارم ۱۴ شعبان کے بھی صاف لفظ ہیں کہ مخالفت گورمنٹ کا پہلو اور بدمذہبوں کی رکنیت اوران کے اسلام کی اشاعت۔ جسے آپ نے بھی فرمایا تھا کہ ان کا اسلام ہمارے نزدیک اسلام نہیں اور تعلیم دین میں ان کی مداخلت مضر ہوگی۔ ملاحظہ ہو کہ فقیر کی کوئی تحریر اس کی تصریح سے خالی نہیں اور یہ الآن کما کان، تو یہ میری حسب خواہش ترمیم کب ہوئی، جس پر مجھ سے ایفائے وعدہ کی طلب ہوئی۔

(۳) بار بار ترمیم "دستور العمل" کو دشوار اور نامناسب فرمایا گیا۔ جب بعض غرباء سے رائے لی گئی اور اسکے مطابق ترمیم کا وعدہ فرمایا گیا۔ تو بعد ترمیم قبل تعمیم (تعمیم) دکھا لینا تھا۔ اتنا جلد جلدا سے مختتم مان لینا ہی کیوں ہوا۔ اس میں فقیر کا کیا قصور ہے۔

(۴) ترمیم تعمیم رکنیت سے مایوسی پر تحریر اخیر میں فقیر نے یہ صورت عرض کی تھی کہ یہاں انجمنیں قائم کی جائیں، جنکے ارا کین ان پندرہ حضرات میں سے ہوں اور یہ انجمنیں انہیں کے زیر اثر رہیں۔ جس سے مقصود یہ تھا کہ عام انجمن اگر اس تعمیم سے باز نہیں آتی، تو یہ خاص انجمیں، جن سے ہم غرباء کا تعلق ہو۔ دائرہ تخصیص اہل سنت میں رہیں۔ اسے بھی وقت آئندہ کی امید پر محمول رکھا گیا، تو جناب خیال فرما سکتے ہیں کہ ہم غرباء کے مقاصد کا اس میں کیا لحاظ؟

(۵) جناب نے بآنکہ بار بار ترمیم "دستور العمل" کو کرنا پسند رکھا۔ مگر الحمد للہ! کہ اسی نوازش نامہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "دستور العمل" اگر پھر ترمیم کیا جائے، تو کوئی نہ کوئی نقص اس میں پھر باقی رہے گا۔ اگر جناب کو تکلیف دی جائے کہ جناب خود ترمیم کے الفاظ تحریر کردیں۔ تو اس خواہش کے حاصل ہونے کی توقع بہت کم ہے، یہ الفاظ امید دلاتے ہیں کہ اگر یہاں سے کوترمیم حاضر کی جائے۔ تو ممکن القول ہے۔ لہذا وہ امر، جس کے حصول کی توقع جناب کو بہت کم ہے، حاضر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ساعت قلیلہ میں بہت ہی نظر سرسری سے لکھوا دیا ہے۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ یہی رائے مختتم ہے۔

بلکہ بغرض رائے زنی حاضرِ خدمت ہے۔ بعد مکالمات اخیر رائے جس امر پر متفق ہو، وہ دستور العمل مکمل سمجھا جائے۔ میں اس تحریر کو اور معزز ذی رائے حضرات کے سامنے پیش کر کے بھی رائے لوں گا۔

رمضان شریف میں مجھے فرصت نہ ہوگی۔ لہذا ایک ہفتہ تک جواب کا منتظر رہوں۔ فقط

فقیر احمد رضا قادری

۲۲ رشعبان بروز یکشنبہ ۱۳۳۱ھ

(ماخوذ از دبدبہ سکندری ۱۱ راگست ۱۹۱۳ء نمبر ۳۵ رجلد نمبر ۴۹ ص ۶۔۵)

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادری محلہ جمال پور احمد آباد، گجرات

(۱)

از بریلی

۳ ررجب ۱۳۱۷ھ

وہاں سے بذریعہ ویلو آجائے گا۔ مگر قاضی عبدالوحید صاحب کا دوسرا خط آیا کہ سید صاحب جلد تشریف لے گئے۔ اب مجھے نہیں معلوم کہاں ہیں۔ غالباً میرا یہ خط بھی انہیں نہ ملا۔ مگر ان شاء اللہ تعالیٰ جلد واپس آئیں گے کہ عظیم آباد تک ہی جانے کا عزم تھا۔ جس وقت تشریف لائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ فوراً پارسل سرمہ حاضر ہوگا۔

شر الدین شرفی الدین کے جد صحیح فاسد الدین کا وہ کلمہ ملعونہ صریح انکار ختم نبوت اور صراحتاً کفر وارتداد وشیطنت ہے۔ اگر کافی خیال فرمائیں، تو صرف ایک صفحہ کا فتویٰ حاضر کر دوں کہ آج کل سخت عدیم الفرصت ہوں۔ آپ نے دو جز سادہ ارسال فرمائے۔ میں ایسے مسائل وواضح ضروریات دین میں زیادہ نقل اقوال کی کیا حاجت خیال فرمائی ہے؟ اس میں جو رائے احباب جناب مولانا شیخ احمد علی صاحب تشریف لائے، فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مولوی محمد نذیر احمد خان صاحب نے ایک خط میں تیری نسبت کچھ تحریر فرمایا تھا۔ وہ خط میں لانا بھول گیا۔ مسئلہ یا نوٹ کا ذکر تھا۔ حضرت

مولانائے موصوف دوبارہ انتظار کے بعد فقیر کو مطلع فرمائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی

(۲)

۳؍شعبان ۱۳۱۷ھ

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم دام کرمہم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اعوذ باللہ من الکفر والکفرۃ۔ میرا ایمان ہے کہ معوذتین قرآن ہیں اور میرا اعتقاد ہے کہ ان کی قرآنیت کا منکر کافر ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ جو مردود یہ کہے کہ ان کی عدم قرآنیت مرجح مانی جائے۔ وہ بھی کافر، مرتد، مستحق نار ابد ہے۔ معاذ اللہ کہ اس کے خلاف فقیر نے کوئی فتویٰ لکھا ہو۔ و لیکن مفتری کذابوں کا کیا علاج؟

فقیر جب سے سفر سے واپس آیا، علیل ہے۔ آپ کے متعدد محبت نامے تشریف لائے۔ جواب وقت صحت وفرصت پر ملتوی تھا، اس افتراء کی خبر سنکر یہ کارڈ ابھی لکھا، فتویٰ تکفیر منکر قرآنیت معوذتین ان شاء اللہ العزیز عنقریب حاضر کرے گا۔ دعائے صحت وعفو وعافیت فرمائیں۔ سب احباب اہل سنت کو سلام۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

ز بریلی

(۳)

۲۹؍رمضان ۱۳۱۷ھ

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ! جناب مولانا المعظم عافاہم اللہ تعالیٰ وشفاہم کے مزاج مبارک کی افاقت سے سرور ہوا، وبارک اللہ۔ اللہ عزوجل سے امید ہے کہ بقیہ مرض بالخیر زائل فرمادے گا۔ آپ کا لطف

نامہ مع ٹکٹ ۲/ آیا۔ بعد رمضان انشاء اللہ تعالیٰ کتاب بصیغہ رجسٹری واپس ہو گی۔ علوم نہیں کہ فقیر کے رسالہ "الجام الصاد عن سنن الضاد" و رسالہ "وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح" آپ و پہنچے یا نہیں؟ پہلا رسالہ فتویٰ ندوہ کے رد میں ہے، اور دوسرا گنگوہی کے رد میں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۹/ رمضان روز چہارشنبہ ۱۳۱۷ھ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۴)

از بریلی

۱۲/ شوال ۱۳۱۷ھ

مولانا اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مولانا الفاضل الکامل حامی السنہ ماحی الفتنہ عافاہ اللہ تعالیٰ عافیۃ کاملۃ کو افاقہ عطا ہونے سے تمام احباب کو خوشی ہوئی۔ اللہ عزوجل بمنہ وکرمہ عافیت تامہ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین حالات سے مطلع فرماتے رہیئے۔

روز عید سے نماز جمعہ کے بعد ہی فقیر کو دردسر کا دورہ کہ ہوا کرتا ہے، شروع ہوا اور خفیف اب تک باقی ہے۔ اس وجہ سے ارسال کتاب مشہدی میں تاخیر ہوئی۔ خیال یہ تھا کہ استیعابا ایک بار نظر کرلوں۔ اب آپ کا لطف نامہ آیا کہ اس کی ضرورت وہاں بہت ہے۔ ثمرالدین نے تاویل کی ہے۔ کتاب عامہ کو نہ دکھائی جائے گی، تو نہیں احتمال افہام ہوتا۔

لہٰذا مجبورانہ اسے کل ہی ان شاء اللہ تعالیٰ بصیغہ رجسٹری روانہ کروں گا۔ آج چار بج گئے رجسٹری نہیں ہو سکتی۔ پھر وہ فتویٰ عرب دربارۂ رد ندوہ کا ترجمہ ہو کر جلد باذن اللہ تعالیٰ چھپنا ضرور ہے کہ جلسہ ندوہ مخذولہ کے دن قریب آگئے، میں اپنی بے فرصتی و ماہ مبارک رمضان و ملالت کے سبب

اب تک تکمیل نہ کر سکا۔ اس کا اہتمام شدید اگر مانع نہ ہوتا، تو میں پہلے آپ کی فرمائش بجالانے کی کوشش کرتا۔ آپ اور دیگر حضرات خود بھی دعا کریں اور حضرت مولانا سے بھی دعالیں کہ حق جل وعلا میرے وقت اور ہر کام میں برکت عطا فرمائے اور مرادات حسنہ اپنے کرم سے برلائے۔ میں نے گذارش کی تھی کہ "جزاء اللہ" کے طبع میں تاخیر ہو، تو اس کی نقل صحیح فرما کر روانہ کریں۔ اس کا انتظار ہے۔

بمولانا عبد الکریم صاحب سلام سنۃ الاسلام ووالسلام فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی ۱۳۱۷ھ (۵)

مولانا المکرم ذی اللطف والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منکر ختم نبوت کی تکفیر میں حسب گزارش ایک چند سطری تحریر لکھنی چاہی۔ مگر پھر ایک ہی روز میں احادیث ونصوص کا اجتماع بے قصد احاطہ واستعاب ہو گیا کہ رسالہ ہی کرنا پڑا۔ فقیر نے اس کا تاریخی نام بھی "جزاء اللہ عدوہ باباء ختم النبوہ" رکھ دیا۔ مگر مولانا! آج کل میں محض تنہا ہوں۔ ۵۰ روز ہوئے کہ میرا لڑکا بغرض استعلاج بدایوں گیا ہوا ہے۔ جو صاحب نقل رسائل ومسائل پر فقیر کے پاس نوکر تھے، وہ میرٹھ چلے گئے۔ جن صاحب کو یہاں اپنے طور پر کاپی نویسی کے لئے رکھ لیا تھا۔ ان کے بھائی پر ایک مقدمہ قائم ہوا۔ دو مہینے سے وہ وہاں گئے ہیں اور مجھے کثرت کار سے دم لینے کی فرصت نہیں۔ جس طرح ممکن ہوا۔ جلد اسے صاف کرنا چاہونگا۔ والعون من رب الکون۔

حضرت مولانا سے دعا لیجئے اور خود بھی دعا کیجئے کہ رب عزوجل میرے کام کے ساتھ آسانی فرمائے آمین۔ حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب بدایوں تشریف فرما ہیں۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم الحروف)

(۶)

از بریلی ۱۳۱۷ھ

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتویٰ مدینہ طیبہ آیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔ جناب مولانا حامی السنن ماحی الفتن عافاہ اللہ تعالیٰ عن الامراض والمحن کی خبر ناسازی مزاج مبارک سن کر سخت شدید تشویش لاحق ہے۔ صبح تار بھی بھیجا کہ احتمال تھا، شاید کسی دشمن نے لکھ دیا ہو۔ آج جو رجسٹری آئی، تو اعتبار ہوا۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

فوراً صحت وخیریت جناب مولانا سے مطلع فرمایئے اور تا حصول صحت روز بلا ناغہ ایک کارڈ آیا کرے۔ آج ہی سے چالیس روز تک بالالتزام سفید رکابی چینی پر آیات شفا کہ چھ ہیں اور ان کے اخیر میں یہ حرف لکھ کر اھ طم ف ش ذ شہد سے محو کر کے جناب مولانا کو نوش کرایئے۔

یہاں سب دست بدعاء ہیں۔ وحسبنا اللہ۔ رسالہ "جزاء اللہ" صاف ہورہا ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۷)

از بریلی

۲۶ رشوال المکرم ۱۳۲۵ھ

مولانا المکرم دام مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے اس میں خط رکھ دیا تھا، مگر ڈاک والے نے نکلوا دیا۔ اس میں لکھ دیا تھا کہ آپ کے دو روپے اور کاغذ آیا۔ مولوی ظفر الدین صاحب ابھی نہ آئے۔ جب آئے، اطلاع دوں گا۔ نام تاریخی باب فضیلت ۱۳۲۵ھ شاید پہلے عرض کر چکا ہوں، رباعی حاضر ہے۔

مدرسہ ساخت عبد الرحیم جان ود ل اہل سنن شاد باد
گفت رضا مصرع سالش چناں مدرسہ با فیض حق آباد باد
۱۳۲۵ھ

۱۵ رشوال شب شنبہ میں برادرم مولوی حسن رضا خان سلمہ، مع نو خاص اولاد واعزہ فقیر کے

عازمِ حج ہوئے۔ غالباً بعونہٖ تعالیٰ کل بروز جاں افروز دوشنبہ جہاز پر بالخیر سوار ہو گئے ہوں۔ امید کہ دعا میں یاد رکھیں کہ مولیٰ تعالیٰ کمال آرام وعافیت کے ساتھ حج وزیارت مقبولہ عطا فرمائے۔ بخیر تمام سب اعزہ کو ہم سب سے ملائے۔ آمین

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۲۶؍ شوال المکرم ۲۵ھ

(نوٹ) اگر آپ کی تخصیص کسی کو نہ منظور ہو، تو انکی جگہ اہل ہدیٰ بنا دیجئے۔ (منہ)

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۸)

از بریلی

۱۳؍ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم اکرمکم تعالیٰ وتکریم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ورضوانہ

فقیر آپ کی تحریر سے بہت خوش ہوا اور بے ساختہ زبان سے نکلا کہ جزاک اللہ خیراً و ثبتک علی الھدیٰ۔ فی الواقع امورِ دین میں ایسا ہی چاہئے۔ لا خیر فیکم مالکم تقولوا ولا خیر فی مالم اسمع۔ نیز خوشی اس کی ہوئی کہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی اور مکرمی مولانا علاء الدین صاحب کی موافقت ظاہر ہوئی۔ وللہ الحمد۔

فقیر کا نبیرہ نور العین محمد ابراہیم رضا جیلانی حفظہ اللہ تعالیٰ ورقاہ اعلیٰ مدارج الکمال الانسان۔ ۲۲؍ روز سے سخت علیل تھا۔ آج پانچ دن ہوئے کہ سترہ ۱۷؍ روز کامل کے بعد بقدر دو تولے کے اس کو کھانا دیا گیا۔ ابھی طبیعت پوری اصلاح پر نہیں۔ آپ سے اور مولوی صاحب موصوف ودیگر احبابِ اہلِ سنت سے دعاءِ عافیت مطلوب ہے۔

آپ کا فتویٰ دربارۂ قادیان مولوی ظفر الدین صاحب کے پاس ہے وہ پہلی بھیت گئے[1]

---

[1] یہ میں نے کل لکھا تھا۔ کل وہ آ گئے۔ آپ کا فتویٰ [illegible] میں نہیں۔ فقط (منہ)

ہوئے ہیں۔ فقیر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور امید کہ آپ ان شاء اللہ تعالیٰ پسند فرمائیں گے۔ فقیر کی رائے میں امور مذکورہ سے ان قاضیوں پر فسق شدید اور ارتکاب کبائر ثابت ہوتا ہے۔ رہا کفر، وہ امر عظیم ہے اور ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کسی گناہ کے سبب کفر نہیں مانتے۔ عدم کفر کی جو تقریر میرے ذہن میں ہے۔ اجمالاً اس کے چند جملے گزارش کرتا ہوں۔ آپ ماشاء اللہ عالم ہیں۔ تفصیل خود ہی خیال فرمائیں گے۔

تمام تقریر سوال سے قضاۃ مذکورین کے اپنے افعال، جن کے وہ خود مرتکب ہوئے، یہ ہیں۔ مسجد ایک نصرانی کو کرایہ پر دینا۔ (۲) اس کا جنگلہ چھت پر بنوا دینا۔ اگر یہ بھی باذن قاضی ہوا ہو (۳) مسجد ان کے قبضہ میں کرنا (۴) مسجد کا پتھر بیچنا (۵) صحن مسجد میں پتھروں کی تجارت کرنا یا کرانا۔ ان میں رائے چہارم ضرور حرام و ناجائز ہے اور بے مسوغ شرعی ہو، تو چہارم بھی۔ مگر یہ نفس فعل بے قصد توہین مسجد من حیث ھو مسجد کفر کیونکر ہو گئے؟ یہ میں دکھادوں گا کہ علمائے کرام نے ان کو ناجائز کہا۔ معاصی میں گنایا اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انہیں کس کو مطلقاً کفر بتایا۔

درمختار میں ہے: لو بنى فوقه بيتاً للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق . تاتارخانيه: فاذا قال هذا في الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه و لو على جدار المسجد ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلاً وسكنى، بزازيه .

ردالمحتار میں ہے: وقد رد في الفتح ما بحثه في الخلاصة من انه لو احتاج المسجد الى نفقة تؤجر قطعة منه بقدر ما ينفق عليه بانه غير صحيح قلت وبهذا علم ايضاً حرمته احداث الخلوات في المساجد كالتي في رواق المسجد الاموي ولا سيما مايترتب على ذلك من تقذير المسجد بسبب الطبخ والغسل ونحوه . ورأيت تاليفاً مستقلاً في منع من ذالك .

اسی میں ہے: المسجد اوغیرہ من رباط اوحوض اذالم ینقل یاخذ انقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ہو مشاہد وکذالک اوقافہ یاکلھا النظار اوغیرھم. اسی کی کتاب السرقۃ میں ہے: قال فخر الاسلام لو اعتاد سرقۃ ابواب المسجد یجب ان یعزر ویبالغ فیہ و یحبس حتیٰ یتوب۔

یہاں سے صراحتاً عدم تکفیر ثابت ہے کہ مرتد کے حکم تعزیر اور توبہ تک حبس تھی۔ بلکہ تین دن کے بعد قطعی قتل۔ نصاب الاحتساب باب ۱۵ میں ہے: فی الخانیۃ لا باس المعتکف ان یبیع ویشتری وارادبہ الطعام ومالا بد منہ اما اذا ارادان یاخذمیجرا (متجرا) فیکرہ ذالک۔

۲ مسجد تو مسجد، شرع مطہر میں مسلمان کی حرمت کعبہ معظمہ کی حرمت سے زائد ہے۔ سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: رایت رسول اللہ ﷺ یطوف الکعبۃ ویقول ما اطیبک وما اطیب ریحک ما اعظمک وما اعظم حرمتک والذی نفس محمد (ﷺ) بیدہ لحرمۃ المؤمن عنداللہ تعالیٰ اعظم من حرمتک مالہ ودمہ. یعنی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ کعبہ معظمہ کا طواف کرنے کے بعد فرماتے جاتے تھے۔ تو کس قدر پاکیزہ ہے! تیری خوشبو کتنی عمدہ ہے!! تو کس درجہ عظمت والا ہے! تیری حرمت کیسی عظیم ہے! قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، مسلمان کے خون ومال کی حرمت اللہ عزوجل کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔

پھر مسلمان کا مال بیچ کھانا، یا ظلماً تصرف میں لانا، یا خود اسے غلام بنا کر کام خدمت لینا، اجرت پر چلانا یا بیع کر دینا، بلکہ ناحق قتل کر ڈالنا، ان میں سے کوئی بات کفر نہیں۔ جب تک مؤمن من حیث ھو مؤمن کی تذلیل وایذا مقصود نہ ہو، تو مسجد کے ساتھ کام کیوں کر کفر ہو سکتے ہیں۔ جب تک مسجد من حیث ھو مسجد کی توہین مراد نہ ہو۔

۳ بے شک رب عزوجل نے فرمایا اور اس کا ارشاد حق وایمان ہے: ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۔اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ کی مسجدوں میں ان کو خدا کا نام لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ انہیں نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں، مگر ڈرتے ہوئے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جو مسجدوں پر غاصبانہ قبضہ کرے یا لوگوں کو نماز پڑھنے سے باز رکھے مطلقاً کافر ہے۔ حاشا اللہ! امام ابن حجر مکی نے اسے راستہ روکنے یا سرائے میں اترنے سے باز رکھنے کے مانند قرار دیا۔ اور اسے کبائر سے گناتے ہوئے بھی غصب پر قیاس سے کام لیا۔ نہ کہ معاذ اللہ حکم تکفیر۔

زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں: الکبرۃ الثلاثون بعد المائتین منع الناس من اشیاء المباحۃ لھم علی العموم او علی الخصوص کالارض المیتۃ و لا کالشوارع والمساجد والمرابط فمنع واحد من ھذہ عن ان ینتفع بہ من الوجہ المحانز ینبغی ان یکون کبیرۃ لانہ شبیہ بالغصب فھو کما لو منع الانسان من ملکہ۔

اس عبارت میں لفظ ''ینبغی'' اور لفظ ''شبیہ'' خاص قابل لحاظ ہے۔ بالجملہ عالم میں کوئی سنی عالم نہ اس کا قائل ہے، نہ ہو سکتا ہے کہ مطلقاً کسی مسجد سے کسی وقت منع ذکر یا کسی وجہ پر اس کی ویرانی میں کوشش اگرچہ نفس مسجدیت پر حملہ نہ ہو۔ علی الاطلاق کفر ہے اور کفر بھی کیا۔ سب سے اشد واشنع ۔ یہ معنی تو عقیدۂ اہل سنت کے علاوہ فی نفسہ بھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ اللہ عزوجل کے لئے ولد قرار دینے والا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو قتل کرنے والا، حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں سب وشتم کرنے والا یقیناً قطعاً کعبہ کے خراب وویران کرنے والے سے بھی اظلم واکفر ہے۔ اگرچہ اس کا انکار کرنا خاص بہ نیت رد وانکار ہو کمالا یخفی لاجرم آیہ کریمہ ذات وجوہ ہے۔

اول: مراد ان کفار کا اظلم واکفر ہونا ہے۔ جن کے بارے میں (آیہ) کریمہ نازل ہوئی۔ نہ یہ کہ جو

ایسا کرے۔ مطلقا اظلم واکفر ہے۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس پر اجماع مفسرین نقل کیا

: حیث قال اجمع المفسرون علی انه لیس المراد من هذه الآیة الشرط والجزاء اعنی مجرد بیان ان من فعل کذا فان الله یفعل به کذا بل مراد منه بیان ان منهم من منع عمارة المساجد وسعی فی خرابها ثم ان الله تعالیٰ جازاهم بما ذکر فی الآیة۔

ان آیت کریمہ میں ان افعال کی شناعت عظیمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس اشارہ کو جب مفسرین نے بیان کیا۔ تو صرف اس قدر پر قناعت کی کہ ایسا کرنا ظلم ہے۔ یا شدید ظلم ہے۔ نہ یہ کہ کفر ہے۔

مدارک شریف میں ہے: هو حکم عام مجتس مسجدالله وان مانعها من ذکر الله تعالیٰ مفرط فی الظلم. تفسیر ابن جریر میں ہے: ان الله جل ذکره انما ذکر ظلم من منع الصلوٰة فی بیت المقدس من مونسی بنی اسرائیل وایا هم قصد بالخبر وان کان دل بعموم قوله ان کل مانع مصلیا فی مسجد فرضا او تطوعا وکل ساع فی اخرابه من المعتدین الظالمین.

دوم: مراد وہ منع وتقریب ہے، جو انکار عبادت معبود سے ناشی ہو۔ رغائب الفرقان میں اسی طرف اشارہ کیا حیث قال صح تخریب المعبد ینبئی عن انکار العبادة وانکار العبادة یستلزم انکار المعبود۔

سوم: عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کہ کفر وقتل وزنا اس سے سخت تر ظلم ہیں۔ مفاتیح الغیب میں ہے: ظاهرا لا یقتضی ان هذا الفعل اعظم انواع الظلم وفیه اشکال لان الشرک ظلم مع ان الشرک اعظم من هذا الفعل وکذالزنا وقتل النفس اعظم من هذا الفعل والجواب عنه اقصی اما فی الباب انه عام دخله التخصیص فلا یقدح فیه اورمتال پر ظاہر ہے وجہ دوم احسن وامتن وجوہ ہے: وهو الذی کنت اشرت الیه با لتقیید بحیث

المسجدية واللہ تعالیٰ اعلم بمراده .

۴ نصرانی سوتے، اس میں کھاتے، کھلاتے۔ شراب پیتے، پلاتے۔ وہ اور اسکے بال بچے بول وبراز کریں۔ جماع ہوا کرے، ان سب ستم، مصائب کے قہر و وبال سے کرائے پر دینے والے کو ہرگز جدائی نہیں۔ مگر حکم کفر کی گنجائش ناممکن، شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ فعل فاعل مختار کا تخلل قطع نسب کر دیتا ہے۔ نیز قاعدہ ہے: اذا اجتمع المباشر المسبب اضیف الحکم الی المباشر۔ سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں: من اجر بیتا یتخذ فیه بیت نار او کنیسته او بیعته ویباع فیه الخمر بالسواد فلا باس به۔ ہدایہ میں اس کی دلیل میں فرمایا: ان الا جارة ترد علی منفعة البیت ومافیه ولهذا تجرب الا جرة لمجرد التسلیم ولا معصیة وانما المعصیة بفعل المستاجر وهو مختار فیه فقطع نسبته عنه .

۵ بلکہ درمختار احکام المسجد آخر مکروہات نماز میں ہے: کره تحریما الوطئو فوقه والبول والتغوط لانه مسجدالی عنان السماء وادخال نجاسة فیه فلا یجوز تطعینه بنجس ولا البول فیه . ظاہر ہے کہ مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے۔ علامہ زین بن نجیم صاحب بحر الرائق کے رسالہ بیان معاصی، پھر ردالمحتار میں ہے: کل ما کره عندنا تحریما فهو من الصغائر لا جرم اس رسالہ زینیہ میں فرمایا: اما الصغائر فقالوا هی النظر الی محرم والتقبیل وادخال مسجد نجاسة او مجنونا او صبیا یغلب بتجنیسه. اسی میں ایک ورق کے بعد ہے: وذکر ابو اللیث السمر قندی ان منها (ای من الصغائر) تخطی رقاب الناس فی المسجد والقاء نجاسة علیٰ سطحه او علی الطریق ۔ جب خود اپنے اوپر یہ حکم ہے۔ تو مجرد تسبیب، جس میں ہرگز اس طرف قصد بھی نہیں ۔ کیوں کر موہم کفر ہو سکتی ہے۔

۶ صحاح ستہ میں انس بن مالک اور صحیح بخاری و سنن اربعہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

وھذا حدیث انس عند مسلم قال بینما نحن فی المسجد مع رسول اللہ ﷺ اذاجاء اعرابی فقال یبول فی المسجد فقال اصحاب رسول اللہ ﷺ مہ مہ فقال رسول اللہ ﷺ لاتزموہ دعہ فترکوہ حتیٰ بال ثم ان رسول اللہ ﷺ دعاہ فقال لہ ان ھذہ المساجد لا تصلح شئی من ھذا البول والقذراوانما ھی لذکراللہ والصلوٰۃ وقرأۃ القر آن اوکما قال رسول اللہ ﷺ قال وامر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فسنہ علیہ۔

اگر یہ کفر ہوتا، تو اعرابی کی مصلحت جسمانی کو اس سے روکنے پر ترجیح نہ دی جاتی اور تجدید اسلام کی ہدایت فرمائی جاتی اور یہ حکم اب بعد شیوع احکام بھی باقی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے۔ تو اسے پیشاب کرتے میں نہ روکیں۔ فارغ ہو لینے دیں کہ رک جانے سے مرض نہ پیدا ہو۔ پھر جگہ صاف کردیں۔ نصاب الاحتساب آخر باب ۱۵ر میں ہے: مسألۃ رجل یبول فی المسجد ھل یمنع من ذلک فی عین بولہ والجواب یصبر حتی یفرغ منہ الخ ثم ذکر الحدیث

۷ گدھوں کا پھرنا، اجارہ دینے والے کی طرف منصوب ہونے سے اور بھی دور تر ہے کہ وہ جانور کا فعل ہے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: العجماء جبار رواہ ستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح بخاری وسنن ابی داؤد و مستخرج اسمٰعیل وابونعیم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد زمن رسول اللہ ﷺ فلم یکونوا یر شون شیئاً من ذالک۔

۸ واقعہ ملعونہ حرہ اجار اللہ المسلمین من مثلھا۔ یاد کیجئے جسکی نسبت امام سیدنور الدین علی سمہودی مدنی ''خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ'' ﷺ باب اول فصل تاسع میں نقل فرماتے

ہیں: جالت الخیول فی مسجد رسول اللہ ﷺ وبالت وارثت بین القبر والمنبر ادام اللہ تعالیٰ تشریفھما. تو یہاں خبثا کا اپنا فعل تھا۔ اس پر بھی ہمارے ائمہ سے ان کی تکفیر منقول نہیں۔ اس لشکر خبیث کے سردار مسلم بن عقبہ کا نام اہل مدینہ نے "مسرف" رکھا، مجرم رکھا، کافر نہ رکھا۔ خلاصۃ الوفاء میں ہے:

ولابن الزوج عن سعیدبن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنھما لقد رأیتنی لیالی الحرۃ وما فی المسجد احد من خلق اللہ غیری وان اھل الشام لید خلون زمراً یقولون انظروا الیٰ ھٰذا شیخ المجنون ولا یاتی وقت صلوٰۃ الا سمعت اذانا من القبر ثم اقیمت الصلوٰۃ متقدمۃ فصلیت مافی المسجد احد غیری . وسمی مسلم بن عقبہ مسرفا لا سرافہ فی قتل اھل المدینۃ وکذا مجرما لعظیم اجرامہ .

بلکہ وہ اخبث پلید یعنی یزید علیہ ماعلیہ جس کے حکم ملعون سے یہ سب کچھ قیامتیں گزریں۔ جس نے حرب خبیث سے کہہ دیا تھا: فاظھرت علیھم فابحھا ثلثا للجند (یعنی المدینۃ الکریمۃ ﷺ من کرمھا وآلہ وبارک وسلم) فاجھز علی جریحھم واقتل مدبرھم وایاک ان تبقی علیھم . اس کی تکفیر سے بھی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب سکوت ہے۔ مسائرہ میں ہے: اختلف فی اکفار یزید فقیل لا وحقیقتہ الا مرا لتوقف فیہ ورجع امرہ الی اللہ سبحانہ .

علامہ ابن شریف شافعی نے مسائرہ میں قول اول کی وجہ میں واقعہ کربلا کے بعد اسی واقعہ خبیثہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: وما جریٰ ممایبنو عن سماعہ الطبع ویصم لذکرہ السمع . علامہ علی قاری نے فقہ اکبر میں اسے رد کر دیا۔ حیث قال قیل نعم یعنی لما روی عنہ مایدل علیٰ کفرہ من تحلیل الخمر وتفوھہ انی جازیتھم بما فعلوا باشیاخ قریش فی بدر

لا لما وقع عنه من اجتراء على الذرية الطاهره وماجرى مما ينبوء عن سماعة الطبع ويصم لذكره السمع كما علل به شارح كلامه وانه ليس على وفق مرامه الخ . خود مسامرہ میں بھی قول توقف ہی مختار رکھا۔ حیث قال الطريقة الثابتة القويمة فى شانه التوقف فيه فلا يتعرض لتكفيره اصلاً هٰذا هو الاسلم والله سبحانه تعالىٰ اعلم۔

جب اس قیامت کبریٰ میں یہ حکم ہے، تو صورت سوال میں تکفیر کا کیا وہم ہے اور مساجد کا ظالمیہ کے دست تعدی سے خلاص کرانا، ان کی تکفیر پر موقوف نہیں۔ کیا مسلمان اگر مسجد دبائے، اس کی ایسی نہ کہا جائے گا۔ نہ چاند وغیرہ شرعی امور کا فیصلہ ایسے قاضیان بدکردار کے یہاں نہ ہونا، ان کی تکفیر کا محتاج اور ہلال ودیگر امور شرعیہ میں حکم شرعی بیان کرنا فتویٰ ہے اور یہ لوگ یقیناً فساق فجار مرتکب کبائر مستحق عذاب النار ہے اور فاسق ہرگز نہ اہل فتویٰ ہے، نہ اسکا فتویٰ مسموع، نہ اس پر عمل جائز۔ تنویر الابصار میں ہے: الفاسق لا يصلح مفتيا. ردالمحتار میں ہے: لان الفتوى من امور الدين والفاسق لا يقبل قوله فى الديانات، ابن ملك زاده يعنى واختاره كثير من المتأخرين وجزم به صاحب المجمع فى متنه وله فى شئى حد عبارات بليغة وهو قول الائمة الثلاثه ايضاً وظاهر مافى التحرير انه لا يحل استفتائه اتفاقاً كما بسطه المصنف ردالمحتار میں ہے: والحاصل انه لايعتمد على فتوى المفتى الفاسق مطلقاً.

تو واجب ہے کہ تحقیق ہلال وغیرہ امور دینیہ، کسی عالم سنی صالح متدین کے سپرد ہوں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اذا وسد الامر غير اهله فانتظر الساعة رواه البخارى عن ابى هريره رضى الله تعالىٰ عنه والله وسبحانه وتعالىٰ اعلم . ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر دوسرا فتویٰ تحریر فرمایئے۔ اگر کاتب یہاں سے کسی کو قرار دینا ہے، تو ان فساق کی جتنی بدکرداریاں متعلق مسجد وغیرہ ہیں۔ سب بالتفصیل سوال میں ماخوذ کر لیجئے۔ یہ طریقہ نہ ہو، جو اس فتویٰ میں ہے، کہ سائل نے صرف اجمالاً اتنا لکھا کہ مسجد ویران ہے اور مفصل افعال جواب میں مذکور ہوئے۔ یہ

تفصیلات تو مجیب اسی وقت بیان کرسکتا ہے کہ وہاں کا ساکن اوران حالات سے مطلع ہو۔

والسلام مع الاکرام مولانا مولوی علاؤالدین صاحب وغیرہ احباب اہل سنت کوسلام۔

فقیراحمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۳رذی الحجہ ۲۷ھ روزدوشنبہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۹)

از بریلی

۶رشوال المکرم ۱۳۲۹ھ

مولانا المکرم اکرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رجسٹری آئی۔ میرے شہر سے بفضلہٖ تعالیٰ صدہا آدمی اس سال عازم حج ہیں اور خاص میرے قریب ترعزیزوں سے چند شخص بہت جلد قصد کرتے ہیں اور ایک حضرت سید صاحب نے حکم دیا ہے کہ جب تک ہم روانہ ہوں۔ ایک رسالہ حج وزیارت کی ترکیب میں تصنیف کرکے چھاپ دیں کہ ہم سب لے لیں۔ میں نے ان کے سبب اور کام روک دئے ہیں اور آپ کے کام سے پہلے کے آئے ہوئے کام پڑے ہیں۔ بعد فراغ بعونہ جواب حاضر کرے گا۔ اتنا جواب اجمالاً معروض کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان سنی ہیں۔ تکفیر والوں کی غلطی، زیادتی ہے اور اس میں نماز ہوجائیگی۔ اس دیوار کا سیدھا کرنا سنت ہے۔ مگر فرض نہیں۔ مسجد قبا نام رکھنا، فقیر کو پسند نہ آیا۔ اس مسجد کے بانی میں کن صاحب کا نام قطعہ تاریخ میں لیا جائے۔ قطعہ میں جو بات قابل اندراج ہو، مطلع فرمائیے۔

والسلام فقیراحمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۶/شوال ۲۹ھ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی (۱۰)

۲۶ رشوال المکرم ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولوی حکیم محمد عبدالرحیم صاحب دام کرمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ بھیجتا ہوں، تاریخ یہ ہے

احمد آباد و خداداد الٰہی مسجد باد آباد بہ عباد الٰہی مسجد

از رضا سال بنا مژدہ دہ ماہیوں داد شود شرف نامتناہی مسجد ۱۳۲۹ھ

دوسرا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ اس میں جلدی نہ فرمایئے۔ آپ کو فقیر کی عادت معلوم ہے کہ ایسے شدید مہم کام میں ایسی تحریر چاہتا ہوں، جو باذنہ تعالیٰ مخالف کے لئے اصلاً کوئی گنجائش نہ چھوڑے۔ آپ بغور ملاحظہ نیاز نامہ بواپسی ڈاک اصل فتویٰ جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کا (جس کی نقل آپ نے بھیجی ہے) بصیغہ رجسٹری فوراً روانہ فرمادیجئے۔ اس سے نہایت اہم غرض دینی متعلق ہے۔ جس کی تفصیل کی اس وقت فرصت نہیں۔ ڈیڑھ بج گیا۔ نماز جمعہ کا وقت ہے۔ ارسال فتویٰ میں تاخیر نہ ہو۔ والسلام مع الکرام۔ جملہ احباب اہل سنت کو سلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۲۶ رشوال المکرم یوم الجمعہ المبارکہ ۲۹ھ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی (۱۱)

۹ رجب ۱۳۳۰ھ ۷۸۶

مولانا المکرم اکرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حاشا! میرا یہ مطلب نہیں، کہ اودھ سے تکفیر ہو اور آپ صلح رکھیں۔ ابھی اس طرف سے کوئی

جواب نہ آیا۔ آپ وہ میرا پانچ ورق والا فتویٰ کیوں نہیں شائع کرتے کہ بعونہ تعالیٰ یہ سب فساد دفع ہو جائے۔ شاید ان کے بعض الفاظ آپ کو ناپسند ہوں۔ مگر مصلحت یہی ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۹ر رجب ۳۰ھ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی (۱۲)

(۱۳۳۰ھ)

مولانا المکرم ذی المجد والکرم سلمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہ عبارت نسیم الریاض جلد اول قسم اول باب اول فصل اول کے آخر میں ص ۱۸۲ پر ہے۔ آپ کا وہ خط جس میں عبارت فتح القدیر دریافت کی تھی، جاتا رہا۔ بہت تلاش کیا، نہ ملا، اس میں شاید آپ کا ایک آنے کا ٹکٹ بھی تھا۔ وہ عبارت یاد نہیں، کیا دریافت فرمائی تھی اور بہتر یہ کہ اسے اس کے ناقل مولانا سے پوچھئے۔

میں پسند نہ کرتا تھا کہ اس میں مولوی علاؤلدین صاحب میں نزاع قائم ہو۔ میں نہیں آسکتا تحریری سوالوں کا جواب ان کی طرف سے نہ آیا اور آپ کی طرف سے جو ملا، کافی نہ تھا اور مجھے فرصت معدوم۔ فتویٰ جو فقیر نے بھیجا۔ اس میں کوئی لفظ نہ غلط ہے، نہ خلاف مصلحت، نہ خلاف احمد آبادیاں۔ اس میں وہاں کوئی قول مختار ہونا نہ بتایا۔ بلکہ اتنا کہ مختلف فیہ ہے۔ فلاں فلاں اکابر اس طرف گئے۔ لہذا اس پر تکفیر نہیں ہو سکتی۔ اس میں کون سا لفظ خلاف ہے۔ نہ میں اس میں سے اصلاً کوئی حرف کم کرنا چاہتا ہوں نہ فتاویٰ حضر پر میری مہر ہے، نہ اس میں اس کے مفتیوں کا مقلد۔ میں اسی عرصہ میں کئی بار علیل ہوا۔ ایک دفعہ سترہ ۱۷ دن کامل میں صرف تین ۳ دن کھایا۔ اب بفضلہ تعالیٰ اچھا ہوں۔

والسلام مع الاکرام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۱۴)

از بریلی

۲۴ رجب ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم مولانا مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زیدمجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں دو دن اوپر آٹھ مہینہ سے علیل ہوں۔ سخت بے طاقت ہوگیا ہوں۔ اس پر کام کی کثرت اور پھر تنہائی۔ جو کچھ اللہ عزوجل چاہتا ہے، ہو جاتا ہے۔ آپ کی دو جنتریاں آئیں۔ روح البیان میرے پاس نہیں۔ باقی عبارات کا نشان حاضر۔

☆ درمنثور جلد ۴ ص ۸۵: اخرج ابن المنذر وابن مردویہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان یاتی احدا کل عام فاذ تقوہ الشعب علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

☆ ابن جریر جلد ۱۳ ص ۸۴: حدثنی المثنی ثنا سوید قال اخبرنا ابن المبارک عن ابراھیم بن محمد عن سھیل بن ابی صالح عن محمد بن ابراھیم قال کان النبی ﷺ یاتی قبور الشھداء علی رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

☆ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۹۹: عن رسول اللہ ﷺ انہ کان یاتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربع ھکذا کانو یفعلون۔

☆ تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ص ۹۲ :روی عن النبی ﷺ انه کان یأتی یاقبور الشهداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار .

مولانا!! استغفر اللہ! فقیر کو آپ سے ناراضی ہو۔ الحمد للہ! دلی دینی محبت ہے۔ مگر اپنی ناتوانی و تنہائی و کثرت کار کو کیا کروں؟ آپ کا جواب بھی نہ لکھا، نہ وہابیہ سے اب اس قسم کے فرعیات میں جھگڑنے کا لطف رہا کہ وہ اعلانیہ منکران ضرورت دین ہو گئے۔ سب و شتم اللہ و رسول بیشتر از بیشتر کھیل کھیلے، ایسے میں بالاتفاق علمائے حرمین شریفین نے تحریر فرمایا کہ یہ مرتد ہیں اور جو ان کے مرتد ہونے میں شک کرے، وہ مرتد ہے۔ ان سے تو ضروریات دین میں بحث چاہئے، جس سے وہ بھاگتے اور ان ہلکی باتوں میں شاخشانے نکالتے ہیں۔ قاتلهم الله الیٰ یو فکو ن۔

رسالہ "مواہب ارواح القدس" میرا نہیں۔ والسلام مع الاکرام تاخیر شدید کی تقصیر شدید کی معافی کا طالب ہوں۔ والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۲۴ ر رجب ۳۲ھ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

(۱۴)

از بریلی

۹ رصفر ۱۳۳۷ھ

مولانا اکرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

یہ عبارت مرقومہ کتاب الصلوٰۃ باب ما علی الماموم من المتابعۃ فصل ثانی حدیث علی و معاذ بن جبل علیہم الرضوان کی شرح میں ہے مطبع مصر جلد دوم ص ۱۰۲۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۲۵۲)

ازبریلی (۱۵)

۲/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"تحقیق الفتوی" مل گیا ہے۔ مجھے آج کل فرصت اصلاً نہیں۔ ڈاک کی رسید دے دی تھی معلوم نہیں کہ اب تک کیوں نہیں پہنچی۔ میں جس امر میں آپ کی مرضی کے خلاف دیکھوں اور اس میں کوئی حرج شرعی نہ ہو۔ تو شرط محبت یہ نہیں۔ اس میں آپ کا خلاف کروں۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی) ۲/ جمادی الاخرہ ۳۷ھ

ازبریلی (۱۶)

۲۸/ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دورجٹریاں آئیں۔ تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی۔ میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی، اس بارے میں میرا فتویٰ "تحفہ حنفیہ" (پٹنہ) میں چھپ چکا۔ میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے، مان کر نظر بحالت نساء سوائے حاضری روضہ انور کے واجب یا قریب بواجب ہے، مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۃ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔

خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرور میں۔ جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اسکی شرکت میں تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔ نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدی خوانی بالحان خوشی پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۹/ ۵۴۱ تا ۵۴۲)

(۱۷)

از بریلی

۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی رجسٹری پندرہ ۱۵ ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام سے ہی ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا۔ آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے۔ چار آدمی کرسی پر بیٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے، کافی تھے۔ اب قدرے تفصیل کروں۔

(۱) پہلے گزارش کر چکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہل احتیاط نے اختیار فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ منافقوں کو تہدید و ترہیب اور مردوں کو تقدم، عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں، بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی۔ یہاں تک حکم فرمایا کہ برکت جماعت ودعاء مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں۔ مصلے سے الگ بیٹھیں۔ پردہ نشین کنواریاں بھی جائیں۔ جس کے پاس چادر نہ ہو، ساتھ والی اسے اپنی چادر میں لے لے۔ صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعواتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یا رسول اللہ احدنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا.[۱]

---

[۱] (الف) صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۹۱/۱
(ب) صحیح بخاری کتاب صلاۃ العیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۴/۱

اور یہ صرف عیدین میں امر ہی نہیں، بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی بھی ارشاد ہوئی کہ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسند امام احمد و صحیح مسلم شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۱ یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا امر وجوب کے لئے ہے اور نہی تحریم کے لئے اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث سے ارشاد ہوا۔ بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی۔ اس کو بندہ مانتا ہے۔

درمختار کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ: یکرہ حضور هن الجماعت و الجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان۲

اسی طرح اور کتب معتمدہ میں ہے: ائمہ دین نے جماعت و جمعہ وعیدین درکنار، وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا۔ اگرچہ بڑھیا ہو۔ اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذ فیض وسماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وتصحیح عقائد واعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم واعظم اور اس کی اصل مقدم ہے، اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید ودافع ہر ضرر شدید ہے اور یہ نہ ہو، تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں۔ بلکہ ضرر سے قریب، نفع سے بعید ہے۔ کیا امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد وسائر ائمہ مابعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ! معاذ اللہ! یریدون ان یطفئوا نور الله بافواههم ۳ میں داخل مانا جائے گا۔ حاشا یہ اطبائے قلوب ہیں۔ مصالح شرع جانتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے:

---

۱ (الف) صحیح مسلم شریف باب خروج النساء الی المساجد نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۳
(ب) صحیح بخاری کتاب الجمعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۳
۲ درمختار باب الامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
۳ القرآن الکریم ۹/۳۲

اپنے زمانہ میں تھا: لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل [1] اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے، جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں۔ تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی۔ پہلے جوان عورتوں کو، پھر بوڑھیوں کو بھی، پہلے دن پھر رات کو بھی۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں؟ اب صالحات ہیں؟ یا جب فاحشات زائد تھیں۔ اب صالحات زیادہ ہیں؟ یا جب فیوض و برکات نہ تھے؟ اب ہیں؟ یا جب کم تھے، اب زائد ہیں؟

حاشا! بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے، تو جب ہزار تھیں۔ جب اگر ایک فاسقہ تھی، اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصہ فیض ہے، جب ہزار حصے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا یاتی عام الا والذی بعدہ شر منہ [2] بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا: وام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ فرمایا: اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی، حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

حیث قال ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الیٰ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فقالت لو علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماعلم عمر ماأذن لکن فی الخروج [3] پھر فرمایا: فاحتج بہ علماؤنا ومنعوا الشواب

---

[1]	صحیح مسلم	باب خروج النساء الی المسجد	نور محمد اصح المطابع کراچی	۱۸۳/۱
[2]	صحیح البخاری	باب لایاتی الزمان الخ	قدیمی کتب خانہ بیروت	۱۰۴۷/۲
	"فتح الباری شرح البخاری	باب لایاتی الزمان الخ	دار المعرفۃ بیروت	۱۷/۱۳
[3]	العنایۃ علی ہامش فتح القدیر		[illegible]	۳۱۷/۱

عن الخروج مطلقا اما العجائز فمنعهن ابو حنیفه رضی الله تعالیٰ عنه عن الخروج فی الظهر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتوىٰ اليوم علىٰ كراهة حضورهن فی الصلوٰة كلها لظهور الفساد [1]

اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے: وقال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه المراة عورة واقرب ما تكون الى الله فی قعر بیتها فاذا خرجت استشرفها الشیطان وكان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد وكان ابراهیم يمنع نسائه الجمعة والجماعة [2] یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے، شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی، استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب ان خیر کے زمانوں، ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کردی گئیں، اور کاہے سے؟ حضور مساجد و شرکت جماعات سے۔ حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنہ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کاہے کی۔ زیارت قبور کو جانے کی۔ جو شرعاً مؤکد نہیں اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا ناترسوں نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے منافقت ہے۔

شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جلب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے۔ درء المفاسد

---

[1] العنایۃ علی هامش فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۷

[2] عمدۃ القاری باب خروج النساء الی المسجد ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶/ ۱۵۷

اھم من جلب المصالح ۔ جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا۔ اس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم وصا حبین ومن بعدہم نے روک دیا اور عورتوں کی مسلیں نہ بنائیں کہ صالحات جائیں۔ فاسقات نہ آئیں۔ بلکہ ایک حکم عام دیا۔ جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرمارہے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ آیتیں نہ سنی تھیں۔ افمن کا ن مومنا کمن کا ن فا سقا [۱] ام نجعل المتقین کا الفجار [۲] تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے۔ اس مصلحت قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا اور عورتوں کی قسمیں کیوں کر چھانٹی جائیں گی۔

(۳) صلاح وفساد قلب امر مضمر ہے اور دعوے کے لئے سب کی زبان کشادہ اور محقق ومبطل نا معلوم۔ معہذا اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں۔ خصوصا ہوا لگ کر، خصوصا عورتوں کے دل کے تقلب کے لئے بہت آمادہ۔ ولھذا رویدک انجشہ رفقا با لقواریر ارشاد ہوا۔ مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے، احمق ہے، نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے۔ جب قسم کھائے، حلف اٹھائے، نہ کہ خالی وعدوں پر امید دلائے۔ و ما یعد ھم الشیطا ن الا غرو را [۳] بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور اصلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز، یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اور اس کی رسی کی تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: الفا ئز بھذا مع السلامۃ اقل قلیل فلا یبنی الفقہ باعتبا رھم ولا یذکر حالھم قید افی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکا ذبۃ وانھا لا کذب ما یکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت [۴] سادات ثلثہ علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی فرماتے ہیں ۔

---

۱ القرآن الکریم ۱۸/۳۲

۲ القرآن الکریم ۲۸/۳۸

۳ القرآن الکریم ۱۲۰/۴

۴ فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۴/۳

وھو وجیہ فینص علی الکراھۃ ویترک التقیید بالوثوق[1] منحی شرح ملتقی میں ہے: اما من کان بخلافہم فنادر فی ھذالزمان فلا یفرد بحکم دفعا لحرج التمیز بین المصلح والمفسد[2] شرح لباب میں ہے: لوکانت الائمۃ فی زمننا و تحقق لھم شاننا لصرحوا بالحرمۃ[3]

(۴) زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی۔ پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث: لعن اللہ الزوارات القبور[4] سے قطع نظر کر کے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئیں۔ جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضور مساجد و جمعہ وعیدین کی اجازت۔ بلکہ حکم تھا، جب زمانہ فساد آیا۔ ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورت کو ممانعت ہوگئی، تو اس سے یقیناً بدرجہ اولیٰ اسی غنیہ کے اسی صفحہ ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اسی کے متصل ہے: ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بزمنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد غیر ذلک وان یکون فی زمننا للتحریم[5] الخ اسی عینی جلد چہارم آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابو عمر سے ہے: ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوٰۃ فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعہ علیھن الا دلیلا علی امساکھن عن الخروج فیما عداھا۔[6]

---

[1] ردالمحتار — کتاب الحج مطلب فی المجاورۃ بالمدینۃ — ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر — ۲/۲۵۸
[2] منحی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانھر، کتاب النکاح فصل نفقۃ الطفیل الفقیر داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۵۰۰
[3] شرح لباب مع ارشاد الساری — فصل اجمعوا علی الخ — دارالکتاب العربی بیروت — ص ۳۵۲
[4] عمدۃ القاری شرح البخاری — باب زیارۃ القبور — ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت — ۸/۶۹
[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الجنائز — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۹۵
[6] عمدۃ القاری شرح البخاری — باب زیارت القبور — ادارہ الطباعۃ المنیریہ بیروت — ۸/۶۹

(۵) حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے۔ جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض، غالب تو فتوی نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں ۔ کہ برعایت قیود حکم جواز اور اس کی تصحیح تک کتب میں مصرح اور نظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقاً جیسے جوار حرم ودخول زناں بہ حمام وتفقہ طالب علم ولعب وشطرنج وغیرہا۔ اول وسوم کی عبارتیں گزریں۔ درمختار میں دربارۂ دوم ہے۔ فی زماننا لا شک فی الکراھة [۱] کافی وجامع الرموز وردالمحتار میں دربارۂ اخیر ہے: ھوا حرام وکبیرة عندنا وفی اباحة اعانة الشیطان علی الاسلام والمسلمین [۲]

(۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہوگیا کہ اگر چہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں۔ جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے۔ نہ کہ ہزاروں میں ایک۔ یہاں سے بریانیوں کا حال کھل گیا۔ دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے، دنبے، بکرے کی ہوں اور دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں۔ بیس ہزار حرام ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں تحری کرے جس کی طرف حلت کا خیال جمے، اسے کھانا بھی حرام۔ نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ درمختار میں ہے۔ تعتبر الغلبة فی اوان طاھرة ونجسه وذکیة میتة فان الغلب طاھر تحری وبالعکس والسواء لا [۳]

ہاں! ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو، تو کثرت حرام سے اس پر کیا اثر؟ مگر یہاں سن چکے کہ فساد وصلاح قلب مضمر وتمیز متعذر نا میسر اور منتقی کی عبارت ابھی گذری۔ پھر غلبہ فساد متیقن، قطعاً مطلقاً حکم ممانعت متعین۔ جیسے وہ بیسوں ہزار بریانیاں، سب حرام ہوئیں۔ حالانکہ ان میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علماء کرام چلے۔

---

[۱] درمختار	باب اجارۃ الفاسدہ	مطبع مجتبائی دہلی	۱۷۸/۲
[۲] ردالمحتار	کتاب الکراہیۃ	فصل فی البیع ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر	۲۵۳/۵
[۳] درمختار	کتاب الحظر والاباحۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۲۳۷/۲

(۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی۔ اس میں نہ زنان مصر سے حکم خاص ہے، نہ مغنیہ ودلالہ کی تخصیص۔ اس میں سولہ ۱۶ ر صنف فساد زناں تو بیان کیں۔ جن میں دو یہ ہیں اور فرمایا اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شریعت کے خلاف، اور بتایا کہ ام المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ ان میں بعض امور حادث ہوئے۔ کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزاروں حصہ نہ تھے۔ اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھئے۔ جہاں انہوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب نقل فرمایا کہ حکم مطلق رکھتا ہے، نہ کہ زنان فتنہ گر سے خاص اور اس کی علت خوف فتنہ بتائی ہے، نہ کہ خاص وقوع، یہی بعینہ نص ہدایہ میں ہے: یکرہ لھن حضور الجماعة یعنی الشواب منهن لما فیه من خوف الفتنه اہاں! جن سے وقوع ہو رہا ہے۔ جیسے زنان مصران کے لئے حرام بدرجہ اولیٰ بتایا ہے۔ کہ جب خوف فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقا حکم حرمت فرما چکے۔ تو جہاں فتنے پورے ہیں۔ وہاں کا کیا ذکر؟ عبارت عینی یہ ہے۔ قال صاحب الهداية: یکرہ لهن حضور الجماعت قالت الشراح یعنی الشواب منهن وقوله الجماعت یتنا ول الجمع والا عیا د والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لهن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجهن خوف الفتنة وهو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام فهو حرام فعلی هذا قولهم یکره مرادهم یحرم لا سیما فی هذالزمان لشیوع الفساد فی اهله [۲]

پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ و جماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا۔ کما تقدم عنا یہ سے گزرا کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضور مسجد سے منع فرمایا۔ کیا

---

[۱] الہدایہ باب الامامۃ مکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۵

[۲] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶/۱۵۶

مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات وتابعیات تھیں اور امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر واہل فساد تھیں۔ حاشا ہرگز نہیں۔ یا للعجب! اگر صحابہ وتابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک لکڑی ہانکا اور متقین وفجار کا فرق نہ کیا۔ حاشا ثم حاشا ہم۔ تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے۔ صرف فاسقات سے خاص نہیں اور ان کا خصوصاً ذکر فرماکر زنان مصر کے خصائل گنانا اس لئے ہے کہ ان پر بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔ نہ کہ فقط فتنے اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے۔ یا وہ بھی صرف مغنیہ ودلالہ کو۔

(۸) اسی لئے آپ کی منقولہ عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کردیا کہ حکم یہ بیان فرمایا کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں، بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے، ایسی کو حلال۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانے کی کیا تخصیص؟ آگے فرمایا خصوصاً زنان مصر اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے، نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں! یہ مسلک شافعیہ کا ہے۔ ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج [۱]

ولہذا کرمانی پھر عسقلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا: قلت الذی یقول علیہ ما قلنا ولم یحدث الفساد فی الکل۔ [۲]

ان کے خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلیٰ باذنہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا اشارہ بتا چکے تھے۔

(۹) عبارۃ غنیۃ کہ آپ نے نقل کی، اس سے اوپر کی سطر دیکھئے کہ اجازت اس وقت تھی

---

[۱] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۶

[۲] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۶/۱۵۹

جب انہیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجد کی ممانعت دیکھئے ،سب کو ہے، یا زنان فتنہ گر کو؟ اس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھئے: یعضده المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببه کره لهن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیه عائشة رضی الله تعالیٰ عنها بقولها لو ان رسول الله ﷺ رای ما احدث النساء بعده لمنعهن کما منعت نساء بنی اسرئیل واذا قالت عائشه رضی الله تعالیٰ عنها هذا وعن نساء زمانها فما ظنک بنساء زماننا ۱؎

دیکھئے: اس منع مساجد سے سند لی۔ جس کا حکم عام ہے۔ تو لما فی خروجهن فی الفساد سے فساد بعض ہی مراد اور اسی منع کل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔

(۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کے عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ تھا۔ یہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو: سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسال عن الجواز والفساد فی مثل هذا و انما یسئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فیها واعلم انها کلما قصدت الخروج کانت فی لعنه الله و ملائکته واذ خرجت تحفها الشیطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة الله، ۲؎

یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کو مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے، اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے، سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہونچتی ہے، میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے، اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

۱؎ ۲؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۴

ملاحظہ ہو: استفتاء کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا؟ مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا۔ اس کا یہ جواب ملا۔ اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے؟ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا: آپ کی نقیض مدعا میں نص ہے۔

(۱۱) یہاں ایک نکتہ اور ہے۔ جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے، ان کے صلاح وفساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے۔ اگر چہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو، وہ بھی ہے اور سخت تر ہے۔ جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دیگی۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ، صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ، حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی معنی پر عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا۔ پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرالی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی۔ جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارت بھی منقول صحیحین میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا [۱] ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا۔ مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔

اس پر " غنیۃ " کی اس عبارت میں فرمایا: کہ یہ اس وقت تھا۔ جب حاضری مسجد انہیں جائز تھی اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ [۲]

غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے ان کی شرط قبول فرمالی۔ پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ یہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں، آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤں گی۔ امیر المؤمنین یہ پابندی شرط منع نہ فرماتے

---

[۱] صحیح البخاری باب اتباع النساء الجنازة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۰

[۲] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۹۵

امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔ منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انہوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں۔ اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انہوں نے نکل کر پیچھے سے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا، انا للہ فسد الناس [۱] ہم اللہ کے لئے ہیں۔ لوگوں میں فساد آ گیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو۔ اس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اس پر خوف کا کیا علاج؟

اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکا نا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا۔ ہمارے ائمہ نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہدایہ: لما فیه من خوف الفتنة [۲] دونوں کو شامل ہے۔ عورت پر خوف ہو یا عورت سے خوف ہو اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ:

لا باس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء هذا عند ابی حنیفه قال یخرجن فی الصلوات کلها لا نه لا فتنة لقلة الرغبة الیها وله ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنة غیر ان الفساق انتشارهم فی الظهر والعصر والجمعه۔ [۳]

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: با النظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزنیة ایضا لغلبة الفساق ولیلا وان کان النص یبیحه لا ن الفساق فی زماننا اکثر انتشارهم وتعر ضهم باللیل وعمم المتأخرون المنع للعجا ئز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات۔ [۴]

---

[۱] اصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ ۲۹۵ عاتکہ بنت زید الخ دار صادر بیروت ۳۵۷/۴

[۲،۳] الہدایہ باب الامامۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱۰۵/۱

[۴] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۱۷/۱

اس مضمون کی عبارت جمع کی جائیں، تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سواصفحہ پہلے دیکھئے:

فیہ (ای فی الحدیث) انہ ینبغی (ای للخروج) ان یاذن لھا ولا یمنعھا مما فیہ منفعتھا و ذالک اذا لم یخف الفتنۃ الیھا ولا بھا وقد کان ھو الا غلب فی ذلک الزمان بخلاف زماننا ھذا فان الفساد فیہ فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا الذی یاتی یدل علیٰ ھذا ۔ [1]

اسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کردیا کہ حکم کیا بیان فرمایا کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں، بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے۔ ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانے کی کیا تخصیص؟ آگے فرماتے ہیں: خصوصا زنان مصر اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ ہے۔ نہ کہ حکم وقوع فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں! یہ مسلک شافعیوں کا ہے۔ ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج [2] ولھذا کرمانی پھر عسقلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروح بخاری میں اس طرف گئے۔

کرمانی نے قول امام تیمی کہ فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا: قلت الذی یقول علیہ ما قلنا ولم یحدث الفساد فالکل ۔ [3] جلد چہارم میں ابو عمرو ابن عبدالبر سے دیکھئے: اما الشواب فلا تؤمن من الفتنۃ علیھن وبھن حیث خرجن ولا شیء للمراۃ حسن من لزوم قعر بیتھا ۔ [4]

الحمد للہ! اب تو وضوح حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء کرام نے

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارہ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶ /۱۵۷

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارہ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۶ /۱۵۷

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارہ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱ /۱۵۹

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب خروج النساء الی المساجد ادارہ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۸ /۶۹

خروج زن کے چند مواضع گنائے۔ جن کا بیان ہمارے رسالہ "مروج النجاء لخروج النساء" ۱۳۱۵ھ میں ہے اور صاف فرمادیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں اور اگر شوہر اذن دے گا، تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔

درمختار میں ہے: لا تخرج الا لحق لها او علیها او لزیارة ابویها کل جمعة مرة او المحارم کل سنة ولکونها قابلة او غاسلة لا فیما عدا ذالک وان اذن کانا عاصیین۔[1] نوازل امام فقیہ ابو اللیث وفتاوی خلاصہ وفتح القدیر وغیرہا میں ہے: یجوز للخروج ان یاذن لها بالخروج الی سبعة مواضع اذا استأذنته زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم فان کانت قابلة او غاسلة او کان لها علی اخر حق او کان لآخر علیها حق تخرج بالاذن ولغیر الاذن والحج علی هذا وفیما عدا ذلک من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لا یأذن لها لو اذن وخرجت کانا عاصیین۔[2] ملاحظہ ہو: ان میں کہیں زیارت قبور کا بھی استثناء کیا؟ کیا یہ استثناء کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے؟

(۱۳) اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالی ایک جلیل ودقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی۔ عامہ مجوزین نفس زیارت قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی۔ زیارت قبور کے لئے خروج نساء نہیں کہتے، عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارت قبر کے لئے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں۔ ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں اور ان کے خروج میں فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کئے، اسی طرف جاتے ہیں۔ تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفر جائز کو گئی، راہ میں

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

[2] خلاصۃ الفتاوی الجنس الخامس فی خروج المرأة من البیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۵۳

کوئی قبر ملی، اس کی زیارت کر لی، بشرطہ کہ جزع وفزع وتجدید حزن وبکا ونوحہ وافراط وتفریط ادب وغیرہا منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ کشف بزدوی میں جن روایات سے صحت رخصت پر استشنا فرمایا، ان کا مفاد اسی قدر ہے: حیث قال والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنساء جمیعا فقدروی ان عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل وقت وانها لما خرجت حاجتاً زارت قبر اخیها عبد الرحمٰن.[1]

بحر الرائق وعالمگیری وجامع الرموز ومختار الفتاویٰ وکشف الغطاء وسراجیہ ودرمختار وفتح المنان کی عبارتیں، جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا۔ ہمارے خلاف نہیں۔ ہاں! مائۃ مسائل پر رد ہیں۔ جس میں مطلق کہا تھا۔ زنان را زیارت قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ست۔[2] لاجرم وہی مختار، جس میں تھا: لا باس بزیارۃ القبور للنساء[3] اسی میں ہے: ویکرہ خروجهن تحریماً[4] وہی بحر الرائق، جس میں تھا: الاصح ان الرخصة ثابتة لهما۔[5] اسی میں ہے: لا ینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهاهن عن ذلک وقال انصرفن ماذورات غیر ماجورات.[6]

اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے۔ جب اس کے لئے ان کا خروج ناجائز ہوا۔ تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے۔ اس کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پھر نفس زیارت قبر جس کے لئے عورت کا

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی، بیان جواز زیارت القبور للنساء، دار الکتاب العربی بیروت ۱۸۶/۳
[2] مائۃ مسائل
[3] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۴/۱
[4] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۴/۱
[5] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۰/۲
[6] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلاتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۲/۲

خروج نہ ہو، اسکا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکور سے مشروط ان کا اجتماع نظر بعادت زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم اس سے بھی روکنا ہے۔

ردالمحتار و منحۃ الخالق میں ہے: ان کان ذلک لتجدید الحزن و البکاء والندب علیٰ ماجرت به عادتهن فلا یجوز و علیه حمل حدیث لعن الله زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیادت قبور الصالحین فلاباس اذا کن عجائز ویکره اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المسجد اه زادفی ردالمحتار وهو توفیق حسن اه[1] وکتبت علیه اقول قد علم ان الفتویٰ علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولولیلا فکذلک فی زیارة القبور بل اولیٰ.

(۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ جب کہ خارج سے کوئی فتنہ نہ ہو، نہ اسے یہاں سے علاقہ۔

(۱۵) مگر وہ، جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا، صحیح نہیں۔ ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں! مذا ہیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو، تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

قد اجمع اهل الکشف علی اشتراط الذکورة فی کل داع الی الله ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیة المریدین ابد النقص للنساء فی الدرجة وان ورد الکمال فی بعضهن کمریم بنت عمران و آسیه امرة فرعون فذالک کمال بالنسبة للتقویٰ والدین لا بالنسبة للحکم بین الناس وتسلیکهم فی مقامات الولایة وغایة امر المراة ان تکون عابدة زاهدة کرابعة العدویة رضی الله تعالیٰ عنها[2]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۹/ ۵۴۷ تا ۵۶۴)

---

[1] ردالمحتار — مطلب فی زیارۃ القبور — ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر — ۲۰۳/۱

[2] المیزان الکبریٰ — کتاب الاقضیہ — مصطفیٰ البابی مصر — ۱۸۹/۲

حضرت مولانا سید شاہ عبد الغفار صاحب قادری قدوسی جامع مسجد، معسکر بنگلور

از بریلی (۱)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اختلاف اوقات بہ تقدم وتاخر تو ضرور تبدیل طول سے ہو جاتا ہے۔ مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جز میں سات بجے پر ہو۔ تو اس عرض کے جتنے بلاد وآفاق ہیں۔ سب میں طلوع شمس جزء مذکور میں سات ہی بجے ہوگا۔ بلا تفاوت، اگر چہ بلد شرقی میں سات پہلے بجیں گے اور غیر غربی میں بعد۔ ہاں! اختلاف عرض موجب تزاید وتناقص وتغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تعدیل النہار ومطلع البروج وقوس النہار وقوس اللیل، ارتفاع وغایت انخفاض وغیرہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے، متبدل ہو جاتے ہیں۔

مدراس، بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے۔ مدراس تیرہ درجے پانچ دقیقہ پر ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے۔ علی قول بارہ ۱۲/درجے انسٹھ ۵۹ دقیقہ اور علی قول آخر بارہ درجے پچپن ۵۵ دقیقے پر ہے۔ یہ چھ یا دس دقیقے کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا۔ پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے، کثیر ہیں۔ بریلی کا عرض اٹھائس درجے اکیس دقیقے ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۵/۱۳۴)

حضرت مولانا سید محمد عرفان علی، بیسل پور، یو پی

از بریلی (۱)

۲۶/جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

برادر دینی ویقینی مولوی محمد عرفان علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکے رسالہ نظر کر کے بھیجتا ہوں۔ اللہ عزوجل قبول فرمائے۔ ماشاء اللہ!

بارک اللہ بہت اچھا ہے۔ والحمد للہ۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۶ رجمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

("عرفان ایمان" المجمع الاسلامی مبارکپور ص ۲)

از بریلی (۲)

۵ ر رجب ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راحت جانم سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مضمون دیکھ کر اغلاط بنا کر بھیج دیا۔ حدیث شریف صحیح کا ارشاد ہے: ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل ماۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا ۔ بے شک اللہ ہر صدی کے ختم پر اس امت کیلئے ایک مجدد بھیجے گا کہ امت کے لئے اس کا دین تازہ کرے گا۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز تھے، دوسری صدی کے مجدد امام شافعی وامام محمد وامام علی رضا وعلی ہذا القیاس۔ یہ خیال کہ صرف مجدد الف ثانی مجدد ہوئے اور یہ کہ مجدد ہزار برس کے بعد ہوتا ہے، سب جاہلانہ خیال ہیں۔ میں کل سے بہت پریشان ہوں، دعا فرمایئے۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۵ ر رجب ۱۳۳۲ھ

از بریلی (۳)

۱۰ ر ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راحت جانم برادر دینی مولوی عرفان علی سلمہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''نفی العار'' کی کاپیاں ہورہی ہیں۔ ''سلامۃ اللہ لاہل السنہ'' غالباً آج چھپ گیا ہوگا۔ ماہ مبارک میں مطبع والے بہت سست کام کرتے ہیں۔ قاضی عطا علی صاحب کا مضمون اب شاید بعد رمضان دیکھا جائے۔ آپ کی شادی کب ہے؟ میرا ارادہ ضرور ہے کہ ۔

یہ سر ہو اور وہ سنگ درہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

وقت مرگ قریب ہے، اور میرا دل ہند تو ہند، مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا ہے، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع پاک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔ بہر حال اپنا خیال ہے۔ مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دینگے۔ خریدار کو مجھ تک پہونچنے بھی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شئی نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کردی جائے۔ اور خالی ہاتھ بھیک پر گزر کرنے کے لئے جانا نہ شرعاً جائز، نہ دل کو گوارہ۔ دعا کیجئے کہ ہر بات کا انجام بخیر ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰؍ ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

(۴)

از بریلی

۲۵؍ شعبان ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر دینی ویقینی مولوی عرفان علی بیسل پوری سلمہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ اعلیٰ درجہ کا مقوی روح، مقوی قلب نسخہ بھیجتا ہوں۔ میں نے بنایا تھا۔ تیس روپے میں

قریب آٹھ سو گولیوں کے بنی تھیں۔ جن میں شاید آٹھ دس میرے کھانے میں آئی ہوں۔ باقی تقسیم ہو گئیں۔ جس نے کھائیں، بہت مدح کی۔ یہاں ایک بڑے حکیم صاحب ایک روپے فی گولی بیچتے ہیں اور وہ اس کے فائدہ کے نصف وربع تک نہیں پہونچتیں۔ ان میں حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی برکت شامل ہے۔

حب جواہر:

یاقوت رمانی، عقیق یمنی، یشف سفید، زہرہ مہرا صیل، ورق طلا

۳ مثقال، ایک مثقال، یک نیم مثقال، ۲ مثقال یک مثقال

درگلاب سرمہ سائدہ حب برابر نخود بندنہ خوراک یک ماسہ حب۔

آپ کا کارڈ آیا۔ اس کے جواب میں یہ نسخہ حاضر ہے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشے ہوتا ہے۔ دوسرا نسخہ قہود کا لکھتا ہوں:

قهود مقوی معده وجگر ودماغ ومشتهی

پودینہ خشک	دارچینی	قرنفل	الائچی سفید جوکوب		انیسوں
۵ ماشہ	۱½ ماشہ	۵ عدد	۲ ماشہ		۳ ماشہ
گاؤزبان گیلانی	بارود نجوبیہ	مویز منقی	عود غرقی	نبات سفید	مشک
۳ ماشہ	۳ ماشہ	۱۰ دانہ	۳ سرخ	۲ تولہ	۲ برنج

گلاب عمدہ تین تولہ مجموعہ ایک خوراک ہے۔ چائے کی طرح جوش دیکر روزانہ پئیں۔ حسب مزاج ان دواؤں میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔

والسلام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۵ رشعبان المعظم بروز جمعہ ۳۳ھ

(۵)

از بھوالی

۱۵؍شوال المکرم ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

برادر دینی و یقینی سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھوالی شہر در کنار، کوئی گاؤں بھی نہیں۔ پہاڑ کی تلی میں چند دوکانیں اور مسافروں کے ٹھہرنے کے معدود مکان، اس میں جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے۔ نینی تال شہر ہے۔ اس میں صرف دو مسجدیں ہیں۔ ایک چھوٹے بازار اور دوسرے بڑے بازار۔ جہاں میرے احباب اہل سنت رہتے ہیں۔ اس مسجد کا امام ایک دیوبندی ہے۔ سنیوں نے مدتوں سے اس کے پیچھے نماز چھوڑ دی ہے۔ صوفی عنایت حسین صاحب کی دوکان میں جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں۔ مجھے انہیں احباب نے نماز پڑھنے کو بلایا تھا۔ اس دوکان میں جہاں مدت سے جمعہ ہوتا ہے۔ میں نے اس رمضان شریف میں ایک جمعہ ادا کیا اسکے بعد بھوالی چلا آیا اور اب جا کر نماز عید پڑھائی۔ عید تو عید جمعہ کے لئے بھی مسجد شرط نہیں۔ مکان، دوکان، میدان سب میں ہوسکتا ہے۔ سب احباب کو سلام۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

شب ۱۵؍شوال مکرم ۱۳۳۳ھ از بھوالی

(۶)

از بریلی

۲۰؍ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نور دیدۂ راحت روان من مولوی عرفان علی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آدمی کو اس قدر گھبرانا نہ چاہئے۔ اللہ عزوجل پر توکل چاہئے۔ بدمعاش لوگ ایسی دھمکیاں دیا کرتے ہیں وہ محض بے اصل باذن اللہ تعالیٰ ہوتی ہیں۔

(۱) صبح وعصر کے فرضوں کے بعد قبل کلام کرنے اور قبل پاؤں بدلنے کے، اسی ہیأت التحیات پر بیٹھے ہوئے دس بار پڑھئے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد، بیدہ الخیر، یحیی ویمیت، وھو علی کل شئی قدیر، صبح کو پڑھیے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہئے اور شام کو پڑھیے تو صبح تک۔ عصر کے بعد نہ ہو سکے، مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھیے۔

(۲) صبح یعنی آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام یعنی دوپہر ڈھلنے سے سورج ڈوبنے تک اس بیچ میں کسی وقت دس بار حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم صبح کا پڑھنا شام تک ہر بلا سے امان ہے اور شام کا صبح تک۔

(۳) تین تین بار تینوں قل صبح شام فائدے رکھتے ہیں۔

(۴) صبح شام تین تین بار بسم اللہ ما شاء اللہ لا یسوق الخیر الا اللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ ما شاء اللہ ما کان من نعمۃ فمن اللہ ما شاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، پڑھا کیجئے۔

صبح کا پڑھنا شام تک جلنے، ڈوبنے، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، قہر حاکم سے امان ہے اور شام کا صبح تک۔ یہ تعویذ بھیجتا ہوں بازو پر رکھئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے۔

فقیر احمد رضا غفرلہ

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

(۷)

از بریلی

(۱۱ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شب برأت قریب ہے۔ اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل بطفیل حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب معاف فرماتا ہے۔ مگر چندان میں وہ دو مسلمان جو باہم دینوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے دو۔ جب تک آپس میں صلح نہ کرلیں۔ لہٰذا اہل سنت کو چاہئے کہ حتی الوسع قبل غروب آفتاب ۱۴؍شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کرلیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کردیں یا معاف کرالیں کہ باذنہٖ حقوق العباد سے صحائف اعمال خالی ہوکر بارگاہ عزت میں پیش ہوں۔

حقوق مولیٰ تعالیٰ کے لئے توبۂ صادقہ کافی ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له.

ایسی حالت میں باذنہٖ تعالیٰ ضرور اس شب امید مغفرت تامہ ہے۔ بشرط صحت عقیدہ، وہو الغفور الرحیم۔ یہ سب مصالحت اخوان ومعافی حقوق بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجرا کرکے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ لا ینقص من اجور ھم شیئا، کے مصداق ہوں۔ یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے۔ اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں۔ ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی آئے۔

اور اس فقیر ناکارہ کے لئے عفو وعافیت دارین کی دعاء فرمائیں۔ فقیر آپ کے لئے دعا کریگا اور کرتا ہے، سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے، نہ نفاق پسند ہے، صلح ومعافی سب سچے دل سے ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

(از بریلی مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں چھپا)

از بریلی (۸)

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر دینی و یقینی راحت جانم مولوی عرفان علی صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام دعا، مدعا آپ کے مسئلے گم ہو گئے تھے۔ نجوم کا غذات میں ملے۔ جواب حاضر کرتا ہوں۔ دونوں نسخے نسخہ لبوب میں بعض دوائیں کیاب ہیں۔ مایہ شتر اعرابی یونہی دوسرے نسخے میں مومیائے معدنی وروغن بلساں وغیرہ اور بعض نجس جیسے مرارۂ گاؤ پیہ شیر ایام استعمال کی نمازیں اعادہ کرنے کا حکم ہے۔

اور بعض استعمال قطعی حرام ہے۔ جیسے موئے آدمی مقرض اس سے توبہ استغفار لازم ہے۔ میں اپنے مجموعہ میں دوائیں کم کر کے لکھنا چاہتا ہوں۔ دریافت فرمالیجئے کہ بغیر ان کے نسخہ خراب تو نہ ہو جائے۔ سب احباب کو سلام ودعاء۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶

از بریلی (۹)

۲۶ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادر دینی و یقینی سنی مستقل مستقیم باذن المولیٰ الکریم مولوی عرفان علی صاحب رضوی سلمہ

بعد سلام مسنون، سید ضمیر الحسن صاحب سلمہ کی زبان حال پر ملال انتقال برخوردار معلوم ہوا اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کا ہے، جو اس نے لیا اور اسی کا ہے، جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے۔ اس میں کمی بیشی نا متصور ہے۔ بے صبری سے گئی چیز واپس نہیں آسکتی۔ ہاں اللہ کا

ثواب جاتا ہے۔ جو ہر چیز سے اعز و اعلیٰ ہے اور محروم تو وہی ہے، جو ثواب سے محروم رہا۔

صحیح حدیث میں ہے: "جب فرشتے مسلمانوں کے بچے کی روح قبض کر کے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں، مولیٰ عزوجل فرماتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے۔ کیا تم نے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ عرض کرتے ہیں، ہاں، اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے، کیا تم نے دل کا پھل توڑ لیا۔ عرض کرتے ہیں، ہاں اے رب ہمارے۔ فرماتا ہے، پھر اس نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں، تیری حمد بجالایا اور الحمد للہ کہا۔ فرماتا ہے، گواہ رہو۔ میں نے اسے بخش دیا اور جنت میں اس کے لئے مکان تیار کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے تین بچے نابالغی میں مر جائیں گے۔ آتش دوزخ سے اس کے لئے حجاب ہو جائیں گے۔ کسی نے عرض کی۔ اگر دو مرے ہوں۔ فرمایا، دو بھی۔ ام المومنین صدیقہ نے عرض کی۔ اگر کسی کا ایک ہی مرا ہو۔ فرمایا، ایک بھی۔ اسے نیک سوالوں کی توفیق دی گئی۔ اس حکم میں ماں باپ دونوں شامل ہیں۔ آپ اور آپ کے گھر میں دونوں صاحب یہ دعا پڑھیں۔ انشاء اللہ العزیز اللہ عزوجل نعم البدل عطا فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون الحمد للہ عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا راغبون، اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا۔

صحیح حدیث میں ہے: جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زوجہ مقدسہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو چیز فوت ہوتی ہے، اس سے بہتر ملتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے دعا پڑھی۔ مگر اپنے دل میں کہتی تھیں۔ ابو سلمہ سے بہتر کون ملے گا؟ عدت کے دن گزرے تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔

اپنے والد ماجد اور سب اعزہ کو فقیر کا سلام پہونچا کر یہ خط سنایئے اور سب یہ دعا پڑھیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا عفی عنہ

بستم ذی القعدہ الحرام ۱۳۳۶ھ

(۱۰)

از بریلی

۱۸؍شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر دینی و یقینی مولوی عرفان علی سلمہ

بعد ہدیہ سنت، مولیٰ عزوجل مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور مدارجِ عالیہ بخشے اور آپ صاحبان کو صبر و اجر عطا کرے اور مدارجِ عالیہ بخشے۔ اسی کا ہے، جو اس نے لیا اور اسی کا ہے، جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے۔ جس میں کمی بیشی نا متصور ہے اور محروم تو وہ ہے، جو ثواب سے محروم رہا۔ بے صبری سے جانے والی چیز واپس آئے گی؟ ہرگز نہیں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا ثواب جائے گا۔ وہ ثواب کہ لاکھوں جانوں کی قیمت سے اعلیٰ ہے۔ تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ کھوئی ہوئی چیز ملے بھی نہیں اور ایسی عظیم ملی ہوئی دولت خود ہاتھ سے کھوئی جائے۔

صابروں کو اجر حساب سے نہ دیا جائے گا۔ بلکہ بے حساب، یہاں تک کہ جنہوں نے صبر نہ کیا تھا اور قیامت تک تمنا کریں گے۔ کاش ان کے گوشت قینچیوں سے کترے جاتے اور یہ ثواب پاتے۔ دوسرے کے جانے کی فکر اس وقت چاہیے کہ خود جانا نہ ہو اور جب اپنے سر پر بھی جانا رکھا ہے، تو فکر اس کی چاہیے کہ اچھی طرح جانا ہو کہ وہاں مسلمان عزیزوں سے نعمت کے گھر میں ایسا ملنا ہو کہ پھر جدائی نہیں۔ لاحول شریف کی کثرت کیجئے اور ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ عاقل ہیں۔ اوروں کو ہدایت صبر کیجئے۔ سب کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

۱۸؍شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

(۱۱)

از بریلی

شب ۵ رذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر دینی و یقینی مولوی عرفان علی سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ مرض دفع فرمائے اور ہر جگہ اہل سنت کی حفاظت کرے۔ شیخ عبد اللطیف صاحب مرحوم بہت خوب آدمی اور فقیر کے خالص مخلص تھے۔ مولیٰ تعالیٰ مغفرت عطا فرمائے۔ ان کی تعزیت کسے اور کس پتہ پر لکھوں۔ ہر مکان میں بعد مغرب سات سات بار باآواز بلند ہوا کرے۔ یہ نقش بھیجتا ہوں۔ اس کی نقل کرکے بازو پر باندھیں ھ اور م کے چشمے بند نہ ہوں اس صورت سے لکھے جائیں۔

۷۸۶ ھھھھھ = ✡ ھھھھھھھھرص م۔

ہر گھر سے یہ تصدق ہو۔ خوش حال دس پر گیہوں اور پانچ آنے پیسے۔ متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور ڈھائی آنے پیسے۔ کم استطاعت والے پر پھر گیہوں اور دو پیسے، مسکین سنی مسلمان کو دیں۔ میرا یہ خط مولوی عبد الحق صاحب و مولوی عبد الحیٔ صاحب اور مولوی عبد الاحد صاحب آگئے ہوں، تو انہیں اور مولوی حکیم حبیب الرحمن خان صاحب اور سب احباب کو دکھا دیجئے۔ ناول حصہ دوم پہونچا، اس رسالہ میں میرا کیا ہے۔ یہ تو بفضلہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی قوت ہے کہ بعونہ تعالیٰ آپ کی زبان وقلم سے ظاہر ہوتی ہے۔ ولہ الحمد مولیٰ تعالیٰ برکات زیادہ فرمائے۔ دیوار پر کوئی تعویذ چسپاں کرنے کی اجازت نہیں۔

جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں، تو جائز ہے۔ حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی عائد نہیں ہوتی ہو۔ جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔

برادرم شیخ جمال الدین صاحب کو بھی بعد سلام تمام کارڈ کا مضمون واحد ہے۔ گھر میں سب کو دعاء وسلام رویت کب کی ہوئی۔ اب طبیعت بحمدہ تعالیٰ پہلے سے اچھی ہے۔ دعا فرمائیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

شب ۵/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

از بھوالی (۱۲)

۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر دینی و یقینی مولوی عرفان علی سلمہ — السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

فرنگی محل نے مسلمانوں پر یہ افتراء اٹھایا کہ انہیں گائے کی قربانی سے خلافت کمیٹی نے کاروبار میں رکاوٹ اور نصاریٰ کی خوشنودی مطلوب ہے۔ حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمانوں کی قربانی اپنے رب عزوجل کے لئے ہے اور اپنا واجب مذہبی ادا کرنے کے واسطے اسی بنا پر اپنے رسالہ قربانی گاؤ۔ مطبوعہ شمس المطابع لکھنؤ ص ۸ پر کہا:

"تم پر گائے کا گوشت حرام ہے۔ اس میں بھی میں حق بجانب ہوں۔ فقہ کی کتب مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ قدوم امیر کی غرض سے جو قربانی ہو۔ اس کا کیا حکم ہے۔ وہ قربانی مردار ہے اور قربانی کرنے والا گناہ گار ہے۔ شیخ سدو کے بکرے کے متعلق علماء کے فتوے موجود ہیں، تو ظاہر ہے کہ جس قربانی گائے میں خوشنودی حکام کی مضمر ہے، اس کے حرام ہونے میں اور اس کے گوشت کے مردار ہونے میں کیا وجہ تامل کی ہے" اور اسی صفحہ پر اس سے دو سطر اوپر لکھا "ان کو توبہ کرنا چاہئے، ورنہ اصرار معصیت کبیرہ پر درجہ کفر تک پہونچا دیتا ہے"۔

فرنگی محل کے ان اقوال پر شرعی فتویٰ لگایا جا چکا ہے۔ جسے ۲۰/ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ کو علماء

کے ہاتھ فرنگی محلی کے پاس پہونچا دیا گیا ہے اور فرنگی محلی سے آج تک جواب نہ ہو سکا" پر چہ ہمدم "
۱۱ر رمضان المبارک میں جن امور سے بودی توبہ شائع کی تھی۔ ان میں یہ اقوال متعلقہ قربانی بھی داخل ہیں کہ اس توبہ کو بھی توڑ دیا اور اب پورا عناد و استکبار ہے۔ وہ نفل صدقہ کہ میں نے لکھا تھا۔ مساکین سادات کرام کی بھی نذر کر سکتے ہیں۔ والسلام

فقیر قادری غفرلہ

شب ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ از بھوالی ضلع نینی تال

(۱۴)

از بریلی

۲۵ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان، مال کی حفاظت فرمائے۔ بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ بار "طفیل حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر" پڑھ لیا کیجئے۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اور آپ کے والد ماجد صاحب کو مولیٰ تعالیٰ سلامت با کرامت رکھے۔ ان سے فقیر کا سلام کہیئے۔ یہی عمل وہ بھی پڑھیں۔ نیز آپ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح شام سوتے وقت۔ بعونہ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہیگی۔ دوپہر ڈھلنے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلنے سے سورج چمکنے تک صبح، اس بیچ میں ایک ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے اور ایک بار سوتے وقت۔ آپ کے والد ماجد صاحب کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

شب ۲۵ر ذی الحجہ ۳۹ھ

از بریلی (۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر دینی ویقینی سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اتنا پریشان ومایوس ہو جانا، ہرگز نہ چاہیے۔ دریائے رحمت کھلے ہوئے ہیں۔ استغاثہ واستعانت حضور سید عالم ﷺ وحضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برابر جاری رہے۔ حضور کا توشہ مان لیجئے۔ بلکہ نصف توشہ پہلے کر دیجئے اور پورا بعد کے لئے مان لیجئے۔ توشہ کے اشیاء حسب ذیل ہے۔

میدۂ گندم	شکر	روغن زرد	مغز بادام	پستہ	کشمش
۵ مار	۵ مار	۵ مار	ا مار	ا مار	ا مار
ناریل	قرنفل	الائچی سفید	دارچینی		
ا مار	چھ چھٹانک	چھ چھٹانک	چھ چھٹانک		

والسلام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ [1]

حضرت مولانا سید عبد الکریم صاحب بریلوی، بریلی، یوپی

از بریلی (۱)

۲۱؍رمضان ۱۳۱۰ھ

مولانا الحافظ الحاج الزائر القاری السید الصالح سید عبد الکریم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ اسماء اصحاب کہف، جس متاع میں رکھ دئے جائیں۔ باذنہ تعالیٰ آگ سے محفوظ رہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الٰھی بحرمۃ یملیخا مکسلمینا کشفوطط ،

---

[1] یہ سارے مکاتیب "حیات اعلیٰحضرت" اور "بعض مکاتیب حضرت محدود" سے ماخوذ ہیں۔ (مرتب)

تبوتس اذرفطیوتس کشافطیر نس یوانس بوس واسم کلبھم قطمیر وعلی اللہ قصدالسبیل ومنھا جائزولوشاء لھداکم اجمعین۔آپ سے دعا کا طالب بالخیر۔ ہے۔

والسلام فقیراحمد رضا قادری عفی عنہ

۱۱رر مضان ۱۳۱۰ھ (قلمی، عکس مطبوعہ)

از بریلی (۲)

۲۵ر جمادی الاولی ۱۳۱۸ھ

مولانا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللہ تعالیٰ کرامتکم فی الحاضروالآتی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہ تیرہ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔فقیر نے انہیں جمع کر کے ایک اور کا اضافہ کیا ہے۔ میں انہیں مع ترجمہ گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمالیں اور بلحاظ معنی جنائز اہل سنت پر پڑھا کریں۔جن کلمات کو دوخط ہلال میں لیکران پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔وہ لفظ عورت کے جنازے میں ان کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ اگر میرا جنازہ پائیں۔تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خشوع وخضوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں۔وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم ....[1]

حدیث تلقین کی تخریج وتقویت فقیر نے کتاب "حیاۃ المواۃ فی بیان سماع الاموات" کے مقصد دوم وفصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات وتنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی۔جس سے بحمداللہ تعالیٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی رہے۔وباللہ التوفیق رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین .

فقیراحمد رضا قادری عفی عنہ ۲۵ر جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ

---

[1] نوٹ: یہاں پورا رسالہ ہے۔(مرتب)

مولانا سید محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء لکھنوء

از بریلی

۲۸ر شعبان ۱۳۱۳ھ

سوالات حقائق نما ندوۃ العلماء

"ندوۃ العلماء" کا قیام اولاً علماء اہل سنت کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ پھر اس کی پالیسی میں اچانک تبدیلی آگئی اور اس کے اصول وطریق کار میں صلح کلیت کا نظریہ غالب آگیا۔ اس نظریہ صلح کلیت پر علماء اہل سنت نے اعتراض کیا اور اصلاح کی بھرپور کوشش فرمائی۔ اصلاح پسند علماء کا اصرار تھا کہ "ندوہ" اہل سنت وجماعت کے اصول وعقائد کا پابند رہے۔ ستر سوالوں پر مشتمل یہ تاریخی تحریر اسی نظریاتی کشمکش کی یادگار ہے۔ جو ۲۸ر شعبان ۱۳۱۳ھ کو بریلی سے لکھنو بذریعہ رجسٹری اراکین ندوہ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی کی تقدیم کے ساتھ یہ تحریر اسی زمانہ میں "وکٹوریہ پریس" بدایوں سے کتابی شکل میں شائع ہوئی تھی۔ اب یہ اسی سے ماخوذ ہے۔ (مرتب)

بسم الله الرحمن الرحيم .

الحمد لله رب العالمين وافضل الصلاة واكمل السلام علىٰ سيد المرسلين سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه اجمعين واشهد ان لااله الاالله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله با لهدى ودين الحق ارسله من يهدالله فلا مضلل ومن يضلله فلا ها دى له ﷺ الحبيب الكريم واله الكرام وصحبه العظام وسائر اهل السنة الكاملة آمين .

اما بعد! خدمت کبرائے ندوۃ العلماء میں یہ چند سوالات محض بنظر انکشاف حق وانکشاف

باطل حاضر کئے جاتے ہیں۔جن میں تعصب،نفسانیت،کسی مذموم نیت کو بعونہ تعالیٰ اصلاً دخل نہیں۔
الحمدللہ رب العالمین۔کمینہ خادم مذہب سنت واہل سنت کو ندوہ کی جو کاروائیاں مخالف شریعت وخلاف مذہب اہل سنت ومضر دین ومعین بدعت معلوم ہوئیں۔صرف برادرانہ طور پر بہ تمنائے انصاف،اس امید پر گزارش کیں کہ ندوہ محض للّٰہیت کے ساتھ بے آمیزش سخن پروری ہر سوال پر نظر غور فرمائے۔اگر خیر خواہ کی بات ایمانی نگاہ میں حق نظر آئے،بکشادہ پیشانی قبول فرما کر آیہ کریمہ: فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ کا مژدہ پائے اور اگر واقعی اپنی ہی طرف حق متجلی ہو،تو ہر سوال کا فرداً فرداً جواب شافی بروجہ صافی عنایت فرما کر خیر خواہ کو ممنون بنائے۔مبارک وہ دل،جنہیں حق کی طرف رجوع میں دنیا کی عار سنگ راہ نہیں ہوتی۔لم یصروا علی مافعلوا وھم یعلمون o

حضرات اہل سنت حفظہم اللہ تعالیٰ ونصرہم میں جو ذی علم ہیں،جو ذی فہم ہیں۔سب سے دست بستہ مذہبی اخوت کا واسطہ دیکر یہی معروض کہ للہ چند ساعت کے لئے ایک کی ہمراہی یا دوسری کی غلبہ خواہی سب سے درگزر کریں۔سچے پاک دل سے جو ان کے لئے سینوں میں تمیز حق وباطل کے لئے رب العزت جل جلالہ کی بھاری ودیعت،گراں بہا امانت ہے،اول تا آخر بغور کامل نظر کریں۔اگر نیت صاف اور مقصود انصاف ہو،تو انشاء اللہ العزیز دم کے دم میں حق ظاہر وواشگاف ہے.ان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شئی قدیر۔حضرات ندوۃ العلماء!اگر منصفانہ جواب عنایت فرمائیں،چند امر ملحوظ تر رہیں۔

اولاً: عرض کر چکا اور پھر کرتا ہوں کہ اس عرض بے غرض کو ہرگز ہرگز کسی بیجا خلاف،تعصب، انتساف پر محمول نہ فرمایا جائے کہ ایک تو مسلمانوں پر بدگمانی،جسے آپ کے رب عزوجل، آپ کے نبی اکرم ﷺ نے حرام فرمایا۔دوسرے جب یہ خیال آئے گا۔نفس عقل پر غلبہ پائے گا۔حق واضح ہونے سے ناحق رہ جائے گا۔

ثانیاً: ہر سوال کا جواب جدا جدا صاف صاف، ہاں یا نہ بے رو رعایت عنایت ہو۔ مثلاً جہاں سچا جواب ہاں ہو۔ وہاں اس لحاظ سے کہ شاید اقرار ضروری کوئی شاخ نہ نکلی، شگوفہ نہ کھلے، ابہام یا تذبذب جگہ نہ لے، قلم حق رقم ٹھیک ٹھیک راہ چلے۔ قال تعالیٰ: یا یھا الذین امنوا قوامین با القسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم .

ثالثاً: بہت جگہ ایک ایک سوال متعدد استفساروں پر مشتمل۔ ان میں کوئی بات بے جواب صریح نہ چھوڑی جائے کہ باذنہ تعالیٰ انکشاف حق میں تعویق نہ آئے۔

رابعاً: ذرا ہنگام تحریر یا حادیث وآثار کثیرہ پر نظر وسیع ڈالے ہوتے، مبادا قریب کی دو چار باتوں پر نظر فرمالیں اور پھر ظاہر کہ ع حفظت شیئا و غابت عنک اشیاء .

خامساً: اگر جواب میں کشف تمام نہ ہوا، کہیں ابہام رہا یا خود کسی جواب پر سوال تازہ پیدا ہوا۔ تو سائل کو اجازت ہوگی کہ پھر عرض کرلے کہ آخر مقصود اتضاح حق ہے۔

سادساً: سوال کو خواہی نہ خواہی قصد طعن پر حمل نہ فرمائیں۔ سائل ایک دینی بات پوچھتا ہے، جو حق ہو، صاف فرمادیجئے۔ کیا معلوم شاید وہ اسی لئے پوچھتا ہو کہ اس مسئلہ میں آپ کا مسلک دریافت کرے اور مذہب اہل سنت سے مطابقت دے۔ معا ذ اللہ یحسبو ن کل صیحۃ علیھم۔ آپ حضرات کی شان نہیں۔

سابعاً: بحمد اللہ تعالیٰ! ندوۃ العلماء کی اصلاح سے کام، اسی سے سوال، اسی سے کلام، حق سمجھ لے یا سمجھادے۔ زید وعمر سے مطارحہ مقصود نہیں۔ ہندوستان میں ہزاروں ایسے ہیں کہ قید مذہب پر علانیہ ہنستے ہیں۔ ان کے نزدیک سوالات کا منشاء ہی سرے سے لغو وفضول ہے۔ لہذا گذارش کہ ندوہ خود جواب دے یا فلاں بہ ہماں جس کا جواب ہو۔ ندوہ اسے حرف بحرف قبول کر کے اپنا ٹھرالے۔ ورنہ ایں وآں سے الجھنے کی حاجت، نہ اس میں منفعت، اس کی طرف اصلا التفات نہ ہوگا اور ندوہ پر سوال باقی رہے گا۔

تنبیہ عام: یہ برادرانہ خیر خواہانہ سوالات صرف اس بناء پر حاضر کئے جاتے ہیں کہ ندوہ اپنے آپ کو سنی المذہب فرماتا ہے۔ وخدا ہم چنیں کند جناب سید ناظم حفظہ اللہ تعالیٰ عما لا یلائم نے بعض خطوط میں بعض اہل علم کو تحریر فرمایا (بانیان ندوہ پکے حنفی ہیں اور تقریباً پچیس ۲۵ تیس ۳۰ برس سے مناظرات غیر مقلدین وغیرہ میں مشغول رہے ہیں) یہی خیال وجہ ارسال سوال ہے کہ بھائیوں سے ہی شکوہ ہے اور انہیں کی لغزش کا صدمہ ہے۔ بدمذہب سے کیا گلہ، کہ تیری تحریریں، تقریریں، کارروائیاں مخالف و مضر مذہب اہل سنت ہیں۔ ندوہ اگر بحمد اللہ تعالیٰ خدام سنت واصحاب جماعت سے ہے۔ اہل سنت کی احادیث وائمہ کو ماننا، ان کے ارشاد کا پابند رہنا، اپنا فرض مذہبی جانتا ہے، تو برادرانہ انصاف کی نظر سے سمجھ لے۔ مضرات مذہب واعدائے مذہب سے خود اسے اجتناب ضرور ہوگا اور اگر خدانہ کردہ صورت دوسری ہے، تو تمام سوالوں کے جواب میں اتنا بس ہے کہ ندوہ کو پاس مذہب اہلسنت نہیں۔ نہ ان کی نفع، نقصان سے مطلب۔ اس کے بعد ہمیں کوئی اور شکایت نہ ہو گی۔ ملک میں کتنی کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ ان سے ہم کہاں الجھتے ہیں کہ اس سے فضول بحث ضرور ہوگی۔ کل حزب بمالدیھم فرحون ٥

اب میں اپنے رب کریم پھر اس کے رسول عظیم رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی مدد واعانت مانگتا ہوا، سوالات حاضر کرتا ہوں۔ الٰہی صدقہ مصطفیٰ ﷺ کی سنت و جماعت کا حق واضح فرما اور سخن پروری ونفسانیت سے بچا آمین۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ٥ آمین آمین آمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ وسراج افقہ محمد وآلہ وصحبہ واھل سنتہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العلمین۔

سوالات

(۱) مذہب اہل سنت یقیناً قطعاً حق ہے اور اس کے خلاف سب مذاہب بالیقین باطل وضلال وموجب نکال وعذاب شدید وغضب ذی الجلال ہیں یا اس کی حقیقت صرف غالباً ہے (ب) جو ایسا کہے اور عقائد میں بھی حقیقت حال پر جزم نہ کرے۔ وہ سنی صحیح العقیدہ ہے یا بدمذہب؟؟

(۲) حدیث افتراق الامة علی ثلث وسبعین فرقة کلها فی النار الا واحدة علی کثرة طرقه قبول الائمة له وسائر احادیث کثیرة کہ تمام بدمذہبوں کے ناری جہنمی ہونے پر ناطق ہیں، حق ومقبول ہیں اور اہل سنت ہی ناجی اور ان کے سوا سب فرقے ناری یا معاذ اللہ یا یہ سب حدیثیں باطل ومردود ہیں اور سنی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ دوسرے مذہب والے سب دوزخی ہیں؟

(۳) جو شخص اہل سنت کے سوا باقی تمام فرقوں کو گمراہ ودوزخی کہنے کو برا جانے، وہ سنی صحیح العقیدہ ہے یا کیا؟

(۴) جو شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لعنت کرنے والوں یا علی مرتضی وحسن وحسین شہداء کربلا کرم اللہ تعالیٰ وجہہم کے کافر کہنے والوں کو گمراہ تو گمراہ فاسق کہنا بھی اندھیر بتائے، وہ گمراہ بدین مستحق جہنم وغضب رب العلمین ہے یا نہیں؟

(۵) تمام بدمذہب فسق عقیدہ میں مبتلا ہیں یا نہیں (ب) فسق عقیدہ فسق عمل سے اشد واخبث ہے یا فسق عقیدہ کوئی چیز نہیں؟ بصرف فسق عمل سے بچ کر آدمی متقی واتقی کا مصداق ہو جاتا ہے، اگرچہ کیسا ہی خبیث العقائد ہو؟

(۶) خوارج کہ ہر گناہ کبیرہ سے ایسا ہی بچتے ہیں۔ جیسا کہ ایک سنی کفر سے کہ ان کے نزدیک

ہر کبیرہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مرتبہ والے اور آیہ کریمہ: ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کے مستحق ہیں یا نہیں (ب) اگر نہیں تو کیوں؟ (ج) اور جس کے طور پر ہر فرقے کے کلمہ گو اس لقب اکرم واعظم کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ وہ سنی ہے یا بدمذہب گمراہ؟

(۷) سنی پر فرض ہے یا نہیں کہ باقی سب فرقوں کو اپنے مذہب والوں سے برا سمجھے۔
(ب) اگر ہے، تو جو اسے منشاء اعتراض جانے، بدمذہب ہے یا نہیں؟

(۸) کیا تمام اسلامی فرقوں میں ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے۔ ہر بدمذہب اپنے نزدیک دیانۃ جس امر میں خدا اور رسول کی اطاعت سمجھے، اسے اسی کی تکلیف ہے۔ ہمارا اسے خلاف حق سمجھنا ضرر نہیں دے سکتا۔ رافضی اسی میں خدا اور رسول کی اطاعت سمجھتا ہے کہ ابوبکر وعمر وعثمان کو کافر ظالم غاصب جائر کہے۔ ناصبی اس میں خدا اور رسول کی اطاعت جانتا ہے کہ علی وحسن وحسین کو مغلظہ گالیاں دے۔ لعنتیں کرے۔ کیا یہ لوگ اللہ عزوجل کی طرف سے اسی سمجھ پر مکلف ہیں۔ سنی کہ ان باتوں کو برا سمجھتا ہے، سمجھا کرے۔ انہیں نقصان نہیں (ب) جو ایسا کہے۔ جس کا کلام صراحۃ یہ معنے دے۔ سنی ہے یا ملحد گمراہ۔

(۹) کیا اللہ عزوجل کے معاملات معاذ اللہ برٹش گورنمنٹ کے معاملات سے نرالے نہیں۔ اس کے یہاں یہی تمام اسلامی فرقوں کا حال ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ کی رعایہ میں ہر مذہب وملت کے لوگ رہتے اور آپس میں مقدمات کرتے۔ اختلاف رکھتے ہیں۔ گروہ سب گورنمنٹ کے خیرخواہ مطیع رعایا ہیں۔ کسی مذہب وملت والے نہ اس کے باغی، نہ وہ انہیں اپنے احکام کا منکر سمجھے۔ بلکہ سب کو اپنا مطیع خیال کر کے سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے (ب) کیا اس مثال سے صاف صاف صراحۃ بے پردہ واضح وآشکارہ نہ ہوا کہ اللہ عزوجل کے نزدیک ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وعائشہ وحسن وحسین صلی اللہ تعالیٰ سیدہم وعلیہم وبارک وسلم کو جان ایمان وسرتاج محبوبان جاننے والے اور یہ کلمہ پڑھ کر معاذ اللہ انہیں

گالیاں دینے لعنتیں کرنے والے سب اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمابردار رعایا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے (ج) کیا ایسی مثال دینے والا اس تمام فرق اسلامیہ میں حق وناحق وہدایت وضلالت ورضا وغضب خدا معلوم کرنے کے معیار بتانے والا مردود ومخذول بین الالحاد قریب الارتداد ہے یا نہیں (ء) کیا اس تمثیل سے صاف نہ کھل گیا کہ اس کے نزدیک کلمہ گویوں کے تہتر ۷۳ فرقے سب کے سب حق وہدایت پر ہیں اور اللہ سب سے راضی؟

(۱۰) بدمذہب کی نسبت شرع مطہر میں تعظیم کا حکم ہے یا اہانت کا (ب) برتقدیر ثانی ندوہ کو یہ حکم قبول ہے یا نہیں؟

(۱۱) جو بدمذہب کی اہانت کو خدا اور رسول جل جلالہ وﷺ کی اہانت کہے کہ وہ کلمہ گو ہے، اس کی اہانت اللہ عزوجل کے نام اور حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی اہانت ہے۔ اس نے شریعت مطہرہ کا صریح رد کیا یا نہیں؟

(۱۲) جو ائمہ دین وفقہائے مرشدین کلمہ گو تبرائیوں کو بوجہ تبرا کافر کہتے ہیں۔ کیا وہ اپنے اس قول میں خدا ورسول کی اہانت کرتے ہیں۔ (ب) جو ایسا سمجھتے ہیں، اس نے ائمہ دین کو گالی دی ان کی توہین کی یا نہیں؟

(۱۳) جو خارجیوں کو بوجہ تکفیر امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اللہ کافر کہے، کیا اس نے خدا ورسول کی اہانت کی۔ (ب) اگر نہ کی تو جو ایسا کہے، مفتری کذاب ہے یا نہیں اور شرعا اس پر کیا حکم؟

(۱۴) صحابہ کرام یا اہل بیت عظام یا ائمہ فخام کی اہانت اللہ ورسول جل جلالہ وﷺ کی اہانت ہے یا نہیں۔ (ب) کیا بدمذہب کلمہ گو اللہ ورسول کو ان سے زیادہ پیارے ہیں کہ ان کی اہانت اس حکم سے محروم وساقط رہے؟

(۱۵) بدوضعی بدتر ہے یا بدمذہبی۔ بدوضعی کا اثر پڑنا زیادہ مضر ہے یا بدمذہبی کا (ب) بدمذہبوں کی

صحبت صحبت بد ہے یا نہیں۔ (ج) صحبت بد سے بچنا شرعاً وعقلاً وعرفاً ضرور ہے یا نہیں (ء)
قرآن مجید واحادیث صحیحہ معتبرہ میں بری صحبت سے بری رہنے کا حکم ہے یا نہیں۔ (ھ)
جو لوگ اپنی بیٹی کو بد وضع لوگوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے حد درجہ روکیں اور عزیز اور پیارے سنی بھائیوں، جگر کے ٹکروں کو عام بد مذہبوں سے خلط ملط، میل جول، اتحاد واتفاق، شیر وشکر رہنے، ایک ہو جانے کی طرف بلائیں۔ وہ اہل سنت کے بد خواہ اور ان کی مذہبی عافیت کے دشمن ہیں یا نہیں؟

(۱۶) اہل لہواس سے دور بھاگتے اور ان سے اختلاط واتحاد نہ رہنے کے حکم میں حضور پر نور مصطفی ﷺ وصحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث کثیرہ کتب حدیث میں آئیں یا نہیں۔ (ب) آئیں، تو وہ ہدایات عالیہ سنی مسلمانوں کے لئے حق وواجب العمل ہیں یا کسی کمیٹی کی رائے سے مخالف ہو کر مردود ومہمل؟

(۱۷) احادیث وآثار میں اس حکم کی یہ علت ارشاد ہوئی ہے یا نہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے سے معاذ اللہ مرض بد مذہبی سرایت کرنے، صراط مستقیم سے پھرنے یا متزلزل ہو جانے کا اندیشہ ہے (ب) اگر ارشاد ہوئے۔ تو یہ علت صحابہ وتابعین کے لئے تھی۔ آج کل کے لوگ ان سے زیادہ حق پر ثابت قدم ہیں یا ان کے لئے ایک حصہ اجتناب کا حکم تھا۔ تو اب سوحصے ہونا لازم؟

(۱۸) ہر بد مذہب عدو سنت ہے یا نہیں۔ (ب) شرعاً وعقلاً وعرفاً عدو سے اختلاط چاہئے یا احتراز واجب؟

(۱۹) کیا بحکم احادیث صحیحہ جسمانی میل، روحانی میل سے ناشی نہیں یا بد مذہبوں سے روحانی مناسبت پسندیدہ ہے؟

(۲۰) صدیق وفاروق کی لعنت کرنے والے بحکم احادیث صحیحہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں یا نہیں

(ب) اگر ہیں، تو موردان لعنت سے اجتناب ودوری چاہئے یا اتحاد و یگانگی۔ احادیث اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(۲۱) جس کے مذہب پر اللہ تعالیٰ کے نام پاک اور حضور پرنور ﷺ کی اہانت لازم ہو۔ شرع مطہر اس سے دور بھاگنے کا حکم فرماتی ہے یا شیر وشکر ہونے کا (ب) جو اس سے ایک رہنے کا حکم دے، وہ خدا ورسول جل جلالہ وﷺ کی اہانت کو ہلکا جاننے والا ہے یا نہیں؟ (ج) اس کا ہلکا جاننے والا کیسا ہے؟

(۲۲) مذہب اسلام صلح کل ہے یا حب فی اللہ و بغض فی اللہ دونوں اس کے رکن عظیم ہیں۔

(۲۳) کیا متواتر حدیثوں سے ثابت نہیں کہ آدمی جس سے محبت رکھے گا، اسی کے ساتھ ہوگا۔ (ب) کیا ندوہ پسند کرتا ہے کہ نواصب، خوارج، روافض کے ساتھ حشر ہو۔ (ج) کیا معاذ اللہ کفر کے بعد اور کوئی ذلت، مضرت، قباحت اس سے بدتر ہے۔ (ء) کیا ایسی ہولناک بات کی طرف بلانا اہل سنت کی صریح دینی بدخواہی نہیں؟

(۲۴) احادیث صحیحہ کثیرہ میں بغض فی اللہ کا حکم ہے۔ کیا اس میں دشمنان صحابہ، دشمنان اہل بیت ودشمنان ائمہ ودشمنان اولیاء سے بغض داخل نہیں۔ (ب) کیا ان محبوبان خدا کو گالیاں دینے والے شرعاً مستحق بغض نہیں؟

تنبیہ ضروری: اس بحث حب وبغض پر بعونہ تعالیٰ ایک نفیس کلام آخر سوالات میں عرض کیا جائے گا۔ جس سے ہمارا مطلب اور اس میں دینی ودنیوی فوائد کا وفور باذنہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ انجلاء پائے گا۔ حضرات اس کا انتظار فرمائیں۔ بے سمجھے عجلت کام میں نہ لائیں۔

(۲۵) زید کا باپ ایک عالم دین صالح متقی ولی اللہ ہے اور اس کی ماں عفیفہ، نظیفہ، عابدہ، زاہدہ، عمرو بخبث نفس انہیں فاسق، فاجر، کافر کہتا اور بے سبب گالیاں دیا کرتا ہے۔ ایسی حالت

میں کس آیت، حدیث نے زید پر فرض کیا ہے کہ عمرو تیرے ایسی ماں باپ کو گالیاں دیتا رہے۔ مگر خبر دار! تو اس سے رنج نہ رکھ شیر وشکر رہ، اتحاد پیدا کر (ب) اگر زید ایسا ہی کرے، تو کیا شرعاً عرفاً ہر طرح عاق ناخلف مطعون مذموم نہ ٹھہرے گا (ج) آج کون سی ماں عائشہ صدیقہ کی برابر ہے۔ آج کس کا باپ کون سا عالم، کہاں کا متقی، ہمارے آبائے شریعت خلفائے رسالت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن و حسین و ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد وغوث اعظم وخواجہ غریب نواز وشیخ شیوخ وسلطان نقشبند وغیرہم محبوبان خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہمسر ہے۔ ان کو گالیاں دینا ایسا ہلکا جانا۔ اپنے کلیجے پر ہاتھ دھر کر دیکھے۔

(۲۶) محبوبان خدا کے دشمنوں سے اتحاد واتفاق، محبت کی طرف بلا نادر کنار۔ لو کہے کہ ایسا نہ کرو۔ تو نماز روزہ اور کوئی طاعت قبول نہیں۔ وہ حق وہدایت پر ہے یا گمراہ بددین۔ (ب) اس نے یہ حکم ٹھیک دیا یا اللہ عزوجل پر صریح افترا کیا (ج) طرفہ یہ کہ بدمذہبوں کے روزے نماز اکارت نہ جانے، مگر ان سے اتحاد نہ رکھنے پر عمل حبط مانے، اسے کیا کہیے گا؟

(۲۷) یہ سب بالائے طاق، جو ان سے محبت کو مدار ایمان جانے اور کہے کہ محبت نہیں، تو ایمان ندارد، وہ سنی مسعود ہے یا بددین مردود؟

(۲۸) کیا بدمذہبوں سے عداوت یا مطلق ہی کہیے کہ ہندیوں کی باہم نا اتفاقی کفر وشرک ہے۔ (ب) اگر نہیں، تو اس پر حکم لگا دینا کہ یہ گناہ معاف نہ ہوگا۔ شریعت پر افترا اور اللہ عزوجل پر تالی اور اس کے عفو پر قول جلی اور آیت کریمہ: ویغفر مادون ذالک لمن یشاء وآیۃ کریمہ: ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا وغیرہما آیات واحادیث وعقائد اہلسنت سے مخالفت کھلی ہے یا نہیں۔ (ج) یہ تحکم اعتزال سے معتزل ہے یا خروج سے خارج؟

(۲۹) کیا دین کا کمال بدمذہبوں سے اتفاق میں ہے نا اتفاقی ہو، تو دین ناقص (ب) ایسا قول دین پر افترا ہے یا نہیں؟

(۳۰) نیچریوں اور انکے پیشوائے موجود کا دین اسلام میں کیا حکم ہے؟ سنی یا بدعتی یا کافر؟
(ب) ندوہ انہیں کیا سمجھتا ہے؟

(۳۱) اہل سنت کے مذہب میں روافض بدمذہب، گمراہ، ناری، جہنمی ہیں یا نہیں (ب) ہیں، تو ندوہ بھی ایسا ہی مانتا ہے یا نہیں؟

(۳۲) کیا صرف کلمہ طیبہ بلا اکراہ پڑھ لینا اسلام کو کافی اور قبلہ مسلمین کا ماننا یا اس کی طرف نماز پڑھ لینا اہل قبلہ ہونے کو بس ہے کہ اب اس کی تکفیر حرام۔ اگر چہ انکار ضروریات دین کرتا ہو یا منکر ضروریات قطعاً کافر، اگر چہ دین میں لاکھ بار کلمہ اور اسی قبلہ حقہ کی طرف نماز پڑھتا ہو؟

(۳۳) ضروریات دین میں تاویل مسموع ہے یا نہیں؟

(۳۴) اگر کوئی کلمہ گو قائل قبلہ مثلاً فرضیت ظہر کا منکر ہو کہ قرآن عظیم میں اس کا حکم نہیں اور احادیث آحاد یا فرضیت جمعہ نہ مانے کہ فاسعوا اذا نودی پر مرتب اور ندا فرض نہیں، نہ امر وجوب میں قطعی یا ہر مکلف پر نماز ہی فرض نہ جانے کہ عام ظنی ہے یا عالم کو قدیم کہے اور نصوص کو حدوث ذاتی سے تاویل کرے، تو کیا ایسا شخص کافر اور جو اسے کافر بکتے۔ خود بھی کافر ہوگا یا نہیں۔ (ب) ہوگا، تو کیوں؟ حالانکہ وہ کلمہ بلا اکراہ پڑھتا اور ان مسائل میں تاویل کرتا ہے؟

(۳۵) وہ جو جبرئیل امین وملائکہ کرام ومعجزات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام وحشر ونشر وجنت ونار وغیرہا ایمانیات، جن معانی ظاہرہ صریحہ متواترہ پر اہل اسلام سمجھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح بلا تاویل ان کا ماننا ضروریات دین سے ہے یا نہیں؟

(۳۶) جو کہے قرآن موجود پورا نہیں۔ صحابہ کرام یا دیگر اہل سنت نے اس سے کچھ سورتیں یا آیتیں گھٹا دیں۔(ب) یا کہے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا (ج) یا کہے حضرات ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرات عالیہ انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم سے افضل تھے۔ کافر ہے یا نہیں؟ ہر مسئلہ میں جو فرمایئے، وجہ ارشاد ہو (ب) اگر ہے۔ تو جو اسے کافر نہ جانے، وہ کیسا؟

(۳۷) منکر ضروریات دین کو مسلمان بتانا، مدائح دینی سے اس کی تعریف کرنا، کفر ہے یا نہیں؟

(۳۸) مولوی نذیر حسین دہلوی، مولوی صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہما غیر مقلدین وہابیہ اور ان کے اتباع واشیاع کے مذاہب، جن کی قدرے تفصیل رسالہ "مصون الایمان" اور "جامع الشواہد" وغیرہما رسائل اہلسنت میں لکھی گئی۔ حق وہدایت ہیں اور یہ لوگ داخل اہل سنت یا وہ باطل وضلالت اور یہ اصحاب بدعت؟

(۳۹) آج کل جو حضرات کسی امام کی تقلید نہیں کرتے۔ اقوال ائمہ کو قرآن وحدیث کے مقابل ومخالف بتاتے ہیں۔ سچے سنی، پکے متقی ہیں یا مخالف طریقہ اہل سنت وخلاف سواد اعظم امت (ب) جو انہیں سنی صالح جانے، مقلد ہے یا غیر مقلد (ج) اور اس کی ایسی باتوں کو پسند وروا کہنے والے کس مد میں داخل ہیں؟

(۴۰) یہ جو کسی امام کی تقلید نہیں کرتا، منکر تقلید ائمہ ہے یا نہیں (ب) انکار تقلید ائمہ گمراہی ہے یا نہیں (ج) ہے، تو گمراہ کو سنی صالح جاننا کیسا (ء) نہیں، تو اسے گمراہی کہنا، اس کہنے پر راضی ہونا، گمراہی ہے یا نہیں؟

(۴۱) کیا آج کل یہ معمولی درس، بلکہ اس سے بھی بہت کم پڑھے ہوئے، شرائط اجتہاد کے جامع ہوتے ہیں۔(ب) دہلی، پنجاب، آرہ، بنگالہ وغیرہ میں کتنے حضرات لائق منصب اجتہاد

ہیں۔ (ج) انہیں اگلے اکابر دین جس کی نسبت علمائے کرام کی تصریحات ہیں کہ یہ لیاقت اجتہاد نہ رکھتے تھے، کن کن وجوہ سے ترجیح ہے؟

(۴۲) بے حصول منصب اجتہاد ترک تقلید و دعویٰ عمل بالحدیث حق وہدایت ہے یا باطل وضلالت؟

(۴۳) امام المحدثین امام الفقہا امام الصالحین امام الحکما سیدنا امام سفین ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول الحدیث مضلۃ الا للفقہاء کے کیا معنی ہیں (ب) فقیہہ مجتہد کو کہتے ہیں یا ترجمہ مشکوۃ پڑھنے والوں کو؟

(۴۴) علماء اہل سنت جو تقریریں، تحریریں، کہتے، لکھتے چھاپتے رہے کہ یہ لوگ بد مذہب ہیں۔ ان سے میل جول منع ہے۔ ان کے پیچھے نماز ممنوع ومکروہ وناپسند ہے۔ یہ حق پر تھے یا سب باطل پر؟

(۴۵) اب اگر یہی علماء اپنے ان تمام رسائل ومسائل وتحریرات وتقریرات کے خلاف کہنے لگیں کہ وہ سب جھوٹ تھا۔ ان سے اختلاط ہی چاہئے۔ ان کے پیچھے نماز بلا کراہت پڑھے۔ تو عوام اہل سنت کی نگاہ میں ان کے وعظ وفتاویٰ ورسائل باطل وبے اعتبار اور ان کا مسلک ومشرب خفیف وبے وقار ٹھہرے گا یا نہیں۔ (ب) اس وجہ سے ان کے دین کو نصرت عظیم پہونچے گی یا نہیں (ج) اس شدید ومدید اختلاف کے بعد یہ سازشی اتفاق ہزاروں آدمیوں کے ذہن میں ان مخالفوں کے مذہب کی وقعت وقوت جمادے گا یا نہیں (ء) اس کا وبال اس رجوع واتفاق کی طرف بلانے والوں پر پڑیگا یا نہیں؟

(۴۶) وہی تقریریں، روایتیں، حکایتیں کہ غیر مقلدوں کے مصنفین ابطال مسلک مقلدین کے لئے اپنے رسائل میں لکھتے رہے اور لکھتے ہیں۔ پر جوش لفظوں سے ان کے کھلے کھلے بیان عام جلسوں میں کرانا، عام عوام میں شائع کرنا، مقلدین کی بدخواہی ہے یا خیر خواہی؟

(۴۷) کیا ندوہ کے نزدیک حضرات غیر مقلدین کے اختلافات سراسر مفید دین ہیں (ب) ان میں کمال درجہ کا اتقاء و دینداری ہے (ج) ان کے اختلاف مذہب اسلام کے معین و مددگار ہیں (ء) ان سے بنائے اسلام قائم ہے۔ (ھ) ان سے اسلام کی ادق تحقیقات اور ذوق عرفان الٰہی مترتب ہے (و) جو لوگ یہ باتیں پسند و روا رکھیں۔ وہ پکے حنفی ہیں یا کٹے غیر مقلد؟

(۴۸) حنفیت، شافعیت، مالکیت، حنبلیت، یہ چاروں سنت و جماعت کی مبارک شاخیں ہیں یا باہم تخالف عقائد دینی ہیں۔ جو ان چاروں کو اختلاف عقائد بتائے۔ ان کی توہین کرتا ہے یا نہیں؟

(۴۹) جو کہے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہر ایک کے نزدیک باقی تین پر معاذ اللہ کفر لازم آتا ہے۔ (ب) ان کے عقائد پر خیال کیا جائے۔ تو چاروں میں اسلامی شرکت بھی نہ رہے۔ وہ سنی صحیح العقیدہ ہے یا بدمذہب خبیث المکیدہ؟

(۵۰) کسی مسئلہ میں خلاف سے لزوم کفر کے لئے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے یا لااقل قطعی اجمالی ہونا ضرور یا صرف ظنیات کا خلاف بھی مستلزم لزوم کفر ہے۔ (ب) جو ایسا کہے اس کے قول کی شناعت کہاں تک منجر ہے؟

(۵۱) خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باہم کسی مسئلہ ایجاب و تحلیل و تحریم میں خلاف رکھتے تھے یا نہیں (ب) اگر ہاں! تو ان میں بھی ایک عقائد کی رو سے دوسروں پر معاذ اللہ کفر لازم تھا یا نہیں (ج) ان کے عقائد پر خیال کرنے بعد بھی ان میں اسلامی شرکت باقی تھی یا نہیں (ء) جو ایسا کہے، گمراہ، گستاخ، بے ادب، بے باک ہے یا نہیں؟؟؟

(۵۲) بدمذہبوں کا رد اور ان کی خرافات کا ابطال اہم فرائض دینیہ سے ہے یا نہیں؟ (ب) اگر ہے، تو ان کے ترک میں کوشش ایک فرض عظیم کے ابطال میں سعی ہوگی یا نہیں؟ (ج) اہمال فرض میں سعی کا کیا حکم ہے؟

(۵۳) بعد سوال مسائل واقعہ کا جواب دینا اہل علم پر فرض ہے یا نہیں (ب) ہے، تو یہ فرضیت صرف بعض عملیات میں ہے، عقائد وعملیات نزاعیہ اہل سنت واہل بدعت میں نہیں یا مطلقا ہے (ج) کس آیت یا حدیث میں انکا استثناء ہے؟

(۵۴) عقائد وعملیات اہل سنت ہدایت ہیں یا نہیں (ب) ہیں، تو کیا وجہ کہ ان بعض عملیات میں ترک جواب، ترک ہدایت اور اس میں خوف مواخذۂ آخرت ہو اور ان میں سکوت، نہ ہدایت کا ترک، نہ آخرت کا مواخذہ؟

(۵۵) کتمان علم پر جو جاں گزار وعیدیں وارد ہیں۔ کیا ان سے متعلق نہیں؟ کیا عقائد ومسائل اہل سنت علم سے خارج ہیں؟

(۵۶) عقائد ومسائل مذکورہ میں تحفظ عقائد وخیالات عوام ضروری واہم ہے یا یہ مسائل محض لغو وفضول۔ ان میں عوام جو چاہیں سمجھ لیں۔ جیسا مذہب چاہیں، اختیار کرلیں۔ جس قدر چاہیں علماء سے بے توجہ دین میں مطلق العنان ہو جائیں، کچھ پرواہ نہیں (ب) جو ایسا سمجھے، اس نے مسائل اہل سنت کو ہلکا سمجھا یا نہیں (ج) انہیں ہلکا سمجھنے والا کیسا ہے؟

(۵۷) دشمن اندرونی کا دفع اہم ہے یا بیرونی کا، یا نبی کا سانپ زیادہ موذی یا آستین کا؟

(۵۸) جس شخص پر جماعت کثیرہ ائمہ دین کے مذہب سے کفر لازم ہوا۔ اس کا حکم کیا ہے۔
(ب) اس کا مسلک بدو شنیع اور وہ قابل طعن وملامت وتشنیع ہے یا نہیں
(ج) جو ایسے کو پیشوا بنائے، اس کا کیا حکم ہے؟

(۵۹) بدمذہبوں کو کسی دینی کام میں رکن بنانے کی ممانعت احادیث شریفہ سے ثابت ہے یا نہیں (ب) بحکم حدیث اسے یہ عہدہ دینا، اللہ ورسول ومسلمین سب کے حق میں خیانت کرنا ہے یا نہیں (ج) اللہ تعالیٰ بدمذہبوں سے زیادہ راضی ہے یا سنیوں سے؟

(۶۰) دینی مجلس کی رکنیت کوئی توقیر ہے یا نہیں (ب) بدمذہب کی توقیر پر حدیث میں کیا حکم ہے؟

(۶۱) دینی مدائح سے بدمذہبوں کی تعریفیں کرنا، علی الاعلان انہیں پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا، اجازتیں دینا، چھاپ چھاپ کر شائع کرنا، بحکم احادیث موجب غضب الٰہی اور مذہب کی صریح بدخواہی ہے یا نہیں؟

(۶۲) آیۂ کریمہ: قل رب زدنی علما وکریمہ: قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون وحدیث: اطلبوا العلم ولو کان با لصین علی تقدیر ثبوتہ میں خاص علم دین محمد ﷺ مراد ہے یا دینوی۔ دینی، انگریزی، لاطینی، برہمنی، چینی سب داخل ہیں۔ خدا و رسول ان سب کی ترغیب، تعریف، تفصیل، توصیف کرتے ہیں۔ ان سب کی طلب کا حکم فرماتے ہیں (ب) بر تقدیر اول جو ایسا کہے، اس نے قرآن عظیم کی تفسیر بالرائے کی۔ رب العزت جل وعلا و سید عالم ﷺ پر تہمت رکھے یا نہیں (ج) ایسی باتو کا انتخاب کرنا روا رکھنا شان علماء ہے یا کار جہلا؟

(۶۳) حدوث وقدوم کے مباحث ضروریات دین وضروریات مذہب سے ہیں یا مثل مجث نسبت مثناۃ بالتکریر لغو وفضول (ب) ایسا جاننا دین میں کیسا (ج) ایسا جاننے کو روا رکھنے کا کیا حکم؟

(۶۴) جو کہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں نے گنگاروں کی شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ناچار ان کی خطائیں بخش دیں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ پر افترا کیا یا نہیں (ب) اللہ عزوجل کو عاجز ومجبور بنایا یا نہیں؟ (ج) جو ایسی شفاعت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مانے کی خدا نے ناچار بخش دیا۔ اس نے نصوص قاطعہ قرآن عظیم وعقائد اسلام کا صریح رد کیا یا نہیں؟ (د) وہ مسلم سالم العقیدہ ہے یا گمراہ یا کافر؟ (ھ) جو اس ناپاک لفظ کو روا رکھیں۔

اپنے مقاصد کا مضر نہ جانیں۔ انہیں احکام سے انکا کیا حکم ہے؟ (و) اس کی اجازت واشاعت کلمہ کفر کی اجازت واشاعت دینے والے ہیں یا کیا؟

(۶۵) ندوہ کو اپنی اغراض اوران کی تحصیل وتکمیل میں خاص مذہب اہلسنت کی پابندی اور دوسرے مذاہب سے قطعا برأت وجدائی وبیزاری مدنظر ہے یا سب مذاہب مقصود ومنظور ہیں یا مذہب سے کچھ غرض نہیں؟

(۶۶) جس تقریر یا تحریر کا شرعا کفر یا کلمہ کفر یا بدمذہبی، گمراہی، ضلالت یا قبیح شنیع، حرام، ممنوع جو حکم ہو، اسے پسند کرنے، روا رکھنے۔ اجازت دینے پر بھی وہی احکام جاری ہونگے یا نہیں؟

(۶۷) تحریرات شنعیہ ممنوعہ کو اپنے اہتمام سے شائع کرنا، مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ ہے یا نہیں؟

(۶۸) اگر تحریرات بدمذہبی پر مشتمل ہوں۔ تو ان کی اشاعت بدمذہبی کی اعانت اور بدمذہبی کی اعانت بدمذہب ہے یا نہیں؟

(۶۹) جب کہ دعوے عام غرض عام مرسل لفظ مطلق کلام ہو۔ پھر اس پر جو وجوہ بیان میں آئیں، جو دلائل قائم کئے جائیں۔ اطلاق ہی رکھیں، عموم ہی جمائیں۔ تو کیا خصوص تفریع، تخصیص مفرع علیہ کی دلیل ہوجائیگی؟ (ب) کیا بعد ورود اعتراض تخصیص دلائل وتخصیص دعاوی وتخصیص اغراض سخن سازی وحیلہ بازی نہ قرار پائے گی؟

(۷۰) ندوہ، جس جماعت سے عبارت ہے، کیا معاذ اللہ وہ بدمذہب ہے یا لامذہب یا معجون مرکب؟ (اللھم احفظ الٰہی عافیت) یا بفضلہ تعالیٰ خالص مخلص کامل سنی پاک عقیدت؟ (الٰہی ہچنیں الٰہی آمین والحمد للہ رب العٰلمین)

مسئلہ حب و بغض پر بعض ضروری کلام

اے شجر بشر کی بیشمار شاخو! آخر تم ایک اصل، ایک زمین، ایک پانی، ایک ہوا سے ہو، ایک باپ کے بیٹے، ایک ماں کی اولاد، آپس میں حقیقی بھائی

ع کہ در اصل خلقت زیک جوہرید

تم سب میں وہی وداد و اتحاد درکار تھا، جو سگے بھائیوں میں ہوتا۔ پھر تم میں خلاف و شقاق نے کدھر سے راہ پائی۔ مجانین تو بحث سے خارج ہیں۔ جن کی الفت یا نفرت کے لئے سبب درکار نہیں۔ میں تم عقلاء سے پوچھتا ہوں کہ جب تم میں ایسا عظیم رشتہ یکجہتی قائم ہے، تو تمہارا باہم بلا وجہ خلاف یعنی چہ ہاں وجوہ ضرور ہیں وزر و زمین و مال و ملک و جاہ عرض ودم وغیرہ بہت کثیر و موفور ہیں۔ مگران سب میں نازک تر سب سے سخت تر تخالف مذہبی کہ چیز جتنی زیادہ عزیز اسی قدر اس کے باعث نزاع قوی۔ ہر پابند مذہب کہ اگرچہ کیسا ہی باطل پر ہو۔ مذہب سے زیادہ کوئی شئے پیاری نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ بہت لوگ مال و جاہ میں درگزر کرتے ہیں، چھوڑ بیٹھتے ہیں، صلح پر آتے ہیں۔ مگر اہل مذہب، مذہب کا کوئی حصہ نہیں چھوڑ سکتے۔ ترک در کنار، بعض پر مصالحہ کی گنجائش نہیں رکھتے۔ تو مخالف مذہب قدرتی طور پر اعلیٰ ذریعہ بغض و منافرت، جس کا مٹا دینا، اٹھا دینا، خارج از طوق بشریت ہے، تو ایسے امر میں کوشش فضول، علت تخالف جب تک باقی تخلف معمول، کیونکر معقول، خصوصا جب کہ کچھ بندگان خدا کی نہایت تعظیم غایت تکریم کہ مذہبی حکم ہے، جس کے وہ اہل ہیں۔ ایک فریق کی جان ایقان ہو اور انہیں بندگان خدا کی کمال توہین تحقیر مبین مذہبی ہے۔ مسئلہ سے دوسرے فریق کا جزو ایمان ہو۔ جیسے رافضی یا سنی ناصبی یا سنی وہابی کہ ان سب حضرات کا مدار مذہب ائمہ اہل سنت کی بدگوئی و اہانت ہے۔ جن میں بعض کا ایک ہلکا بیان خود بعض مضامین ندوہ میں کئی ورق پر مثبت ہے؟

کوئی نزاع مٹا کر فریقین میں سچا اتحاد قائم کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک فریق دوسرے

کا قول تسلیم کر لے یا دونوں اپنے بعض قول سے گزر کر کسی متوسط حد پر راضی ہو جائیں یا مابہ النزاع سے غرض ہے، نہ رہے کہ وجہ تنافس وتنافر و باعث مدابر و تہاجر ہو اور جب فریقین متنازع فیہ سے غرض بھی نہ چھوڑیں اور اپنے دعوؤں سے تنزل بھی نہ کریں، تو ارتفاع نزاع ہے؟ ان میں ایک مان لے کہ واقعی یہ سب صورتیں میسر۔ ایک زمین پر زید و عمر کا تنازع ہے۔ ان میں ایک مان لے کہ واقعی یہ دوسرے کی ہے یا نصف نصف پر تصفیہ کر لیں یا ایک یا دونوں چھوڑ کر چلتے ہوں کہ بلا سے کوئی لے، ہم باز آئے۔

مذہبی نزاع میں ان میں سے کونسی صورت حضرات کے عالی خیال میں ہے؟ کیا سنی معاذ اللہ مذہب چھوڑ کر رافضی وہابی ناصبی ہو جائیں؟ یا یہ امید کہ باقی فرقے سب اپنے مذاہب سے تائب ہو کر مذہب حق پر ایمان لے آئیں یا یہ کہ کچھ حصہ مذہب سنی چھوڑیں، کچھ پارۂ مذہب سے وہ منہ موڑیں، آدھوں آدھ پر فیصلہ کی ٹھہرائیں یا یہ کہ جھگڑے کے گھر، بکھیرے کے مکان، خلاف کی جڑ، نزاع کی کان یعنی دین و مذہب کو آگ لگائیں۔ خاصے دہریے، پورے آزاد، بے لجام و مہار ممنون الحاد ہو کر یکرنگی و اتحاد کے رنگ رچائیں یعنی ع وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے۔

بار قیباں جدل فزوں می شد
یا ر را کشتہ ا ز جدل رستیم

اگلی تینوں صورتیں تو ہونے سے رہیں اور ندوہ کے خود اقرارات ہیں کہ وہ مقصود نہیں۔ ہاں! شکل اخیر منظور ہو تو کوشش ٹھیک ہے اور حال وقت سے قرین و نزدیک ہے۔ آزادی والحاد کی ہوا چل رہی ہے۔ قومی ہمدردی ہزاروں درد کے پہلو بدل رہی ہے۔ امرا سے چل کر غربا تک آئی۔ جہلا سے ابل کر علماء پر چڑھ آئی۔ دین پر قیام، آگ پر صبر ہے: **قائم علی الدین کا لقابض علی الجمر** ہے. **یصبح مئو منا و یمسی کا فر املحد با طنا و مومن ظاهر** اخلط ملط اتحاد اتفاق کر، اس وقت سے بہتر کیا وقت پاؤ گے، گھل مل جاؤ۔ سب ایک ہو جاؤ۔ ہوادار سڑکوں پر گھیاں اڑاؤ،

گوشۂ عافیت میں گھٹ کر رہ جاؤ گے اور اگر یہ بھی منظور نہیں، تو جان برادر! یہ کیوں کر بنے۔ مختلف گروہ ، مذہب نہ چھوڑیں۔ پھر مذہبی حیثیت سے ایک ہو جائیں۔ یہ ناشدنی مذہبی حیثیت، عقائد کی مخالفت، جب تک باقی، تنافر باقی، تو وہی ناچاقی

تریدین کیما تضمدینی وخالداً

وهل يجمع السيفان ويحك فى غمد

یہ ظاہری وفاق، باطنی شقاق کھلا نفاق اور نام اتفاق، کچھ دن چلا بھی، تو اس گھال میل کے نتائج دیکھئے۔ وہ شرمناک واقعی ہولناک حادثہ، جنہیں مٹانے کے بہانے یہ اتفاق کے ولولے، اتحاد کے وسوسے، آخر کیوں ہیں؟ تخالف مذہب سے جب مذہب باقی، تو الگ رہنے پر ایک ہوتے ہیں۔ مختلط ہونے پر دس رکھے ہیں۔ آخر تحریرات ندوہ میں خود اقرار ہے کہ طبائع سے اس کا زوال نہ ہوگا، تو آگ بارود میں جدائی ہی بہتر کہ دور رہنے پر اشتعال نہ ہوگا۔ دیکھئے دو مختلف مذہبوں کے رسمی میلے، جب ایک زمانہ میں آتے ہیں۔ اپنا پرایا، حاکم رعایا، سب پر وہ دن فکر میں جاتے ہیں۔ شریف بیچارے گردش کے مارے اپنی عزت کی خیر مناتے ہیں۔

زید نے آگ سلگائی، بارود بنائی، ہر ایک کی جگہ جدا ٹھہرائی، عاقل تو سمجھے کہ سبب کیا ہے۔ غافل حیران کہ یہ عجب کیا ہے۔ اے آگ! اے بارو!! تم دونوں کا خدا ایک، نبی ایک، ہر شئی حضور پر نور ﷺ کے دائرہ رسالت میں آئی ہے۔ مالک ایک، مکان ایک کہ زید کے گھر زید کے ہاتھ پر خالق سے نعمت وجود پائی ہے۔ پھر تم دونوں میں سو۱۰۰ اختلاف طبع ہو۔ جب اتنا اتحاد ہے۔ ایک ہی رہو۔

اب عقلاء سے داد انصاف طلب کہ وہ جدائی، جس کی تاکید حدیث میں آئی، جیسے دین میں نافع تھی کہ صحبت خلاف سے تاثر نہ ہو۔ یوں ہی دنیا میں نافع کہ اشتعال بخیل سے ضرر نہ ہو۔ بخلاف اس دعوائے اتفاق کے کہ دین و دنیا دونوں کا زیاں، وہاں مذہب پر اندیشہ، یہاں امن و امان کا دشمن

جان اور واقعی مخالفت شرع سے شر ہی پیدا، شرع سے بڑھ کر کون مصلحت کا دانا؟ اس اتفاق واتحاد میں بھلائی ہوتی۔ تو شرع میں کیوں تاکید جدائی ہوتی۔ ہاں! یہ اتفاق دین میں مضل، دنیا میں امن وعافیت کا مخل اور وہ بعض شرعی بر بوجہ شرعی دین کا راعی امن کا داعی صلاح وفلاح دارین میں ساعی، مولیٰ تعالیٰ شرع مطہر پر استقامت بخشے، عافیت دے، سلامت بخشے، خلط بدع واہوا سے بچائے۔ فتن ومحن کی ہوا سے بچائے۔ دین حق پر دنیا سے اٹھائے۔ دولت دیدار عطا فرمائے۔ نصیب احباء فیروزی کرے۔ شفاعت مصطفیٰ ﷺ روزی کرے آمین آمین آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العلمین۔

التماس اخیر: پھر گزارش کرتا ہوں کہ للہ لحاظ من وتو سے اغماض فرما کر محض خالصاً لوجہ اللہ سچی دینی شرعی نگاہ سے نظر فرمائیں۔ حق سمجھ لیں، تو مژدہ قبول سے مسرت بخشیں۔ ورنہ ہر بات کا پورا جواب واضح وآشکار بے رورعایت، بے پھیر پھار عنایت فرمائیں۔ اخیر میں اتنا اور ارشاد ہو جائے کہ:

(ا) ندوۃ العلماء صرف اراکین انتظامیہ یا ان میں بھی خاص علماء سے عبارت ہے یا جملہ اراکین قسم اول یا قسم دوم سے یہی یا علمائے حضار جلسہ سالانہ یا مجموعہ حاضرین سے (ب) کارروائی ندوہ ان میں کن لوگوں کی کارروائی ٹھہرے گی (ج) کیا جتنے علماء کسی جلسہ سالانہ میں آئے، وہ سب اس پر راضی اور اس کے جواب دہ اور اس کے ذمہ دار ہیں۔ (ء) یہ ذمہ داری ان کا اقرار ہی ہے یا صرف کسی سال کرسی پر آبیٹھنے سے۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ خالص تحقیق حق منظور خاطر رہے۔ یارب توفیق حق رفیق فرما والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین آمین علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ آمین۔

۲۰ رشعبان ۱۳۱۳ھ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ آمین۔

(۲)

از بریلی

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بگرامی ملاحظہ مولوی صاحب نامی مراتب سامی مناقب مولوی سید محمد علی صاحب ناظم ادام اللہ بالہدیٰ والمواہب۔

بعد ما ہو المسنون ملتمس، یہ بعض خدام اجلہ علمائے اہل سنت کے سوالات محض بنظر اتصاح حق حاضر ہوئے ہیں، اخوت اسلامی کا واسطہ دیکر بنہایت الحاح گزارش کہ للہ خالص انصاف کی نگاہ سے غور فرمایا جائے، واقعی عرض ہے کہ ان میں کوئی غرض نفسانیت ملحوظ نہیں، صرف تحقیق حق منظور ہے، ولہذا باوصف خواہش احباب ہنوز ان کی اشاعت نہ کی کہ اگر حضرات بتوفیق الٰہی جل وعلا خود ہی اصلاح مقاصد ودفع مفاسد فرمالیں، تو خواہی نہ خواہی، افشائے زلات کی کیا حاجت؟

مولانا! ایک ایک سوال کو تامل بالغ سے فرما کر غور ہو کہ اگر ان خادمان سنت ہی کے خیالات حق ہیں، تو معاذ اللہ ضرر رسانی مذہب اہل سنت میں سعی کیسی سخت بات اور روز قیامت، کس قدر باعث شدت مواخذات ہے۔

مولانا! اللہ رجوع الی الحق بہتر ہے یا تمادی فی الباطل! مولانا ہم فقراء کو آپ کی ذات خاص سے علاقہ نیاز ہے اور اراکین سے جدا بھی، خود اپنے علم نافع وفہم ناصح سے تامل فرمائیں۔ ان اغلاط کی مشارکت میں براہ بشریت خطائی الفکر واقع ہوئی ہو، تو رجوع الی الحق آپ جیسے علمائے کرام وسادات

عظام کے زین ہے[1] معاذ اللہ عار و شین۔

مولانا! اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ سلامت نفس بعض چالاک صاحبوں کی ظاہری باتوں سے دھوکا ہوا ہے۔ ورنہ عیاذاً باللہ! آپ کو ہرگز مخالفت و اضرار مذہب اہل سنت پر اصرار مقصود نہیں، بعد تنبیہ ان شاء اللہ تعالیٰ بعض اکابر علماء کی طرح فوراً بطیب خاطر موافقت حق فرمائنگے۔ مبارک وہ دن کہ ہمارے معزز عالم آل پاک سید لولاک ﷺ اپنے جد اکرم ﷺ کے ارشاد کی طرف مراجعت اور تلبیس مبتدعین و تدلیس متضمین سے بالکلیہ مجانبت فرمائیں۔ ان ذٰلک علی اللہ یسیر ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر ۔

الٰہی! صدقہ مصطفیٰ ﷺ کا۔ ان کی آل کو ان کی سنت، ان کی جماعت پر مستقیم فرما اور فریب و مغالطہ اصحاب بدع و ہوا سے بچا، آمین یا ارحم الراحمین

مولانا! اللہ! چند ساعت کے لئے لحاظ ہر این و آں سے خالی الذہن ہو کر اپنے جد کریم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی احادیث پیش رکھ کر تنہائی میں نظر تدبر فرمائیں، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی صلاح طبیعت سے بہت کچھ امید حق پسندی ہے، توفیق رفیق باد بحرمۃ سید الاسیاد، ہادی السداد، قائد الرواۃ الیٰ مناھج الرشاد علیہ وعلیٰ آلہ الامجاد و صحبہ الاوتاد وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام الیٰ یوم التناد آمین ۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۹ / شعبان المعظم یوم الجمعہ ۱۳۱۳ھ

(۳)

از بریلی

۵ / رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

---

[1] رجوع الی الحق کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ مخلصانہ اور ملتجانہ انداز بھی ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولانا دام فضلکم ہدیہ مسنونہ سنیہ مہداہ، نامی نامہ آیا، ممنونی لایا، مظنون تھا کہ یہ قبل وصول نیاز نامہ صرف پرچہ سوالات دیکھ کر تحریر ہوا ہے، فقیر کی گزارش کا جواب اقرب الی الصواب عطا ہوگا۔ لہذا تین دن منتظر رہا۔ اب جانا کہ ساری گزارشوں کا یہی پاسخ تھا، سوال نہ سنیں گے، جواب نہ دیں گے، ہم سچے حنفی دشمن نیچری ہیں۔

مولانا! مکرما! بحمد اللہ تعالیٰ یہی جان کر تو گزارش کی تھی کہ ملازمان سامی نہ صرف مومن عالم، صافی، صوفی، سنی ہیں، اس بنا پر امید کی تھی اور ہنوز یاس نہیں کہ مذہب اہل سنت کے صریح ضرر پسند نہ فرمائیں گے۔ آپ نے سوالات بالاستیعاب ملاحظہ فرمائے، تو غور نہ فرمایا یا غور فرمایا، تو انہیں تحریرات کتب ومضامین ندوہ سے نہ ملایا۔ ورنہ آپ جیسے فضلاء پر مخفی رہنے کی بات نہ تھی۔

مولانا! آپ ان حضرات کی تشریک میں مصلحت بتاتے ہیں، ہاں آپ کا قصد مصلحت ہی ہو۔ مگر ذرا نظر تو فرمایئے کہ ابھی کئے دن کئے رات؟ ابتداء ہی سے اس خلط مفاسد سے کیسی کیسی آفتیں پیدا نہ ہوئیں۔ روداد وغیرہ کی کاپیاں مذہب اہل سنت کے حق میں زہر سے بجھی چھریوں سے بھر گئیں، ادنیٰ برکت شرکت کا یہ نمونہ ہے کہ وہ رافضیوں کا مجتہد آج تک اشتہارات میں چھاپ رہا ہے کہ اس نے مجمع اہل سنت میں جناب امیر کے سر پر دستار خلافت بلافصل کا باندھنا ثابت کر دیا اور سنیوں کا کوئی عالم جواب دہ نہ ہوا، بھلا بغرض باطل دو ایک معین بد مذہبوں کی تشریک میں کوئی مصلحت خاصہ خیال فرمائی، اگرچہ اس پر ہزار مفاسد دینیہ مترتب ہو چکے۔ یہ عام بد مذہبوں سے جو اتحاد، اتفاق اختلاط، ائتلاف پکارا جا رہا ہے۔ للہ! احادیث واقوال ائمہ ونصوص کتب عقائد وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ کس قدر بدخواہی دین وسنت میں ڈوبا ہوا ہے۔ احادیث واقوال ائمہ تو اگر ضرورت دے گی بحول اللہ تعالیٰ سبھی سن لیں گے، بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا

ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں۔ حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر ست"

مولانا! خدارا انصاف! آپ یا زید یا اور ارا کین، مصلحت دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانئے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے، تو کیوں نہ مانیئے، جس سے ظاہر کہ کافر کے بارے میں فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین کا حکم ایک حصہ ہے۔ تو بدمذہبوں کے باب میں سو حصے سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا! انشدك الله بالله العزیز الجبار بحق دین الاسلام وبحق النبی المختار ﷺ کہ پرچہ سوالات کو اول تا آخر بنظر غور صاف قلب سے ملاحظہ فرمایئے اور کتب ندوہ مثل ہر دو روئداد و رسالہ اتفاق و مضامین نظم و نثر وغیر ہا پر منطبق کرتے جایئے، دیکھئے تو مقرر صاحبوں کی سیف زبان، محرر صاحبوں کے تیغ بیان سے سنیت کا کہیں تسمہ بھی لگا رکھا ہے۔

مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا۔ تو بار باریوں بالحاح گزارش نہ کرتا، پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا سچے خادم سنت و اہل سنت کی گزارشوں کو معاذ اللہ تعصب و نفسانیت کے سوء ظن پر لے جائیں۔ واللہ العظیم کہ ناحق کوشوں کا یہ کہنا لکھ لیا گیا اور فرداً باز پرس وجزاء۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اللھم اغفر لی وللمؤمنین واھدنا جمیعا الی الصراط المستقیم۔ ایک خالص اسلامی قلب سے ادھر توجہ کیجئے، میں بشہادت رب العزت کہتا ہوں و کفی باللہ شہیدا کہ فقیر کے اعتراض زنہار زنہار! تعصب و نفسانیت پر مبنی نہیں، صرف دین حق کی حمایت اور اہل سنت کی خیر خواہی مقصود ہے، بغرض باطل یہ فقیر نالائق ننگ خلائق، نفسانیات

بھی کرتا ہے تو حضرت افضل العلماء تاج الفحول، محب رسول محمد عبد القادر[1] بدایونی کو معاذ اللہ نفسانیت پر کیا حامل تھا؟ فرض کرو کہ آپ ان کی صفات ملکیہ سے آگاہ نہیں، تو کیا استاذ المدرسین بقیۃ الماہرین جناب مولانا مولوی محمد لطف اللہ[2] صاحب کو بھی ندوہ سے تعصب و نفسانیت ہے؟ خدارا کسی ضدی عامی کو نہ سنئے، اپنے سچے خیر خواہوں کی بات پر کان رکھئے، چلئے یہ بھی مانا کہ یہ سب کسی کے خیال میں نفسانیت پر ہوں، مگر جو بات کہی گئی، اسے غور فرمالیجئے، اگر اس کے تسلیم میں دینی نفع اور انکار و اصرار میں مذہب حق کی سخت بدخواہی ہو، تو نفسانیت والے آپ کے بھلے کی ہی کہتے ہیں، اس پر کیوں کم نگاہی ہو؟

مولانا! بعنایت الٰہی صوفی آپ، عالم آپ، مناظر آپ، آپ کو کسی کے بتانے کی کیا حاجت؟ غالباً وہ خبر سماعی کہ بعض علمائے کرام نے مجھے حیدر آباد سے لکھی، ضرور حق ہوگی کہ مولانا، ناظم علیل تھے۔ یہ روئداد بعض کذا و کذا حضرات نے لکھی اور ان کی طرف منسوب ہوئی، جو مضامین دیگراں مندرج ہیں، ان پر بھی نظر تفصیلی کی مہلت نہ ملی۔ میں امید کرتا ہوں کہ غالباً ایسا ہی ہوگا۔ اب تمام کتب ندوہ مطبوعہ مفصلاً بالاستیعاب ملاحظہ ہوں، آپ پر خود عیاں ہو جائیگا کہ آشکار او نہاں کس کس قدر مخالفت شدیدہ مذہب سنت و ائمہ اہل سنت کی صریح توہین، نہ اصحاب بدعت کی خود مذاہب بدعت کی اعلانیہ مدح و تحسین۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، میں اختلاف عقائد ہے، وہ بھی اس حد پر کہ ایک

---

[1] مشہور عارف سیف اللہ المسلول حضرت مولانا حسین الحق فضل رسول بدایونی کے فرزند اصغر، علوم میں علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد ارشد، ظاہر و باطن کے جامع تھے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قصیدہ "چراغ انس" میں ان کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان کے مدارج و مراتب کو واشگاف کیا ہے، اصلاح مفاسد ندوۃ العلماء کے خواستگاروں کے قافلہ سالار و امام تھے۔ ۱۷/ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ ان کا سال وفات ہے، مرقد بدایوں میں ہے۔

[2] نامور صاحب تدریس عالم و صوفی، اپنے زمانے کے استاذ اور مرجع طلبہ تھے، مجلس ندوۃ العلماء کی صدارت آپ کے سپرد تھی، آخری زمانہ میں ندوہ کی دین بیزاری سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے تھے۔

عقیدے سے باقی تین پر کفر لازم، ان کے عقائد کی رو سے خیال کیا جائے، تو باہم اسلامی شرکت بھی نہ رہے، مذہب اہل سنت کچھ یقینی حق نہیں بلکہ رافضی، خارجی، ناصبی فلاں فلاں سب حق پر ہیں، سب ہدایت پر ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، سنیوں رافضیوں کے خلافی عقائد میں اہل سنت کا کوئی عقیدہ قطعی الثبوت نہیں۔ ابوبکر صدیق و عمر فاروق کا امام برحق ہونا یا جنتی ہونا درکنار، سرے سے ان کے مسلمان ہونے کا ہی ثبوت قطعی نہیں، نہ دیدار الٰہی قطعی الثبوت، نہ القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ قطعی الثبوت، نہ قرآن موجود کا محفوظ وتام مطابق ما انزل اللہ ہونا قطعی الثبوت، قرآن مجید، انگریزی، پنڈتائی، سب کچھ پڑھنے کی فضیلت میں اترا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفاعت سے ناچار ہوکر گناہ بخش دیتا ہے، الیٰ غیر ذالک من الضلالة الواضحة والکفریات الفاضحة۔

کیا معاذ اللہ! آپ سا فاضل، صوفی کامل، ایسی بدینوں گمراہیوں کو روا رکھتا ہے یا ایسی شرکتوں پر راضی ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلا! بحمد اللہ! مجھے اس وقت تک آپ کی طرف سے یاس نہیں۔

مولانا! خدارا انصاف! کیا ہندوستان سے علماء اہل سنت معاذ اللہ معدوم ہوگئے؟ کیا وہ ایسی باتوں کو پسند کرینگے؟ کیا وہ ان پر صریح ضلال ونکال کا حکم نہ دینگے؟ اور جب ایسا ہے۔ تو جبکہ باذن الملک العزیز الجبار جل جلالہ علماء حقانی کی یہ تحریرات چار طرف سے گھنگور بادلوں کی طرح اٹدتی، گرجتی حق کی بجلیاں چمکاتی آئیں، تو ملاحظہ ہو کہ اس سے خرمن ندوہ پر کس اثر کی امید ہے؟ ذرا مصلحت بینی وعاقبت اندیشی کا پہلو لئے ہوئے، مولانا! اس سے تو شاید یہی بہتر ہے کہ ندوہ اس کا موقع ہی نہ آنے دے۔ خدارا انصاف! مصلحت کس طرف ہے؟

پر ظاہر کہ ندوہ بعد خلاف علمائے اہل سنت نام ندوۃ العلماء کا تو مستحق ہونے سے رہا۔ ہاں کوئی آزادی کا جلسہ بنکر رہے۔ جسے نیچری صاحبوں نے (جنہیں آپ اپنے عنایت ناموں میں بے

دین فرمارہے ہیں اور فی الواقع وہ بے دین ہیں۔۔ مگر مضامین ندوہ میں انہیں نامور اہل الرائے مسلمان چھاپا گیا ہے) کھول کر کہہ دیا ہم جو کام مدت سے کر رہے ہیں اور صرف چند شخص اپنے ہم خیال ہم داستان کر پائے ہیں، اب ندوہ سے امید پڑتی ہے کہ اسے پورا کرے گا اور لطف یہ کہ اس پوری ہجی ہوئی ہجو ملیح کو ندوہ کی مدح شیریں سمجھ کر مضامین ندوہ میں نقل فرمالیا گیا۔

مولانا! افسوس ہے کہ آپ فرماتے ہیں یہ امور تحریروں سے حل نہیں ہو سکتے، کرم فرمایا! تحریر نے کیا قصور کیا؟ اور یونہی سہی، تو مباحثہ نہ کیجئے مجادلہ نہ کیجئے ،صرف حق کا سمجھنا اور سمجھانا ہے، وہ غور کیجئے، تو ابھی کھلا جاتا ہے، نہ تحریر کی ضرورت، نہ تقریر کی حاجت۔ آپ کا خیر خواہ نیاز مند صرف اتنا چاہتا ہے کہ کسی طرح آپ اعمال نظر و استعمال فکر فرمائیں، سوالات مرسلہ کا جواب نہ دینا سہی، اب مختصر سوال حاضر کرتا ہے اور ملک جبار جل جلالہ کے کلام سے دو آیتیں یاد دلا کر بواپسی ڈاک ان کا جواب مانگتا ہوں، آپ عالم ہیں، کتمان علم و شریعت نہ فرمائیں گے، آپ ان معاملات سے آگاہ ہیں، اخفائے شہادت نہ فرمائنگے اور اس کا جواب بھی نہ عطا ہو، تو مولانا! یہ آپ کا نیاز مند حق خیر خواہی ادا کر چکا، آپ فرماتے ہیں "زبانی ہم اور آپ بیٹھ کر صاف کرلین گے" مولانا! خدا جانے وہ صاف کرنے کا دن کونسا آئے گا، پیش از انعقاد جلسہ طے ہونا لازم ہے، نجاست میں اختلاف ہے، کھانے سے پہلے سمجھ لینا چاہئے یا کھا کر سوچ لیں گے کہ پاک تھا یا ناپاک؟

مولانا! اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنے پاک دل، صاف طینت کو کام میں لائیں۔ فقیر کے اس نیاز نامہ اور اس طلب شہادت و طلب حکم شریعت کا جواب جلد عطا فرمائیں۔ وباللہ التوفیق

آخر میں بفضلہٖ تعالیٰ بحثیت ایک سنی فاضل ہونے کے آپ کو یہ اعلیٰ مبارک باد دیتا ہوں کہ حضرت مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب نے ندوہ کے خلاف پر مہر فرمادی والحمد للہ رب العٰلمین۔

اس نیاز نامہ کے جواب کا انتظار رہے گا، اگر ہنوز روز اول تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ

پہلے وہ مبارک مہر ہی چھپ کر ارسال خدمت ہو۔ پرچہ استشہاد و استفتاء اس غرض سے جداگانہ حاضر کہ بعد ثبت شہادت و فتویٰ مزین بمہر و دستخط شریف فرما کر واپس عنایت ہو۔ زیادہ نیاز۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۵ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

(۴)

از بریلی

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا ذالحسنات زید شرفکم

بعد اتحاف تحفۂ سنیہ سنیہ ملتمس! سامی نامہ سرمۂ چشم انتظار ہوا۔ مولانا! بکمال ادب چند عرض بے غرض محض بغرض تحقیق حق کی اجازت مانگتا ہوں، للہ! بے جا جدال و خصام یا کسی نا ملائم مرام پر حمل نہ فرمائیں۔ میں آپ دونوں ذرا قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھالیجئے بل کر دعا کریں کہ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین۔

مولانا! سب سے پہلی گزارش طلب جواب سوالات ہے، اللہ و رسول و دین اسلام کا واسطہ یاد دلا چکا، اللہ عزوجل کے کلام پاک سے آیتیں سنا چکا۔ ان کے علاوہ آپ خود ہی جو روئیداد سال دوم میں فرما چکے ہیں کہ جواب نہ دیا جائے، تو عام طور سے لوگوں کو ندوہ کے طرف سے بد دلی ہوگی۔ بہت غیر مناسب ہے کہ لوگ کسی امر کی ہدایت چاہیں اور نہ کی جائے، قطع نظر بدنمائی و بد دلی کے مواخذہ اخروی کا بھی خوف ہے"

مولانا! مقاصد سوالات، تو ظاہر باہر تھے کہ بہت باتیں تحریراً و تقریراً صریح مخالف اہل سنت، بلکہ بعض مباین نفس ملت شائع کی گئیں، جابجا عقائد اہل سنت کی توہین و تہجین، اصحاب بدعت کی مدح

وتمکین خود اہوائے بدعت کی تخفیف وتہوین بلکہ صراحۃً ان سب کی تحسین وتزئین، پھر یہی نہیں کہ چند نفر مبتدعین رکن رکین بلکہ اعلانیہ عامہ مسلمین کو تاکید متین کہ گمراہوں سے مل کر ایک ہو جانا فرض مبین، یہاں تک کہ یہ نہیں تو ایمان ہی نہیں۔ خدارا! اگر یہ سنیوں کا جلسہ ہے، تو مذاہب اہل سنت یوں کند چھریوں سے کیوں ذبح کیا جاتا ہے اور اگر لوگوں کا مجمع ہے، تو علمائے اہل سنت کا نام لے کر سنی بیچاروں کو کیوں مغالطہ دیا جاتا ہے؟

افسوس آپ نے سوالات پر غور نہ فرمایا کہ مقصد اسئلہ خیال نہ آیا۔ مولانا! الحمدللہ! آپ اقرار فرماتے ہیں کہ آپ کو تسلیم امر واقعی میں عذر نہ ہوگا۔ جناباً! یہی تو جب سے عرض کیا گیا کہ امور واقعیہ تسلیم فرمالیجئے۔ جو نا واقعی سمجھے، وجہ بتادیجئے، پھر خدا جانے یہ قوت فعل اور یہ استقبال حال کب تک ہو۔

مولانا! وہ انفار مشخصہ، جنہیں آپ بری سمجھے یا ان کی برأت کے امیدوار ہوئے۔ اگر سوالات فکر سامی میں آئے، تو بجائے امید برأت ان سے برأت فرماتے۔ مولانا! آپ نے عذر اعتراضات میں قاعدہ مسلمہ فقہیہ "الضرورات تبیح المحظورات" پیش کیا، الحمدللہ کہ ان باتوں کا حرام ممنوع ہونا تو تسلیم فرمالیا۔ رہا ضرورت کا حصول اور یہاں اس کا حد تحلیل حرام تک وصول، اس کا بار ثبوت آپ پر رہا۔ ورنہ تحلیل کا کلیہ مرسلہ حقا باطلہ وحقیقۃ مہملہ کرنا مقلد رکن کے رکون. تقلید سے روداد دوم میں ارشاد فرمایا اور اس کی بناء پر حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ چاروں گروہ اہلسنت پر ایک دوسرے کے عقائد سے کفر لازم بتایا، جب حضرات ائمہ اربعہ پر اوروں کے محرمات اجتہادیہ کو اپنے اجتہاد میں حلال جاننے سے معاذ اللہ لزوم کفر رہا۔ تو خود ان امور کو حرام ومحذور مان کر کسی عذر بے دلیل پر اپنے لئے حلال کر لینے سے التزام کفر رہا، تو خود ان امور کو حرام محضور مان کر کسی عذر بے دلیل پر اپنے لئے حلال کر لینے سے التزام کفر یا کم از کم لزوم ہی نہ عائد ہوگا۔

مولانا! شاید وہ ضرورت و مجبوری حد اکراہ شرعی میں پوری کہ اجزاء و اشاعت کلمات کفریہ کو بھی روا جانا۔ رہا، قلبہ مطمئن، اس کا خدا داتا۔ مولانا احکام محکمہ خدا و رسول نہ ممکن الزوال نہ تغیر معقول، یہ عرف و مصالح حاضرہ کے فروع نہیں، جن میں تنوع افتائے قدماء و متاخرین، کاش! سوالات پر نظر فرماتے، تو انہیں میں ان کا جواب شافی پاتے۔

مولانا! آپ ظاہر فرماتے ہیں کہ بدمذہبوں کی شرکت کرنے میں آپ نے تقیہ کیا ہے، میں نہیں جانتا کہ یہاں تقیہ کا کیا محل یا سنی کو اس تقیہ شقیہ سے علاقہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو چند روز صحبت نے علماء پر تو یہاں تک اثر کیا، عوام بیچاروں کا کیا کہنا ؟

مولانا! تقیہ سہی! مگر اس کی خبر تو اپنے دل ہی تک رہی، عام عوام کو جو تمام ضالین سے اتفاق، اتحاد کے احکام جارہے ہیں۔ وہ بیچارے کیا جانیں کہ یہ احکام خلاف باطن و مخالف شریعت اور وہ اقوال منافی اہل سنت، بر بنائے مصلحت تقیہ کی بدولت آرہے ہیں، مجھے فرمادیا تقیہ کیا ہے، عام سے کہنے کی صورت کیا ہے؟ اعلان ہو تو تقیہ کہاں؟ نہ ہو، تو عوام میں مذہب کا تقیہ کہاں؟

مولانا! جو طریق عمل یعنی اعراض و اغماض آپ مفید بتاتے اور اس بناپر عامہ متکلمین اہل سنت، سلف سے شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہم علماء تک سب کو خاطی و ناعاقبت اندیش بتاتے ہیں۔ افسوس کہ آپ کے یہاں رکن رکین مشیر وبانی پروفیسر علی گڑھ کالج جناب شمس العلماء نعمانی اسے محض ناکافی فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو مضمون ثالث مضامین اربعہ) اور ہاں! ایک انہیں پر کیا؟ آپ اور تمام مقررین ندوہ باہتمام تام ردکفرہ کی طرف بلا رہے ہیں، کیا ان کوششوں سے انہیں ضد نہ چڑھے گی؟ ہٹ نہ بڑھے گی؟ یہ اگر ضد کے باعث اور زیادہ اشاعت بدعت پر کمر باندھیں گے وہ اشاعت کفر پر کس کر باندھیں گے، ان میں کون بدتر ہے؟ ہاں! یہ کہئے کہ مسلمانوں پر اس کا کم ضرر ہے کہ کافر کی بات مسلمان کے کان میں بے اثر ہے، ہاں! اب راہ پر آگئے اور قاعدہ اہم فالاہم کے معنی سمجھ لئے،

واقعی رد اہل بدعت ہی اہم واکد اور اس کی ضرورت اتم واشد اور نہ سہی تا ہم ذرا فہم کی جانب لیے ہوئے، قاعدہ بے محل اجراء ہو رہا ہے، رد کفار و رد بدعت میں تضاد ہی کیا؟ جب دونوں ایک ساتھ ممکن، بلکہ برابر واقع تو اہم کے لئے مہم کو چھوڑنا تو ہم ضائع۔

مولانا! الحمدللہ! آپ ان ارشادات جناب مجددیت مآب کو بہت بجا اور درست بتاتے ہیں اور واقعی ایسا ہی ہے۔ مگر خدارا انصاف! وہ مقصد و اتفاق تو یہیں سے رخصت پا گیا۔ اللہ اکبر! جن کی نری صحبت سو کافروں کی صحبت سے زیادہ دین حق کو ضرر رساں معاذ اللہ ان سے اتحاد منانے، ایک ہو جانے کے ضرر اشد و اخبث کا ٹھکانہ کہاں؟

مولانا! کلام مذکور میں لفظ صحبت ہے، صحبت کی تقسیم طول و قصر سے آپ نے بھی سنی، پھر یہ رہنا رکھنا، کس لفظ کے معنی؟ یوں بھی سہی! تو آپ ہر جگہ مورد ایراد، سال میں تین چند تفریعین سے اپنی صحبت رکھنے ہی کو ٹھہراتے اور جواب میں خلق، مروت، تقیہ بتاتے ہیں، اس اتحاد و اتفاق کا ضرر کس پر پڑے گا۔ جو اعدا کے ناولوں کا ہیرو رہا ہے، جو اعظم مقاصد ندوہ بنا ہے۔ جس کے بغیر نمازیں مردود، روزے اکارت، نماز و روزہ درکنار، ایمان ندارد، تو وہ اس رہنے رکھنے، سب سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے للہ انصاف! جناب مجدد کا فرمانا کیا ٹھیک جما ہے، دیکھئے نا! یہ مذہبی مضرتیں، یہ دینی فضیحتیں کہ خود سنیوں کے قلم رد سنیت لکھیں، انہیں صحبتوں کا پہلا نتیجہ ہے، کسی کافر کی صحبت سے بھی یہ گل کھلا ہے؟ اور ہنوز ابتدائے عشق ہے، ابھی تو الا یا ایها الساقی ہی پڑھا ہے۔

مولانا! گمراہوں کے سب و شتم سے تحفظ کو قرآن عظیم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے معظمین کو گالی نہ دینا معاذ اللہ! یہ فرمایا کہ ان سے مل کر ایک ہو جاؤ، غیرت اٹھاؤ، مذہبی راہ سے اختلاط رکھو، اتفاق کرو، یک رنگی و الحاد کا دم بھرو، مذاہب باطلہ کی تحسینیں ہوئے، عقاعد اہل حق کی توہینیں ہوئے فضیحت کن نزاع تو جاتی رہی۔ اگر چہ دین و مذہب کے تج دینے ہی سے۔

جنگ اغیار راز سر بنہد   یار را کشتہ زیں خطر برہید

مولانا! بسعی ندوہ ایک آروی[1] صاحب کا اپنے عقاعد باطلہ سے دست بردار ہونا اور ہزاروں کے مجمع میں توبہ کرنا، جسے بار بار اپنے خطوط میں تفاخراً لکھتے اور یہاں بھی تجربے سے اسی طرف اشارہ کرتے ہیں، ذی علم سنی سلمہ اللہ نے اس کا شافی جواب گزارش کر دیا تھا اور نقل عبارت اقرار نامہ میں جو قطع الفاظ وتحفظ واحتفاظ کو کام فرمایا گیا۔ اس کی طرف بھی بنہایت خوش اسلوبی ومراعات ادب کا اشارہ کیا تھا۔ مگر افسوس! کہ آپ نے اس پر بھی لحاظ نہ فرمایا، ذرا اسی خط پر نگاہ انصاف ہو کہ دعوی بالعکس کا غبار صاف ہو۔

مولانا! آپ فرماتے ہیں کہ یہ میرا مقصد نہیں ہے کہ موقع پر احقاق حق نہ کیا جائے، اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ مگر تقریر متعلق دارالافتاء تو کچھ اور سناتی ہے۔ مسائل نکاح وطلاق کا جواب نہ دیے جانے پر وہ کچھ فرمایا کہ گزرا اور نیز ارشاد ہوا "جب کوئی صاحب مسئلہ دریافت کریں اور انہیں جواب نہ ملے یا اتنی دیر ہو کہ مایوس ہو جائیں یا وقت ٹل جائے، تو ان کے لئے دریافت نہ کرنے اور جو جی میں آئے، عمل کرنے کا بہت بڑا حیلہ ہے۔ یہ حالت عوام کو کس قدر بے توجہی و مطلق نا انصافی کا باعث ہو سکتی ہے"۔ مگر نزاعیہ مسائل اہل حق وباطل کی نوبت آئی، مطلقاً مذاہب کی وصیت فرمائی کہ ان کے جواب سے سکوت رہے، اب نہ بدنمائی کلام کا الزام، نہ بولی عوام، نہ مذہب میں مطلق العنانی ہو جانے کی پرواہ، نہ خوف مواخذہ آخرت گزرا فانا للہ ثم انا اللہ!

مولانا! دینی امر میں کسی عالم سے خط وکتابت مجھے نہیں معلوم، کس حد تک کی معصیت اور آپ کے فیصلہ کو اس پر تقدم کی کونسی ضرورت؟ حالانکہ وہ فیصلہ بھی ہو لیا تھا۔ یعنی سکوت اور نظر ثانی میں

---

[1] مولانا محمد ابراہیم آروری، غیر مقلدوں کے بڑے عالم تھے، انہوں نے ندوی علماء کی تحریک پر احناف پر تشریک وطعن کرنے سے توبہ کی تھی جسے بعد میں شائع بھی کر دیا گیا تھا، فاضل بریلوی نے ان کے پرفریب توبہ نامہ کی طرف مولانا مونگیری کی توجہ مبذول کرائی ہے۔

کیا ہونا تھا؟ وہی سکوت، آخر دیکھئے نا، یہ فیصلہ ثانی، اس کا بین ثبوت، پھر وہ لکھنا بھی آپ کی خیر خواہی پر مبنی تھا کہ شاید انہیں کا سمجھانا موثر ہوتا۔

مولانا! جناب کا جبروتی دعویٰ کہ یاد رکھ، تجھے نقصان پہنچے گا۔ اس کی نسبت کچھ عرض کرنے کی حاجت کیا ہے؟ میں نے ایک رب وحدہ لاشریک لہ عزوجل وتبارک وتعالیٰ کو مالک نفع وضرر جان لیا ہے، وہ مجھے ضرر دینا نہ چاہے، تو کسی کے کہے سے کیا ہو سکتا ہے؟

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا علیہ توکلنا والحمد للہ رب العلمین۔

ہاں! مجھ ہی کو سہو ہوا۔ آپ کے لفظ یہ ہیں کہ "تو نقصان اٹھائے گا" الحمد للہ میری بھی تمنا یہی ہے کہ جتنے بھی نقصان ہیں، سب اٹھا دوں، اے میرے رب میری مدد فرما! آمین۔ مولانا! بحمد اللہ تعالیٰ! میں حق پر ہوں اور حق اپنے متبع سے جدا نہیں ہوتا، پھر اوروں کی جدائی کی کیا پرواہ؟ آپ نے حدیث سنی ہوگی کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں: رحم اللہ عمر ترکہ الحق مالہ من صدیق (اللہ عمر پر رحم کرے اسے حق نے اس حال ہی چھوڑا کہ اس کا کوئی یار نہیں) طلب الحق غربۃ۔

ع ما در دو جہاں غیر خدا یار نداریم

اگر بجرم اتباع حق کوئی صاحب علیحدہ ہوں، افسوس ہوگا، مگر ان کا کہ کیوں حق سے جدا ہوئے، نہ اس کا کہ کیوں مجھ سے خفا ہوئے؟ کیا حمایت سنت سے علمائے اہل سنت علیحدہ ہو جائیں گے؟ یہ آپ کا خیال ہے، بلکہ بشرط وصف اس کا سلب ضروری اور صدق محال ہے، اور جو سنی نہیں، ان کی جدائی سے کیا ڈرائے، ان کی نسبت تو عرض ہی کر رہا ہوں کہ "دور ہٹا ہے" الگ ہو جائے، کیا محمد ﷺ نے نہ فرمایا: ایا کم وایا ھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم معلوم نہیں کہ آپ ترک امتثال وحکم محکم حضور پرنور سید عالم ﷺ میں کیا عذر رکھتے ہیں، الٰہی توفیق باد و رفیق باد بحرمۃ محمد سید الاسیاد وصحبہ الھداۃ الامجاد علیہ وعلیہم صلوات الجواد آمین۔

خیر یہ تو طالب علم کی آن تھی کہ آپ نے جو فرمایا۔ اس کا ضروری واجمالی جواب حاضر لایا کیلا یطل بالسوید ار جا لا اوان من نادی السنه علی السنة مجالا ۔ اب پھر اصل مطلب عرض کروں فان النھایة ھی الرجوع الی البدایه

مولانا! آپ کے بچے نیاز مند کو ہر گز یہ یقین نہ تھا کہ باوصف یاد دہانی آیات قرآنی واحکام ربانی ان محدود سوالوں کے جواب سے بھی پہلو تہی فرمائی جائیگی۔ میں پھر دست بستہ ہزار منتوں کے ساتھ کتاب اللہ وکتاب الرسول یاد دلاتا اور ستر ۷۰ سوالوں کے جواب اور جملہ اراکین اور ان آٹھ کا فوری جواب آپ جیسے عالم مکین سے مانگتا ہوں۔ خدارا انصافی نگاہ سے جواب دیں۔ تو دیکھئے ان شاء اللہ تعالیٰ حق ابھی کھل جائے گا۔ جب تک سوالوں پر غور نہیں، شب درمیان ہے، ان پر نظر ہوتے ہی وہ دیکھئے، آفتاب حق روشن وعیاں ہے۔

مولانا! یہ طلب جواب میں تیسرا عریضہ ہے اور ابلاء اعذار تین پر انتہا ہے، اگر اس پر جواب عطا ہوں۔ زہے نصیب ورنہ صرف اسی قدر اطلاع تحریر فرمادیں کہ جواب دیں گے یا جواب فضول یا اور جو عبارات اسی معنی کے تادیہ میں آپ کو مقبول۔ اس سے زائد جواب سے خارج، بالائی باتوں سے معافی ماسول اور انہیں محض ناقابل التفات ونامستحق لحاظ سمجھنے کی اجازت مسئول۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین . آمین آمین یا خیر الراحمین . وصلی اللہ علیٰ سیدالھادین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آو الحمدللہ رب العالمین .[1]

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۵ ر رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

---

[1] (مولانا مونگیری کے نام تینوں خطوط "مراسلات ندوہ" مطبوعہ بریلی سے ماخوذ ہیں)

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب اعظمی مدرسہ محمدیہ، قریب دروازہ دبیر پورہ، حیدر آباد، دکن

(۱)

از بریلی

۱۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: وهی مثلین بعد فئ الزوال ہے اور وہی احوط، وہی اصح، وہی من حیث الدلیل ارجح، اسی پر اجماع واطباق، جملہ متون متین وہی مختار اور مرضی جمہور محققین شارحین، اسی پر افتائے اکثر کبرائے ائمہ مفتیین، امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں۔ اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خاملہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کب ہوئیں۔ بلکہ قول ایک مثل ہی مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح به فی البحر الخيرية وردالمحتار وغير ها ! ان كل ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه [1] هذا ولكل وجهة هو موليها فا ستبقوا الخيرات [2] وقلنا لله تعالىٰ لها وتقبلها منا بالكرام و الله سبحانه تعالىٰ.

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور، ۵/۱۳۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[1] ردمحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰

[2] القرآن سورۃ البقرۃ ۲/۱۴۸

حضرت مولانا عبدالرسول محب احمد صاحب مدرسہ قادریہ مولوی محلہ، بدایوں، یوپی

از بریلی (۱)

۲۳/ جمادی الاولی ۱۳۱۰ھ

مولانا المکرم اکرمکم الاکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب جناب حق صواب ست فی الواقع درصورت مستفسرہ بکر عصبہ زید و مستحق باقی ودرقول ور جزء وجدہ داخل است کہ در فرائض بلکہ ہمہ ابواب فقہیہ از جدہمیں پدر پدر یا جد قریب پدر مردانہ باشد بلکہ از نسبت پدر جملہ ذکور کہ درنسبت بایشاں زن نیا بدبـذلک عـرفـوه قـاطبة و هو المراد حيث اطلق ۔صاحب سراجیہ درہمیں بیاں تقسیم عصبات فرمودثم الجد ای اب الاب وان علی خوددرہمیں عبارت درمختار است ثم الجد الصحیح وهو اب الاب وان علا . درشریفیہ است: وهو الذی لا یدخل فی نسبته الی المیت ام کاب الاب وان علا.

درزبدۃ الفرائض ست یعنی اب الاب ہر چند بالا رود مسئلہ واضح است وشک درآں ازہیچ ذی علم معقول نے تاہم نص جزئیہ خاصہ بشنوید درزبدہ است عصبہ بنفسہ چارقسم ست (الی قولہ) چہارم جز جدمیت مانند عم اعیانی وعلاتی وابنائے ایشاں ہر چند بالا و پایاں روند۔ ہمدرد انست بعد ازاں جزء میت یعنی عمام روند بعد جزء جداب میت یعنی اعمال اب او بعد ازاں ابنائے ایشاں ہر چند پایاں روند بعد ازاں اعمام جدمیت وابنائے ایشاں ہر چند بالا پایاں روند تا غیر نہایت۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع ممبئی ۱۰/۳۴۲)

حضرت مولانا عمر الدین صاحب مسجد قصابان، کرافٹ مارکیٹ، ممبئی

(۱)

از بریلی

۲۹ر شعبان ۱۳۳۱ھ

مولانا المبجل المکرم المفخم جعلہ سبحانہ وتعالیٰ کاسمہ عمر الدین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"مجمع البرکات" مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ اگر یہ عبارت اس کے کسی نسخہ صحیحہ میں ہو، تو اس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا۔ نہ نماز فقہی کا کہ ادائے فرض ودفع کبیرہ ترک کے لئے باذنہ تعالیٰ کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عمل قلیل بھی نہیں، کثیر درکنار، تو فساد نماز فقہی ناممکن ہے۔ ہاں! نماز قلبی تذلیل وتضرع وتخشع ہے۔ کمافی الحدیث، اور یہ امر نوع تجبر پر دال ہے۔ لہذا اس میں مخل ہوسکتا ہے۔ اگر اس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو، تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے۔ ورنہ مفسد کی صورت ہے۔ لہذا احتراز درکار ہے۔ پنکھا کہ کل کے ذریعے سے چلے۔ اگر اس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبو چیزیں ہوں۔ تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لیجانا حرام ہے۔ ورنہ کم از کم ناپسند وخلاف مصالح ہے۔ پنکھے کا مسئلہ فتوائے فقیر میں بہت مفصل ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ ۷/۲۵۴ طبع لاہور)

مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالاحد صاحب پیلی بھیت یوپی

از بریلی (۱)

مولانا سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمانہ ممتد گزرا، فقیر نے اپنے صغر سن میں اس شعر کی بحث مولوی امام بخش صہبائی کے کسی رسالہ میں دیکھی تھی۔ اتنا یاد ہے کہ انہوں نے متعدد مطالب لکھے تھے اور یہ بھی یاد ہے کہ اس وقت وہ مطالب کچھ پسند نہ آئے تھے اور خود فقیر نے شعر کے تین مطالب بتائے تھے۔ اب نہ صہبائی کے مطالب خیال میں ہیں، نہ یہی یاد ہے کہ میں نے کیا بتائے تھے۔ مگر اس وقت جو نظر کی اب بھی نگاہ اولین میں تین ہی مطالب ذہن میں آئے، عجب نہیں کہ یہ وہی مطالب ہوں، جو اس وقت فکر میں آئے تھے یا غیر ہوں۔

شاعر ارباب تمکین سے نہیں۔ جو ایک حال پر مقیم ومستقر رہیں۔ بلکہ اصحاب تلوین سے ہے۔ جن پر واردات مختلفہ مقتضی قضایائے مختلفہ وارد ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ان احوال سے گوناگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے "میخواہم" تو ظاہر ہے کہ عشق میں اہل ہدایت کی یہی حالت ہوتی ہے۔ وہ اپنی خواہش کے پابند ہوتے ہیں اور ان کی خواہش یہی ہے کہ وہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں اور "نمی خواہم" تین مقامات مختلفہ سے ناشی ہے۔ جن میں ایک دوسرے سے اعلیٰ ہیں۔

مقام اول: ادنیٰ مقام جوشش رشک وعشق ہے۔ یعنی دل کی خواہش تو یہی ہے کہ حبیب بے خلش رقیب جلوہ گر ہو۔ مگر حبیب ورقیب شدت مصاحبت سے متلازم ہیں کہ ایک کا دیکھنا، دوسرے کے دیکھنے اور ایک کا نہ دیکھنا دوسرے کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ نظر برآں جب رشک جوش کرتا ہے۔ حبیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کی رویت بے رویت رقیب نہ ہوگی اور رویت رقیب ہرگز منظور نہیں اور جب عشق جوش زن ہوتا ہے، رقیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کا نہ دیکھنا حبیب کے نہ دیکھنے کو

مستلزم ہوگا اور دیدار حبیب سے محرومی گوارا نہیں۔

مقام دوم: مقام فنائے ارادہ در ارادۂ محبوب یعنی خواہش دل تو وہی کہ حبیب بے رقیب متجلی ہو۔ مگر حبیب کا ارادہ اس کا عکس ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں اور رقیب کو دیکھوں کہ غیظ پاؤں اور مراد نہ پاؤں۔ جب فنائے ارادہ فی ارادۃ الحبیب کا مقام وارد ہوتا ہے۔ میں اپنی اس خواہش دلی سے درگزر کرتا ہوں۔

میل من سوئے وصال وقصد او سوئے فراق — ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب — کہ حیف باشد از وغیرہ او تمنائے

مقام سوم: اعلیٰ فنائی المحبوب کہ خود اپنی ذات ہی باقی نہ رہی، غیر و اضافات نسبت و تعلقات کہاں سے آئیں۔ رقیب کا غیر ہونا ظاہر اور رویت حبیب کا تصور بھی تصور غیر ہے کہ رویت تین چیزوں کو چاہتی ہے۔ رائی و مرئی اور وہ تعلق کہ ان دونوں میں ہو۔ بلکہ حبیب کو حبیب جاننا بھی بے قصور نفس ممکن نہیں کہ حبیب وہ جس سے محبت ہو اور محبت کو ہر دو حاشیہ محبّ و محبوب و اضافت بینہما کے چارہ نہیں۔ جب میں فنائی المحبوب ہوں، تو رقیب و حبیب و رویت و عدم رویت کون سمجھے اور ارادہ و خواست کدھر سے آئے۔ لازم اس وقت ان میں سے کچھ خواہش نہیں رہتی۔

اللھم ارزقنا ھذا المقام فی رضاک وصل وسلم وبارک علی مصطفاک والہ واولیائہ، وکل من والاک. آمین.

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(ماخوذ از ماہنامہ "الرضا" بریلی یکم ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ جلد ۲ ص ۱۸-۱۹)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بریلوی (رنگون)

(۱)

از بریلی

۴؍ جمادی الآخر ۱۳۰۶ھ

برادر عزیز مولانا عبدالعزیز سلمہ العزیز عن کل رجیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط آیا خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دست شفا بخشے اور جفاو شقا سے محفوظ رکھے۔ برادم! تم طبیب ہو، میں اس فن سے محفوظ۔ مگر وہ دلی محبت، جو مجھے تمہارے ساتھ ہے، مجبور کرتی ہے کہ چند حرف تمہارے گوش زد کروں۔

(۱) جان برادر۔ مشکل ترین امور ہنگام استخراج احکام جزئیہ میں۔ جیسے فقہ وطب، جس طرح فقہ میں صدہا حوادث ایسے پیش آتے ہیں۔ جو کتب میں نہیں اور ان میں حکم لگانا ایک سخت ودشوار گزار پہاڑ کا عبور کرنا ہے۔ جس میں بڑے بڑے ٹھوکریں کھاتے ہیں، بعینہ یہی حال طب کا ہے۔ بلکہ اس سے بھی نازک تر، بالکل بے دیکھی چیز پر حکم کرنا ہے۔ پھر اگر آدمی قابلیت تامہ نہیں رکھتا اور برائے خود کچھ کر بیٹھا۔ اگر چہ اتفاق سے ٹھیک بھی اتری، گناہگار ہوگا۔ جس طرح تفسیر قرآن کے بارے میں ارشاد ہوا۔ من قال فی قرآن برائه فا صاب فقد اخطا جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور ٹھیک ہی کہے، جب بھی خطا کی۔

یوں ہی حدیث شریف میں فرمایا۔ من تطیب ولم یعلم منه طب فهو ضامن۔ جو طب کرنے بیٹھا اور اس کا طبیب ہونا معلوم ہوا اس پر تاوان ہے۔ یعنی اس کے علاج سے کوئی بگڑ جائے گا۔ تو اس کا خون بہا اس کی گردن پر ہوگا۔ گرچہ کسی استاذ شفیق نے تمہیں مجاز وماذون کر دیا۔ مگر میری رائے میں تم ہرگز ہرگز ہنوز مستقل تنہا گوارا نہ کرو اور جب تک ممکن ہو۔ مطب دیکھتے اور اصلاحیں لیتے رہو۔ میں نہیں کہتا کہ جداگانہ معالجہ کے لئے نہ بیٹھو۔ بیٹھو، مگر اپنی رائے کو ہرگز رائے نہ سمجھو اور

ذرا ذرا میں اساتذہ سے استعانت لو۔

(۲) رائے لینے میں کسی چھوٹے بڑے سے عار نہ کرو۔کوئی علم (میں) کامل نہیں ہوتا، جب تک آدمی بعد فراغ درس جس دن اپنے آپ کو عالم مستقل جانا، اسی دن اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔

(۳) کبھی محض تجربہ پر بے تشخیص حادثہ خاص اعتماد نہ کرو۔اختلاف فصل، اختلاف بلد، اختلاف عمر، اختلاف مزاج، وغیرہا بہت باتوں سے علاج مختلف ہو جاتا ہے۔ایک نسخہ ایک مریض کے لئے ایک فصل میں صدہا بار مجرب ہو چکا، کچھ ضرور نہیں کہ دوسری فصل میں بھی کام دے۔ بلکہ ممکن کہ ضرر پہنچائے وعلی هذا اختلاف البلاد والاعمار وامزجه وغیرها۔

(۴) مرض کبھی مرکب ہوتا ہے۔ممکن کہ ایک نسخہ ایک مرض کے لئے تم نے فصول مختلفہ، بلاد متعددہ، واعمار متفاوتہ، وامزجہ متبائنہ میں تجربہ کیا اور ہمیشہ ٹھیک اترا۔مگر وہ مرض ساذج تھا یا کسی ایسے مریض کے ساتھ، جسے یہ مضر نہ تھا، اب جس شخص کو دے رہے ہو، اس میں ایسے مرض سے مرکب ہو، جس کے خلاف تو ضرر دیگا اور وہ تجربہ صد سالہ لغو ہو جائیگا۔

(۵) ابھی ابتدائے امر ہے۔کبھی بعض دلالات پر مدار تشخیص نہ کہو۔مثلا صرف نبض یا مجرد تفسرہ یا محض استماع حال پر قناعت نہ کیا۔تو کیا ممکن نہیں کہ نبض دیکھ کر ایک بات تمہاری سمجھ میں آئے اور جب قارورہ دیکھو۔رائے بدل جائے۔تو بالضرور حتی الامکان بطرف تشخیص کو عمل میں لاؤ اور ہر وقت اپنی علم وفہم وحول وقوت سے بری ہو کر اللہ تعالٰی کی جناب میں التجا کرو کہ القائے حق فرمائے۔یہی مجرب شفا ہوتے ہیں۔

(۶) کبھی کیسے ہی ہلکے سے ہلکے مرض کو آسان نہ سمجھو اور اس کی تشخیص ومعالجہ میں سہل انگاری نہ کرو۔

ع دشمن نہ تواں حقیر و بے چارہ شمرد

ہوسکتا ہے کہ تم نے بادی النظر میں سہل سمجھ کر جہد تام نہ کیا اور وہ باعث غلطی تشخیص ہوا۔ جس نے سہل کو دشوار کر دیا۔ یا فی الواقع اسی وقت ایک مرض عسیر تھا اور تم قلت تحقیق سے آسان سمجھ لئے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ دق سا دشوار مرض والعیاذ باللہ تعالیٰ اول اتنا سہل معلوم ہوتا ہے۔

(۷) مریض یا اس کے تیمادار جس قدر حال بیان کرے۔ کبھی اس پر قناعت نہ کرو۔ ان کے بیان میں بہت باتیں رہ جاتی ہیں۔ جنہیں وہ نقصان نہیں سمجھتے یا ان کے خیال اس طرف نہیں جاتے۔ ممکن کہ وہ سب بیان میں آئے۔ صورت واقعہ دگرگوں معلوم ہو، میں نے مسائل میں صدہا آزمایا ہے کہ سائل نے تقریراً یا تحریراً جو کچھ بیان کیا۔ اس کا حکم کچھ اور تھا۔ جب تفتیش کر کے تمام مالہ وما علیہ اس سے پوچھے گئے، اب حکم بدل گیا۔ بہت مواقع پر ہم لوگوں کو رخصت ہے کہ مجرد بیان مسائل پر فتویٰ دیدے۔ مگر طبیب کو ہرگز اجازت نہیں کہ بے تشخیص کامل زبان کھولے۔

(۸) تمام اطباء کا معمول ہے۔ الا من شاء اللہ کہ نسخہ لکھا اور حوالہ کیا، ترکیب استعمال زبان سے ارشاد نہیں ہوتی۔ بہت مریض جہلاء زمانہ ہوتے ہیں کہ آپ کا لکھا ہوا نہ پڑھ سکیں گے۔ طبیب صاحب کو اعتماد یہ ہے کہ عطار بتا دے گا۔ عطار کی وہ حالت ہے کہ مزاج نہیں ملتے اور ہجوم مرض سے اس بچارے کے خود حواس گم ہے۔ اس جلدی میں انہوں نے آدھی چہارم بات کہی اور دام سیدھے کئے اور رخصت۔ بارہا دکھا گیا ہے کہ غلط استعمال سے مریض کو مضرتیں پہنچ گئیں۔ لہذا بہت ضروری ہے کہ تمام ترکیب دوا و طریقہ اصلاح و استعمال خوب سمجھا کر سمجھ کر ہر مریض سے بیان کرے۔ خصوصاً جہاں احتمال ہو کہ فرق آنے سے نقصان پہنچ جائے گا۔

(۹) اکثر اطباء نے کج خلقی و بدزبانی و خرد ماغی و بے اعتنائی اپنا شعار کرلی، گویا طب کسی مرض مزمن کا نام ہے، جس نے یوں بدمزاج کرلیا۔ یہ بات طبیب کے لئے دین و دنیا میں زہر ہے۔ دین میں تو ظاہر ہے کہ تکبر و رعونت و تشدد و خشونت کس درجہ مذموم ہے۔ خصوصاً حاجت مند کے ساتھ اور دنیا

میں یوں کہ رجوع خلق ان کی طرف کم ہوگی۔ وہی آئیں گے، جو سخت مجبور ہو جائیں گے۔ لہذا طبیب پر اہم واجبات سے ہے کہ نیک خلق، شیریں زبان، متواضع، حلیم، مہربان ہو۔ جس کی میٹھی باتیں شربت حیات کا کام کریں۔ طبیب کی مہربانی وشیریں زبانی مریض کا آدھا مرض کھودیتی ہے اور خواہی نخواہی ہر دل عزیز اس کی طرف جھکتے ہیں اور نیک نیت سے ہوتا ہے۔ تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ جو خاص جالب دست شفاء ہے۔

(۱۰) بہت جاہل اطباء کا انداز ہے کہ نبض دیکھتے ہی مرض کا عسیر العلاج ہونا بیان کرنے لگتے ہیں۔ اگر چہ واقعی میں سہل التدارک ہو۔ مطلب یہ کہ اچھا ہو جائیگا، تو ہمارا شکر زیادہ ادا کریگا اور شہرہ بھی ہو گا کہ ایسے بگڑے کو تندرست کیا۔ حالانکہ یہ محض جہالت ہے۔ بلکہ اگر واقع میں اگر مرض دشوار بھی ہو، تاہم ہرگز اس کی بو آنے نہ پائے کہ یہ سن کر دردمند دل ٹوٹ جاتا ہے اور صدمہ پا کر ضعف طبیعت باعث غلبہ مرض ہوتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ بکشادہ پیشانی تسکین وتسلی کی جائے کہ کوئی بات نہیں۔ انشاء اللہ تعالی۔ اب آپ اچھے ہوئے۔

(۱۱) بعض احمق ناکردہ کار یہ ظلم کرتے ہیں کہ دوا کو ذریعہ تشخیص مرض بتاتے ہیں۔ یعنی جو مرض اچھی طرح خیال میں نہ آیا۔ انہوں نے رجماً بالغیب ایک نسخہ لکھ دیا کہ اگر نفع کیا تو فبہا۔ ورنہ کچھ حال کھلے گا۔ یہ حرام قطعی ہے۔ علاج بعد تشخیص ہونا چاہیئے نہ کہ تشخیص بعد علاج۔

اس قسم کی صدہا باتیں ہیں۔ مگر اس قلیل کو کثیر پر حمل کرو اور میں انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہیں مطلع کرتا رہوں گا۔ بہت باتیں ایسی ہیں، جن کا اس وقت بیان ضرور نہیں۔ جب خدا نے کیا کہ تمہارا مطب چل نکلا اور رجوع خلائق ہوگی۔ اس وقت ان شاء اللہ العظیم بیان کروں گا۔ اگر تمہیں یہ میری تحریر مقبول ہو، تو اسے بطور دستور العمل اپنے پاس رکھو اور اس کے خلاف کبھی نہ چلو ان شاء اللہ تعالی بہت نفع پاؤ گے اور اگر یہ سمجھ کر کہ یہ طب سے جاہل ہے۔ اس فن میں اس کی بات پر کیا اعتبار

تو بے شک یہ خیال تمہارا بہت صحیح ہے۔ اس تقریر پر مناسب ہے کہ اپنے اساتذہ کو دکھالو اور وہ پسند کریں۔ معمول بہ کرو۔ والسلام خیر ختام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

۴/ جمادی الآخر، روز جمعہ ۱۳۰۶ھ

(ماخوذ از ماہنامہ "الرضا" بریلی شمارہ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ ص ۱۹ تا ۲۰)

(فراہم کردہ مفتی اشرف رضا قادری ممبئی)

حضرت مولانا مولوی سید محمد عمر الہ آبادی سہروردی، پیلی بھیت، یوپی

(۱)

از بریلی شریف

۱۸/ رجب ۱۳۳۲ھ

ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے۔ جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا۔ ورنہ بے معنی لوگوں کے ہذیان کیا قابل التفات؟ شعر اول کے مصرع اخیر میں "آں دم نہ بود" ہونا چاہئے ورنہ قافیہ غلط ہے۔ بہر حال اس کا مطلب صحیح وصاف ہے۔ وجوہ ارواح قبل اجسام کی طرف اشارہ ہے۔ شعر دوم صریح کفر ہے۔ شعر سوم میں دراصل تین سو تیرہ برس کا لفظ ہے۔ فرحان ہمارے بریلی کے شاعر تھے۔ ان کی زندگی میں یہ غزل چھپی تھی۔ فقیر نے جبھی دیکھی تھی۔ اس میں تین سو تیرہ کا لفظ تھا۔ اس میں شاعر نے یہ مہمل و بے ہودہ اور لغو مطلب رکھا ہے کہ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور لفظ خدا کے عدد ۶۰۵ ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔ بیہودہ معنی اور بے معنی بات۔ استغفر اللہ العظیم، یہ وہ ہے، جو شاعر نے سمجھا تھا اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محمد سے مراد مرتبہ رسالت حضور سید المرسلین ﷺ علیہ واجمعین ہو۔ جس کا سر صرف "ر" ہے کہ رویت و روایت و رویت درائے سب کا مبداء ایک ہے اور انہار رسالت کے یہی منابع ہیں۔ اس کے عدد ۲۰۰ ہیں اور

رسول ۳۱۳ کہ حقیقتاً سب ظلال رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہیں مجموع ۵۱۳ ہوا۔

رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ۔ جب تک رسولوں پر ایمان نہ لائے ء۔ اللہ عزوجل پر ایمان نہیں مل سکتا۔ پھر اس تک رسائی تو بے وساطت رسل محال ہے اور تصدیق سب رسولوں کی جزء ایمان۔ لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے۔ رسولوں کی بدلیاں بھی تحویل تھی اور برس بمعنی بارش ہے۔ ہر رسول کی رسالت بارش رحمت ہے یعنی محمد ﷺ نے آدم سے خاتم تک رائے رسالت میں یہ ۳۱۳ تصور فرمائے۔ ۳۱۳ پر رحمت برسائے۔ جب تک ان سب کی تصدیق سے بہرور نہ ہو خدا تک رسائی ناممکن ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۱۸۸)

حضرت مولانا محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ، احاطہ شاہ صاحب سلون شریف،

رائے بریلی، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں، دلیل اول کی برأت تو واضح تر۔ امام اجل قاضی خان نے فتاوی خانیہ، امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاویٰ ظہیریہ، امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اسے افادہ فرمایا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر محقق زین نے بحر الرائق اس پر تعویل کی۔ اس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا۔ بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلہ ہزل سے استدلال فرمایا

ہے۔ تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں اگر انعقاد نکاح سے مانع ہو۔ تو یہی کہ معنی معلوم نہیں اور ایسا ہو، تو علم بمعنی شرط ہو۔ لیکن وہ شرط نہیں کہ اس کا اشتراط ہو۔ تو قصد ہی کے لئے اور یہاں قصد درکار نہیں، دیکھو ہزل میں معنی مقصود نہیں ہوتے اور نکاح صحیح ہے۔ اسی مطلب کو تجنیس میں بایں عبارت ادا فرمایا:

''لو عقد عقد النکاح بلفظ لا یفهمان کونه نکاحاً هل ینعقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم ینعقد لان النکاح لا یشترط فیه القصد[1]

رہی دوسری دلیل، اس پر اعتراض اشتباہ معنی سے ناشی ہے۔ فقیر بعونہ القدیر اسے ایسے نہج سے بیان کرے۔ جس سے دلائل واحکام سب کا انکشاف ہو جائے۔ فاقول وباللہ التوفیق۔ یہاں دو چیزیں ہیں۔ لفظ کا مفہوم کہ لغوی، شرعی، عرفی، حقیقی، مجازی، کی طرف مقسوم اور اس کا حکم کہ غرض، غایت، مقصود، ثمرہ، وغیرہا سے موسوم، ان دونوں پر لفظ ''پر'' کے معنی مضمون حتیٰ کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے۔ اگر چہ اول کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے، امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا:

الهزل اللعب وهو ان یراد بالشئی مالم یوضع له وهو ضد الجد وهو ان یراد بالشئی ما وضع له[2]

امام جلیل عبدالعزیز بخاری اس کی شرح ''کشف کبیر'' میں فرماتے ہیں:

لیس المراد من الوضع ههنا وضع اللغة لا غیر بل وضع العقل والشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادة معناه حقیقة کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادة حکمه فاذا ارید بالکلام غیر موضوعه العقلی وهو عدم افادة معناه اصلا وارید بالتصریف غیر موضوعه الشرعی وهو عدم افادة الحکم اصلا فهو

---

[1] التجنیس والمزید

[2] اصول بزدوی فصل الهزل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۷

الهزل وتبین بما ذکرنا الفرق بین المجاز والھزل فان الموضوع العقلی للکلام وھو افادة المعنی فی المجاز مراد ان لم یکن الموضوع له اللغوی مراد او فی الھزل کلا مھما لیس بمراد وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمة اللہ تعالیٰ ان الھزل ما لا یراد به معنی [1]

معنی بمعنی اول کا علم اصلاً ضرور نہیں ولہذا اگر عورت نے زوجت نفسی منک با لف اور مرد نے قبلت کہا اور دونوں زبان عربی سے محض نا آشنا تھے، مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ الفاظ عقد نکاح کے لئے کہے جاتے ہیں، باتفاق علماء نکاح ہو گیا۔ خانیہ میں ہے: رجل تزوج امراة بلفظة العربیه او بلفظ لا یعرف معناه او زوجت المراة نفسھا بذالک ان علما عن ھذلفظ ینعقد به النکاح یکون النکاح عند الکل [2]

یوں اگر نا آشنایان عربی نے بعت اشتریت بقصد بیع وشرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں، ضرور بیع ہو جائیگی۔ اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ اور علم حکم بقصد حکم آن الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے۔ ہدایہ میں ہے:

المعنی ھو المعتبر فی ھذه العقود و لھذا ینعقد با لتعاطی فی النفیس والخسیس ھو الصحیح لتحقیق المراضاة [3]

تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنی بمعنی دوم ہی مراد ہے کہ اول بالاجماع مراد نہیں۔ تو اس کا جہل مناط نزاع نہیں ہو سکتا۔ بعض اکابر نے الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یا ترکی ہونے سے تصویر فرمائی۔ وہ بحسب عادات فقہاء ہے۔ کہ مظنہ غالبہ شئی کو قائم مقام شئی کرتے ہیں کما لا یخفی

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی فصل الھزل دار الکتاب العربی بیروت، ۴/ ۳۵۷

[2] فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح نول کشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۱

[3] ہدایہ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴

علی من مارس کلما تهم العلیه وقد ذکر نا طر فا منها فی فتا وانا.

غالباً یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا۔ لہذا امام فقیہ النفس وان لم یعرفا معنی اللفظ پر قناعت نہ کی۔ ینعقد به النکاح[1] بڑھایا اور امام برہان الدین اصل مقصود لفظ لا یفهمان کونه نکاحا" فرمایا علامہ ابن عابدین سے "منحۃ الخالق" میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصود نقل کیا۔ اول ترک کر دیا۔

حیث قال قال فی الخانیه وان لم یعلما ان هذااللفظ ینعقد به النکاح فهذه جملة مسائل[2] اسی قدر نے دلیل دوم سے دفع اعتراض کر دیا۔

ثم اقول : پھر جس طرح علم بمعنی اول اصلاً ضرور نہیں۔ بمعنی دوم دیانۃً مطلقاً ضرور ہے۔ قال تعالیٰ: لا نذرکم به ومن بلغ[3] اگر چہ یہ بلوغ حکماً ہو۔ جیسے دار الاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا تیسر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے۔ ولھذا جہل کو عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہو کر باقی رکھنا۔ گویا آپ اس کا حاصل کرنا ہے۔ یہی منشاء ہے کہ نشہ کی طلاق واقع ہے۔ اگر چہ ایقاع کو عقل ضرور اور نشہ اس کا مزیل۔ مگر دانستہ اس کا ارتکاب خود اس کا قصور۔ اصول امام بزدوی میں ہے:

الجهل فی دارالحرب من سلم لم یهاجریکون عذرا فی الشرائع حتی لا تلزمه لانه غیر مقصرو کذلک الخطاب فی اول مانزل فا ن من لم یبلغه کان معذور افاما اذاانتشر الخطاب فی دار الاسلام فقد تم التبلیغ فمن جهل بعد فا نما اتی من قبله تقصیره فلا یعذر کمن لم یطلب الماء فی العمران وتمیم و کان الماء موجودا فصلیٰ لم یجز[4]

یہی معنی ہیں۔ اس قول کے کہ دار الاسلام میں جہل عذر نہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر

[1] فتاویٰ قاضی خان — کتاب النکاح — نولکشور لکھنؤ — ۱/۱۵۱
[2] منحۃ الخالق حاشیہ علی بحر الرائق — کتاب النکاح — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/۸۵
[3] القرآن الکریم ۶/۱۹

ہمارے بلاد میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے، تجھ پر طلاق ہے، عورت فوراً نکاح سے باہر ہو جائیگی اور بے حاجت عدت اسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقاً ہر طلاق سے بائن ہو جاتی ہے، اسے مفید نہ ہوگا۔ کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو اگر سکھائے کہ اپنی عورت سے کہہ: ترا از زنی ہشتم" یا طلقتک فالحقی باھلک، اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں، عنداللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم جہل باللسان سے ناشی ہوا اور جہل باللسان تقصیر نہیں۔ فارسی سیکھنا اصلاً اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں، اسی سے امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لا بد من القصد با لخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناه اولسنة الى الغاية كما يفيده فروع[1] الخ

یعنی علم بمعنی دوم طلاق میں بھی ضرور ہے۔ اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس سے جہل میں معذور ہو۔ جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی۔ نہر الفائق میں ہے:

ارادته شرط للوقوع قضاء وديانة فخرج مالا يقع به لا قضاء ولا ديانة كمن كرر مسائل الطلاق ومايقع به قضاء فقط كمن سبق لسانه لا نه لا يقع فيه ديانة[2] اه قلت فقوله قضاء وديانة اى معاً اى هو شرط لانه يقع ديانة ايضاً كما يقع قضاءً ولو بدونه فافهم

البتہ قاضی دعویٰ جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا۔ جب تک دلائل واضحہ سے اس کا عذر روشن نہ ہو جائے۔ ولھذا درمختار میں فرمایا:

تلفظ به (اى بالطلاق) غير عالم بمعناه اوغافلا اوساهيا اوبالفاظ مصحفة يقع قضاء فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه يقع قضاء وديانة لان الشارع جعل هزله ، به جداً فتح[3]

[1] فتح القدیر باب ایقاع الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۵۱/۳
[2] نہر الفائق
[3] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۷/۱

اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت مسئولہ میں انعقاد نہ مانا۔ وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے مانا، وہ حکم قضا ہے۔ لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرمایا:

وان لم یعرف معنی اللفظ ولم یعلما ان ھذا لفظ ینعقد به النکاح فھذہ جمیلة مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق والبیع والتملیک فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکرہ فی عتاق الاصل فی باب التدبیر واذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذالک لان العلم بمضمون اللفظ انمایعتبر لاجل القصد فلایشترط فیما یستوی فیه الجد والھزل بخلاف البیع ونحو ذالک [1]

ہاں! مشائخ اوزجند نے اہل تلبیس کا مکر رد کرنے کو مطلقا عدم انعقاد اختیار فرمایا یعنی قضا بھی حکم نہ دیں گے،، بحرالرائق میں ہے:

لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غیر عالم بمعناہ وقع قضاءً لادیانة وقال مشائخ اوزجند لایقع اصلاصیانة لاملاک الناس عن الضیاع بالتلبیس کمافی البدائع کذا فی البزازیه [2]

تاتارخانیہ پھر منحہ میں ہے: حکی عن القاضی الامام محمود الاوزجندی عمن لقنته امراۃ طلاقا فطلقھا وھو لایعلم بذالک قال وقعت ھذاہ المسئلة باوزجند فشاورت اصحابی فی ذالک واتفقت اروٗ نا انه لایفتی بوقوع الطلاق صیانة لاملاک الناس عن الابطال بنوع تلبیس ولولقنھا ان تخلع نفسھا منه بمھرھا ونفقة عدتھا واختلعت لا یصلح وبه یفتی [3]

---

[1] فتاوی قاضی خان — کتاب النکاح — نول کشور لکھنؤ — ۱۵۱/۱
[2] بحرالرائق — کتاب الطلاق — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲۵۷۔۲۵۸/۳
[3] منحۃ الخالق حاشیہ علی بحرالرائق — کتاب الطلاق — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲۵۸/۳

وجیز امام کردری میں ہے:

لقنت المراة بالعربیة زوجت نفسی من فلان ولاتعرف ذالک وقال فلان قبلت والشہود یعلمون اولایعلمون صح النکاح قال فی النصاب وعلیہ الفتوی وکذالطلاق وقال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لا لانہ کالطوطی وسیاتی علیہ التعویل [1]

اسی میں ہے:

لقنتہ الطلاق بالعربیة وھو لا یعلم قال الفتنة ابو اللیث لایقع دیانة وقال مشائخ اوجند لایقع اصلا صیانة لاملاک الناس علی الابطال بالتلبیس وکذالو لقنتہ الخلع وھی لا تعلم وقیل یصح والمختار ماذکرنا اھ [2] ملتقطاً

رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا، اس میں تحقیق وتوفیق یہ ہے کہ بمعنی اول کا سمجھنا ضرور نہیں، بمعنی دوم کا سمجھنا دیانۃً وقضاءً ہر طرح لازم ہے۔ یعنی اتنا جانتے ہو کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ یہ الفاظ ایجاب وقبول ہیں۔ اگرچہ تفصیل الفاظ نہ جانیں۔ نہ اس زبان سے آگاہ ہوں۔

درمختار میں ہے:

شرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب۔ بحر [3]

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر جزم فی التبیین بانہ لو عقدا بحضرة ھندیین لم یفھما کلامھما لم یجز وصححہ فی الجوھرة وقال فی الظھیرة والظاھر انہ یشترط فھم انہ

---

[1] فتاوی بزازیہ علی حاشیہ فتاوی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۹/۴

[2] فتاوی بزازیہ علی حاشیہ فتاوی ہندیہ مسائل الایقاع بلا قصد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۷۹/۴

[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۶/۱

نکا ح واختا ره فی الخانیة فکان هو المذهب لکن فی الخلاصة لویحسنان العربیة فعقدابها والشهود لایعرفونها الاصح انه ینعقد ووقف الرحمتی بحمل الاشتراء علی اشتراط فهم انه عقد نکا ح والقول بعدمه علی عدم اشتراط فهم معنی علی الالفاظ بعد فهم ان المراد عقد نکا ح۔[1]

قلت قد کان سنح للعبد الضعیف قبل ان اراه لا شک انه حسن جداً وفی جیز الامام الکردری تزوجها بالعربی وهما یعقلان لاالشهود قال فی المحیط الاصح انه ینعقد وعن محمد تزوجها بحضرة هندیین ولم یمکنهما ان یعبرالم یجز فهذا نص علی انه لایجوز فی الاول ایضا۔[2]

اقول: فی قول محمد رضی الله عنه لم یمکنهما ان یعبراً اشارة الی ماذکرنا اذلا حاجة الاالی التعبیر الذی یطلب من الشهود عند اداء الشهادة ولیس علیهم ان یعیدوا الالفاظ التی تلفظا بها ولا ان یعبرو اهابمرادفاتها اوترجمتها بل لو شهدوا ان فلانا تزوج فلانة کفیٰ هذا هو التعبیر المحتاج الیه اویکفی له ان یفهما انه عقد نکا ح وان لم یعرفاتفسیر الکلام لفظاً لفظاً وایضاًاشتراط هذا هوالمحقق لمقصدالذی شرع له الشرع شرط الشهود فی هذ العقد منفرداًعن سائر العقود فاسقاطه الغاء للمقصود واشتراط فهم الالفاظ زیادة مستغنی عنها فعلیه فلیکن المعقول وبه یحصل التوفیق وبالله التوفیق ثم لم یظهرلی معنی قول البزازی فی الاول ایضاً فماهو الا الاول:

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۳

[2] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۸

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے، تو نکاح مطلقاً نہ ہوا۔ اگر چہ زن و مرد خوب سمجھتے اور انشاء نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں اور اگر دو گواہ اس قدر سمجھ لے۔ اگر چہ تفسیر الفاظ نہ جانتے ہوں۔ تو بالاجماع نکاح ہو جائے گا۔ اگر چہ اس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب نا آشنا ہوں اور اگر عاقدین میں دونو یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں۔ تو جہاں احکام اسلامیہ کا چرچہ نہیں۔ وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے۔ جس سے اسے آگاہی نہ ہو، تو نکاح ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اس نے اس سے عقد نہ سمجھا، تو عنداللہ نکاح نہ ہوگا۔ رہا قاضی، اسے نظر کامل چاہیے۔ اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکہ دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا۔

هذا ما عندی وارجو ان یکون هو الفقیه المتین القول الجامع الناصح المبین.

زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے۔ اگر چہ تائب نہ ہوئی ہو۔ ہاں! اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدر قدرت انسداد نہ کرے، تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب۔ مگر یہ حکم اس کی بے غیرتی پر ہے۔ نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا! واحل لکم ماوراء ذالکم،[1]

رہی آیۃ کریمہ:

والزانیة لا ینکحها الا زان اومشرک وحرم علیٰ ذالک علی المومنین"[2] اس کا حکم منسوخ ہے .قاله سعیدبن مسیب وجماعة، یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے۔ کما قاله حبر الامة عبد الله بن عباس وسعید بن جبیر ومجاهد والضحاک واکرمه وعبد الرحمن بن زید بن اسلم ویزید بن هارون"[3] والتفصیل فی فتاوانا . (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۱/ ۲۲۵ تا ۲۳۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴
[2] القرآن الکریم ۲۴/۳
[3] تفسیر در منثور سورۃ النور آیۃ اللہ العظمیٰ النجفی قم ایران ۵/۱۹

(۲)

از بریلی

۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے۔ اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو۔ ہاں! اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدرے قدرت انسداد نہ کرے، تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی بے غیرتی پر ہے، نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں۔ حق سبحانہ نے محرمات گنا کر فرمایا: واحل لکم ماوراء ذلکم [1]

رہی یہ آیہ کریمہ: والزانیۃ لا ینکحھا الا زان اومشرک و حرم ذالک علی المومنین [2] اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں۔ ان میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح و احسن ہیں۔

تاویل اول: نکاح سے عقد ہی مراد ہے، پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ قول سیدنا سعید بن میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکی تصحیح کی:

"کتاب الام" میں فرماتے ہیں: اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الایۃ اختلافاً متبایناً فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالیٰ: وانکحوا الایامی الخ وقدرویناہ عن سعیدبن المسیب ھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بماخلف بمحصولہ نقلہ فی عنایۃ القاضی [3] تفسیرات احمدیہ میں ہے: ھذا ھوالذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وقال: ان الایۃ منسوخۃ او معناھا لا ینکح الازانیۃ اومثلھا [4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳

[3] عنایۃ القاضی حاشیہ تفسیر البیضاوی زیرآیت مذکورہ دار صادر بیروت ۶/۳۵۷

[4] تفسیرات احمدیہ زیرآیت مذکورہ مطبع کریمیہ بمبئی ص ۵۳۵

اقول : الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ قال سعیدبن جبیر والضحاک معنا ھا الزانی لا یزن الازانیۃ مثلہ وھکذا روی عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقدقیل ان الآیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ ﷺ فقال انی امراتی لا تُردید لا مس فقال طلقھا فقال انی احبھا قال ﷺ فا مسکھا اھ[1]

فقولہ معنا ھا الزانی لا ینکح صوابہ لا یزنی وجزمہ بان الفقیہ جزم بالنسخ غیر ظاھر من کلام الفقیہ ۔ رغائب الفرقان میں ہے : قیل انہ صارمنسوخا امابالاجماع وھو قول سعیدبن المسیب وزیف بان الاجماع لا ینسخ ولا ینسخ بہ واما بعموم قولہ تعالیٰ ! وانکحوا الا یامی فانکحوا ماطاب لکم ۔ وھو قول الجبائی وضعف بان ذلک العام مشروط بعدم الموانع السببیۃ والنسبیۃ ولکن ھذالمانع ایضاً من جملتھا[2] اقول مانسب ای الجبائی فھو.

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۱/۴۴۱ تا ۴۴۳)

حضرت مولانا عبدالحمید، کوٹھی ۳۳، کنٹومنٹ روڈ، لکھنو، یوپی

(۱)

از بریلی

۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

مولانا المکرم ذوالمجد والکرم اکرمکم   وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مسئلہ بھی کچھ قابل سوال ہے؟ حدیث میں ہے! نبی ﷺ فرماتے ہیں:

---

[1] بستان العارفین علی حاشیہ تنبیہ الغافلین ، الباب الحاوی والسبعون، تزویج الزانیہ دارالزھر للطباعۃ والنشر ص ۱۰۲، ۱۰۳
[2] رغائب الفرقان   تفسیر نیشاپوری   مصطفیٰ البابی مصر   ۱۲/ ۵۸

من کان یحب ان یعلم منزلته عندالله فلینظر کیف منزلة الله عنده فان الله ینزل العبدمنه حیث انزله من نفسه۔[۱]

جو یہ جاننا پسند کرے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ کتنا ہے۔وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی قدر کیسی ہے۔کہ بندے کے دل میں جتنی عظمت اللہ کی ہوتی ہے۔اللہ اس کے لائق اپنے یہاں اسے مرتبہ دیتا ہے۔رواہ الحاکم فی المستدرک والدارقطنی فی الافراد عن انس وابو نعیم فی الحلیة عن ابی ہریرة وعن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم۔

آدمی اگر اللہ ورسول کے معاملہ کو اپنے ذاتی معاملہ کے برابر ہی رکھے۔تو دین میں اس کی سر گرمی کے لئے بس ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ذراسی نالی یا پرنالے کی ملک بلکہ مجرد حق کے لئے کس قدر جان توڑ عرق ریزیاں کرتا ہے۔اس کا مقدمہ انتہا تک پہونچاتا ہے۔کوئی دقیقہ فرگزاشت نہیں کرتا، پیسہ کے مال پر ہزار اٹھا دیتا ہے۔دینوی فریق کے مقابل کسی طرح اپنی دبی گوارہ نہیں کرتا۔

گائے کشی مسلمان کا دینی حق ہے اور حق بھی کیسا خاص،شارع اسلام،اللہ عزوجل فرماتا ہے .والبدن جعلنها لکم من شعائر الله[۲] اونٹ اور گائے کی قربانی کو ہم نے تمہارے لئے دین الٰہی کے شعائروں سے کیا۔امام محمد جامع صغیر میں فرماتے ہیں:والبدن من الابل والبقر[۳] اگر شعار اسلام کو اور بھی خاص اعداء اسلام کے مقابلہ میں اپنی ایک نالی کے برابر بھی نہ سمجھو،تو جان لو کہ اللہ واحد قہار ہے۔یہاں تمہاری قدر کتنی ہے۔اگر وہ ضرورت وضرر جو سوال میں مذکور ہوئے۔نہ بھی ہوتے،بقدر قدرت کوشش لازم تھی۔حدیث میں ہے الیس منا من اعطی الدنیه فی دیننا[۴]

[۱] المستدرک للحاکم	کتاب الدعا	دار الفکر بیروت	۴۹۴،۴۹۵/۱
[۲] القرآن الکریم	۳۶/۲۲		
[۳] الجامع الصغیر	باب تقلید البدن	مطبع یوسفی لکھنؤ	ص ۳۱
[۴] صحیح بخاری	باب الشروط فی الجہاد		۳۸۰/۱
مسند احمد بن حنبل	فلم نعطی الدنیة فی دیننا		۳۳۰/۴

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے دین کے معاملہ میں دبتی رکھنے دے۔ کہ ان ضرورتوں اور ضرروں کے ہوتے ہوئے بے شک جو اس میں بے پرواہی وچشم پوشی برتے گا اور حسب طاقت دین کی مدد نہ کرے گا اور شعار اسلام کو نقصان پہونچنے دیگا۔ روز قیامت سخت باز پرس میں پکڑا جائیگا اور اس کی جزاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی شدید حاجت کے وقت اسے بے یارومددگار چھوڑے۔ جیسا کہ اس نے دین کی مدد سے منہ موڑا۔

قال اللہ تعالیٰ: فکذلک الیوم تنسیٰ[1] اس سے قیامت میں فرمایا جائیگا۔ جیسا کہ تم نے دین کو بھلا دیا تھا، آج تو بھلا دیا جائے گا۔ کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۴/ ۵۷۵ تا ۵۷۶)

مولانا محمد عبدالحمید صاحب، چوک ٹکسال، لکھنؤ

(۱)

از بھوالی نینی تال

۲۹ رشوال ۱۳۳۹ھ

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم دامت فضائلہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک حاجت دینی ضروری گزارش۔ شرح فقہ اکبر مولانا بحر العلوم قدس سرہ کے ص ۴۰ پر ثلث سطر ۲۱ تک "ووزیر اہل سما افضل از ایں سما" سے "نعوذ باللہ منھا" تک عبارت میں بظاہر سقط معلوم ہوتا ہے۔ امید کہ صحیح نسخہ قلمیہ سے اور اگر خاص دستخطی حضرت شارح قدس سرہ ہو، تو از ہمہ مولیٰ، یہ عبارت حرف بحرف تحریر فرما بھیجیں۔ باعث ممنونی ہوگا۔ میں نے اس بارے میں مولوی عبدالباری صاحب کو بھی لکھا تھا۔ آج ان کا عنایت نامہ آیا کہ "فقیر سندھ جا رہا ہے۔ اس واسطے جناب کے ارشاد کی تعمیل نہ ہوسکی" انتہیٰ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۶

لہذا جناب کو تکلیف دیتا ہوں ۔ اسی طرح ص ۴۸ سطر ۲،۱ کی اس عبارت میں "خلافت حضرت امیر المومنین واجماع خلافت ظنی" میں کچھ لفظ رہ گئے ہیں، قلمی نسخہ معتمدہ سے اس کی بھی تصحیح فرما دیا جائے ۔ مولوی صاحب موصوف سندھ کو تشریف لے گئے یا کب تشریف لے جائیں گے ۔ تو اس سے بھی مطلع فرمائیں

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم السطور) (شب سلخ شوال مکرم از بھوالی ۳۹ھ)

(ارسال کردہ: مفتی محمد ایوب مظہر پورنوی دارلافتادار العلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنؤ ۲۰۰۱/۹/۶)

حضرت مولانا سید عبدالقادر صاحب، محلہ محمدی واڑہ، پیران مٹن، احمد آباد، گجرات

از بریلی (۱)

۱۶ر شوال ۱۳۳۴ھ

مولانا المکرم ذی اللطف والکرم اکرمکم المولی تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے نزدیک جواب سلام علی الفور ہے ۔ تاخیر میں اثم ہوگا ۔ حتی قالوا واخر الی آخر الکتاب کرہ ۔ علامہ مناوی شافعی ہیں ۔ یوں ہی امام سیوطی ولہذا عبارت مذکورہ کے بعد مناوی میں ہے: وبہ قال جمیع شافعیۃ منہم المتولی والنووی فی الاذکار، زادہ فی مجموع لہ یجب الرد فورا ۔ اور حدیث کی سند بشدت ضعیف ہے اور اس کا رفع ثابت نہیں ۔ ہاں! جواب کتاب حتی الوسع ضرور دینا چاہیے ۔ ولو بعد حین ۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع ممبئی ۹/ ۳۹۴ تا ۳۹۵)

حضرت مولانا علی اکبر صاحب، لعل باغ، مراد آباد، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۹ ر رجب ۱۳۲۹ھ

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امور متعلقہ دین میں جس امر میں شک واقع ہو۔ تاوقت انکشاف اجمالاً اتنا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ میں نے وہ اعتقاد کیا، جو اللہ عزوجل کے نزدیک حق ہے اور دفع وسوسہ کے لئے "آمنت باللہ ورسولہ" اور "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم" پڑھنا اکسیر اعظم ہے۔ فوراً دفع ہو جاتا ہے اور لاحول شریف کی تکثیر غایت درجہ نافع ہے۔ مولیٰ عزوجل آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

جواب سوال اول! رسول اللہ ﷺ متواتر حدیث میں فرماتے ہیں: من رأنی فقد راء الحق فان الشیطان لا یتمثل بی۔ جس نے مجھے دیکھا، حق دیکھا۔ شیطان میری وضع نہیں بنا سکتا۔ رواہ الائمۃ احمد و بخاری و مسلم عن ابی قتادہ والاولان والترمذی عن انس والاخیران وابوداؤد عن ابی ہریرۃ وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

نفس کا کسی دوسری شکل میں متشکل ہو کر دھوکا دینا مسموع نہیں۔ اگر واقع میں بھی اسے تمثل کی قدرت ہی نہ دی گئی۔ جب تو واجب ہے کہ شیطان سے معنی عام مراد ہو، جو نفس امارہ کو بھی شامل یا حدیث بحکم دلالۃ النص اسے بھی مشتمل، والا لزم ان یکون الدلیل اخص من المدعی۔ بہر حال نفس کا بھی شکل اقدس میں متمثل ہونا ہرگز ممکن نہیں اور وجہ اس کی وہی متباینہ کلیہ ہے۔

حق عزوجل حقیقت جامعہ ہے "یھدی من یشاء ویضل من یشاء" اور حضور اطہر ﷺ خالص ہدایت ہیں اور نفس و شیطان محض اضلال، تو ان کا صورت کریمہ میں تمثل باطل ومحال،

والحمدللہ ذوالجلال، اور حضور اقدس علیہ السلام کے لئے کسی شناخت کی کیا حاجت؟ وہ خود اپنی آپ شناخت ہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

جواب سوال دوم فقیر نے "انباء المصطفیٰ" میں شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ "فاض علی من جنابه المقدس علیہ السلام کیفیته ترقی العبد من حیزه الی حیز القدس فیتجلی کل شئی" حضور پرنور علیہ السلام کی بارگاہ قدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام قدس کیوں کر ترقی کرتا ہے کہ ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ یہ عبارت "فیوض الحرمین" کی ہے، جواب طبع ہوگئی ہے۔ ص ۵۹ ملاحظہ ہو۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع ممبئی ۱۱/ ۱۷تا۱۸)

حضرت مولانا چودھری عبدالحمید خاں صاحب، رئیس سہاور، ضلع سہارنپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کامل النصاب چودھری صاحب زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ

بعد اہدائے ہدیہ سنت ملتمس!

نوازش نامہ اسی وقت تشریف لایا۔ بکمال اختصار جواب حاضر۔ جو کچھ حضرت معترض کے خلاف گزارش کروں گا، اس پر نمبر حرفی ہوں گے۔ اب ح ع اور خلاف جناب معروض ہوگا۔ اس پر نمبر عددی ۱۔۲۔۳۔۴۔ اور مشترک پر مشترک۔

(اعتراض اول) (ا) بے محل ہے اور جواب کافی ہے۔ (ب) یہی زیر اعتراض لینے تھے، تو اس میں اسم تاریخی الموسوم بہ کیوں ترک ہوا؟ کون سی ترکیب ہے۔ موسوم باسم تاریخی چاہیے تھا۔

(ج) الموسوم بہ (ع) المعروف بہ بے کا تُستھانہ الف لام ہیں کہ عندالبرتال معلوم ہیو، ان کی بھی تغییر چاہیئے تھی۔ (ہ) (۱) ہاں ''کنزالآخرہ'' کے نام تاریخی ہونے پر ایک باریک مواخذہ برمحل ہوتا۔ تائے مدورہ شکلاً ''ہا'' ہے اور لفظاً وقف میں ''ہا'' اور وصل میں ''تا'' اولاً عام اعتبار کتابت کا ہے اور تلفظ بھی لیجئے، تو محل محل وقف ہے اور الف لام سے ترکیب عربی، تو بہر حال ۵ ہی عدد ہوئے۔ نہ ۴۰۰ سو۔ ہاں! منطق عوام پر ''کنزالآخرت'' پڑھے۔ تو باعتبار تاریخ صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر ایک علمی تصنیف اس سے محفوظ رہنا اولیٰ۔

(اعتراض دوم) (۲) میں اور ہیں، کا قافیہ معیوب ضرور ہے۔ (۳) عالے، ظالے پر قیاس صحیح نہیں کہ روی جب متحرک ہو، تو قبل کی حرکت میں اختلاف بالا جماع جائز و بے عیب ہے۔ جیسے دلش و گلشن بخلاف اختلاف دل و گل کی روی ساکن ہے۔ جیسے یہاں (۴) کہن بفتح ہا و بضمتین دونوں طرح ہے۔ جس کی سند یہی اشعار اور ان کی امثال بے شمار ہیں۔ حضرت مولوی قدس سرہ:

نفس فرعونے ست اوراخوار کن | تا نیارد یاراز کفر کہن

اکابر نے اس کثرت سے کن کا قافیہ یا بزن یا حسن وغیرہا بھی باندھا (ہ) جاری بکن غلطی کاتب ہے۔ صحیح خارے بکن ہے (۶) زہرود ہر دونوں بالفتح ہیں (۷) حدیث شریف میں مؤتمن بروزن معتمد بفتح میم دوم ہی ہے اور مؤتمن بالکسر امین دارندہ و بالفتح امین داشتہ شدہ یعنی جس سے مشورہ طلب کیا گیا۔ اسے امین بنایا گیا۔ تو خلاف مشورہ دینا خیانت ہے۔ لہٰذا فقیر کو ان گزارشوں پر جرأت ہے کہ یہی حکم شریف و مقتضائے امانت ہے (۸) منش اور دولتش میں ضرور اختلاف حرکت ہے اور عیب ہے۔ کوئی عیب لفظی خواہ معنوی، ایسا نہیں۔ جس کی مثال اساتذہ کے کلام سے نہ دی گئی ہو۔ اس سے نہ وہ جائز ہوجاتا ہے۔ نہ عیب ہونے سے باہر آتا ہے، نہ اس میں ان کی تقلید روا ہو، ائمہ محققین مثل امام ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا باندھ جانا بے پرواہی پر محمول ہوگا۔ کہ

قادر تخن تھے دوسرا باندھے۔ تو جہل و عجز پر محمول ہوگا۔ میں نے اس مصرعہ کو یوں بدلا ہے۔

وہ یگانہ ہے صفات وذات میں ☆ حکم میں افعال میں ہر بات میں

(اعتراض سوم) کا (و) وہ جواب صحیح ہے۔ جو جناب نے دیا کہ اس کا لحاظ مستحسن ہے، ورنہ اکابر کے کلام میں بکثرت موجود۔

قلوب العارفین لھا عیون ترى مالا يراه الناظرونا

واجنحته تطير بغير ريش الى ملكوت رب العالمينا

والسنه بسر قد تناجى بغيب عن كرام كاتبينا

(۹) مگر عیوب وذنوب اور قلوب وخطوب کے قوافی سے استشہاد صحیح نہیں کہ کلام جمع سالم میں ہے، فقیر نے بھی یہ قافیہ نہ بدلا تھا کہ ضروری نہ تھا۔ بعد اعتراض مرز وقات ہی بنادینا انسب معلوم ہوا۔

(اعتراض چہارم) وہی دوم ہے۔ والکلام الکلام میں نے یہاں پہلا مصرعہ یوں بدلا ہے۔

پاک ہے ہر حاجت وہر عیب سے ☆ اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اس میں ایک مسئلہ کلیہ زائد ہو گیا۔

(اعتراض پنجم) (۱۰) یہ بھی ضرور قابل اخذ وواجب الترک ہے اور ایسے تصرفات کا ہم کو اختیار نہ دیا گیا۔ نہ وہ کوئی قاعدہ ہے کہ سماع بے سماع ہر جگہ جاری کر سکیں اور ضرورت کا جواب وہی ہے کہ شعر گفتن چہ ضرور، حرکت وبرکت اور ان کے امثال میں بے وجہ توالی حرکات سکون ثانی بے شک عام طور پر مستعمل۔ مگر مرض وعرض وغرض وحرج وفرج وفرس وامثالھا کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے، میں نے یہاں دو شعروں کو تین سے یوں تبدیل کیا ہے۔

ہے منزہ جسم سے وہ پاک ذات بے مکاں و بے زماں و بے جہات

خالق ان کا ان سے پہلے جیسے تھا ان کے ہونے پر بھی ویسا ہی رہا

جسم و جوہر سے عرض سے پاک ہے مادہ سے اور مرض سے پاک ہے

مکان سے تنزیہہ شعر اول میں آگئی:

(۱۱) پاک صفت ہے اور اس میں ضمیر مستتر ہے۔ ضمیر مظہر کی ضرورت نہیں۔ جیسے اس شعر میں

جانتا ہے رازہائے سینہ کو دیکھتا ہے دل میں حب و کینہ کو

(ز) حضرت معترض نے جو تبدیلی فرمائی، اس پر جناب کا اعتراض بہت صحیح ہے۔

(اعتراض ششم) بے شبہ صحیح ہے۔ جسے جناب نے بھی تسلیم فرمایا۔ مگر (ح) شبہ بتانا خود غلط ہے، صحیح شبہ ہے (ط) (۱۲) حاضر و ناظر کا اطلاق بھی باری عزوجل پر نہ کیا جائیگا۔ علماء کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس پر سے نفی تکفیر فرمائی، وہبانیہ و درمختار میں ہے:

ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر، یعنی اللہ عزوجل کو یا حاضر یا ناظر کہنے سے کافر نہ ہوگا۔ میں نے اس شعر کو یوں بدلا ہے۔

ہے وہی ہر چیز کا شاہد بصیر کچھ نہیں پوشیدہ تجھ سے اے خبیر

مصرعہ ثانی میں التفات ہے کہ نفائس صفت سے ہے۔

(اعتراض ہفتم) وہی ششم ہے مگر (ی) (۱۳) قاضی الحاجات باثبات یا برقرار رکھنا عجب ہے۔ میں نے اسے یوں بدلا ہے۔

ع بالیقیں وہ قاضی حاجات ہے۔ (یا) (۱۴) اس کے پہلا مصرعہ "وہ مجیب عرض اور دعوات ہے" میں مجیب عرض ترکیب فارسی ہے۔ لفظ "اور" سے اس پر عطف ناجائز ہے۔ اس پر اعتراض کیوں نہیں ہوا؟ میں نے اسے یوں تبدیل کیا ہے۔ ع وہ مجیب العرض والدعوات ہے (یہ) (۱۵) اسی صفحہ کا ۱۱ رشعر "بے دلیل و حجت و برہان لیک" میں بھی عطف بترکیب فارسی ہیں۔ تو اظہار نون ناجائز۔ اس پر بھی اعتراض نہ ہوا۔ میں نے اسے یوں بدلا۔

ع حاجت حجت نہیں ایمان میں لیک۔

(لح) (۱۶) صفحہ ۷ کے پہلے مصرعہ ''خالق خیر اور شر اللہ ہے'' میں وہی بات ہے کہ ترکیب فارسی اور عطف ہندی اور اب وہ سخت خفی فاسد کو موہم، کہ شر کا عطف معاذ اللہ خالق خیر پر ہو اور شر اللہ ہے اور یہ بھی اعتراض سے رہ گیا۔ میں نے اسے یوں بدلا۔ ع خالق ہر خیر و شر اللہ ہے۔

(اعتراض ہشتم) وہی دوم ہے۔ والکلام الکلام (مہ) اس میں یوں تبدیل ''شرک و کفر و فسق سے نفرت اسے'' بہت سخت قبیح واقع ہوئی۔ اگر کروروں قافیے تبدیل حرکات بلکہ تبدیل روی رکھتے، بلکہ ہر مصرعہ، خارج از وزن ہوتا۔ تو بھی ان کروروں کی شناعت اس تبدیل کے کروڑویں حصہ کو نہ پہونچتی۔ نفرت، بھاگنے اور بدلنے کو کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت حلال نہیں (یہ) (۱۷) نیز اس مصرعہ'' ہے وہی راضی طاعت وایمان سے'' میں ترکیب فارسی کے بعد اظہار نون ممنوع تھا۔ اس پر اعتراض نہ ہوا۔ میں نے یہ شعر یوں بدلا ہے۔

طاعت وایمان سے راضی ہے وہ حی شرک وکفر وفسق سے ناراض ہے

(یو) (۱۸) اسی صفحہ میں ''بعض افضل بعض پر ہیں بالضرور'' تھا لفظ ضرور ہے یا با الضرورۃ، بالضرور کوئی چیز نہیں۔ میں نے اسے یوں بدلا ہے ع بعض افضل بعض سے ہیں پر ضرور

(اعتراض نہم) (یز) ''حق ہے معراج محمد دین پناہ'' ﷺ، فک اضافت پر اعتراض بے جا ہے۔ فک دو لک جگہ ملے گا۔ یہیں ص ۷ پر اول ان کے حضرت آدم بوالبشر میں بھی فک تھا۔ وہ کیوں جائز رکھا گیا (یح) اگر فک نامعقول ہو تو ''دیں پناہ'' کو صفت کیوں مانئے۔ بلکہ بحذف مبتدا جملہ مستقلہ مدحیہ ہے۔ یعنی وہ دین پناہ ہیں ﷺ، اس کے نظائر خود قرآن عظیم میں ہیں۔ (یط) یہ بھی نہ سہی، کیوں نہ ٹھہرائیں کہ مخاطب سعید کو ندا ہے۔ یعنی اے دیں پناہ

(۱۹) یہ جواب کہ خفیف اضافت دی جائے، صحیح نہیں۔ اب وزن فاعلاتن، فاعلاتن فاعلن نہیں ہوسکتا۔ فاعلن کی گنجائش تو پہلے ہی نہ تھی۔ ''دیں پناہ'' فاعلات ہے۔ اب کسرۂ دال یہ تقطیع کردے گا۔ فاعلاتن

فاعلات مفاعلن۔ (اعتراض دہم) صحیح ہے (۲۰) ماشاء اللہ۔ یعنی جو اس طرح پڑھا جائے ماشال لاہ، کسی قاعدہ کا مقتضی نہیں۔ حذف ہمزہ بے شک جائز وشائع ہے۔ مگر اب الف ولام میں التقائے ساکنین ہوکر الف گر جائیگا اور یوں پڑھا جائے گا، ماشلا۔ میں نے اسے دو طرح بدلا ہے۔

"آسمانوں پر الی ماشا الالہ" یعنی ہمزہ محذوف اور الف شا بوجہ التقاء ساقط ہوکر شین لام سے مل گیا دوم "آسمانوں پر لما شاء الالہ" لام بمعنی الہ بکثرت شائع اور خود قرآن عظیم میں واقع اور اصلاً کسی تکلیف کی حاجت نہیں، (ی) اس تبدیلی پر جو اعتراض جناب نے کیا۔ وہ صحیح ہے۔ واقعی مفاد اصل وبدل میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے۔

یہ ایک اربعین ہے مع انصاف تام یعنی بیس ۲۰ متعلق بحضرت معترض اور بیس ۲۰ متعلق بجناب، والسلام۔

فقیر کی رائے میں دوسری جگہ بھیجنے کی نہ حاجت، نہ حصول منفعت کہ بہت تبدیلیں، جو درکار ہیں، رہ جائیں۔ بعض کہ درکار نہیں، عمل میں آئیں۔ بعض کہ خود اشد اعظم تبدیل کے محتاج ہوں، ظہور پائیں۔ امید ہے کہ یہاں کی ترمیم کے بعد کوئی غلطی نہ شرعی باقی رہی، نہ شعری، انشاء اللہ تعالیٰ جناب کو فقیر نے لکھا تھا کہ اغلاط شعریہ سے قطع نظر کرونگا۔ اس کے جواب میں فرمائش جناب پر وہ بھی زیر نظر رکھے گئے۔ میری عظیم بے فرصتی بے حد کثرت کار اور اس پر محض تنہائی اور پھر علالت ونقاہت کا دس مہینے سے دورہ، ضرور باعث دیر وتاخیر ہوں گے۔ اگر عجلت نہ فرمائیں اور منظور حضرت عزت عز جلالہ ہو تو کام پورا اور تمام نقائص سے مبرا ہو جائیگا، آئندہ جو رائے سامی ہو۔ والتسلیم مع التکریم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۸۲تا۱۸۵)

حضرت مولانا عبدالاول صاحب جون پور

(۱)

از بھوالی

۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرض علاج مع بعض اعزہ اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے۔ وطن سے دور، کتب سے مجبور۔ بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوگی کہ ایفاء مقصود برأت ذمہ ہے وہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لئے ہوتی ہے۔ جب عورت نے اجازت دے دی۔ اجازت نامہ لکھوادیا۔ اصل مقصود حاصل ہوگیا۔ جیسے عورت سے کہا، اگر کل مجھے فلاں چیز لاکر نہ دے یا فلاں چیز لے کر نہ آئے، تو تجھ پر طلاق۔ اس نے چیز کسی کے ہاتھ بھیج دی، طلاق نہ ہوئی۔ جب کہ مقصود اس شئی کا پہونچنا ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۳/۲۴۳)

جناب حافظ عثمان صاحب، سانبھر، جے پور، راجستھان

(۱)

از بریلی

۲۷ رمضان ۱۳۱۸ھ

بملاحظہ کرم فرما حافظ محمد عثمان صاحب زید لطفہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لطف نامہ آیا۔ ممنون یاد آوری فرمایا۔ جناب مولوی احمد علی شاہ صاحب نے غریب خانہ پر کرم فرم فرمایا تھا۔ پہلی ملاقات تھی۔ بعدہ جلسہ عظیم آباد میں نیاز حاصل ہوا۔ وہ اس سے بھی مجمل تھا۔ کہ سوائے سلام و مصافحہ کے کسی مکالمہ کی نوبت نہ آئی۔ امر شہادت عظیم ہے، معاذ اللہ کوئی سوئے ظن نہیں کرتا۔ بلکہ مولانا موصوف کے جن فضائل کو اب اجمالاً وسماعاً (بذریعہ حافظ مذکور) جانتا ہوں۔

تفصیلاً واعیاناً جان لوں۔

مولانا کی حق پسندی سے امید ہے کہ فقیر کی اس عرض سے کمال خوش ومسرور ہونگے۔ آج کل غیر مقلدین یا ندوے ہی کا فتنہ ہندوستان میں ساری نہیں، بلکہ معاذ اللہ صدہا آفتیں ہیں۔ فقیر بیس ۲۰ امور حاضر کرتا ہے۔ مولانا موصوف ان پر اپنی تصدیق کافی ووافی جس سے بکشادۂ پیشانی تسلیم کامل روشن طور پر ثابت ہو، تحریر فرما کر اپنی مہر سے مزین فرما کر فقیر کے پاس روانہ کردیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

(ماخوذ امور عشرین طبع حیدرآباد، دکن)

جناب حافظ عبد الرحمٰن رفوگر احاطہ روہیلہ، پہلو پورہ، بنارس

از بریلی (۱)

۲۸ر محرم ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حافظ صاحب کرم فرما سلمکم،

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز بادب سلام عرض کرے، السلام علیک یا سیدی رحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر درود غوثیہ تین بار اور الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار، اور وقت فرصت دے۔ تو سورۂ یٰسٓ اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعاء کرے کہ:

الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے۔ جو تیرے کرم کے قابل ہے۔ نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہونچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو۔

اس کے لئے دعاء کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے، نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۹/۵۲۲،۵۲۳)

(۲)

از بریلی

۲۸/محرم ۱۳۳۲ھ

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نام الٰہی ہے، جیسے سورۂ اذا جاء میں انہ کان توابا، تو اس پر وقف نہ کرے، بلکہ رکوع کی تکبیر اللہ اکبر کا ہمزۂ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملادے، جیسے اذا جاء میں توابان اللہ اکبر'ب' قیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام سے ملتا ہوا رکوع کے لئے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی'ر' ختم ہو جائے۔ یونہی سورۂ والتین میں احکم الحاکمین کے 'ن' کو زبر دیکر اللہ اکبر کے 'ل' میں ملادے اور جس سورۃ کے اخیر میں لام الٰہی نہ ہو اور کوئی لفظ لام الٰہی کے مناسب بھی نہ ہو۔ وہاں یکساں ہے۔ چاہے وصل کرے یا وقف۔ جیسے الم نشرح میں فارغب، اللہ اکبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الٰہی کے نامناسب ہو۔ جیسے سوۂ کوثر کے اخیر میں ھو الابتر، وہاں فصل ہی چاہئے۔ وصل نہ چاہئے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۶/۳۳۵)

جناب منشی قاضی عبدالحق صاحب، کہنہ شہر، بریلی یوپی

(۱)

از بریلی

۳۰/ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ

جناب من! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قصہ ہاروت وماروت جس طرح عام میں شائع ہے۔ ائمہ کرام کو اس پر سخت انکار شدید ہے

جس کی تفصیل "شفا شریف" اور اس کے شروح میں۔ یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: هذه الاخبار من كتب اليهود و افترائهم "یہ خبریں یہود کی کتابوں اور ان کی افتراؤں سے ہیں۔ ان کو جن یا انس مانا جائے۔ جب بھی درازی عمر مستبعد نہیں۔ سیدنا خضر و سیدنا الیاس و سیدنا عیسیٰ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم انس ہیں اور ابلیس جن ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں۔ جن کو رب عزوجل نے ابتلائے خلق کے لئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے۔ اسے نصیحت کریں کہ انما نحن فتنة فلا تكفر. ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ تو کفر نہ کر۔ اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے۔ اسے تعلیم کریں۔ تو وہ طاعت میں ہیں، نہ کہ معصیت میں۔ بہ قال اکثر المفسرين علی ما عزا اليهم في الشفاء الشريف۔ اور یہ روایت کہ تاریخ الخلفاء کی طرف قطعاً باطل و بے اصل محض ہے ۔ نہ اس وقت تاریخ الخلفاء میں اس کا ہونا یاد فقیر میں ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۲۰)

جناب حاجی شیخ علاء الدین صاحب، بازار لال کرتی، میرٹھ، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۲ شوال المکرم ۱۳۳۰ھ

رئیس دین پرور دامت معالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المسک میں ہے، جو مطالع قمر، شمس و قمر و ہر کوکب کے لئے ہیں، سب بلحاظ مرکز زمین حقیقی اور بقدر کافی تحقیق و صحیح ہیں۔ مگر ان سے طوالع حاصل کرنا شمس میں ہمیشہ تقویم سے مطابقت لائے گا اور دیگر کواکب میں نادر، اکثر اختلاف دے گا۔ جس کی مقدار نصف درجہ سے بھی زائد تک ہوگی۔ وجہ

یہ ہے کہ یہ مطالع حقیقتاً مطالع اجزاء منطقۃ البروج ہیں کہ انہیں کی میل و بـعـد عن الاعتدال الاقرب سے اخذ کیے جاتے ہیں۔

شمس دائما ملازم منطقہ ہے۔ تو اس کی تقویم ہمیشہ نفس منطقہ پر ہوتی ہے اور وہی طوالع مطالع ہیں۔ بخلاف دیگر کواکب کے، کہ اپنے تمام دورہ میں صرف دو بار منطقہ پر آتے ہیں۔ جب کہ اپنے راس وذنب پر ہوں۔ یا متحیرات رخصتہ کے باعث دو چار بار اور اس وقت تقویمی مطالع ان کی تقویم ٹھیک بتائے گی۔ یا اس وقت کے کوکب مارہ بالاقطاب الاربعہ پر ہو کہ اب میلیہ وعریضہ متحد ہو جائیں گے، باقی اوقات اختلاف دے گی۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع ممبئی ۱۲/۳/۱۷۷،۱۷۸)

جناب عبدالصبور صاحب (پتہ درج نہیں ہے)

از بریلی (۱)

۱۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مہر وغیرہ دین جو کچھ ادا کر کے جو باقی بچے، تین حصے برابر کر دیجئے۔ ایک پسر، ایک دختر، ایک نواسے کو۔ اس میں کوئی مواخذہ یا کسی کی حق تلفی نہ ہوگی۔ زندگی میں جو اولاد پر تقسیم کی جائے۔ اس میں بیٹا بیٹی دونوں برابر رکھے جاتے ہیں۔ اکہرے دوہرے کا تفاوت بعد موت ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ، طبع ممبئی ۱۰/۳۹۵)

جناب عبدالرحمٰن صاحب مع جماعت گھسیا محلہ، احمد آباد، گجرات

(۱)

از بریلی

۱۰ شعبان ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم کرم فرمایان سلمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مع فتاوائے فریقین ملا، فقیر نے آپ کے فرمانے سے یہاں کے فتوے پر مکرر نظر کی اور اس طرف کے فتاویٰ کو بھی دیکھا۔ جو یہاں سے لکھا گیا۔ خالص حق وصحیح ہے۔ اس میں بحمد اللہ تعالیٰ کسی کی طرفداری نہیں۔ حکم شرعی بیان کیا ہے۔ کسی کے مخالف، موافق ہو، اس سے بحث نہ کی، نہ کی جاسکتی ہے۔ کیا آپ نے اس میں یہ لفظ نہ دیکھے؟ کہ چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں۔ تو ان پر جبر بھی نہیں پہونچتا۔ کیا آپ نے اسی میں وہ لفظ نہ دیکھے؟ کہ بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار سے ان کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

ان عبارات کو دیکھ کر آپ حضرات نے فریق اول کی طرفداری سمجھی۔ ان عبارات کو دیکھ کر وہ فریق آپ کی طرفداری سمجھے۔ خلاصہ یہ ہوگا کہ دونوں فریق کی طرفداری ہے۔ یعنی کسی کی طرفداری نہیں۔ صرف بیان حکم سے غرض ہے والحمد للہ رب العٰلمین اور یہ الزام کہ آپ ہر دو جانب کی گفتگو نہیں سنتے۔ ایک ہی طرف کی بات سنکر حکم لگانا ناانصافی ہے۔ اگر آپ انصاف فرمائیں۔ تو یہ الزام محض بے اصل ہے۔ یہاں فتویٰ دیا جاتا ہے۔ دارالقضا نہیں کہ فریقین کے بیان سننا، تحقیقات امر واقع کرنا لازم ہو۔ مفتی تو صورت سوال کا جواب دے گا۔ اس سے اسے بحث نہیں۔ کہ واقع کیا ہے، نہ فریقین کا

بیان سننا، اس پر لازم، نہ ان کا کام، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ سوال اگر ظاہر البطلان ہو، تو اس کا جواب نہ دے اور دے، تو اس کی غلطی ظاہر کر دے، تا کہ وہ اپنے فتوے سے باطل کا مددگار نہ بنے۔ یہاں بحمدہ تعالیٰ اس کا لحاظ رہتا ہے۔

جس سوال پر بریلی سے جواب گیا۔ اس میں کوئی ایسا امر نہ تھا کہ صورت سوال کو غلط سمجھا جاتا مگر افسوس کہ اس طرف کے فتوؤں میں اس امر اہم کا لحاظ اصلا نہ ہوا۔ ان کے سوالوں میں صورت یہ فرض کی تھی کہ دوسرے مسجد کی بنا ضد سے کہ آپس میں تفرقہ ہو اور اگلی مسجد کی آبادی میں فرق آئے۔ محض نفسانیت وعداوت اور ضرر مسجد قدیم کے لئے بنائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بنانے والوں کے قلب پر حکم تھا کہ ان کی نیت یہ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ صرف یہی ہے۔ حالانکہ نیت کا جاننا اللہ عزوجل کا کام ہے اور مسلمان پر بدگمانی سخت حرام ہے۔ تو مفتی کا منصب نہ تھا کہ اس صورت باطلہ کی تقدیر مان کر مسجد کے بنانے کو موجب عداوت ٹھہرائے اور حاکم وقت کو معاذ اللہ خانہ خدا کے ڈھانے پر ابھارے۔ ایسی جگہ صرف صورت پر حوالہ کا حیلہ یا اس کے کہہ دینے کی آڑ کہ جو چیز ایسی ہے اس کا حکم یہ ہے۔

اہل عقل وعلم وواقعات حال زمانہ کے ہرگز کافی نہیں۔ جب کہ صراحتاً معلوم ہے کہ ایک فریق بنا واقعی حکم شرع وصورت گمان یا فرض کر کے فتویٰ لینا چاہتا ہے۔ جس کے فرض وگمان کا شرعاً سے اصلاً حق نہیں۔ نہ دوسرے کو جائز کہ اس کی بدگمانی مقرر رکھے۔ لو لا اذا سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا[1] اور وہ اپنے اس فرض باطل کے ایک فریق مسلمان کو بذریعہ فتویٰ ضرر پہونچانا چاہتا ہے۔ تو صرف اس صورت کا حکم بتانا

[1] القرآن الکریم

صراحتاً باطل کو مدد دینا ہے۔ جو ایک جاہل مسلمان کے لائق بھی نہیں۔ مفتی تو مفتی ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ۱؎ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف فریق دیگر بلکہ خود اس فریق کی بھی بدخواہی ہے۔ بلکہ اس کی بدخواہی سخت تر ہے۔ فریق اول کی نیت اگر صحیح ہے۔ تو ان کے فرض باطل یا نافہم مفتیوں کے اقوال ہائل سے اس کا کیا ضرر۔ مگر اس فریق کو جو بدگمانی اور مسلمانوں کو ایذا رسانی کی بیماری تھی۔ وہ مفتیوں کی تقریر اور عدم انکار کے بعد پختہ ہوگئی۔

فھلکوا واھلکوا وانما الدین النصح لکل مسلم ۲؎

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مریض نے براہ ناواقفی اپنا مرض الٹا تشخیص کیا اور اسکے لئے طبیب سے دوا پوچھی، طبیب اگر اس کا اصل مرض جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دوا اسے نافع نہیں، بلکہ اور مضر ہوگی، تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ الٹے مرض کی اسے دوا بتا کر اس کی غلطی کو اور جمادے اور اس کے ہلاک پر معین ہو اور یہاں اتنا کہہ دینے سے کہ مرض مسئول کی دوا یہ ہے یا جسے یہ مرض ہو، اس کی دوا یہ ہے۔ طبیب الزام سے بری نہیں ہوسکتا۔ جبکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نہ یہ مرض، نہ یہ اس کی دوا۔ بلکہ یہ اس کے مرض کو اور محکم کردیگی۔ حاشا! یہ وہی کرے گا، جو یا تو خود ہی طب نہیں جانتا اور خواہی نخواہی لوگوں کا گلا کاٹنے کو طبیب بن بیٹھا یا دیدہ ودانستہ مریض کی غلط تشخیص مقرر رکھ کر خلاف مرض دوا دے کر اسے ہلاک کیا چاہتا ہے،

دونوں صورتیں سخت بلا ہیں۔ ایک دوسرے سے بدتر، تو صاف روشن ہوا کہ انہیں فتوؤں میں سخت ناانصافی اور نہ ایک فریق بلکہ دونوں کی سخت بدخواہی ہوئی۔ اگرچہ بظاہر فریق

۱؎ درمختار کتاب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱
۲؎ صحیح مسلم کتاب الایمان باب البیان ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۵/۱

دوم کی طرفداری نظر آئے۔ اگر کسی ذی علم عاقل خیر خواہ مسلمین سے یہ سوال ہوتا۔ تو وہ یوں جواب دیتا کہ بھائیو! اس کی بنا محض نیت پر ہے اور نیت عمل قلب ہے اور قلب پر اطلاع اللہ عزوجل کو ہے۔ تم نے کیوں جانا کہ اس فریق نے مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی، بلکہ محض نفسانیت وعداوت واضرار مسجد سابق کا ارادہ اس کے دل میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: افلا شققت عن قلبہ[1] تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔

باہم تفرقہ کے بعد اس کی بنا سے غایت یہ کہ تفرقہ باعث بنا ہو، نہ کہ غایت بنا۔ باعث وغایت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جس کی تفصیل ہمارے فتاوے کے کتاب الوقف میں ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی۔ اسی بیان ضروری کے بعد چاہتا تو یہ بھی لکھتا کہ ہاں! اگر دلیل صحیح شرعی سے ثابت ہو جاتا کہ ان کی نیت اضرار تھی اور اسی غرض سے انہوں نے مسجد بنائی، تو ضرور اس کے لئے مسجد ضرار کا حکم ہوتا۔ مگر حاشا! اس کے ثبوت کا کیا طریقہ اور اس کی طرف راہ کیا؟ آپ کے سوال کا جواب یہ تھا، نہ وہ جو ایرانی ودہلوی صاحب نے دیا۔ بہر حال فقیر آپ صاحبوں کا ممنون احسان ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا۔ اس سے مطلع فرمایا۔ مجھ پر فرض تھا کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا۔ اب کہ باطل ہے۔ اس کا بطلان آپ کو دکھا دیا۔ ماننا آپ صاحبوں کا کام ہے۔

سنی بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے۔ سنیوں پر دشمنان دین کے آلام کیا تھوڑے بندھ رہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے، تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش کو دین میں دخل نہ دیں۔ فقیر کو بحمد اللہ تعالٰی تمام سنی بھائیوں کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہے۔ لہذا دونو فریق سے دست بستہ عرض ہے کہ رنجش جانے دیں، انما المؤمنون اخوۃ[2] پر نظر فرما کر گلے مل لیں۔ فریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالٰی اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے۔ اگر واقعی میں مسجد

---

[1] صحیح مسلم — کتاب الایمان — تحریم قتل الکافر بعد قولہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۸

[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۰

انہوں نے محض براہ نفسانیت بقصد اضرار مسجد سابق بنائی ہے۔ تو ضرور وہ مسجد ضرار ہے۔ اسے دور کریں اور تائب ہوں۔

مگر فریق دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کر کے معاذ اللہ مسجد ڈھانا چاہیں اور ایسے بے معنی فتوؤں کی آڑ لیں۔ جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے، مسجد گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بربادی خانہ خدا پر ابھارتے ہیں، العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ فقیر اپنے اس خط کی نقل فریق اول کو بھی بھیجے گا۔ کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے۔ والسلام علی جمیع اخواننا اہل السنۃ والجماعۃ فقط

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۰ر شعبان المعظم یوم الاحد ۱۳۲۹ھ ہجریہ قدسیہ

علی صاحبہا والہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ آمین.

(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۶/۳۲۹ تا ۳۳۲)

حضرت مولانا حکیم عبدالرحمن صاحب، محلّہ جماپورہ، سونی پت، ضلع رہتک، پنجاب

(۱)

از بریلی

۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

مولانا المکرم اکرمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کارڈ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو برکات دے۔ ایسی حق پسندی وحق جوئی نہایت قابل مسرت ہے۔ ماکان وما یکون، جس کو ذرہ ذرہ کا احاطہ کلیہ قرآن عظیم واحادیث صحیحہ وارشادات ائمہ سے آفتاب روشن کی طرح ثابت ہے۔ اس کے معنی، ماکان من اول یوم ویکون

الیٰ آخر الایام ہیں۔ یعنی روز اول آفرینش سے روز قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے۔ ایک ایک ذرے کا علم تفصیلی حضور کو عطا ہوا۔ شرق وغرب میں، سماوات وارض میں، عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ ذات وصفات حضرت عزت احاطہ وتناہی سے بری ہیں۔ ممکن نہیں کہ جمیع مخلوقات کا علم مل کر اس کی ذات علیہ یا کسی صفت کریمہ کو محیط ہو سکے۔ کبھی کوئی اسے پورا نہ جان سکے گا۔

مؤمنین واولیاء وانبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات ابدالآباد تک اس کی معرفت میں ترقی فرمائیں گے۔ ہر روز اس کے وہ محامد معلوم ہوں گے، جو کل تک نہ معلوم تھے اور یہ سلسلہ ابد تک رہے گا۔ کبھی ختم نہ ہوگا۔ روزانہ بے شمار علوم متعلق ذات وصفات ان پر منکشف ہونگے اور ہمیشہ ذات وصفات میں نا متناہی غیر معلوم رہے گا کہ وہ محیط کل ہے۔ کسی کے احاطہ میں نہیں آسکتا۔ وہ حدیث متعلق بہ محامد علوم ذات وصفات میں ہے اور بے شک حق ہے اور دعویٰ اہل حق کو کچھ مضر نہیں۔ وله الحمد۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۵/۶۷،۷۵)

جناب حاجی عمر آدم جی، جیت پور، کاٹھیاواڑ، گجرات

از بریلی (۱)

گرامی برادران اہل سنت جناب سیٹھ حاجی عمر آدم جی وحاجی یوسف بھیا وحاجی احمد جیا وطبیب وحاجی امین وسیف اللہ میاں حسین میاں صاحبان وجماعت اہل سنت جیت پور، سلمکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی رجسٹری آئی۔ فقیر آپ سب حضرات اور تمام جماعت اہل سنت کے لئے پانچوں

وقت کی نماز اور وظائف میں ہمیشہ دعاء خیر و برکت و سلامت وعفو وعافیت کرتا ہے اور سب بھائیوں سے اپنے لئے طالب دعاء ہے۔ پانچ وقت یاد نہ کر سکیں، تو صبح شام دو ہی وقت دعا میں یاد فرما لیا کریں۔ میں سنی بھائیوں کی دعا کا بہت حاجت مند ہوں۔

یہ جو تین مسائل پر آپ نے اب غوغا ہونا تحریر فرمایا ہے اور یہ کہ لوگ برا کہتے ہیں، ہم چپ سن لیتے ہیں۔ آپ بہت اچھا کرتے ہیں۔ برا کہنے کے جواب میں چپ رہنا ہی چاہئے، برا کہنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک تو بد مذہب، بے وجہ خلاف دین برا کہتے ہیں۔ اس کی کیا شکایت۔ وہ تو ائمہ وصحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ خود اللہ ورسول جل وعلی ﷺ کو برا کہتے، لکھتے، چھاپتے ہیں۔

دوسرے سنی بھائی کے کسی مسئلہ کی غلط فہمی یا اپنی خواہش کے خلاف ہوتے یا نرے حسد کے سبب یا اس لئے کہ وہ آپ تمام برائیوں سے پاک ہیں اور انہوں نے اپنے کشف سے میری برائیوں پر اطلاع پائی ہو، برا کہتے ہیں۔ الحمد للہ! کہ یہ لوگ میرے دین ومذہب کو برا نہ کہیں گے۔ کہ مذہب تو ان کا بھی وہی ہے جو میرا۔ ہاں! خود مجھے برا کہیں گے، تو جتنی برائیاں میں اپنی جانتا ہوں۔ وہ جان بھی نہ سکیں گے۔ میں ہر شب برأت کو اپنے تمام حقوق سب سنی بھائیوں کو معاف کر دیا کرتا ہوں۔ پھر شکایت کس کی کروں، ان صاحبوں کے برا کہنے پر آپ صرف چپ نہ ہوں۔ بلکہ ان کی خوشی اسی میں دیکھئے کہ آپ بھی ان کے ساتھ برا کہنے میں شریک ہوں۔ تو شوق سے شریک ہو جایا کیجئے، میں نے انہیں بھی معاف کیا۔ اور آپ کو بھی معاف کیا۔ میرا کریم میرے سب گناہ معاف فرمائے اور سب سنیوں کے گناہ بخشے، آمین

رہے تین مسئلے وہ صاحب میری کتابیں آنکھیں کھول کر دیکھتے، تو خود ان کا ایمان ہی ان اعتراضوں کی اجازت نہ دیتا۔ وہ سنی مسلمان ہیں۔ شرعی مسئلوں کے معاملہ میں کبھی ہٹ دھرمی پسند نہ کریں گے۔ بلا دیکھے سمجھے سنی سنائی فرمائی ہونگی اور اب دیکھ کر خود ہی حق سمجھ لیں گے۔

نوٹ کے مسئلہ پر یہ اعتراض ہے کہ تیری ضرور یہ باتیں کتاب میں نہ کوئی دلیل، حدیث سے ہے، نہ کتاب سے۔ اور علماء کی مہر کیوں نہیں۔ نوٹ کو ہم لوگ کاغذ نہیں جانتے، روپیہ جانتے ہیں۔

(۱) غالباً صاحبوں نے "کفل الفقیہ" عربی ملاحظہ فرمایا اور عربی سمجھتے نہ تھے، اس میں کاغذ پر سیاہی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ "کفل الفقیہ" مترجم اول سے اخیر تک ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اس میں آیت بھی ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثیں بھی اور اعلیٰ درجہ کی معتمد کتابوں کی بکثرت سندیں ہیں۔

(۲) مہروں کا میں پابند نہیں، صرف اپنے اماموں کا مقلد اور شرعی دلیلوں کا پابند ہوں۔ پھر بھی اگر دیکھتے تو اس "کفل الفقیہ" مترجم کے ص ۱۱۲ پر اعلم علماء رامپور حضرت مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ و عالم شاہجہان پوری مولانا مولوی ریاست علی خان صاحب وغیرہما کے دس مہر و دستخط ہیں۔

(۳) یہ انکھیارا دیکھ کر اور اندھا ٹٹول کر بتا سکتا ہے کہ نوٹ کاغذ ہے، چاندی نہیں اور جب اللہ عزوجل نے اسے کاغذ پیدا کیا۔ تو کسی کے چاندی سمجھ لینے سے چاندی کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسے شراب کو کوئی کہے کہ ہم شراب نہیں سمجھتے، شربت جانتے ہیں، تو کیا وہ شربت ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تبدیل لخلق اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی شئی کی تبدیلی نہیں۔

(۴) اگر وہ ان کے جاننے سے واقعی روپیہ ہو گیا، تو اب روپیہ سے اس کا معاوضہ چاندی سے چاندی بدلنا ہوگا اور اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم ہے کہ دونوں طرف وزن برابر ہونا فرض ہے، تو ہزار روپے کے نوٹ پر دوانی چوانی جتنی چڑھے۔ اتنے ہی کو بیچنا حلال ہوگا۔ جو لوگ اسے ہزار روپے کو بیچنا لازم خیال کرتے ہیں۔ کمی بیشی جائز نہیں مانتے۔ دوانی پھر چاندی کے ساڑھے بارہ سیر چاندی کے بدلے بیچنا لازم کرتے ہیں۔ یہ کیسا صریح سود ہے۔ سود کا جائز و حلال ماننا تو وہ سخت حکم رکھتا ہے۔ اسے لازم و واجب کرنے کا کیا حال ہوگا۔

آب قلیان کا مسئلہ: مولوی امجد علی صاحب نے ''بہار شریعت'' میں بے ذکر سند لکھ دیا کہ وہ کتاب ہی صرف مسائل کے لئے ہے، مگر فتاویٰ فقیر جلد اول ص ۳۳۴ پر تو مع سند کتاب درمختار موجود ہے اور اب مولوی صاحب موصوف نے اسے بہت سندوں سے مفصل لکھا ہے اور اس کی پاکی کے ثبوت کو انصاف پسند حق طلب کے لئے اتنی ہی بات کافی تھی۔ جو مولوی خلیل صاحب نے فرمائی کہ پانی پاک تھا اور اس میں کوئی ناپاک چیز ملی نہیں۔ پھر ناپاک کیسے ہوگیا۔ اس میں کون سا حرف ایسا ہے، جس سے کوئی حق پسند انکار کرسکتا ہے اور اس پر یہ جواب کہ پاک ہے، تو پینا بھی چاہئے۔ بہت بے سمجھی کی بات ہے۔

پاک کیچڑ کے سنے ہوئے پاؤں دھو کر کوئی نہ پیئے گا۔ حالانکہ وہ پانی پاک ضرور ہے۔ بلکہ وضو تھا اور دوسرے وضو کی نیت نہ کی اور کیچڑ سے پانی گاڑھا نہ پڑ گیا، تو وہ پانی باجماع مذہب حنفی یقیناً قابل وضو ہے۔ شریعت کے مقابل مسلمانوں کو ایسی بات کہنے سے خوف الٰہی چاہئے۔ حقہ کا پانی طاہر مطہر ہونا مستند کتب حنفیہ وحدیث شریف وقرآن عظیم سے ثابت ہے۔

(۱) پانی اصل پاک اور پاک کرنے والا ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے: ونزلنا من السماء ماء طهورا ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا اور فرماتا ہے: وينزل عليكم من السماء ماء ليطهر كم به اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا ہے کہ تمہیں پاک کرے۔ زمین میں جتنے پانی ہیں۔ سب آسمان ہی سے اترے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع في الارض. کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتار کر چشمے اور سوت بنا کر زمین کے اندر چلایا۔ درمختار میں ہے: ما اودية وعيون و آبار وبحار الكل من السماء۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: الماء طهور: پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ تو کوئی پانی بے کسی ناپاک چیز کے ملے، ناپاک نہیں ہوسکتا۔ حقے کا پانی اگر ناپاک ٹھہرے، تو یوں نہیں ٹھہر سکتا کہ تمباکو کا دھواں ناپاک ہو، حالانکہ تمباکو ایک پاک پتی ہے کہ طاہر قدوس جل جلالہ نے پاک پانی اتار کر پاک

زمین سے پیدا کیا، تو اس میں ناپاکی کدھر سے آگئی۔ دھواں تو نجاست کا بھی ناپاک نہیں۔ یہ نوشادر، جو آپ سب لوگ کھاتے اور چورن میں ڈالتے ہیں۔ خاص نجاست کا اڑایا ہوا دھواں ہے۔ کتابوں میں تصریح ہے کہ وہ پاک وحلال ہے ردالمحتار میں ہے:

النوشادر المستجمع من دخان النجاسة طاهر كما يعلم مما مر وا وضحه سيدی عبد الغنی فی رسالةسماها "اتحاف من بارد الی حكم النوشادر" یعنی نوشادر کے نجاست کے دھوئیں سے اکٹھا ہوتا ہے۔ پاک ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرے مسائل سے ثابت ہے اور حضرت سیدی عبدالغنی قدس سرہ نے اس کی طہارت میں خاص ایک رسالہ تصنیف فرمایا، تو تمباکو کا دھواں کیسے ناپاک ہوسکتا ہے۔

(۲) اکابر علماء اجلہ اولیاء مشاہیر مشائخ مثلاً علامہ شہاب الدین خفاجی مصری مصنف "نسیم الریاض" و "شفاء" امام قاضی عیاض وعنایۃ القاضی شرح تفسیر بیضاوی، وملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی مدراسی اور ان کے والد ملک العلماء نظام الدین سہالی، وشیخ علماء حرم شریف حضرت سید احمد زین دحلان مکی، ومفتی حنفیہ حضرت مولانا سراج مکی، وقاضی حنفیہ مولانا شیخ صالح کمال مکی، وامام مقام حنفی حضرت سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی، ومولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، ومولانا مولوی شاہ سلامت اللہ قادری کانپوری، اور تمام بدایوں کے قبلہ وکعبہ وامام مولانا مولوی شاہ فضل رسول بدایونی وغیرہم ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سب حضرات حقہ پیتے تھے۔ کیا معاذ اللہ نجاست سے منہ بھر بارو رکھتے تھے۔ مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ، شام ویمن ومصر وقسطنطنیہ وغیرہا عام بلاد اسلامیہ میں اکثر مسلمان وہی ہیں کہ تمباکو کو پیتے کھاتے یا سونگھتے ہیں۔ کم وہ ہیں کہ اس سے بچے ہیں۔ کیا معاذ اللہ سب کے منہ، زبان، حلق، ناک ودماغ نجس ہیں اور جب اس سے ناپاک نہیں ہوتے، تو یہ پاک قدوس کا پاک اترا ہوا پانی کیسے ناپاک ہوگیا؟

(۳) کتب معتمدہ مثل درمختار وغمز العیون حدیقہ ندیہ وردالمحتار وفتح

اللہ المعین وفتاویٰ حامدیہ وعقود الدریہ والصلح بین الاخوان ورسالہ رشید وغیرھا میں حقے اور تمباکو حلت مصرح ہے۔جس کی تفصیل ہمارے رسالہ "حقۃ المرجان" میں برسیں ہوئی، چھپ کر شائع ہو چکی۔ ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے: للعلامۃ الشیخ علی الاجہوری المالکی رسالہ فی حلہ نقل فیھا انہ افتی بحلہ من یعتمد علیہ من ائمہ المذاھب الاربعہ یعنی علامہ شیخ اجہوری مالکی کا حقہ کی حلت میں ایک رسالہ ہے۔جس میں انہوں نے نقل فرمایا ہے کہ چاروں مذاہب کے معتمد اماموں نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: یحل لھم الطیبت ویحرم علیھم خبث یہ نبی پاک چیزیں حلال فرمائے گا اور ناپاک چیزیں حرام۔

حقہ کا دھواں جب کہ پینا حلال ہے۔تو قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ بے شک پاک ہے۔تو اللہ عزوجل کا پاک اتارا ہوا پانی اس کے پاک کیے ہوئے دھوئیں سے ملنے کے سبب ناپاک کر لینا اللہ عزوجل کے حکم کا بدلنا ہے۔جس سے مسلمانوں کو ڈرنا اور اپنے رب سے توبہ کرنا چاہئے اور جب وہ یقیناً اپنی اصل پر باقی ہے، تو بلا شبہ اصل طہارت پر بھی باقی ہے، کتب معتمدہ میں صاف تصریح ہے کہ پاک چیز کے اثر سے اگر پانی کے رنگ بو، مزہ سب بدل جائیں، اس کے قابل ہونے میں فرق نہیں آتا۔اس کا نہایت مبسوط بیان ہمارے رسالہ ''النور والنورق'' میں ہے۔کہ کسی کتاب میں شافی و محیط بیان نہ ملے گا۔

تنویر الابصار میں ہے: یجوز بماء خباءٍ لا طاھر جا مد ان بقیت رقتہ . درمختار میں ہے : یجوز مطلقا وان غیر اوصافہ اللون والطعم والرائحۃ مکث او طاھر جامد ۔ ہاں! اگر اس میں بو ہو، تو بضرورت و مجبوری اس کا وضو میں صرف کرنا نہ چاہئے۔ بو کی حالت میں نماز مکروہ ہوگی۔ مسجد میں جانا حرام ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں بیان کیا۔لیکن اگر وہ پانی نہ ملے۔ تو بلا شبہ

بحکم قرآن عظیم اس کے ہوتے ہوئے تیمم باطل ہوگا اور نماز نہ ہوگی: ولم تجد ماء یعنی تیمم اس وقت جائز ہے۔ جب اصل کوئی آب مطلق نہ ملے۔

مسلمانو! یہ سب قرآن مجید کے احکام ہیں۔ ان کے آگے سر جھکا۔ فرض کی اللہ توفیق خیر دے۔ آمین

گزارش اخیر اذان کا مسئلہ برسوں کا ہے اور نوٹ کا اس سے پہلے کا اور اسے برادران کاٹھیاواڑ نے بخوشی لیا۔ اب نزاع کا منشاء اگروہ مسائل جرمانہ واخذ بالجبر ہیں۔ جو وہاں نکاح وطلاق پر لیا جاتا ہے۔ تو بھائیو! وہ مسائل دلائل کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ جو حضرت دلائل خود نہ سمجھ سکیں۔ وہ سنی عالم سے چاہیں۔ ان مسائل کی تصدیق کرائیں۔ اگر کوئی عالم ان دلیلوں کا معقول جواب دیدے اور صحیح سندوں سے اس مال کا حلال ہونا بتادے۔ تو سب سے پہلے اس کا ماننے والا میں ہوں گا اور کوئی اسے رد نہ کر سکے۔ تو بھائیو! جب کوئی اپنا فعل خلاف شریعت ثابت ہو۔ تو اس فعل سے بعض آجانا چاہئے۔ نہ کہ حکم شرعی پر غوغا اور جو صاحب باز بھی نہ آئیں۔ تو ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہے۔ اس پر رنجش وغوغا کیا درکار ہے۔ اللہ عزوجل سنی بھائیوں کو نیک توفیق دے۔ آمین

(فقیر احمد رضا قادری غفرلہ)

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ مئی ۱۹۶۵ء)

جناب علی بخش صاحب، غازیپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۴ رشوال ۱۳۳۷ھ

(۱) بذریعہ خط بیعت ہو سکتی ہے (۲) بذریعہ قاصد یا خط مرید ہو سکتا ہے۔ (۳) وظیفہ کے لئے پورا کلمہ طیبہ مناسب تر ہے۔ مگر اس کے ساتھ درود شریف لانا ضرور ہے۔ یعنی یوں ورد کرے: لا

الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اور صرف جز ثانی مع درود کا بھی ورد کرسکتا ہے۔ مگر مبتدی یا طالب کہ محتاج تصفیہ ہے، اسے صرف جز اول کا ذکر شغل بتاتے ہیں کہ اس میں حرارت ہے اور دوسرا جز کریم ٹھنڈا لطیف اور تزکیہ گری پہنچانے کا محتاج۔ ہاں! جب جزء اول سے حرارت حد سے متجاوز ہو۔ تو تعدیل کے لئے بتاتے ہیں۔ کہ مثلاً ہر سو بار لا الہ الا اللہ کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ ﷺ کہہ لے کہ تسکین پائے۔ (۴) اس کی حاجت کیا ہے۔ وہ صیغہ مثلاً یہ ہوسکتا ہے: اللھم صل وسلم لر سولک محمد و آلہ۔ اس میں لام بمعنی علیٰ ہے۔ آپ اس کا ورد کریں، اجازت ہے۔ فقط

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۲۶۴)

حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

حضرت والا صاحبزادہ واجب الاعظام دامت برکاتہم، تسلیم!

تین روز ہوئے کہ مبارک رسالہ تشریف لایا۔ بیچ میں ڈیڑھ روز کاہل اور ضروری مسائل واشغال میں صرف ہوا۔ ڈیڑھ روز سے کم میں اسے مطالعہ کیا۔ حضرت نے ساڑھے تین آنے کے ۱۴ ار ٹکٹ رجسٹری کے لئے ارسال فرمائے۔ خاندانی نیاز مند سے اس تکلیف کی حاجت نہیں۔ ٹکٹ واپس حاضر ہے۔ رسید رسالہ سے مشرف فرمائیں۔ زیادہ خوشی اس کی ہوئی کہ کفار، مرتدین کی اس میں خوب خبر لی گئی۔ مولیٰ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین!

کیا اچھا ہو کہ یہ مبارک رسالہ بھی واضح قلم سے، اچھے مضبوط خوش نما کاغذ پر، کشادہ حرفوں، واسع بین السطور میں پانچ جزء پر چھپے، عورتیں، بوڑھے سب بے تکلف اس سے بہرہ مند ہوں۔ حضرت

والاسید ابوالقاسم شاہ جی میاں دامت برکاتہم کی خدمت میں آداب نیاز۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی۔ ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ یوم الخمیس

(از عقائد نامہ منظوم ص ۸۸ صبح صادق، سیتاپور، یوپی)

حضرت مولانا قاضی سید غلام گیلانی صاحب کیمبل پور، اٹک، پاکستان

(۱)

از بریلی

۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

بملاحظہ شرف مولانا المجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارت بنایہ ص ۱۰۲ بہت صاف ہے۔ اوپر کی روایت سے موازنہ کر کے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں۔ اول: لا بد من اعتبار الکفاءۃ ولا یسقط الا بتراضی الولی والمراۃ۔ [1] یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے۔ حتی کہ روایت حسن مفتی بہا کے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ بہ رضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی، صحیح ونافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔

دوسری: وعنہ فی الرجل یشرب الشراب او ھو حائک یفرق بینھما [2] یہ مطلق ہے۔ وہ استثناء تراضی یہاں نہیں۔ یہاں بھی وہ استثنا ہو، تو دونوں روایتیں ایک ہو جائیں۔ لا جرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کہ لحاظ کفائت حقا للشرع لازم تراضی زن وولی سے بھی

[1] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفایہ مکتبہ الامدادیہ مکۃ مکرمہ ۱۰۲/۲

[2] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفایہ مکتبہ الامدادیہ مکۃ مکرمہ ۱۰۲/۲

ساقط نہ ہوگا اور گو سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو۔ قاضی جبراً علیہم تفریق کردے گا۔ جیسے ہمارے یہاں اگر بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن واولیاء نکاح کریگا۔ یفرق بینھما۔ یہی حکم روافض نے در بارۂ علویات دیا کہ دوسرے سے اگر چہ قرشی ہو، اس علویہ کا نکاح اگر چہ برضائے کل ہو، ممتنع ہے۔ ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں: بـا طلا ن اور بے شک باطل ہیں۔ اگر بالغہ برضائے ولی حائک نکاح کرے لا یفرق بینھما اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے۔ اگر چہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لا یمتنع.

امام سروجی ابو العباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلہ علماء حنفیہ سے ہیں۔ اس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبة للتزوج ہوگا۔ اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا۔ دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ بے شک لام ہی ہے۔ کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا۔ مسخ کیا ہے۔ اسی لئے میں نے نہ خریدی۔ خطبہ کا غیر نکاح ہونا، ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا۔ حاشا! یہ احتیاج فی الفروج نہیں۔ بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں۔ ولا یقول بہ جا ھل فضلا عن فاضل۔ کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے۔ جو خطبہ و تزوج کی مباینت ثابت کریں گے۔

ولیس یصح فی الا عیا ن شئی اذا احتا ج النھا ر الی دلیل

حدیث: تحریم الخطبة علیٰ خطبة اخیہ۔[1] سے اس کی تائید جہل شدید ورنہ حدیث: یحرم السوم علی سوم اخیہ [2] سے نفس سوم کی عقد بیع کرلیں گے۔ "بنایہ" کی پہلی عبارت: لا ینبغی ان تخطب المعتمدة ش لا ن الخطبة للتزوج ونکا ح المعتمدة

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۵۴/۱

[2] صحیح مسلم باب تحریم البیع علی بیع اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳/۲

لا یجوز ۔ ۱؎ تو ظاہر ہے۔ کیا نکاح معتدہ کو لاینبغی کہا جاتا۔ اس کی تحریم تو محرمات میں گزری۔

یہاں کاتب نے ''لان'' چھوڑ دیا ہے۔

متن نے دو مسئلے بیان فرمائے۔ ایک خطبہ صریح، اسے منع فرمایا۔ شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام۔ دوسرا خطبہ بالکنایہ ہے، اسے جائز فرمایا کہ: لا باس بالتعریض فی الخطبة ۲؎ یعنی خطبہ ہو، مگر نہ الفاظ صریحہ میں، بلکہ کنایہ، تو حرج نہیں۔ کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنی لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے؟ حاش للہ۔

دوسری عبارت: ای لا یجوز ان یقول صریحا ارید ان انکحک او اتزوجک او اخطبک لان الخطبة للتزوج ۳؎ کما ذکرنا ۔ جس میں کاتب نے ''ای'' کا ''ان'' اور ''للتزوج'' کا ''التزوج'' لکھا ہے۔ اس میں ان صاحبوں کو غالباً یہ دھوکا لگا کہ ''اخطب'' کو منصوب پڑھا اور ''انکح'' پر معطوف اور ''ارید'' کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں۔ یوں سمجھ لیا کہ خطبہ تزوج ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ''اخطب'' مرفوع حکائی اور اس کا عطف ''ارید'' پر ہے۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ نہ یہ کہنا جائز کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں۔

پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لئے ہوتا ہے۔ تو ''اخطبک'' کے معنی بعینہ وہی ہوئے کہ ''ارید ان انکحک''۔ آیہ کریمہ مثل امہات تحریم ابدی عام کے لئے ہے۔ یہ بے شک ازواج مطہرات سے خاص ہے۔ ورنہ ختنین کریمین سے تزوج بنات مکرمات نہ ہو سکتی۔ اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات میں حل مطلق ہے، سخت جہل ہے

۱؎ البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفایہ مکتبہ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۳۳۴/۲
۲؎ البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفایہ مکتبہ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۳۳۴/۲
۳؎ البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفایہ مکتبہ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۳۳۴/۲

کہاں تحریم مطلق کی نفی؟ کہاں حل مطلق کا اثبات؟ یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۱/۳۰۶ تا ۳۰۹)

(۲)

از بریلی

۲۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب

اکرمکم اللہ تعالیٰ وتکرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے ۲۷ ر محرم سے یکم ربیع الاول تک بخار کے دورے ہوئے۔ جن میں بعض بہت شدید تھے اب تین روز سے بہ برکت دعاء جناب بخار تو نہیں آیا۔ مگر ضعف بدرجہ غایت ہے۔ اسی حالت حمی میں پہلے سوال سامی کا جواب حاضر کر دیا تھا اور رسالہ دربارہ ذبیحہ پہلے "جبل پور" جانے اور اب اس بخار کے دوروں کے سبب مکمل نہ ہو سکا۔ طالب عفو و دعاء ہے۔

"بنایہ" اور "ابوالمکارم" میرے پاس نہیں۔ "شلبی علی الزیلعی" و "ہندیہ" میں بعد ولادت بھی بقاء حق اعتراض صرف شیخ الاسلام سے نقل کی ہے اور اسکی طرف سے کوئی میل، ان کی عبارت سے نہیں پایا جاتا۔ اکابر ومشاہیر کا جزم اسی پر ہے کہ مالم تلد "زیلعی" میں تھا. الا اذا سکت الی ان تلد فیکون رضا دلالة [1] اس پر شلبی نے کہا: وعن شیخ الاسلام ان له التفریق بعد الولادة ایضاً. [1] کما منقول عنه [2] "کمال" کی عبارت یہ ہے: لا یکون سکوت الولی رضا الا ان سکت الیٰ ان ولدت فلیس له التفریق وعن شیخ الاسلام، ان له التفریق بعد الولادة ایضاً. [3]

---

[1] تبیین الحقائق — فصل فی الکفایہ — مکتبۃ الکبریٰ الامیریہ مصر — ۲/۱۲۸

[2] حاشیۃ شلبی علی تبیین الحقائق — فصل فی الکفایہ — مکتبۃ الکبریٰ الامیریہ مصر — ۲/۱۲۸

[3] فتح القدیر — فصل فی الکفاءۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان — ۳/۱۸۷

ہندیہ میں پہلے شرح جامع صغیر قاضی خان سے نقل کیا: لا یبطل حقه فی الفسخ وان طال الزمان حتی تلد [۱] پھر نہایہ سے نقل کیا۔ اذا ولدت منه فلیس للاولیاء حق الفسخ [۲] حکم اس میں بھی یہی لکھا ہے۔ آگے استدراکا قول شیخ الاسلام ذکر کیا اور طحاوی میں تو اس کا قول ذکر تک نظر نہ آیا۔ بلکہ ایک عبارت شارح سے ایہام ہوتا تھا کہ اگر ولی کو خبر نکاح نہ ہو، تو بعد ولادت بھی معترض ہوسکتا ہے۔ اس پر اعتراض کردیا۔

متن میں تھا: له الاعتراض مالم تلمد [۳] اسے شارح نے یوں بنایا، مالم یسکت حتی تلد. [۴] اس پر محشی نے فرمایا: الاولیٰ حذف مافی الشرح لانه یفهم ان ذالک عن علم فلو کان عن غیر علم یکون له الاعتراض وان ولدت والعلة تنفی ذالک، فالاولیٰ ابقاء المصنف علیٰ ظاهره فتامل. [۵]

روافض کے نزدیک کوئی قرشی غیر علویہ کا کفو نہیں اور ہمارے نزدیک قریش، بعضهم اکفاء لبعض۔ میرے پاس "بنایہ" نہیں کہ دوسرا قول معلوم ہو۔ یہ صورت کہ یہاں واقع ہوئی کہ ولی دعویٰ تفریق کر چکا۔ اس کے بعد ولادت ہوئی۔ اختلاف سے برکراں ہے۔ مسقط میں حق تفریق سکوت "حتی تلد" تھا۔ وہ نہ پایا گیا۔ کہ قبل ولادت دعویٰ دائر ہو چکا۔ پھر ان تکلفات کی ضرورت کیا ہے؟ جب کہ مفتی بہ مطلقا فساد وعدم انعقاد ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۱/۲۶۴ تا ۲۶۶)

---

[۱] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ شرح جامع صغیر قاضی خان، باب الکفاءۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲۹۲،۲۹۳/۱

[۲] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ النہایۃ — باب الکفاءۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۲۹۳/۱

[۳] درمختار شرح تنویر الابصار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱۹۱/۱

[۴] درمختار شرح تنویر الابصار — باب الولی — مطبع مجتبائی دہلی — ۱۹۱/۱

[۵] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — [illegible] — ۲۶،۲۷/۲

حضرت مولانا سید غلام محمد صاحب خطیب و امام میٹھی مسجد، پور بندر، گجرات

(۱)

از بریلی

۱۱ر شوال ۱۳۳۷ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر پانی پتھر سے نیچا ہے، تو دہ دردہ ہے۔ نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا، جب تک اس سے مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اور اگر پانی اس حد سے اونچا ہو کر پتھر سے گر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ دردہ سے کم ہے، تو اب دہ دردہ نہ رہا۔ ایک خفیف قطرۂ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہو جائے گی۔ ہاں وضو کے لئے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا۔ بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہو جائے گا۔ قابل وضو نہ رہے گا۔ وضو کا مستعمل پانی اس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا۔ جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہو جائے۔ اس کے پاک کر لینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصہ پانی سے نکال دیں۔ یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے۔ جہاں سے دہ دردہ ہے، وہ سب پاک ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوٰی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۳۲۶/۴)

(۲)

از بریلی

۵ر رمضان ۱۳۳۹ھ

خطیب کا ایک سیڑھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا، بعض علماء نے بہ مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لئے رکھا تھا۔ جس کا ذکر "مکتوبات شیخ مجدد" اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ یہاں وہ مجبوری نہیں۔ نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملانے کی حاجت۔ لہذا یہ فعل عبث محض ہے۔" ردالمحتار" میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۸/ ۴۶۵)

حضرت مولانا سید غلام امام صاحب۔ سہسوان، ضلع بدایوں، یوپی

(۱)

از بریلی

۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ

جنابِ من! ادام اللہ تعالیٰ کرامتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فضل صلوٰۃ بالعمامہ میں احادیث مروی، اگرچہ ضعاف ہیں۔ مگر در بارۂ فضائل ضعاف مقبول وعند التحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام۔

حدیث اول: اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ[۱] یعنی بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔ اقتصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریج احادیث الاحیاء والرافعی علی تضعیفہ قالہ السیوطی فی للآلی واوردالحدیث فی جامع الصغیر ملتزمان ان لا یورد فیہ موضوعا۔

حدیث دوم: ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صلوۃ تطوع اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ[۲] ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نمازیں بے عمامہ کی برابر ہے اور جمعہ

۱؎ (الف) مجمع الزوائد باب اللباس للجمعۃ دار الکتاب بیروت ۲/ ۱۷۶
(ب) الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث: ۱۸۱۷ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۷۰
۲؎ (الف) مرقات بحوالہ ابن عساکر الفصل الثانی من کتاب اللباس مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰
(ب) کنز العمال بحوالہ ابن عساکر فرع فی العمائم مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۲۰۶

عمامہ کے ساتھ، ستر جمعے بے عمامہ کے ہمسر۔ فیہ مجاھیل. قلت : ولیس فیھم کذاب ولا وضاع ولا متھم بہ ولا فیہ ما یردہ الشرع اویحیلہ العقل وقداوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔

حدیث سوم : الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الآف حسنۃ[۱] یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ ھذاضعیف جدا بان متروک .

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضعیہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور۔ ۲۰۴،۲۰۳/۶)

حضرت مولانا قاضی غلام یسٰین صاحب، ڈیرہ غازی خان، پاکستان

(۱)

از بریلی

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولوی قاضی غلام یسٰین صاحب زیدکرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکلف نامہ تشریف لایا، ممنون یادآوری فرمایا۔ مولانا! زمانہ غربت اسلام ہے۔ بـدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأفطوبیٰ للغرباء[۲] غربت کے لئے کس مپری لازم ہے۔ سنیوں میں عوام کی توجہ لہو ولعب وہزل کی طرف اور بدمذہب رافضیوں یا وہابی یا قادیانی یا نصاریٰ سب اپنے اپنے مذہب کی نصرت وحمایت واشاعت میں کمربستہ ہیں۔ مال سے، اعمال سے، سنیوں کو کون پوچھتا ہے۔ وقت شیوع ضلالت کا ہے، ان کو اگر کوئی آدمی بات کہے، جامہ سے باہر ہوں۔ ماں باپ کو

---

[۱] مسند الفردوس حدیث نمبر ۳۸۰۵ دارالکتاب العلمیہ بیروت ۲۰۶/۲

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب کے الفاظ حدیث میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے اور بجائے "الاف" کے "الف" ہے۔ الفاظ حدیث یوں ہے: الصلوٰۃ فی الامامۃ عشرۃ الف حسنۃ۔ (نذیر احمد سعیدی)

[۲] مشکوٰۃ جلداول ص ۲۹ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الاول

گالی دے، اس کے خون کے پیاسے ہوں، اس وقت تہذیب بالائے طاق رہتی ہے۔ ساری تہذیب اللہ عزوجل اور حضور سید عالم ﷺ کے مقابل برتی جاتی ہے کہ ان کو منہ بھر کر گالیاں دینے والے، لکھ لکھ کر چھاپ دینے والے جو چاہیں، بکیں۔ ان کے بکنے والوں کا نام ذرا بے تعظیمی سے لیا، نامہذب و درشت گو کا خلعت عطا ہوا۔ یہ حالت ایمان ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

ایسوں کے نزدیک تو معاذ اللہ قرآن عظیم بھی نامہذب ہے۔ ولا تطع کل حلاف مھین۔ جو اس ضرورت کو پورا کرنے والی ہیں، جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا۔ طبع فتوی کا سلسلہ بعونہ تعالیٰ کچھ شروع ہوا ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل.

تار کی خبر پر افطار حرام محض ہے۔ افطار بالتحری تحری غروب میں ہے، نہ کہ تحری ہلال۔ یہاں تو یہ ارشاد ہے کہ "صوموا الرویۃ وافطروا الرویۃ" [1] اور صاف ارشاد ہے کہ ان اللہ ھذہ للرویۃ آج تک تمام جہان میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ نہ رویت ہو، نہ شہادت، تحری کر کے عید کر لیں۔ جاء واحد من خارج المصر، پر اس کا قیاس محض جہل ہے۔

اس رسالہ کے مصنف کون بزرگ ہیں؟ خیر کوئی بھی ہوں، مگر تار پر افطار کا حکم اختراع فی الدین ہے۔ مدت ہوئی، کلکتہ میں ایک فتویٰ میرا اس بارے میں طبع ہوا تھا۔ ایک ہی نسخہ اس کا باقی ہے، حاضر کرتا ہوں۔ رسید و خیریت سے مطلع فرمائیں۔

فتویٰ اب نہیں رہا، رسالہ جب طبع ہو، تو اس میں اسے بھی شامل فرمادیں۔ اس میں اور جگہ کی مہریں بھی ہیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(ماخوذ از ندائے یارسول اللہ مطبوعہ محمد آباد گہنہ، یوپی)

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الصوم باب الرویۃ الہلال الفصل الاول ۱۷۴/۱

علامہ شاہ ابوالرجاء غلام رسول صاحب صدر انجمن جمعیۃ الاحناف، صدر بازار، کراچی، پاکستان

(۱)

از بریلی

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

جناب محترم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کے سوا، نہ مسجد شرط ہے، نہ بنا، مکان میں بھی ہوسکتا ہے، میدان میں بھی ہوسکتا ہے۔ اذن عام درکار ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے: السلطان اذا صلی فی دارہ ان فتح باب دارہ جاز وان لم یاذن للعامۃ لا تجوز [۱] درمختار میں ہے: یشترط لصحتھا الا لمصر اوفنائہ وھو ما حولہ لا جل مصالحہ کدفن الموتیٰ ورکض الخیل [۲]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۸/۴۴۴)

جناب غیاث اللہ شاہ دبیر انجمن تعلیم الدین والقرآن محلہ پیران، فیروز پور، پنجاب

(۱)

از بریلی

۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

شرع مطہر میں مشہور بین الجمہور ہونے کے لئے وقعت عظیم ہے اور مشہور عند الجمہور ہی ۱۲ ربیع الاول ہے اور علم ہیأت وزیجات کے حساب سے روز ولادت شریف ۸ ربیع الاول ہے کما حققناہ فی فتاونا۔

یہ جو "شبلی" وغیرہ نے ۹ ربیع الاول لکھی۔ کسی حساب سے صحیح نہیں۔ تعامل مسلمین حرمین

[۱] بدائع الصنائع	فصل فی بیان شرائط الجمعۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۲۶۹
[۲] درمختار	باب الجمعۃ	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۰۹

شریفین و مصر و شام بلادِ اسلام و ہندوستان میں ۱۲ ہی پر ہے۔ اس پر عمل کیا جائے اور روزِ ولادت شریف اگر ۸ ربالفرض غلط ۹ ریا کوئی تاریخ ہو۔ جب بھی بارہ کو عید میلاد کرنے سے کون سی ممانعت ہے۔ وہ وجہ کہ اس شخص نے بیان کی، خود جہالت ہے۔ اگر مشہور کا اعتبار کرتا ہے، تو ولادت شریف اور وفات شریف دونوں کی تاریخ ۱۲ ر ہے۔ ہمیں شریعت نے نعمت الٰہی کے چرچا کرنے اور غم پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس تاریخ کو روزِ ماتم وفات نہ کیا اور روزِ سرورِ ولادت شریفہ کیا، کما فی مجمع البحار الانوار اور اگر ہیأت و زیج کا حساب لیتا ہے، تو تاریخ وفات شریف بھی بارہ نہیں، بلکہ ۱۳ ربیع الاول کما حققناہ فی فتاوٰنا۔ بہر حال معترض کا اعتراض بے معنی ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۹۲۶)

حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب، مدرسہ عربی قدیم، محلہ میاں سرائے، خیر آباد، ضلع سیتاپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۹ رشوال ۱۳۲۷ھ

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بملاحظہ المکرم جناب مولوی سید فخر الحسن صاحب اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ اس وقت تشریف لایا۔ اہالی دارالافتاء بہ عزم آرہ شاہ آباد جلسہ "مدرسہ فیض الغرباء" پابرکاب ہیں۔ اجمالی جواب فوری گزارش ہے کہ تکلیف انتظار بھی نہ ہو اور ایک مسلمان کہ سود کی بلا سے بچتا ہے۔ مبادا تاخیر میں وہ معاملہ ہاتھ سے نکل جائے۔ اگر ضرورت ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ اور تفصیل کر دی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

مولانا! آپ نے بنظرِ عجلت سوال وہاں ارسال فرمایا۔ اگر یہ جواب لکھ کر بھیج دے، تو مامول

یا کہ ان صاحبوں کی نظر لغزش نہ کرتی۔ بطور خود زلت نظر بعید نہیں۔ مگر بعد علم بالحق مظنون نہیں ہوتی۔

لا من عند وھو اہ عبد۔ ان صاحبوں کا بڑا منشاء غلط یہ ہے کہ اس حوالہ کے بھی زید ہی کو مدیون سمجھے ہوئے ہیں اور وہ دوسرا ہندو، جو ادا کرے گا۔ اسے زید کی طرف سے ادا کرنا گمان کررہے ہیں کہ لکھتے ہیں "بدری پرشاد منوسنگھ والے قرضہ ڈگی زید کو زید کی طرف سے ادا کرکے دستاویز واپس لے" نیز لکھتے ہیں: یہ حساب ۱۲. بدری پرشاد زید کی طرف سے منوسنگھ کو ادا کرے گا۔ نیز لکھتے ہیں:

من جانب زید منوسنگھ کو پہونچیں گے۔ ان کے سارے خیالات کا منبع بلکہ سراپا تحریر کا محصل، یہی زعم ہے اور اصلاً صحیح نہیں۔ حوالہ میں (جسے قرضہ کی اترائی کہتے ہیں) اصل مدیون (جسے محیل کہتے ہیں) دین سے بری ہوجاتا ہے۔ دین اس پر نہیں رہتا۔ اس دوسرے پر ہوجاتا ہے۔ جس نے اپنے اولیاء (جسے محتال علیہ کہتے ہیں) محتال علیہ وہ دین محیل کی طرف سے ادا نہیں کرتا، بلکہ خود اپنے اوپر کا دین دائن کو (جسے محتال لہ کہتے ہیں) دیتا ہے۔

تنویر الابصار میں ہے: الحوالة نقل الدين من ذمة المحيل الى ذمة المحتال عليه .[1] نہر الفائق پھر عالمگیریہ میں ہے۔ ھو الصحیح[2] تنویر میں ہے: بری المحیل من الدین با لقبول ۔[3] فتح القدیر و درمختار میں ہے: ھل توجب البرأة من الدین المصحح نعم[4] محیط سرخسی و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: اما احکا مھا فمنه براة المحيل عن الدين ۔[5] یہاں تک کہ اگر دائن اصل مدیون کو دین بخش دے یا معاف کرے، تو باطل ہے کہ جو دین اس پر رہا ہی نہیں، اس کی بخشش یا معافی کیا معنی؟ اور اگر محتال علیہ کو معاف کردے، معاف ہوجائے گا۔

فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے: لو ابر المحتال المحيل عن الدين او وهبه له

[1] درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب الحوالہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۶۹
[2] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ النہر الفائق	کتاب الحوالہ	نورانی کتب خانہ پشاور پاکستان	۳/۲۹۵
[3] درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب الحوالہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۶۹
[4] درمختار بحوالہ فتح القدیر	کتاب الحوالہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/۶۹
[5] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخسی	کتاب الحوالہ الباب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور	۳/۲۹۶

لا یصح علیه الفتوی۔[1] ردالمحتار میں ہے: اجماع علی ان المحتال لو ابر المحال علیه من الدین اووهبه منه صح ولو ابر المحیل اوو هبه لم یصح۔[2]

ولہذا اب اگر اصل مدیون اس اترے ہوئے دین کے بدلے کوئی چیز دائن کے پاس رہن رکھے، صحیح نہیں کہ دین اس پر رہا ہی نہیں۔ یہ رہن کا ہے کے عوض رکھتا ہے۔کافی شرح وافی پھر عالمگیریہ میں ہے: لو احال بدینه فرهن لا یصح۔[3] اور اگر پہلے سے اسی دین کے بدلے کوئی رہن دائن کے پاس رکھا ہوا تھا۔ حوالہ ہوتے ہی دائن سے واپس لے لیگا کہ اب دین اس پر نہ رہا۔

محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر ہندیہ میں ہے: اذا احال الراهن المرتهن با لدین علی غیره یسترد الرهن۔[4] حوالہ کے بعد دائن کو اصلاً اختیار نہیں رہتا کہ اصل مدیون سے اپنے دین کا مطالبہ کرے۔ ہاں! اگر محتال علیہ حوالہ ہونے سے مکر جائے اور قسم کھالے اور محیل محتال کسی کے پاس گواہ نہ ہوں یا محتال علیہ مفلس مرجائے کہ جائیداد یا مال نقد یا قرض نہ چھوڑے۔ نہ کوئی اس کی طرف سے ضامن ہو۔ تو صرف اس صورت میں حوالہ باطل ہو کر دین پھر اصل مدیون پر عود کر آتا ہے۔ عود کرنے کے معنی ہی خود یہ ہیں کہ اس سے پہلے اس پر دین نہ رہا تھا۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی میں ہے: لم یرجع المحتال علی المحیل الا ان یتوی حقه فاذا توی علیه عاد الدین الی ذمة المحیل والتوی عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه احدالا مرین اما ان یجحد المحتال علیه الحوالة ویحلف ولا بینة للمحیل ولا للمحتال له اویموت مفلسا بان لم یترک مالاعینا

---

[1] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الظہیریہ کتاب الحوالہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۶/۳
[2] ردالمحتار کتاب الحوالہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۲۸/۴
[3] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الکافی کتاب الحوالہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۶/۳
[4] فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخسی کتاب الحوالہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۶/۳

ولا دینا ولا کفیلا[1] تنویر الابصار و درمختار میں ہے: لا یرجع المحتال علی المحیل الابالتوی وھو باحد امرین ان یجحد المحال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ اویموت مفلسا بغیر عین ودین وکفیل وقالا بھما وبان فلسہ الحاکم .[2] ردالمحتار میں ہے: ظاھر کلامھم متونا وشروحا تصحیح قول الامام ونقل تحیحہ العلامۃ قاسم ولم ارمن صحح قولھما[3]

ان تصریحات و تصحیحات، وھو الصحیح وعلیہ الفتویٰ کے بعد پھر گمان کرنا کہ بدری پرشاد زید کی طرح سے ادا کرے گا۔ وہ سود زید کی طرف سے منوسنگھ کو دیا جائے گا۔ کیسی فاحش غلطی ہے۔ سبحان اللہ! جب نہ یہ مدیون رہا، نہ اس پر مطالبہ، نہ یہ دیتا ہے، نہ دائن اب اس سے لے سکتا ہے۔ تو یہ سود دینے والا کس حساب سے ٹھہرا۔ طرفہ یہ کہ تنویر الابصار کی عبارت خود نقل کی کہ حوالہ اس کے ذمہ سے، اس کے ذمہ پر دین کا منتقل کر دیتا ہے۔ جب دین منتقل ہو گیا، تو وہ اپنی طرف سے ادا کریگا۔ کہ اس کا ذمہ دین سے مشغول ہے یا اس کی طرف سے ادا کرے گا۔ جس کے ذمہ پر دین نہیں اور اس صورت میں زید کو سود خوار ٹھہرانا اور بھی عجیب تر ہے۔

بفرض غلط ہوتا، تو اتنا ہوتا، جس کا خود ان صاحبوں نے اعتراف کیا کہ زید نے خود نہیں دئے، دلوائے، نہ یہ کہ معاذ اللہ اس نے خود سود لیا۔ تفصیل کے لئے عرض کر چکا ہوں کہ ضرورت ہوئی، تو پھر گزارش ہوگی۔ ذی انصاف کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

(احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۷/ ۷۰۸ تا ۷۱۱)

---

[1] تبیین الحقائق،	کتاب الحوالہ	المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر	۴/ ۱۷۲۔۱۷۳
[2] درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب الحوالہ	مطبع مجتبائی دہلی	۲/ ۷۹
[3] ردالمحتار	کتاب الحوالہ	داراحیاء التراث العربی بیروت	۴/ ۲۹۳

حضرت مولانا محمد فضل حسن صابری، مدیر "دبدبہ سکندری" رامپور، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

بگرامی مطالعہ برخوردار سعادت آثار پسندیدہ اطوار محمد فضل حسن خان صاحب، سب ایڈیٹر دبدبہ سکندری سلمہ

بعد ادعیہ وافرہ وافیہ، آپ کا خط مشتمل خبر پر ملال انتقال محمد ارشد حسین خان صاحب مرحوم مغفور آکر وجہ رنج ہوا۔ مگر حقیقتاً رنج بے معنی ہے۔ ان للہ ما اخذ وما اعطی و کل شیئ عندہ باجل مسمی . اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو عطا کیا۔ ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر لکھی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ عزوجل ان مرحوم کو جناب عالیہ عطا فرمائے اور تمام پس ماندوں کو اجر جزیل عطا کرے۔ مرنا ایک دن سب کو لازم ہے۔ مگر شہادت ایک اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے اور صحیح حدیث کے ارشاد سے مسلمان کے لئے طاعون رحمت وشہادت ہے ایک حدیث میں فرمایا: روز قیامت شہداء اور وہ مسلمان کہ بے شہادت مرے ہیں طاعون والے باب میں باہم تنازع کریں گے۔ غیر شہید کہیں گے، ہمارے بھائی ہیں۔ ہماری طرح زخم سے مرے ہیں۔ ان کو ہم میں ملا دیا جائے۔

اس پر بارگاہ عزت جل جلالہ سے یہ فیصلہ صادر ہوگا کہ طاعون والوں کے زخموں کو دیکھو۔ اگر ان کے زخم زخم شہداء کے مثل ہوں، تو شہیدوں میں شامل کر دئے جائیں گے۔ ملائکہ ان کے زخموں کو دیکھیں گے۔ بعینہ زخم شہداء کے مثل پائیں گے۔ وہی انگنت، وہی مشک کی مہک۔ وہ شہیدوں میں ملائے جائیں گے۔

غالباً جناب شاہ صاحب پیران کلیر شریف سے تشریف لے آئے ہوں۔ ان کی خدمت،

اپنے چچا صاحبوں کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچا کر اس نیاز نامہ کے مضمون سے آگاہی دیجئے۔ اللہ عزوجل آپ حضرات کو اجر وافی وصبر شافی عطا فرمائے۔ آمین

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۷ ربیع الاول شریف روز دوشنبہ ۱۳۳۱ھ

(ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور ۱۰ مارچ ۱۹۱۳ء نمبر ۱۱ ج ۴۹ ص ۲)

(۲)

از بریلی

۱۰ مارچ ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العلمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی سید المرسلین شفیع المذنبین محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔ آمین

اہل اسلام پر روشن ہے کہ انسان دنیا میں دنیا کمانے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ دنیا مزرع ہے۔ اور آج کا بویا، کل ملتا ہے۔ مبارک وہ دل کہ طلب دنیا میں دین وعقبیٰ سے غافل نہ ہوں۔ اس زمانہ فتن میں چاروں طرف سے آزادی کی گھنگھور گھٹائیں امڈتی چلی آتی ہیں۔ بدمذہبی کی سخت آندھیاں چل رہی ہیں۔ بہت سے پائے ثبات اکھڑ گئے اور جو قائم ہیں، مورد لعن وطعن وملامت لائم ہیں۔ ہر شخص اپنی رائے کا پیرو ہے۔ کم ہیں، وہ بندے، جن کو سنت وشریعت کی لو رہے۔ عوام میں اشاعت خیالات کا سہل تر ذریعہ اخبارات ہیں۔ باستثنائے بعض وہ خود آزادی کے دلدادہ ہیں۔ بدمذہبی بلکہ لامذہبی کے خیالات آئے دن شائع ہوں۔ وہ نہ جھگڑا ہے، نہ نفسانیت۔ مگر حق کی تائید اور اس کے لئے اپنا کوئی صفحہ دینا جھگڑے میں پڑنا اور نفسانیت پر اترنا ہے۔

الا ما شاء اللہ وقلیل ما ھم "تحفہ حنفیہ" اپنے مالک کے وصال سے انتقال کر گیا۔

اہل فتنہ سنیوں کی کم توجہی سے بند ہو گیا۔ مگر اللہ تعالی جزاء خیر کثیر ووافر دونوں جہاں میں میرے معزز گرامی دوست جناب مولانا شاہ محمد فاروق حسین خان صاحب صابری مدیر اخبار "دبدبہ سکندری" اور ان کے صاحبزادے عزیز بجان سعادت اطوار گرامی شان عزیزی مولوی فضل حسن صاحب نائب کو عطا فرمائے کہ ان کے اخبار کے صفحات تائید دین حق ومذہب اہل سنت کے لئے بحمدہ تعالی بلا معاوضہ وطمع دینا وقف پائے، یہ اللہ عزوجل کا فضل ہے، حسن ہے۔

فقیر بحیثیت ایک خادم اہل سنت ہونے کے بخوشی تمام برخورداران مذکور سلمہ الکریم الشکور کو خدا پرستی ودین شناسی پر "محب العلم والسنن" کا خطاب دیتا ہے اور ان کے حق میں دعائے برکات دارین کرتا ہے اور تمام اہل سنت خصوصا منسلکان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے دبدبہ سکندری کی توسیع اشاعت کی سفارش کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق وصلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔ مہر

(ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور ۹ مارچ ۱۹۱۲ء نمبر ۱۵ ج ۵۰ ص ۷۔۸)

(۳)

از بریلی

اگست ۱۹۱۵ء

برخوردار من محب العلم والسنن مولوی محمد فضل حسن خان سلمہ الرحمٰن

بعد دعائے برکات دارین، مولانا مولوی محمد ہدایۃ الرسول صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا انتقال، نہ فقط اس فقیر حقیر، بلکہ ہندوستان میں مذہب اہلسنت کے لئے باعث صدمہ وملال ہے۔ مولی تعالی انہیں جناب عالیات عطا فرمائے اور اسلام وسنت کی جو خدمتیں انہوں نے کیں، قبول کرے۔ آمین۔ تاریخ انتقال آپ بھی لکھیں اور احباب سے لکھوائیں۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رام پور ۱۶ اگست ۱۹۱۵ء نمبر ۳۹ ج ۵۱ ص ۳)

حضرت مولانا محمد فاروق بیگ صاحب (پتہ درج نہیں ہے)

(۱)

از بریلی

۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

برادر دینی و یقینی مولوی مرزا محمد فاروق بیگ صاحب سلمہ

بعد تحیۂ مسنونہ، اسی وقت آپ کا خط تلاش کیا، نہ ملا۔ معلوم نہیں اور کیا لکھا تھا۔ ایک سوال در بارۂ عرس یاد ہے۔ عرس شریف کا ثبوت شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے رسالہ "ذبیحہ" میں حضور علیہ وصدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف اوران کے اب وجد عرس کرتے ہیں۔ ایک پنجابی نے اعتراض کیا۔ جس کا جواب شاہ صاحب نے حدیث سے دیا۔ کلام اس عرس شریف میں ہے۔ جو منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ اس میں خیر کے سوا کیا ہے اور خیر کا بعینہ منقول ہونا کچھ ضرور نہیں۔ یہ مسئلہ صدیق وفاروق وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں طے ہولیا کہ اگر چہ حضرت اقدس علیہ نے نہ کیا۔ مگر کام خیر ہے۔ لہٰذا کیا جائے اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہوا۔

سوال کا جواب تو اتنا ہے۔ مگر مدارس کی تعمیر اوران میں مدرسین کا تنخواہوں کے ساتھ تقرر اور اس میں درس نظامی یا اور کسی مقرر کردہ نصاب کا تعین اوران میں ماہانہ وسالانہ امتحان اوراس میں کامیابیوں کے نمبر اوران پر انعام اور کتابیں چھاپنا، کمیشن مقرر کرنا وغیرہ ہزاروں باتیں منکرین میں رائج ہیں۔ وہ سب بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ ان باتوں کی تصریح امام اعظم سے کہاں انہیں ہاتھ لگی۔ یونہی اپنے اور اپنے اہل وعیال کے فرض وواجب ونفقہ کا کورٹ انسپکٹری سے ادا کرنا بھی امام اعظم کے ارشاد سے کیوں نہ محتاج تصریح ہوا۔ بچوں کو دعا، فقط۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۱/۵۵)

جناب فیض محمد تاجر بازار مستری ہادی مرحوم روڈ نمبر ۱۰۱، ڈاکخانہ پالی گنج، کلکتہ

(۱)

از بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم کرم فرما اکرمکم اللہ تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اولاً کتاب "غنیۃ الطالبین شریف" کی نسبت حضرت شیخ محقق محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تو خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہی نہیں۔ مگر یہ نفی مجرد ہے اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کردیا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔ وایاک ان تغتر بما وقع فی الغنیۃ لامام العارفین وشیخ الاسلام والمسلمین الاستاذ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ دسہ علیہ فیھا من سینتقم اللہ منہ والا فھو بری من ذلک۔ یعنی خبردار دھوکا نہ کھانا، اس سے جو امام الاولیاء سردار اسلام و مسلمین حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "غنیۃ" میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افترا کر کے ایسے شخص نے بڑھادیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا۔ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بری ہیں۔

ثانیاً: اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہل سنت وجماعت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے کہ "خلاف ما قالت الاشعریۃ من کلام اللہ معنی قائم بنفسہ واللہ حسیب کل مبتدع ضال مضل" کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے۔ جس کتاب میں تمام اہل سنت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے۔ اس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو، تو کیا جائے شکایت ہے؟ لہذا کوئی محل تشویش نہیں۔

ثالثاً: پھر یہ خود صریح غلط وافتراء ہے کہ تمام حنفیہ کو ایسا لکھا ہے۔ "غنیۃ الطالبین" کہ یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ ہم بعض اصحاب ابی حنیفۃ، وہ بعض حنفی ہیں، اس سے حنفیہ پر الزام آسکتا ہے، نہ معاذ اللہ حنفیت پر۔ آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے۔ جیسے زمخشری صاحب کشاف وعبدالجبار ومطرزی صاحب مغرب وزاہدی صاحب قنیہ وحاوی ومجتبیٰ۔ پھر اس سے حنفیت وحنفیہ پر کیا الزام آیا؟ بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں۔ اس سے شافعی وشافعیت پر کیا الزام آیا؟ نجد کے وہابی سب حنبلی ہیں۔ پھر اس سے حنبلہ وحنبلیت پر کیا الزام آیا؟ جانے دو، رافضی، خارجی معتزلی، وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے۔ پھر معاذ اللہ اس سے اسلام ومسلمین پر کیا الزام آیا؟

رابعاً: کتاب مستطاب "بہجۃ الاسرار" میں بسند صحیح حضرت ابوالتقی محمد بن ازہر صریفینی سے ہے، مجھے "رجال الغیب" دیکھنے کی تمنا تھی۔ مزار پاک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا۔ دل میں آیا کہ مردان غیب سے ہیں۔ وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے۔ یہ پیچھے ہوئے۔ ان کے لئے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ پاؤں رکھ کر اس پار ہو گئے۔ انہوں نے قسم دیکر روکا اور ان کا مذہب پوچھا۔ فرمایا: حنیفا مسلما وما انا من المشرکین۔ یہ سمجھے کہ حنفی ہیں۔ حضور سید غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیلئے حاضر ہوئے۔ حضور اندر ہیں، دروازہ بند ہے۔ ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا۔ اے محمد! آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں۔ کیا معاذ اللہ گمراہ بد مذہب لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ جن کی ولایت کی خود سرکار غوثیت نے شہادت دی۔

وہ وہابی رسالہ نظر سے گزرا۔ یہاں چند امور واجب اللحاظ ہیں۔

اولاً: وہ کلمات، جو ان کتب سے مخالف نے نقل کیے، اسمٰعیل دہلوی کے کلمات ملعونہ کے مثل ہوں۔ ورنہ استشہاد مردود۔ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں۔ جو صریح تو نہیں کر چکا ہو، تو اس کی خبیث عادت کے بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہونگے کہ

کل انا ء یترشح بما فیه ، صرح به الامام الحجر المکی رحمة الله تعالیٰ .

ثانیاً: وہ کتاب، محفوظ و مصون ہونا ثابت ہو، جس میں کسی دشمن دین کے الحاق کا احتمال نہ ہو، جیسے ابھی "غنیة الطالبین شریف" میں الحاق ہونا بیان ہوا۔ یونہی امام حجۃ الاسلام غزالی کے کلام میں الحاق ہوئے اور حضرت شیخ اکبر کے کلام میں تو الحاقات کا شمار نہیں۔ جن کا شافی بیان امام عبد الوہاب شعرانی نے کتاب "الیواقیت والجواھر" میں فرمایا اور فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کیے۔ اس طرح حکیم سنائی و حضرت خواجہ حافظ وغیرہما اکابر کے کلام میں الحاقات ہونا شاہ عبدالعزیز صاحب نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں بیان فرمایا۔

کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے، اس میں کوئی عبارت ملی، دلیل شرعی نہیں کہ بے کم و بیش مصنف کی ہے۔ پھر ان قلمی نسخوں سے چھاپا کریں۔ تو مطبوعہ نسخوں کی کثرت درکثرت نہ ہوگی۔ کہ ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے جیسے "فتوحاتِ مکیہ" کے مطبوعہ نسخے۔

ثالثاً: اگر یہ سند ثابت ہو، تو تواتر و تحقیق درکار۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں: لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق ، نعم ! یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذالک ثبت متواتراً . جب بے تحقیق تام عام مسلمان کلمہ گو کی طرف گناہ کی نسبت ناجائز ہے، تو اولیاء کرام کی طرف معاذ اللہ کلمہ کفر کی نسبت بلا ثبوت قطعی کیسے حلال ہو سکتی ہے؟

رابعاً: سب فرض کرلیں، تو اب وہابی کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ رسول ﷺ کی توہین بری نہیں کہ فلاں فلاں نے بھی کی ہے۔ کیا یہ جواب کوئی مسلمان دے سکتا ہے؟ بفرض غلط توہین جس سے ثابت ہو، وہی مقبول نہ ہوگا۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ اس کے سبب توہین مقبول ہو جائے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم .

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۱/ ۶۱ تا ۶۳)

جناب فتح محمد و رحیم بخش نعلبند، محلّہ مہادت موڑی، اودے پور، راجستھان

(۱)

از بریلی

۱۴؍ رمضان ۱۳۳۸ھ

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے۔ لاحول شریف ۶۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے۔ مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا، جس میں محتاج پر احسان رکھا جائے، نہ اس کو تکلیف دی جائے، پرندوں کے لئے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا، حتی کہ کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا، یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس سے ایسا خوش ہوتا ہے، جیسے دوستوں کے تحفے ہدیے سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے بھیجا ہے۔

قرآن مجید کے پارے پڑھنے کے لئے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے۔ جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے، اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچے گا اور کیسا ثواب پہنچے گا؟ ہر حرف پر دس نیکیاں اور صحیح حدیث میں فرمایا: الم ایک حرف ہے؟ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام الگ حرف ہے، اور میم الگ حرف ہے۔[1] میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے۔ وہ جب تک تر ہے۔ رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل لہلہاتا ہے۔ اگر بتی جلانا، اگر تلاوت قرآن کے وقت تعظیم قرآن کے لئے ہو، یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں، ان کی ترویح کے لئے ہو، مستحسن ہے۔ ورنہ فضول، تضیع مال۔ میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

قبر مسلم پر جو زیارت کے لئے جاتا ہے، میت اسے دیکھتا ہے اور اس کی بات سنتا ہے۔ اگر

[1] جامع الترمذی باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ۱۱۵/۲

دنیا میں اسے پہچانتا تھا، اب بھی پہچانتا ہے، کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا اور اگر نہیں پہچانتا تھا، تو اتنا جانتا تھا کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والوں کو اس سے جمعہ مل سکے۔ حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا: المراۃ تموت بحمل شھید[1] خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ ان کے لئے دلیل مغفرت ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۹/ ۵۹۷)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جامع مسجد، صدر بازار، فیروز پور، پنجاب

(۱)

از بریلی

۴ / جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

لک الحمد رب الارباب صلی علی الحبیب الاواب وسلم مع الآل والاصحاب واھد نا للحق والصواب۔ آمین الھنا الوھاب۔

کرم فرما! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واقعی یہ مسئلہ قابل امعان انظار و اعمال افکار ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق۔ اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح تصادق مرد و زن سے ثابت ہو جاتا ہے۔ یعنی جب دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج و زوجہ ہیں۔ یا باہم ہمارا نکاح ہو گیا ہے یا اور الفاظ، جو اس معنی کو مودی ہوں۔ تو بلا شبہ انہیں زوج و زوجہ جانیں گے اور قضاء تمام احکام زوجیت ثابت ہونگے۔ بلکہ عند الناس اس سے کمتر امر ثبوت نکاح کافی ہے۔

جب مرد و زن کو دیکھے، مثل زن و شوہر ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساط زنا شوئی رکھتے

[1] موطا امام مالک النہی عن البکاء علی المیت نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۳

ہیں، تو ان پر بدگمانی حرام، اوران کے زواج وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز۔ اگرچہ عقد نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو۔ نص علیہ فی الھدایہ والھندیہ وغیرھما وقرۃ العیون عن الدرر ویشھد من رائی رجلا وامراۃ بینھما انبساط الا زوج انھا عرسہ۔[1]

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثبات نکاح کو بس ہوتا ہے۔ یعنی جب ان کا زوج وزوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو، تو انہیں یہی سمجھا جائے گا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی۔ اگرچہ خود ان کی زبان سے اقرار نہ سنا ہو۔ کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار وفی قرۃ العیون عن العمادیہ کذا تجوز الشھادۃ بالشھرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رائی رجلا یدخل علی امراۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[2]

تو ان کا باہم تصادق بدرجہ اولیٰ مثبت نکاح۔ فی الشامیہ عن ابی السعود عن العلامہ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ اھ[3] ملخصا

پس ایسی صورت میں واجب ہے کہ انہیں زوج وزوجہ ہی تصور کیا جائے۔ جو خواہی نخواہی اس کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا، مرتکب حرام قطعی ہوگا۔ بایں ہمہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز۔ اگر وہ اس اظہار واخبار میں حقیقۃً سچے ہوں، یعنی واقع میں باہم نکاح ہو لیا ہے تو عند اللہ بھی زوج وزوجہ ہیں۔ ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں۔ نکاح منعقد نہ ہوگا۔ وہ بدستور اجنبی واجنبیہ رہیں گے۔ نکاح جن امور وافعال کو ثابت وحلال کرتا ہے۔ دیانۃً

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/۷۱

[2] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر ۱/۷۱

[3] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی، بیروت ۲/۲۶۵

اس کے لئے اصلاً ثابت وحلال نہ ہونگے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد وانشاء نہ تھے۔ محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر، اقوال علماء تشریح فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو قضائے طلاق ہوگئی۔ مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا۔ بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا۔

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے۔ الاقرار با الطلاق کا ذبا یقع به الطلاق قضاء لا دیانة[1]

فتاوٰی خیریہ میں ہے: رجل طلق زوجته المدخولة واحدة رجعية فسئل كيف طلقت زوجتک فقال ثلثا کا ذبا لا یقع فی الدیانة الا ما کان اوقعه من الواحدة الرجعية فيملک مراجعتها فی العدة والحال هذه اھ[2] ملخصاً

تو جب اقرار خلاف واقع سے عند اللہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ نکاح بدرجہ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل۔ ولہذا اعاظم علماء متون وشروح وفتاوے میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد وزن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا۔ اسی پر وقایہ نقایہ واصلاح وملتقی میں کہ سب اعاظم متون معتبرہ مذہب سے جزم فرمایا۔ اسی پر کتاب البیہقی و فتاوائے اہل سمرقند وغیرہما میں اقتصار کیا۔ اسی کو شرح جصاص ومختارات النوازل وفتاوے خلاصہ وخزانۃ المفتیین ومختار الفتاوٰی وایضاح الاصلاح وجامع الرموز میں مذہب مختار بتایا۔ اسی کو تنویر الابصار و در مختار میں مقدم ومختار رکھ کر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا۔ اسی کو فتاوے ظہیریہ وفتاوے عالمگیریہ میں صحیح کہا۔ اسی پر جواہر اخلاطی میں ان دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار وصحیح کو جمع کر کے تیسر الفظا اکدو اقوی علیه الفتوی اور زائد کیا۔ علامہ حانوتی وسید ابو السعود کی عبارتیں ابھی گزریں۔ باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱۰۶/۲

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ دار المعرفۃ بیروت ۳۸/۱

وقایۃ الروایہ و مختصر الوقایہ میں ہے: لا ینعقد بقولھما عند الشھود ما زن وشوئیم ۱

شرح نقایہ قہستانی میں علی المختار ۲ متن وشروح علامہ ابن کمال وزیر میں ہے: لا بقولھما مازن وشوئیم لان النکاح اثبات وھذا اظہار والاظہار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار ۳

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے: لو قال عند الشھود ما زن وشوئیم لا ینعقد ۴ خانیہ میں ہے: ذکر البیھقی رحمۃ اللہ تعالی فی کتابہ رجل وامراۃ لیس بینھما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرالم یلزمھما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذالک فی البیع اذا اقرا ببیع لم یکن ثم اجاز لم یجز ۵ اسی میں ہے: ذکر فی النوازل رجل وامراۃ اقرا بین یدی الشھود بالفارسیۃ مازن وشوئیم لا ینعقد النکاح بینھما وکذا لو قال لامراۃ ھذہ امراتی وقالت ھی زوجی لا یکون نکاحا ۶

فتاوی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے: اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال مازن وشوئیم لا ینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظہار غیر الاثبات ولھذا لو اقر بالمال لانسان کاذبا لا یصیر ملکا خ (یعنی الخلاصہ) ولو قال الرجل لامراۃ ھذہ امراتی وقالت المراۃ ھذا زوجی بمحضر من الشھود لا یکون نکاحا

---

۱ نقایہ مختصر الوقایہ — کتاب النکاح — نور محمد کتب خانہ تجارت کتب کراچی — ص ۵۱
۲ جامع الرموز — کتاب النکاح — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۴۵
۳ ایضاح واصلاح
۴ ملتقی الابحر — کتاب النکاح — موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/۲۳۸
۵ فتاوی خانیہ — کتاب النکاح — نول کشور لکھنؤ — ۱/۱۴۹
۶ فتاوی خانیہ — کتاب النکاح — نول کشور لکھنؤ — ۱/۱۴۹

لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم ۱؎ (ای فتاوی اهل سمر قند) متن مولی غزی و شرح محقق علائی میں ہے : لا ینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقوله هی امراتی لان الاقرار اظهار لما هو ثابت ولیس بانشاء ۲؎ الخ وسیاتی تمامه،

فتاوے ہندیہ میں عبارت خلاصہ هوالمختار تک نقل کی پھر لکھا: لوقال ایں زن من ست بمحضر من الشهود وقالت المراة ایں شوی من ست ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لا یکون نکاحا کذا فی الظهیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح اوقال الشهود لهما جعلتهما هذا نکاحا فقال نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی اه ۳؎

اقول: وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء رفع الخلاف او انه ینفذ ظاهرا و باطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدرر وغیرهما.

فتاوٰی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے: اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما مازن وشوئیم لا ینعقد هو المختار قال بحضور الشهود هذه المرأة زوجتی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق هو الصحیح وعلیه الفتوی ۴؎

بالجملہ اخبار وانشا کا تباین بدیہی تو ارادہ اخبار، ارادۂ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی

۱؎ خزانۃ المفتین	کتاب النکاح	قلمی نسخہ	۱/۷۶
۲؎ درمختار	کتاب النکاح	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۸۵
۳؎ فتاوٰی ہندیہ	کتاب النکاح الباب الثانی	نورانی کتب خانہ پشاور پاکستان	۱/۲۷۲
۴؎ جواہر اخلاطی	کتاب النکاح	[illegible]	ص ۴۸

اقول: وبتقریری هذاالدفع ما عسی ان یتوهم من ان النکاح مما یستوی فیہ الهزل والجد فلا یحتاج الی نیة وقصد حتی لو تکلما با لا یجاب والقبول ها زلین او مکر مین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذالک لا ن بونا بینا عدم القصد وقصد العدم با ردة شئی آخر غیره مما یحتمله اللفظ وما لا یحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاخر الا تری انه لوقال انت طالق ولم ینو شینا طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق اوالا خبار عن طلا ق سابق صادقا او کاذبا لم تطلق دیا نة کما نصوا علیه اتقن هذا فا نه هو التحقیق الحقیق با لقبول وان خفی بعضه علی بعض الفحول علی ان هذا انما هو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلا شک فی توقفها علی النیة کما فی الطلا ق والعتاق

اور شک نہیں کہ ظاہر عوام ان الفاظ سے ارادۂ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے۔ بلکہ جوان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی انہیں سن کر یہی سمجھیں گے، تو جب واقع میں ان سے پہلے نکاح نہ ہوا، تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیوں کر انہیں عنداللہ زوج وزوجہ بنا سکتے ہیں۔

هذا مما لا یعقل ولا یستا هل ان یقبل اقول فقد با ن بحمدالله ضعف مانقل فی التنویر والدرر عن الذخیر ة بعد ماقدم ما عدم الا نعقاد بالا قرار علی المختار کما سمعت حیث قال عقیبه وقیل ان کا ن بمحضر من الشهود صح وجعل الا قرار انشاء وهوالا صح ذخیرة[1] اه

فاعلم اولا ان المولیین المحققین رحمهما الله تعا لیٰ قد اشارا الی

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶۔۱۸۵

تضعیف هذا بوجه اما المصنف فبتقدیمه الا ول وتعبیره هذا بقیل اما لمؤلف فبتقریره علی الامرین وتعلیله للا ول فان التعلیل دلیل التعویل کما نص علیه فی العقود الدریة وغیرها فافهم وثانیا ان تا ملت ما القینا علیک فو جوه ضعفه لا تخفی لدیک اما اولا فلما تقدم فی کلا می و کلمات العلما ء الکرام علی عدم الانعقاد با لا قرار من دلا ئل لا ترد ولا ترا م ولا شک ان الا قوی دلیلا احق تعویلا واما ثانیا فلما له من کثرة التر جیحات وقد تقرر ان العمل بما علیه الا کثر کما فی العقود وغیر ها واما ثالثا فلا ن ماله من علا مة الافتا ء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا علیه الفتوىٰ وبه یفتی اکد ما یکو ن من الفاظ الفتوی واما رابعا فلان ماعلیه المتون وهی العمدة والیها الر کون فهذه الاربعة قد ظهرت من قبل واما خامسا فلما تسمع انفا قد اظهر لنا المولیٰ الا مام بر ها ن الدین محمود بن صد ر السعید تا ج الدین احمد قدس سر هما فی ذخیرته مأخذ خیریته اذ بنی ذلک علی انه ذکر محرر المذهب محمد رضی الله تعا لیٰ عنه فی صلح الاصل ادعی رجل علی امراة نکا حا فجحدت فصالحها بمأة علی ان تقرر بهذا فاقرت بهذا الا قرار ضائز والمال لازم[1] فظن المولیٰ البر هان ان محمد ا اجاز النکا ح بالاقرار وقد علم ان هذا العقد لا یصح الا بمحضر من الشهود ففرع علیه ان الاصح الصحة لو الشهود حضورا اقال العبد الضعیف لطف به المولیٰ اللطیف وای شیئی اکون انا حتی اتکلم بین یدی هذا الامام الجلیل قدس سره الجمیل ولکن کثرة تصحیحات الا ئمة وجزمهم فی الجا نب الآخر ربما تجرؤنی ان اقول وبالله التوفیق. لا مساس لما فی الا صل بهذا الفصل فان محمد انما اجا ز الاقرار والزم المال فا نما افاد جواز الصلح وانقطا ع الجدال بحیث لو عادت

---

[1] درمختار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۶، ۲۶۵

المرأة بعد ذالک الی الجحود لم یسمعه القاضی اما لو لم یجز الصلح لم یلزم المال واقرت المراة علی انکا رها هذا هو حاصل جواز الصلح وعدم جوازه کما لا یخفی واین هذا من انعقاد العقد فی الواقع فیما بینهم ربهم العلیم الخبیر تبارک وتعالٰی الیس قد صرحوا انه لا یطیب له البدل ان کا ن کا ذبا ولو ادعی رجل علی اخر بیع داره مثلا فاقربه اقتداء عن یمینه اوفرارا عن ذل الجثو بین یدی القاضی ثبت البیع قضاء وجرت الا حکا م من وجوب التسلیم ولزوم الشفعة وغیر ذالک لکن هذا لمدعی الکا ذب انما یا خذ جمرة نارثم السران المصالحین اراد عقد الصلح وهو انما یصور بارجا عه الی عقد من العقود الشرعیة فلا بد من حمله علی اشبه عقد به ضرورة تصیح الکلام وقطع الخصام اماهنا اعنی فیما نحن فیه فلم یرد عقدا وانما اخبر خبراً کذبا والکذب وان یرجع علی الناس فلا یصحح عند الله اصلا فوضع الفرق وزال الاشباه والحمد لله قال فی الهدایة اذاادعٰی رجل علی امرة نکا حا وهی تجحد فصالحته علی مال بذلته حتی یترک الدعوی جاز وکا ن فی معنی الخلع لا نه امکن تصحیحه خلعا فی جا نبه بنا ء علی زعمه وفی جا نبها بدلا للمال لدفع الخصومة قالوا ولا یحل له ان یا خذ افیما بینه وبین الله تعالٰی اذا کان مبطلا فی دعواه اه [1]

قال فی الکفا یة هذا عام فی جمیع انواع الصلح اه [2] وفی در المختار عن قهستا نی اماالصلح علی بعض الدین فیصح ویبرؤ عن دعو الباقی ای قضاء لا دیانة ولذا لو ظفر به اخذا اه [3] وفی الشامیة عن المقدسی عن المحیط قضاه الا لف

---

[1] ہدایہ کتاب الصلح مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۷

[2] کفایہ مع فتح القدیر کتاب الصلح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷/۳۸۹

[3] درمختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۳

وانکر الطالب فصالہ بمائۃ صح ولا یحل لہ اخذہا دیانۃ اہ [1] وسرد النقول فی ذالک یطول وقال فی الهدایۃ الاصل ان الصلح یجب حملہ علی اقرب العقود الیہ واشبهها بہ احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن اہ [2] فبما اسمعتک یتحصل الجواب عن تمسک المولی البرهان بثلثۃ اوجہ۔

الاول ارجاع الصلح الی تلک العقود تقدیر وتصویر ضروری فلا یتعدی الثانی انما تثبت ہذہ العقود بتلک الالفاظ فی ضمن المصلح وکم من شیٔ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا الاتری ان قولہ اعتق عبدک ہذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انہ لا ینعقد قصدا بلفظ الاعتاق الثالث ان ہذہ العقود انما تقدر قضاء ولا تؤثر فی الدیانۃ اذا کان مبطلا ونحن لا ننکر ان باقرار ہما یثبت النکاح قضاء وانما الکلام فی الدیانۃ فان کان مراد الامام البرهان ہو الصحۃ قضاء وقد یستانس لہ بقولہ عطر اللہ مرقدہ جعل القرار انشاء حیث لم یقل کان انشاء وبعینہ بناوہ الامر علی عبارۃ الاصل فانہا کما علمت لا تفید الا الجواز قضاء فہذا حق لا مریۃ فیہ ولا غرور فی المصیر الیہ تصحیحا لکلام ہذا الامام وتحصیلا للوفاق بینہ وبین غیرہ من الائمۃ الاعلام وان کان فیہ بعد بالنظر الی ظاہر الکلام والا فلا شک ان الحق مع ہؤلاء الجہابذۃ الکرام واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الامر فی کل مرام والحمد للہ مولانا الهادی ذی الجلال والکرام۔

ہاں! اگر مرد وزن نے وہ لفظ کہے۔ جو امر ماضی سے خبر دینے کے لئے متعین نہ تھے، مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے یا مرد نے کہا، میں اس کا خاوند ہوں، عورت بولی

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۷۵

[2] ہدایہ کتاب الصلح ۳/۲۴۶

میں انکی جورو ہوں اوران دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی۔ یعنی ان میں سے کسی کا قصد اخبار نہ تھا۔ دونوں نے بارادۂ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقد نکاح ٹھریں گے کہ جب قصد اخبار نہیں، تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جب کہ اخبار ماضی کے لئے متعین نہیں، تو ارادۂ انشاء کے صالح ہیں۔ تو انہوں نے الفاظ صالحہ سے قصد انشاء کیا اور اسی قدر تحقیق ایجاب وقبول کے لئے بس ہے۔ بخلاف ان الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنی کے محتمل نہ ہوں، مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہو چکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشاء سے مبائن۔

اقول هذاالذی قررته بتوفیق الله تعالیٰ یجب ان یکون هو المراد من قول الامام الاجل فقیه النفس قاضی خان رحمه الله تعالیٰ حیث افاده بعد ماأثر عن البیهقی والنوازل ما اسلفنا قال مولانا رضی الله تعالیٰ عنه ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکا حا وان اقر الرجل انها امرأته یکون ذالک نکا حا ویتضمن اقرارهما بذالک انشاء النکا ح بینهما بخلاف ما اذااقرا بعقد لم یکن لان ذالک کذب محض وهو کما قال ابو حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه اذاقال الرجل لا مراة لست لی با مراة ونودیه به الطلاقیقع ویجعل کانه قال لست لی با مراة لانی قد طلقتک ولوا قال لم اکن تزوجتها ونوی به الطلاق لا یقع لا ن ذلک کذب محض لا یمکن تصحیحه ا ه[1] قال فی الفتح علی ما نقل عنه فی رد المحتار ان الحق هذا التفصیل[2] فانما المعنی علی ما بینا ولیس المراد ان للفظ اذالم یتعین للاخبار عن الماضی صح العقدوان نویا به الاخبار کیف وانه لا یکون ح الا محض کذب ویشهد لک بذلک ما

[1] فتاوی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول، نولکشور لکھنؤ ۱/۱۳۹

[2] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۶

استشهد به من مسئلة الطلاق فانه ان قالت لست لی بامراة ولم ینوبه انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الکاذب لم یقع قطعا فانه لا یقع عند ذالک با لصریح کما قدمنا فکیف با لکنایات الا تری انه بنفسه قید المسئلة بقوله ونوی الطلاق فکذا یقال ههنا ونویا النکاح هذا ما صرت الیه لما وعیت ثم بتوفیق المولٰی سبحٰنه وتعالٰی رئیت العلامه عبد العلی البرجندی نقل فی شرح النقایة کلام لامام فقیه النفس با لمعنی وعبر عنه بعین ما فهمته ولله الحمد وهذا انصه فی الظهیریة لوقال بمحضر من الشهود ایںزن من ست فقالت ایں شوی من ست اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لا ینعقد وفی فتاویٰ قاضی خان انما لا یکون هذانکاحا اذا قال ذالک علی سبیل الاخبار عنعقد ماض ولم یکن بینهما عقد اما اذا اقررت انه زوجها واقرانها زوجته واراده بذالک انشاء النکاح اه [1] فالحمد لله علی حسن التفهیم.

اقول وبما قررت ظهرلک ان هذا الذی اختاره المولیٰ فقیه النفس وقال المحقق علی الاطلاق انه الحق لا یخالف ما صححه عامة الائمة اصلا بل هو عین ما اعتمد فانهم انما صححوا انالنکاح لا ینعقد بالاقرار والاقرار انما یکون عند قصد الاخبار وح قد نص الفقیه علی عدم الانعقاد اما اذاقاله مریدین به الانشاء لم یکن ذالک من الاقرار فی شئی فان القرار هو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التحیحات علی صحة ما افتیت به فان حمل کلام الذخیرة علی ما اسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والا فعلیکمبما حررت عضوا علیه بالنواجذ.

اقول: اب یہاں اور ایک مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاح مسلم میں وقتِ ایجاب

[1] شرح النقایہ للبرجندی ۲۷۳/۲

وقبول دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاح مسلم میں انہیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کے کلام عاقدین معاسنا عند الجمہور علی المذاہب المنصور شرط ضرور ہے۔ آیا یوں ہی ان کا کلام عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں۔ مثلاً اگر دو ہندوں کے سامنے مرد زن نے عربی میں ایجاب قبول کر لیا، وہ نہ سمجھے، آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح۔ علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے۔

جزم بالاول العلامه الزيلعى فى التبيين والمحقق حيث اطلق الفتح والمولى والغزى فى متن التنوير وصححه فى الجوهرة وقال فى الذخيرة والظهيرية وخزانة المفتيين والسراج الوهاج وشرحى النقاية للقهستانى والبرجندى ومجمع الانهر والهندية انه الظاهر[1] وكذا اختاره فقيه النفس فى الخانيه وضعف خلافه قال الذخيرة ثم البحر ثم الدرر ومجمع الانهر فكان هو المذهب[2]

وجزم الثانى فى الفتاوىٰ وكذا ذكره البقالى وقال فى الخلاصة وجواهر الاخلاطى انه الاصح[3] وفى مجمع النهر عن النصاب عليه الفتوىٰ[4] ولم يعترض لقيد الفهم فى مختصر القدورى والوقايه والنقايه والكنز والاصلاح والايضاح والملتقى وكلاهما رواية عن مدار المذهب محمد رضى الله تعالىٰ عنه كمافى الفتح اور توفیق نفس یہ ہے کہ معنی الفاظ سمجھنا ضرور نہیں، مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہو رہا ہے۔ اقول وقد كان سنح لى هذا ثم رائته للعلامة مصطفى الرحمتى لمحشى الدرر وقال فى ردالمحتار ووفق الرحمتى بحمل القول بعدمه على عدم

[1] شرح النقایہ للبرجندی	کتاب النکاح	نول کشور لکھنؤ	۴/۲
[2] مجمع الانہر	کتاب النکاح	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۲۱/۱
[3] جواہر اخلاطی	کتاب النکاح	قلمی نسخہ	ص ۴۷
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر	کتاب النکاح	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۲۱/۱

اشتراط فهم انہ عقد النکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فہم معانی الالفاظ بعد فہم ان المراد عقد النکاح اھ اوھو کما تری حسن جدا لقول ومن علم الفقہ والحکمۃ فی اشتراط الشہادۃ فی عقد النکاح ایقن بہذا التوفیق فان من علم ھذا نکاح فقد شہد العقد وان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفہم فکان لم یسمع ومن لم یسمع فکان لم یحضر وبتقریری ھذا یتضح لک ان الا جتراء بذکر الحضور اوبہ وبالسماع اوذکرھما مع الفہم کل یودی واحدا عند التدقیق واللہ سبحنہ ولی التوفیق.

پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مردوزن ان الفاظ سے قصد انشاء کرے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دوشاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھیں۔ خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع رکھنے سے، ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا۔ تو فاھمین انہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا ھذا ما قلتہ تفقہا ثم رائیت فی ردالمحتار قال حاصل مافی الفتح وملخصہ انہ فی کنایات النکاح من النیۃ مع قرینۃ اوتصدیق القابل للموجب وفہم الشہود المراد او اعلامھم بہ اھ ۲

فاتضح المرام والحمد للہ ولی الانعام اقول وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیہ لیکونا جامعی شرائط الشہادۃ عند العقد الا تری ان فاھمین فی کلامھم حال ولا بد منہ مقارنۃ الحال والعامل واللہ تعالیٰ اعلم ھذا کلہ مما فاض علیٰ قلب الفقیر بفیض القدیر والمولیٰ تعالیٰ اذا شاء الحق الجاھل العاجز بالماھر الخبیر والحمد للہ علی حسن التوفیق والہام التحقیق والصلاۃ والسلام

---

۱ ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷۳/۲

۲ ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷۳/۲

علیٰ سید العلمین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین

پھر جس حالت میں انعقاد نکاح کا حکم ہو، ذکرِ مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بذکرِ عدمِ مہر بھی صحیح منعقد ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۱/۱۲۲ تا ۱۴۰)

جناب حاجی قدرت اللہ خان صاحب تاجر جفت پاپوش، نئی سڑک، لکھنو، یوپی

از بریلی (۱)

۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج چوتھا روز ہے۔ جواب فتویٰ حاضر کر چکا ہوں۔ غالباً اس کے وصول سے پہلے آپ نے یہ کارڈ لکھا۔ اس فتویٰ میں اس وہم کے تین رد موجود ہیں۔

(۱) یہاں رہن پٹی، محض قرض ہے اور قرض پر نفع سود، اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانیئے، تو اجازت راہن، جسے شرع اجازت مانتی ہے۔ یہاں عنقاء ہے۔ ہرگز محض اس کی اجازت پر وجہ احسان وتبرع کے طور پر نفع نہیں لیتے۔ بلکہ دین کے دباؤ سے جس پر اس مرتہن کا راہن کو در بارۂ کرایہ نوٹس دینا شاہد ہے۔ حسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا۔ لاجرم اسے اپنا حق سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا۔ پھر اجازت سے ہونا کیسا؟

(۳) ان سب سے قطع نظر ہو۔ تو جب سائل نے تصریح کر دی کہ یہ اجازت بعد انقضائے میعاد بر بنائے قرار داد تھی۔ تو قطعاً نفی کی شرط ہوگئی اور دین پر جو نفع شرط کر لیا جائے۔ بالاجماع رباء حرام قطعی ہے۔ اسے بہ اجازت راہن لینا نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ معاہدہ فاسدہ محرمہ، ولا حول ولا قوۃ الا بالرب العلی العظیم۔ (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۰/۳۰۴۔۳۰۵)

حضرت مولانا شاہ سید کریم رضا، موضع کڑہ، پرگنہ منورہ، ضلع گیا، بہار

(۱)

از بریلی

۲۵ رصفر ۱۳۱۴ھ

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم متعہ الکریم برضاہ الاکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر جناب یہاں تشریف فرما کر اس کمترین خادم سنت کے کثرت کار ملاحظہ فرمائیں، تو امید کہ تاخیر واجب العفو ٹھہرائیں۔ جواب مسائل بالا جمال حاضر کرتا ہے۔ اگر قدرے تفصیل درکار ہو، تو رسالہ ''وشاح الجید'' نقل کرا کے حاضر کروں۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ ایک ''مجلس علماء اہل سنت'' قائم ہوئی ہے اور ''مطبع اہل سنت وجماعت'' جاری ہوا ہے۔ دستور العمل کے دو نسخے حاضر کرتا ہوں۔ امید کہ آپ مجلس کی رکنیت ووکالت قبول فرما کر حسب منشاء دستور العمل ارسال فہرست واعانت میں سعی جمیل فرمائیں گے اور اطراف کے علماء ورؤسا واحباب کو بھی رکنیت وشرکت واعانت پر آمادگی دیں گے۔

بعض رسائل ملاحظہ کے لئے مرسل، امید کہ بنظر غور بالاستیعاب ملاحظہ فرما کر امداد حق واہل حق فرمائیں اور اپنی اپنی رائے سدید سے اطلاع بخشیں۔ والسلام مع الاکرام۔ رسائل واشتہارات اس باب میں یہاں سے بہت شائع ہوئے تھے۔ جو تقسیم سے بچ رہے۔ ان کا ایک ایک نسخہ حاضر ہے

والسلام فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۵ رصفر المظفر ۱۴ھ

(ماخوذ از ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' محرم الحرام ۱۳۱۷ھ)

حضرت سید کرامت علی صاحب، ندی پاروتی گوالیار، ایم پی

(۱)

از بریلی

۴ رمضان ۱۳۲۵ھ

مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) اگر وہ شخص وہاں ... وہاں شراب کی نجاست ہے، تو

ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے۔ تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خوار پر بحکم احادیث صحیحہ لعن الٰہی اترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ اسی لئے سید عالم ﷺ نے قوم ثمود کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا۔ نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا غلبہ و استیلا ظاہر ہے اور محل غلبہ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہئے۔

اس لئے حضور ﷺ نے شب تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم فرمایا۔ کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا۔ حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا۔ سوتے سے آنکھ بحکمت الٰہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خواری کا ہو کہ فساق وفجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں۔ جب تو بدرجۂ اولی وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماویٰ شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماویٰ ہے۔ کمافی ردالمحتار وغیرہ۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا، خواہ لیٹا ہے اور اس کی طرف پیٹھ ہے۔ تو اس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر اس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے۔ جب بھی مضائقہ نہیں۔ مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے۔ دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ کیا معلوم اس نماز کے پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور اس کا منہ ہو جائے۔ دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شئی صادر ہو۔ جس سے نماز میں اسے ہنسی آ جانے کا اندیشہ ہو۔ المسئلۃ فی رد المحتار عن الغنیۃ والو جہ الا ول مما زدتہ۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۵/ ۳۴۵، ۳۴۶)

از بریلی (۲)

۴؍رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ، بآواز نہ پڑھا جائے۔ جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو، بار بار آنے کا اندیشہ، اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو، نہ مظنون، تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں۔ تاہم اخفا افضل ہے۔ لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی ۱؎

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج وجمہ طبع لاہور ۲۳۳/۶)

حضرت مولانا لعل محمد خان صاحب مدراسی زکریا اسٹریٹ، کلکتہ

از بریلی (۱)

رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

بملاحظہ حامی سنت ماحی بدعت منشی لعل محمد خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ! کہ اللہ عزوجل نے مدراس ندوہ مخزولہ پر آپ کو فتح بخشی۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے علماء حق کی طرف راجع کیا۔ اللہ تعالی آپ کو دونوں جہاں میں بے شمار نعمتیں اور اجر کثیر عطا فرمائے اور آپ جیسے عالی ہمت خادم سنت، ہادم بدعت، اہل سنت میں بکثرت پیدا فرمائے آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم اجمعین۔

۱؎ (الف) سنن ابی داؤد باب مایقول اذا اصبح آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳۷/۲
(ب) الترغیب والترہیب فی اذکار الخ مصطفی البابی مصر ۳۰۳/۱

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبدالوحید صاحب اور مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی بھی ہر شہر میں ہو جائے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

رجب ۱۳۲۱ھ

(الف) ''خزانہ کرامت'' مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۰ھ / (ب) ''خلفائے اعلٰحضرت'' مطبوعہ کراچی ص ۳۱۹)

(۲)

از بریلی

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

بملاحظہ مکرمی حامی سنت ماحی بدعت برادر طریقت حاجی لعل محمد خان صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''المؤید'' کے چھ پرچے آئے۔ انہیں بالاستیعاب دیکھا۔ گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہوگی۔ مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کر سکتی، صدمہ کیلئے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا۔ جس نے میرے خیال کی تصدیق کر دی، ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا امابا نفسھم[1]

اللہ اکرم الاکرمین! اپنے حبیب کریم علیہ السلام کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاح قلوب واحوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے، غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام ومسلمین کو غلبہ قاہرہ دے۔ آمین الٰہ الحق آمین، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. مگر بے دلی نہ چاہئے۔

[1] القرآن الکریم ۱۳/۱۱

لا تیئسوا من روح الله انه لا یا ئس من روح الله الا القوم الکفرون [۱] الله

واحد قہار غالب علی کل غالب اس دین کا محافظ و ناصر ہے۔ و کا ن حقا علینا نصر المؤمنین

وانتم الا علون ان کنتم مؤمنین [۳]

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضر ہم من خذلہم ولا من

خالفہم حتی یا تی امر اللہ وہم علی ذلک غالبا [۴]

غالبا یہاں امر اللہ وہ وعدۂ صادقہ ہے، جس میں سلطان اسلام شہید ہونگے اور روئے زمین

پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا۔ تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی۔ اگر معاذ اللہ وہ وقت آ

ہے۔ جب تو کوئی چارہ کار نہیں۔ شدنی ہو کر رہے گی۔ مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے۔ اس

متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا۔ پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلا

فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا۔ تمام روئے زمین پر ملت ایک ملت اسلام ہوگی اور مذہب

ایک مذہب اہل سنت، غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب ﷺ کو

مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے۔ ابھی ان شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا۔ اگر ایسا ہے، تو ضرور نصر

الہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ بہر حال بندگی بے چارگی

کے سوا کیا چارہ ہے۔ وہی جو ہمارا رب ہے۔ ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے

---

۱ القرآن الکریم ۱۲/۸۷

۲ القرآن الکریم ۳/۴۷

۳ القرآن الکریم ۳/۱۳۹

۴ صحیح البخاری کتاب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱۳

یعنی جھٹکے جو پہونچ گئے ہیں انہیں پر زلزلوا زلزالا شدیدا[1] کو ختم فرمادے اور علی ان نصر اللہ قریب[2] کی بشارت سنادے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

آپ پوچھتے ہیں، مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں۔ اللہ عز وجل نے مسلمانوں کے جان ومال جنت کے عوض خریدے ہیں:

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ[3]

مگر! ہم مسلمان ہیں، مبیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار۔ ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں؟ کہ وطن ومال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ مگر مال تو دے سکتے ہیں۔ اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ وہاں مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے۔ یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی تھیٹر، وہی امنگ، وہی تماشے، وہی بازیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔

ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے۔ ایک عورت نے ایک چنیں وچناں جرگہ کو پچاس ہزار دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ روپے دیئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو ۳۰ لاکھ سے زائد جمع ہوگیا۔ ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے ۲۶ چھبیس ہزار کا چندہ ہوا۔ ممبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف ایک کوٹھری چھبیس ہزار روپے کو خریدی۔ فقط اس لئے کہ اس وسیع مکان سکونت سے ملحق تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں۔ آسمان سے بھی اونچے ہیں اور جو اصلی کارروائی ہو رہی ہے۔ زمین کی تہہ میں ہے۔ پھر کس بات کی امید کی جائے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۳۳

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۴

[3] القرآن الکریم ۹/۱۱۱

بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں۔ اول تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں، نہ اس پر اتفاق کرینگے، نہ ہرگز اس کو نباہیں گے۔ اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہونگے۔ جن کی گزر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں۔ یہ تو سارا یورپ ہے۔ پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا۔ اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنے دن نباہا۔ پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ سو ترکیبوں سے اس سے دہ گنا ضرر پہونچا سکتے ہیں۔

لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہے۔ کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں۔ اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں۔ ہاں! اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں۔ تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا۔ ویسے ہی چاہیے تھا کہ:

اولاً: باستثناء ان معدود باتوں کے، جن میں حکومت کی دست درازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں۔ گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے۔ کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبہ کچھ صناعی کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد، کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے لئے بینک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے۔ مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں

چھپ چکا ہے۔ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہونچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں۔ان سے بھی محفوظ رہتے۔اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی۔یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے، بنئے چنگے۔

رابعا: سب سے زیادہ اہم سب کی جان، سب کی اصل اعظم، وہ دین متین تھا۔جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کوان مدارج عالیہ پر پہونچایا۔چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا۔نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو چاہ ذلت میں گرایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے علم دین سیکھنا، پھر اس پر عمل کرنا، اپنی دونوں جہاں کی زندگی چاہتے۔وہ انہیں بنادیتا۔اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو۔سخت تنزل ہے۔جسے عزت جانتے ہو۔اشد ذلت ہے، مسلمان اگر چہ یہ چار باتیں اختیار کرلیں تو ان شاء اللہ العزیز آج ان کی حالت سنبھل جاتی ہے۔آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے۔مگر یہ تو فرمایئے کہ سوال وجواب سے حاصل کیا؟ جب اس پر کوئی عمل کرنے والا نہ ہو، عمل کی حالت ملاحظہ ہو:

اول پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو، تو منظور نہیں اور کچہری جاکر اگر چہ گھر کی بھی جائے، ٹھنڈے دل سے پسند۔گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں۔کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں۔ فھل انتم منتھون [1]

دوم کی یہ کیفیت کہ اول خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذلت کی نوکریاں کرتے۔ٹھوکریں کھاتے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر وعزت اور جو تجارت کریں بھی۔تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی قوم سے خریدیں۔اگر چہ پیسہ زائد سہی، کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا

---

[1] القرآن الکریم ۵/۹۱

ہے۔ اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کے مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو، ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خرید لیں گے۔ ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے، مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا، بلکہ خراب۔ ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے، اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں، ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں۔ کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو۔ فهل انتم منتهون [1]

سوم کی یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے۔ ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بے ہودگی کے کاموں میں ہزاروں لاکھوں اڑا دیں، وہ ناموری ہے۔ ریاست ہے اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوارا اور جنہوں نے بنیوں سے سیکھ کر لین دین شروع کیا۔ وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں۔ دین سے کیا کام، اللہ و رسول کے احکام سے کیا غرض، ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی۔ اس سے زائد کیا ضرورت ہے۔ نہ انہیں مرنا ہے۔ نہ اللہ وحدہ قہار کے حضور جانا، نہ اعمال کا حساب دینا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے۔ یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہو۔ ناچار حاجت مند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائیدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔

چہارم کا حال نہ گفتہ بہ ہے کہ انٹرپاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے۔ وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے۔ نہ اس کی نوکری میں اس کی حاجت پڑے، اپنی ابتدائی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے، یوں گنوائی، اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے۔ تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کیے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا، تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی اور رفتہ رفتہ دنیاوی عزت کی بھی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۹۱

پائی، تو وہ کہ عند الشرع ہزار ذلت۔

کہئے! پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا کون سا وقت آئے گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بے ہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بفرض غلط اگر یہ ترقی بھی ہوئی، تو نہ ہونے سے کروڑوں درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علم دین کی برکتیں ترک کرو گے۔ فھم انتم منتھون [1]

یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا، حماقت نہیں تو کیا ہے۔ اس نے تمہیں ذلیل کردیا۔ اس نے غیر قوموں پر تم کو ہنسوایا۔ اس نے جو کچھ کیا، وہ اس نے اور آنکھوں کے اندھے اب تک اس اوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں "ہائے قوم! وائے قوم! یعنی ہم تو اسلام کی رسی گردن سے نکال کر آزاد ہوگئے۔ تم کیوں قلی بنے ہوئے ہو" حالانکہ حقیقتاً یہ آزادی ہی سخت ذلت کی قید ہے۔ جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اہل الرائے! ان وجوہ پر نظر فرمائیں۔ اگر میرا خیال صحیح ہو، تو ہر شہر و قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمان کو ان چار باتوں پر قائم کردیں۔ پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے۔ تو شکایت کیجئے یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے۔ ہر ایک نے یونہی سمجھا۔ تو کوئی کچھ نہ کرے گا بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھ ہی کو کرنا ہے۔ یوں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کرلیں گے۔ اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی، وہی آیت کریمہ کہ ابتدائے سخن میں تلاوت ہوئی۔ ان اللہ لا یغیر [2] الآیۃ جس طرح برے رویہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے۔ یونہی نیک روش کی طرف تبدیلی پر بشارت ہے کہ اپنے کرتب چھوڑو گے، تو ہم تمہاری اس ردی حالت کو بدل دیں گے۔ ذلت کے بدلے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۹۱

[2] القرآن الکریم ۱۳/۱۱

عزت دیں گے۔ اے رب ہمارے! ہماری آنکھیں کھول اور اپنے پسندیدہ راستے پر چلا۔ صدقہ رسولوں کے سورج، مدینہ کے چاند کا ﷺ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وکرم آمین۔

خیر! یہ مرتبہ تو عمر بھر کا ہے۔ مسلمان ان چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار کرتے نہیں معلوم ہوتے۔ مگر ضرورت امداد ترک کی نسبت کہئے۔ مرثیے ہزاروں پڑھے گئے۔ مگر سوائے بعض غرباء کے امرا اور رؤساء بلکہ دنیا بھر کے والیان ملک نے بھی کوئی قابل قدر حصہ لیا؟ وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے۔ وہ جو لاکھوں پونڈ بھیج سکتے تھے۔ وہ ہیں اور بے پروائی۔ گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ انہیں جانے دیجئے۔ وہ جانے اور ان کی مصلحت۔ آپ بیتی کہئے کتنا چندہ ہوا ہے؟ جس پر ہمدردی اسلام کا دعوی ہے، مصارف جنگ کچھ ایسے ہلکے ہیں۔ جتنا چندہ جا چکا ہے۔ ایک دن کی لڑائی میں اس سے زیادہ اڑ جاتا ہے۔ اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر، فقیر، غریب، رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنے ایک مہینہ کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینہ کی آمدنی میں بارہ مہینہ گزر کر لینا کچھ دشوار نہ ہو اور اللہ عزوجل چاہے، تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں۔ یونیورسٹی کے لئے غریبوں کے پیٹ کاٹ کر ۳۰ لاکھ سے زیادہ جوڑ لیا اور اس پر سود مل رہا ہے کہ اس کی مقدار بھی چالیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے اور وہ بنی بھی نہیں۔ یہ روپے تو گھر سے دینا نہیں۔ اسی کو اللہ وحدہ قہار کی راہ میں بھیج دیجئے اسلام باقی ہے۔ تو یونیورسٹی نہ بننا، ضرر نہ دیگا اور اسلام نہ رہا، تو یونیورسٹی کیا بخشوا لے گی، بلکہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ وہ اس وقت ہرگز ہرگز بن بھی نہ سکے گی۔ اس وقت جو گت ہو گی اس کا بیان پیش از وقت ہے اور بالفرض تنگ دل اور بخیل ہاتھ پر آیا مال بھی یوں دینے کو نہ ہو۔ تو یہ تمام وکمال روپے سلطنت اسلام کو بقائے اسلام کے لئے بطور قرض حسن ہی دیجئے اور زیادہ کیا کہوں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل"

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(الف) (فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۵/۱۴۱ تا ۱۴۷)

(ب) ''دبدبہ سکندری'' رامپور ۷/اپریل ۱۹۱۳ء نمبر ۷ا جلد ۴۹)

از بریلی (۳)

۲ر شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ حامی سنت، ماحی بدعت ناصر ملت حاجی منشی محمد لعل خان صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ تیس ۳۰ روپے اور ایک نسخہ جدول ضرب حاضر ہے۔ چٹائی کی قیمت کیے ہوئے، دو روپے گیارہ آنے بچے، اس میں ۱۹۱۷ء کی المنک میرے لئے خرید کر محصول ٹکٹ لگا کر بھیج دیجئے۔ اگر المنک ابھی نہ آئی ہو، جب آئے، بھیج دیجئے۔

مولانا ظفر الدین صاحب نے ''تسہیل التعدیل'' کا کام ماشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر جزاء۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کے لئے آدمی وہی تجویز کریں۔ مجھے اطلاع دیں۔ تین مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم از کم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں، ورنہ ہونا تو دو ثلث چاہئے تھا۔ آپ نے چند روز لکھے ہیں۔ اس میں کیا ہوتا ہے؟ یہ نوٹ تو کلاً. علی اللہ تعالیٰ یونہی بھیجتا ہوں۔ ان کی رسید سے جلد مطلع کیجئے۔ پھر خیال یہی ہوا کہ منی آڈر ہی مناسب ہے۔ مولانا ظفر الدین وسائر احباب اہلسنت کو سلام، والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۳ر شوال ۳۴ھ

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۲۷۱)

حضور سید شاہ مہدی حسن صاحب سجادہ اقدس، مارہرہ شریف، یوپی

از بریلی (۱)

۲۷ / جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کثرت کار مانع ارسال عرائض رہتی ہے۔ حضور سے امیدوار معافی ہے۔ جواب مسئلہ جو حضرت صاحب قبلہ وکعبہ نے عطا فرمایا۔ حق ہے۔ زیادہ حد ادب۔

بخدمات عالیہ جملہ صاحبزادگان کرام۔ آداب۔ (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

از بریلی (۲)

۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

حضور والا آداب غلامانہ معروض۔ نابالغ اگر چہ کسی قدر مالدار ہو۔ نہ اس پر قربانی ہے۔ نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اگر اس مال کے سوا اپنی حاجت اصلیہ کے علاوہ چھپن روپئے کے مال کے مالک ہیں، تو ان پر قربانی ہے۔ ورنہ نہیں۔ وہ مال کہ نہ کبھی اس کے ملنے کی امید، نہ اس کا وجود ہی معلوم، مثل معدوم ہے۔ اس کے سبب وجود نہ ہوگا۔ زیادہ حد ادب۔

(فقیر احمد رضا قادری)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۲۰/ ۳۶۹)

حضرت مولانا محمد صاحب محمدی، دائرہ اجمل شاہ صاحب الہ آباد یوپی۔

از بریلی (۱)

۱۳/ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

عبارت درمختار کتاب الصلح فصل فی دعوی الدین اور عبارت ہندیہ کتاب الشرکۃ الباب السادس فی المتفرقات میں ہے۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۷/ ۲۸۹)

حضرت مولانا شاہ محمود جان صاحب، جام جودھ پور، گجرات

از بریلی (۱)

۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی محمود جان دام فضلکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سیٹھ سلیمان عثمان صاحب مکرانی تشریف لائے۔ مگر ایسے وقت کہ میں بہت علیل ہوں۔ میں ان کی خاطر کچھ نہ کرسکا۔ ساڑھے چار مہینے کے قریب ہوئے کہ آنکھ دکھنے آئی تھی۔ جب سے آج تک لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں۔ مسائل سنتا، جواب لکھوادیتا ہوں۔ بارہویں کی شام سے علالت شدیدہ لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ میں نے وصیت نامہ لکھوادیا۔ اس کے بعد مولیٰ تعالیٰ نے اس بلائے شدیدہ سے نجات بخشی۔ مگر بقیہ مرض اب تک ہے۔ اور ضعف اس قدر شدید ہے کہ مسجد تک جاتے ہیں، تمام بدن میں درد ہونے لگتا ہے۔ دعا کا حاجت مند ہوں اور آپ کے اور آپ کے گھر کے لئے دعا کرتا ہوں۔

بھائی سلیمان صاحب نے مجھ سے تعویذ مانگا تھا۔ میں آج کل لکھ نہیں سکتا۔ لہذا سب سے بہتر ان کی خاطر یہی میری سمجھ میں آئی کہ خاص اپنے لئے جو عظیم تعویذ ۷۸۶ خانے کا تیار کیا تھا۔ ان کی نذر کروں۔ زندگی اگر باقی ہے۔ تو اپنے لئے اور تیار کرلیا جائے گا۔ اس تعویذ کے منافع وسعت رزق وبلندئ مرتبہ واستقامت دین حق ورحمت الٰہی ہیں۔ ایک دن کامل کی محنت میں لکھا جاتا ہے۔ میں نے بھائی سلیمان صاحب کو وہ چیز دی۔ جو عمر بھر میں صرف اپنے لئے تیار کی تھی اور کسی کو نہ دی تھی۔ آپ کے فرمانے کی اس قدر تعمیل کرسکا۔

بھائی مولوی غلام مصطفیٰ صاحب بخیریت ہیں، اپنے یہاں کی خیریت سے مطلع فرمائیں۔

آپ کی زیارت برسوں میں ہوا کرتی ہے اور میں کثیر الاشتغال، کثیر النسیان، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "قصیدۃ الاستمداد" کے آخر میں احباب حامیان سنت کے اسماء گنائے۔ ان میں آپ کا نام نامی کہ سونے کے حرفوں میں لکھنے کا تھا، سہو ہو گیا۔ طبع کے بعد یاد آیا۔ جس کا اب تک افسوس ہے۔ خیریت سے اطلاع بخشئے۔ سب احباب کو سلام والسلام

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی) فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۴/ربیع الآخر ی ۱۳۳۹ھ

حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب بریلی، کرتولی ضلع بدایوں، یوپی

از بریلی (۱)

۶/ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

جان برادر بلکہ از جان بہتر مولوی محمد رضا خان سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو گائے قربانی کے لئے تھی، اور وہ لنگڑی ہو گئی اور اس کے عوض دوسری کر دی۔ اب وہ گائے تمہارا مال ہے۔ جو چاہے کرو، جب روپیہ دیگر خریدنے کو بھیجا۔ اس سے اگر یہ نیت تھی کہ دیکھنے کے لئے خریدتے ہیں۔ جس کی قربانی مناسب جانیں گے، کریں گے ورنہ اور لیں گے، تو وہ گائے قربانی کے لئے مخصوص نہ ہوئیں اور ان کے بدلے اپنے پاس یا اور خرید کر قربانی کرو اور اگر مخصوص قربانی کے لئے خریدیں اور اب اس وجہ سے کہ یہ زائد قیمت کی ہیں۔ انہیں نہ کرنا چاہو اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا اور کوئی لیکر ان سے کم قیمت کی قربانی کرو۔ تو قربانی ہو جائے گی اور پہلی گائے بیچو، یا رکھو، اختیار ہے۔ مگر ایسا کرنا جائز نہ ہوا۔ کہ جب ان پر مخصوص قربانی کی نیت ہوئی تھی تو ان کو اگر بدلتے تو ان سے بہتر سے بدلتے، نہ کہ کمتر سے۔ جبکہ کمتر سے بدلا، تو جتنی زیادتی رہی۔ اتنے دام تصدق کرنے کا حکم ہے۔

مثلاً دس روپے کی گائے قربانی کو خریدی تھی۔ پھر اس کے بدلے، سات روپے کی قربانی کر دی، تو تین روپے تصدق کیے جائیں۔ یہ تو سال گزشتہ کا علاج ہے اور ہر سال کہ ابھی قربانی نہیں ہوئی۔ وہی پہلی گائیں اگر قربانی کے لئے خریدی تھیں۔ خواہی نہ خواہی قربانی کی جائیں اور ان سے کم قیمت کی ہرگز نہ لئے جائیں کہ قصداً خلاف کر کے جرمانہ دینا جسارت ہے۔ بلکہ خلاف حکم کیا ہی نہ چاہیے۔ قربانی میں بالخصوص ارشاد ہوا کہ دل کی خوشی سے کرو کہ وہ صراط پر تمہاری سواریاں ہیں پہلوں کو گراں سمجھ کر جو دوسری خریدی ان میں ایک گابھن ہے یا نہیں بہرحال ان کا تم کو اختیار ہے کہ سرکاری مطالبہ پہلی گایوں سے متعلق ہو چکا۔ اسی شرط پر کہ آدمی ارادے سے بھیجے ہوں کہ جو جانور یہ لائیں، قربانی کریں گے۔ نہ اس ارادے سے کہ دیکھ کر جو مناسب سمجھیں گے، کریں گے۔

قرآن مجید باوضو بائیں ہاتھ میں لیکر تلاوت کر سکتا ہے۔ جبکہ اس کے لئے کوئی وجہ ہو مثلاً داہنا ہاتھ خالی نہیں یا تھک گیا۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مترجم تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۲۰/۴۴۸)

(۲)

از بریلی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جان برادر بلکہ از جان ہزار جان بہتر مولوی محمد رضا خان سلمہ الرحمن وحفظہ فی کل آن، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب تک زمیندار بے دخل نہ کرائے یا کاشتکار باضابطہ استعفانہ دے۔ زبانی استعفیٰ کاشت چھوڑنا نہیں سمجھا جاتا۔ یہاں تک کہ زمیندار مداخلت کرے۔ تو اس پر مال وفوجداری دونوں دعوے ہو سکے اور یہ قاعدہ خود ان کاشتکاروں کے علم میں بھی

ہے اور باضابطہ استعفانہ دیا۔ تو ثابت ہوا کہ وہ اجارہ زمین سے دست بردار نہ ہوئے۔ اگر ہونا چاہتے، استعفا دیتے۔ پھر بھی اس میں شبہ رہتا کہ زبانی تو چھوڑ چکے تھے۔ اگر چہ قانوناً ان کا دعویٰ باقی رہتا۔ مگر جب تم نے شروع سال میں یہ صاف کہہ دیا کہ لگان بہر حال دینا ہوگا اور انہوں نے سکوت کیا۔ اگر چہ کاشت بھی نہ کی تو یہ دوبارہ قبول اجارہ ہوگا اور لگان ان پر لازم آئی۔

یہ روپیہ بحمد اللہ تمہیں بروجہ حلال ملا۔ اس کے بعد اس احتیاط کی حاجت بھی نہ تھی۔ اب کہ کر لی گئی، وہ روپے اس بیع کے ہو گئے۔ لگان ان پر بدستور رہتا۔ مگر ظاہراً تم نے روپیہ لگان میں لیکر پھر ان کے ہاتھ میں دیکر بیع کی پہلی لگان میں لینے سے لگان ادا ہو گیا اور وہ بھی مطالبہ سے بری ہو گئے۔ بہر حال یہ روپیہ تمہارے لئے بفضلہ تعالیٰ حلال طیب ہے۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب اکرم ﷺ کے صدقے میں دین و دنیا میں تمہارا اقبال دن دونا رات سوایا کرتا ہے۔ آمین

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۱۹/ ۲۰۶)

جناب سید مجید الحسن صاحب، غازی تارہ ریلوے اسٹیشن شرقی، ضلع جہلم، پنجاب

(۱)

از بریلی

۵/ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہاں! کتب حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے۔ جس طرح خود نفس ذکر جہر کو بکثرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا۔ حالانکہ وہ اطلاعات قرآن عظیم واحادیث حضور سید المرسلین ﷺ سے ثابت ہے اور عند التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے۔ جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوی میں اسے منقح کیا۔

یہاں بھی ان کا منشاء عوارض ہی ہیں۔ قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا دعوت سے دوسری طرف متوجہ کرنا، انصاف کیجئے، تو یہ حکم اس زمانہ خیر کے لئے تھا۔ جبکہ ہمراہیان جنازہ تصور موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت ان میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے۔ بلکہ گویا خود ہی میت ہیں۔ ہمیں جنازہ پر لے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے۔

ولہذا علماء نے سکوت محض کو پسند کیا تھا۔ کہ کلام اگر چہ ذکر ہی ہو۔ اگر چہ آہستہ ہو۔ اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھو دینے والا ہے) روکے گا یا کم از کم دل بٹ تو جائے گا، تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔ ورنہ حاش للہ ذکر خدا اور رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ تعالیٰ علیٰ کل احیانہ [1] رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وعلقہ البخاری۔ نہ کوئی چیز اس سے بہتر۔ قال اللہ عز وجل: ولذکر اللہ اکبر [2]

اب کہ زمانہ منقلب ہوا۔ لوگ جنازہ کے ساتھ دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دینوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو انہیں ذکر خدا اور رسول جل وعلی و ﷺ کی طرف مشغول کرنا عین صواب وکار ثواب ہے۔ مع ہذا جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں اختلاف ہے۔ کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہہ کو ترجیح دی اور اس پر فتوی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتبیٰ وحاوی و بحر الرائق وغیرہا کے لفظ "ینبغی" کا مفاد ہے اور ترک اولیٰ اصلاً گناہ نہیں۔ کما نصوا علیہ وحققناہ فی جمل مجلیہ۔

اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا، جو شرعاً گناہ نہ ہو۔ محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا۔ مگر متقشف کہ مقاصد شرع سے جاہل ناواقف ہو۔ یا متصلف کے مسلمانوں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۲۹/۴۵

میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو۔ بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ منع کرنا اس منکر سے ضرور ہے جو بالا جماع حرام ہو۔ بلکہ تصریحیں فرمائیں، کہ عوام اگر کسی طرح یادِ خدا میں مشغول ہوں، ہرگز منع نہ کیے جائیں، اگر چہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو۔ مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں، تو نہ روکے جائیں۔ کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں۔ ایسے سجدہ تو کریں۔ اگر چہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہو سکے۔ امام علامہ عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقہ الندیہ فی شرح الطریقہ المحمدیہ میں فرماتے ہیں!

قال فی شرح الطحاوی وعلی مشیع الجنازہ الصمت وعبر فی المجتبیٰ والتجرید والحاوی ینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصمت ممها کذا فی منیة المفتی ویکرہ لهم رفع الصوت کراهة تحریم . وقیل تنزیه مبتغی کراهة تنزیه وقیل تحریم ، قنیه وهو یکرہ علی معنی انه تارک الاولیٰ کما عزاہ فی التتمه الی والدہ فی شرح شرعة الاسلام المسمیٰ بجامع الشروح یستکثر من التسبیح والتهلیل علیٰ سبیل الاخفاء خلف الجنازة ویتکلم بشئی عن امر الدنیا لکن بعض المشائخ جوزوالذکر الجهری ورفع الصوت با التعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلاله قدام الجنازة و خلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیه الغفلة والظلمة وازالة صداء القلوب وقساوتها بحب الدنیا وریا ستها

وفی کتاب العهود المحمدیة للشیخ الشعراوی قدس الله تعالیٰ سرہ ینبغی لعالم الحارہ ان یعلم من یرید المشئی مع الجنازة عدم اللغو فیها وذکر من تولیٰ وعزل من الولاة اومسافر ورجع من التجار ونحو ذلک وقد کان السلف الصالح لا یتکلمون فی الجنازة الا بماوردو کان العزیز لا یعرف من هو القریب من

ا القرآن الکریم ۱۱/۱۲

المیت حتی یعرف لغلبة الحزن علی الحاضرین کلهم و کان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالی عنہ یقول اذاعلم من الماشین مع الجنازة انھم لا یترکون اللغو فی الجنازة ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الہ الااللہ محمدرسول اللہ ﷺ فان ذلک افضل من ترکہ ولا ینبغی لفقیہ ان ینکر ذلک الا بنص اواجماع فان مع المسلمین الا ذن العام من الشارع بقول لا الہ الا اللہ محمدرسول اللہ فی کل وقت شائو اوباللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذاوربما عزم عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المومنین لا الہ الااللہ محمدرسول اللہ ﷺ فی طریقة الجنازة۔

وھو یر الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رائیت فقیھا منھم یا خذ معلوم امامن فلوس بائع الحشیش فنسئال اللہ تعالیٰ العافیہ وذکر الشعراوی ایضا رحمھم اللہ تعالیٰ فی کتابہ عھود المشائخ قال لا تمکن احدامن اخواننا ینکر شیئا . ابتدعہ المسلمون علی جھة القربة الی اللہ تعالیٰ ورواہ حسنا لا سیما ما کان متعلقا با للہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کقول الناس امام الجنازة لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ ﷺ وقراۃ القرآن امامھا ونحوذلک . فمن حرم ذلک فھو قاصر عن فھم الشریعة لانہ ما کل مالم یکن علی عھد رسول اللہ ﷺ یکون مذموما . ولوفتح ھذالباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ ﷺ لعلماء امتہ ھذالباب اباح لھم ان یستوا کل شئی استحسنوہ ویلحقوہ بشریعة رسول اللہ ﷺ بقولہ ﷺ من سن سنة حسنة فلہ اجرہ واجر من یعمل بھاو کلمة

لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ﷺ اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا و تامل احوال غالب الخلق.

آلان فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایۃ الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منھم ین یلحق و اذا تعارض عندنا مثل ذلک و کون ذلک لم یکن فی عھد رسول اللہ ﷺ قد ما ذکر اللہ عزوجل فلو صح کل من فی الجنازۃ لا الہ الا اللہ فلا اعتراض ولم یاتینا فی ذلک شئی عن رسول اللہ ﷺ فلو کان ذکر اللہ تعالیٰ فی الجنازۃ منھیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا قراۃ القرآن فی الرکوع وشئی سکت عنہ الشارع ﷺ اوائل الاسلام لا یمنع منہ اوخر الزمان [1] اھ باختصار قلیل:

اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ ارشادات چند افادات:

(۱) سلف صالحین کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہل میت کون ہیں اور باقی ہمراہ کون؟ سب ایک سے مغموم ومحزون نظر آتے اور اب حال یہ کہ جنازہ میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میت پر کیا گزری۔ فرماتے ہیں: بلکہ میں نے جنازہ میں لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا اور رسول ﷺ بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے۔ کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(۲) نیز اس میں میت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے۔ کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کے لئے تیار ہو۔

(۳) سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا اور رسول جل وعلی و ﷺ کا اذن عام ہے۔ تو جب تک کسی خاص صورت کی

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ القسم الثالث کتاب الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۹

ممانعت کی کوئی نص یا اجماع نہ ہو۔ انکار کیا مناسب ہے؟

(۴) نیز انہیں امام عارف نے فرمایا۔ الٰہی جو اس سے منع کرے، اس کا دل کس قدر سخت اندھا ہے۔ جنازے کے ساتھ ذکر خدا اور رسول جل وعلا و ﷺ کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے۔ فرماتے ہیں، بلکہ میں نے انہیں میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بنگ فروش کے حرام مال سے لیتا۔

(۵) امام عارف باللہ سیدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: اکابر کرام کے یہاں عہد ہے۔ جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو، اس سے منع نہ کریں گے، خصوصا جب وہ اللہ و رسول عز وجلالہ ﷺ سے تعلق رکھتی ہو۔ جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا ذکر خدا اور رسول کرنا جل وعلی ﷺ۔

(۶) نیز امام ممدوح فرماتے ہیں: جو اسے ناجائز کہے، اسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(۷) ہر وہ بات کہ زبان برکت تو امان حضور پرنور سید عالم ﷺ میں نہ تھی۔ مذموم نہیں ہوئی۔ ورنہ اس کا دروازہ کھلے، تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں۔ ان کے وہ سب اقوال مردود ہو جائیں۔

(۸) فرماتے ہیں: بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد سے کہ (جو دین اسلام میں نیک بات نکالے اسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجالائیں، سب کا ثواب اس ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے) علماء نے امت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے۔ کہ نیک طریقے ایجاد کر کے جاری کریں اور انہیں شریعت محمدیہ ﷺ سے ملحق کریں۔ یعنی جب حضور انور ﷺ نے یہ عام اجازت فرمائی ہے، تو جو نیک بات نئی پیدا ہوگی۔ وہ نئی نہیں۔ بلکہ حضور کے اس اذن عام سے حضور ہی کی شریعت ہے ﷺ۔

(۹) فرماتے ہیں! کہ شرع مطہر میں اس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر

جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا، تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی۔ جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اس کی ممانعت کی حدیث موجود ہے۔ تو جس چیز سے نبی ﷺ سکوت فرمایا، وہ کبھی ہمارے بزمانہ میں منع نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکر خدا اور رسول عزوعلی ﷺ کرتے چلیں، تو کچھ اعتراض نہیں۔ بلکہ اس کا کرنا، نہ کرنے سے افضل ہے۔ نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں: لا ینبغی ان ینھی الوعظ عما قال به امام من ائمة المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائیمة کلھم علی تحریمه [۱]

درمختار میں ہے: کره تحریما صلٰوة مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لا نھم یترکو نھا والاداؤ الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیة وغیر ھا اھ [۲] قلت ونقله سیدی عبد الغنی فی الحدیقة عن شرح الدرر لا به عن المصفی شرح النسفیه عن شیخ الامام الا ستاذ حمید الدین عن شیخ الا مام الاجل الزاھد جمال الدین المحبوبی وایضا عن شمس الائمة الحلوائی وعن قنیة عن النسفی والحلوائی وایضا فی الدر المختار عن البحر عن المجتبیٰ عن الامام الفقیه ابی جعفر فی مسئلة التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی عندی انه لا ینبغی ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتهم فی الخیر وبه نا خذا اھ [۳]

فی الحدیقة ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوة الرغائب با لجماعة والصلوٰة لیلة القدر ونحو ذلک وان صرح العلماء با لکرا ھة با لجماعة فیھا فلا

۱۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ، نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۱/۲
۲۔ درمختار، کتاب الصلوٰۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۶۱/۱
۳۔ ردالمحتار، باب العیدین، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۵۶۳/۱

یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتهم فی الخیرات۔[1]

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۹/۱۴۰تا۱۴۸)

حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب، موضع بین، ضلع پٹنہ، بہار

(۱)

از بریلی

۲۲رجمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر صورت واقعہ یہ ہے، تو نکاح صحیح وتام ونافذ ولازم ہو گیا۔ اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہ ہو۔ تجدید کی کچھ حاجت نہیں۔ فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ[2] کمافی الخیریۃ وغیرھا۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۱/۳۰۹)

حضرت مولانا ممنون حسن خان صاحب، ڈپٹی کلکٹر، بنارس، یوپی

(۱)

از بریلی

۱۶رشعبان ۱۳۳۰ھ

بوالاملاحظہ جناب گرامی القاب فضائل نصاب جناب مولوی محمد ممنون حسن خان صاحب بہادر بالقابہ دام مجدہ السامی

بعد اہدائے سنت سنیہ ملتمس! بنے ہوئے دانت، کھانے میں حرج نہیں۔ طاہر قدوس عزوجلالہ نے ہر چیز اصل میں پاک بنائی ہے۔ جب تک کسی شئی میں کسی نجاست کا خلط ثابت نہ ہو،

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۵۰

[2] فتاویٰ خیریہ فصل فی النکاح الفضولی دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۷

پاک ہی مانی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے: لا یحکم بنجاستها قبل العلم بحقیقتها۔ سونے کا تار عورتوں کو مطلقا جائز ہے اور مردوں کو بضرورت۔ یعنی جبکہ سونے میں کوئی خصوصیت محتاج الیہا ایسی ہو کہ چاندی وغیرہ سے حاصل نہ ہو سکتی ہو، ورنہ دوسری دھات اختیار کریں۔ چاندی کی حاجت ہو، تو وہ، ورنہ المونیم یا جو مناسب ہو۔ درمختار میں ہے: لا یشد سنة التحرک بذهب بل بفضة ویتخذ انفا منهم لا ن الفضة تنتنه.

ہدایہ میں ہے: الا صل فیه التحریم و الاباحة للضرورة وقد اندفعت با لفضة وهی الاولی فبقی الذهب علی التحریم و الضرورة لم تندفع فی الانف دونه حیث انتن اھ۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۹/ ۳۰۷)

حضرت مولانا مظہر الحق نعمانی رودلوی، بارہ بنکی، یوپی

از بریلی (۱)

۷/ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر حقیر حاش للہ! اس لفظ گراں مایہ مبین پایہ کے ہزارویں، لاکھویں حصہ کے لائق نہیں۔ ولا حول ولا قوة الا با لله۔ حضرات علماء کرام اہل سنت اپنے کرم سے جن الفاظ عالیہ سے چاہتے ہیں، نوازتے ہیں۔ مگر تحقیق لفظ کے لئے گزارش ہے کہ حدیث میں "رأس" حسب محاورہ عرب ضرور بمعنی آخر ہے۔ ولہذا علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں: مجدد کے لئے ضروری ہے، ان تمضی علیه الماة وهو عالم مشهور مفید۔ لیکن ایسی اشیائے متوالیہ میں حد فاصل ایک آن مشترک ہوتی ہے کہ وہ جس طرح اول کے آخر ہے۔ یونہی آخر کے اول، اور عمل تجدید مجدد ہر گز ختم صدی سے ختم و

منتہی نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ آخر اول واول آخر دونوں میں ہوتا ہے۔

تمضی علیه المأة وھو کذا ہی اس پر دلیل ہے اور تمام مجددین معدودین "للمأة"
کو ملاحظہ فرمائیں کہ آخر صدی ماضی واول صدی حاضر، دونوں میں ان کی تجدید اسلام و مسلمین کو مفید
رہی۔ تو بحال حیات مجدد، جب کہ ایک صدی کا آخر گزر گیا اور دوسری کا اول موجود اور وہ حی ہو۔ مجدد
مأة ماضیہ کہنا مناسب ہوگا۔ جو موت یا انقطاع تجدید کا موہم ہو یا مجدد مأة حاضرہ کہ اس کی حیات اور
فیض وتجدید کے استمرار پر دلیل ہو۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۵۹)

جناب پیرزادہ محمد معصوم شاہ صاحب، ڈیرہ اسحاق اللہ ملک گجرات، پاکستان

(۱)

از بریلی

۱۷ ر جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

جناب پیرزادہ صاحب دام مجدہم، تسلیم!

شرع مطہر نے شادی میں دف، جس میں جلاجل نہ ہوں، قانون موسیقی پر نہ بجائیں، جائز
رکھا ہے۔ ڈھول، تاشے، باجے، جس طرح رائج ہیں، جائز نہیں۔ ناجائز بات کو اگر کوئی بد مذہب یا
کافر منع کرے، تو اسے جائز نہیں کیا جا سکتا۔ کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے۔ تو کیا اسے بھی جائز کر
دینا ہوگا؟ سنی مسلمانوں کو دین پر ایسا بودا اوچ اعتقاد نہ چاہئے کہ گناہ کی اجازت نہ ملے، تو دین ہی سے
پھر جائیں۔ دین پر اعتقاد ایسا چاہئے کہ لا تشرک باللہ وان حرکت، اگر کوئی جلا کر خاک کر
دے۔ تو دین سے نہ پھرے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ

خیر اطمان بہ وان اصابہ فتنۃ انقلب علی وجھہ خیر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین ۔

کچھ لوگ کنارے پر کھڑے اللہ کو پوجتے ہیں، اگر کوئی بھلائی پہنچی، جب تو خوش ہیں اور کوئی آزمائش ہوئی تو الٹے منہ پلٹ گئے۔ ایسوں کا دنیا وآخرت دونوں میں گھاٹا۔ یہی صریح زیاں کاری ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۳۲۹/۹)

جناب سید محمد علی مطیع سرکاری، ضلع فیروز پور، ریاست فرید کوٹ

(۱)

از بریلی

۲۴ رمضان ۱۳۳۳ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارۂ ہلال رمضان وعید فاصلہ بلاد کا اصلا اعتبار نہیں ۔ مشرق کی رویت مغرب والوں پر حجت ہے وبالعکس ۔ ہاں! دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت بروجہ صحیح شرعی ہونا چاہیے ۔ خط یا تار یا تحریر اخبار یا افواہ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار ۔ بلکہ شہادت شرعیہ درکار ۔

درمختار میں ہے: اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب وعلیہ الفتوی فیلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر ۔ ردالمحتار میں ہے : قولہ بطریق موجب کان یحتمل اثنان الشھادۃ اویشھدا علی حکم القاضی اویستفیض الخبر بخلاف ماذا اخبرا ان اھل بلدۃ

کذا رواه لا نه حکا یة ح. اسی میں ہے: قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعدون کل منهم یجز عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة الخ۔

پس صورۃ مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز ہے، نہ خبر حیدرآباد پر۔ بلکہ جب تک ثبوت شہادت شرعی نہ ہو، پنجشنبہ ہی کی پہلی ہے اور اگر آئندہ پنجشنبہ کو خدانخواستہ ابر یا غبار ہوا ور رویت نہ ہو، تو حرام ہے کہ اس پنجشنبہ کو ۳۰/مان کر جمعہ وعید کرلیں۔ بلکہ اس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا۔ اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جب کہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت ہی نہ ہوئی، تو جس نے چہارشنبہ کو بہ نیت نفل بھی روزہ نہ رکھا، اس پر بھی اس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم شنبہ کو تھی۔ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ ﷺ

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

(دبدبہ سکندری، رامپور ۹ راگست ۱۹۱۵ء)

حضرت مولانا معراج الدین صاحب نقشبندی، ایڈیٹر "الفقیہ" امرتسر، پنجاب

(۱)

از بریلی

یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المکرم اکرمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"اخبار" روز شنبہ دوپہر کو آیا۔ کل یکشنبہ کو جواب لکھا۔ اتوار کو ڈاک صبح ایک ہی وقت جاتی ہے لہذا آج مرسل۔ آپ کے عنایت نامہ دربارۂ امداد "الفقیہ" تشریف لائے۔ سچ گزارش کروں۔ اول تو یہ خیال رہا کہ آج کل بہت لوگ صرف غیر مقلدوں کو وہابی اور ہر مقلد کو سنی جانتے ہیں۔ حالانکہ

دیوبندی مدعیان تقلید ان سے اضل سبیل ہیں اور بعض وجوہ نے بحمدہ تعالیٰ اطمنان دلایا کہ "الفقیہ" سنی ہے لہذا کل اپنے گھر ہی سے میں نے ابتدا کی، بفضلہ تعالیٰ قادری گھر سے بارہ ۱۲/امدادوں کے چھتیس ۳۶ روپے حاضر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اخبار ہمیشہ "حسام الحرمین" اور "فتاوی الحرمین" کے مطابق سنی رہے۔

مولانا! فقیر انتہا درجہ کا عدیم الفرصت ہے۔ انشاء اللہ بعض احباب امداد مضامین بھی کرتے رہیں گے، اگر یہ قبول فرمایا جائے کہ یہاں کے مضامین قواعد وضوابط کی دفع ہشتم سے آزاد رہیں گے۔ جن صاحبوں کے یہ روپے ہیں، ان کے نام درج کرتا ہوں۔ اس نشان سے اخبار انہیں روانہ فرمادیں۔ والسلام

(الف "الفقیہ" امرتسر پنجاب، مجریہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۸ء ص ۵) فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(ب سالنامہ "معارف رضا" کراچی ۱۹۹۵ء ص ۱۲۶) یکم ذی الحجہ ۳۶ھ

نوٹ:

"الفقیہ کی قدر دانی"

الفقیہ کے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ عالیجناب معلی القاب حضرت مجدد مأۃ حاضرہ مولانا الحاج محمد احمد رضا خانصاحب قادری برکاتی بریلوی مدظلہ العالی کی نظر شفقت اثر الفقیہ پر ہوئی۔ آپ نے مبلغ چھتیس ۳۶ روپے بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائے اور ایک عنایت نامہ خاکسار کو لکھا جس کو بجنسہ درج ذیل کرتا ہوں۔

مولانا ممدوح کا اخبار "الفقیہ" کو اپنے خاندان کے اراکین کے نام جاری کرانا "الفقیہ" کے لئے ایک زبردست سند (سرٹیفکٹ) ہے کہ "الفقیہ" خالص سنی، حنفی، پرچہ ہے، ہم مولانا ممدوح کی اس عنایت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ مولانا ممدوح اس پرچہ پر خاص طور نظر عنایت رکھیں گے جو اس کے دائمی بقا کا ایک ضروری ذریعہ ہے۔

مولانا ممدوح نے قوائد وضوابط کی دفعہ ہشتم کی غیر معقولیت پر اشارہ فرمایا ہے اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا مضمون دفتر "الفقیہ" میں آجائے۔ جس کا کچھ حصہ خلاف عقیدہ اہل سنت ہو، تو ایسے مضامین پر دفعہ ہشتم حاوی ہوگی۔ لیکن بریلی سے جو مضمون آئے گا اس کی نسبت ایسا گمان نہیں ہوسکتا اس لئے بہر حال ہشتم کی قید سے مضامین بریلی آزاد ہیں۔ مولانا ممدوح کا عنایت نامہ یہ ہے۔ (الفقیہ حوالہ)

(نوٹ ایڈیٹر "الفقیہ" کی طرف سے ہے، جو اس مکتوب کے ساتھ چھپا ہے) (شمس مصباحی)

جناب مرزا بیگ عرف محمد میاں، نرسنگھ گڑھ سنٹرل سیہور

(۱)

از بریلی

۸ رشعبان ۱۳۳۷ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اشارہ ضرورت سنت ہے۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: صنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فنصنع كما صنعه رسول الله ﷺ وهو قول ابی حنیفه واصحابنا[1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔ امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آباء واساتذہ ومشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے۔ مارہروی صاحب نے زیادہ نہیں، تو حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔

''کوکبہ شہابیہ'' میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں، بلکہ اس بات کی کہ اسماعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرا دیا ہے۔ جو وجوہ انہوں نے یہاں لکھے، اسماعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے۔ اس کو تناقض سے کیا علاقہ؟

مولوی شفاعت رسول صاحب میرے ایک خالص دوست مرحوم ومغفور کے صاحبزادے ہیں۔ ان کو یہاں بیعت بھی ہے۔ میرے مدرسہ میں پڑھا ہے۔ اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا، نہ میں نے ان کا قرآن مجید سنا، ممکن جس طرح آج کل اکثر علماء وحفاظ غلط پڑھتے ہیں، ان پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو، وحسبنا الله ونعم الوكيل۔ (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۶/ ۱۸۷)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۱۴/۱

جناب مولانا محمد مصطفی صاحب، کاس گنج، ضلع ایٹہ، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۶ رشعبان ۱۳۳۷ھ

جناب من!　　　وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے پہلے کاس گنج سے یہ سوال بصورت دیگر مرسل عباداللہ خان کا آیا اور جواب گیا۔ اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے، تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ بہتر ہے اور یہی امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کی سنت ہے کہ وہ جوتا رکھتے، ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارۂ مسجد پر آتے اسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے،

اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا۔ تو نماز ہی نہ ہوگی کما حققناہ فی فتاونا.

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۶/۲۲۱)

جناب مہرباز خان صاحب، محلہ جمالپور، احمد آباد، گجرات

(۱)

از بریلی

۲۵ رجمادی الثانی ۱۳۳۰ھ

فقیر غفرلہ المولی القدیر جب جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ میں بعد سفر مدینہ طیبہ کراچی آیا اور وہاں سے احباب احمد آباد لانے پر مصر ہوئے۔ یہاں میرے معظم دوست حامی سنت ماحی بدعت مولانا

مولوی نذیر احمد خان صاحب مرحوم مغفور کے دو معزز شاگردوں مولوی عبد الرحیم صاحب و مولوی علاء الدین صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ میں نزاع تھی۔ دو فریق ہو رہے تھے اور اس سے پہلے مولوی علاء الدین صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور ایک رسالہ پیش کیا، جس میں مولوی عبد الرحیم صاحب پر سخت الزام قائم کرنا چاہے، حتی نوبت بہ تکفیر پہنچائی تھی۔ فقیر نے انہیں سمجھایا اور اس رسالہ کی اشاعت سے باز رکھا اور ان الزامات کی غلطی پر دوستانہ متنبہ کیا۔

الحمد للہ! مولوی علاء الدین صاحب نے گذارش فقیر کو قبول کیا۔ مگر باہم فریق بندی اس وقت تھی کہ فقیر حج سے واپس آیا۔ اس وقت مولوی عبد الرحیم صاحب نے یہ سوال پیش کیا، جس کا میں نے وہ جواب لکھا، وہ جواب میرا ہی ہے، مگر اس وقت کی حالت سے متعلق تھا۔ میں نے اس جواب ہی میں بتا دیا تھا کہ مولوی علاء الدین صاحب نے مولوی عبد الرحیم کی تکفیر عنادانہ کی تھی۔ بلکہ مسئلہ ان کی سمجھ میں یونہی آیا تھا۔ جس سے انہوں نے بعد تفہیم فقیر رجوع کی، تو ان پر کوئی حکم سخت نہیں۔

ہاں! اگر وہ بعد اس کے کہ حق سمجھ لئے، پھر بلا وجہ شرعی تکفیر کی طرف رجوع کریں، تو اس وقت حکم سخت ہونا لازم ہے۔ اس کے بعد وہیں ایام اقامت فقیر میں فریقین فیصلۂ فقیر پر راضی ہوئے اور بحمد اللہ تعالیٰ باہم صلح کرا دی گئی۔ میں نے اس وقت تک کوئی امر فریقین سے صلح شکن نہ پایا۔ بلکہ قریب زمانہ میں جبکہ بعض فساد پسندوں نے تکفیر مولوی عبد الرحیم صاحب کا باطل دبے معنی غلغلہ پھر اٹھایا اور پرانا مہمل اشتہار مولوی قندھاری نے دوبارہ کسی شخص وزیر الدین کے نام سے چھاپا اور مولوی عبد الرحیم صاحب کو دفع فتنہ کے لئے یہاں کے فتویٰ کی ضرورت ہوئی اور اس پر ان سے واقعات پوچھے گئے، جس کا مفصل جواب انہوں نے ہفتم ذی الحجہ ۲۹ھ کو بھیجا۔ اس خط میں بھی یہ لفظ موجود ہیں "احمد آباد میں آپ کے قدم مبارک کراچی سے رونق افروز ہوئے تھے اور آپ نے صلح بندی کی اور مولوی علاء الدین صاحب کی کرائی تھی، جب سے اب تک بحمد اللہ تعالیٰ صلح ہے وہ میرے موافق ہیں انتہی بلفظہ"

اس کے بعد میرا ایک فتویٰ جواب شبیر محمد صاحب نے چھاپا، مولوی عبدالرحیم صاحب نے اس کی نقل مجھے بھیجی تھی اور اس میں سے ان تمام سطروں پر کہ مولوی علاء الدین صاحب کے متعلق تھیں، سرخی سے قلم پھیر دیا کہ ان کی ضرورت نہیں۔ مولوی علاء الدین صاحب کا جو خط فقیر کے نام آیا، اس میں وہ تصریح کرتے ہیں کہ ہم اس وقت بدستور صلح پر قائم ہیں، یونہی اس سے تازہ تر عنایت نامہ جناب شاہ صاحب وجیہی علوی میں ہے۔ پھر فقیر نہیں کہہ سکتا کہ اس فتویٰ کے چھاپنے کی کیا ضرورت ہوئی اور اس سے کیا نفع ہو سکتا ہے۔ اس میں تو مولوی علاء الدین صاحب پر سخت حکم ہونا اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ بعد کشف شبہ تکفیر مسلم کی طرف معاذ اللہ عود کریں۔

جب یہ شرط نہیں، تو ہرگز اس فتویٰ سے مولوی علاء الدین صاحب کو ضرر، نہ چھاپنے والے کو نفع اور خدانہ خواستہ شرط متحقق ہوئی، تو اس کا حال اللہ جانتا ہے۔ بالجملہ یہ امر دین ہے اور دین میں کسی کی رعایت نہیں۔ دونوں صاحب میرے دوست ہیں اور دونوں صاحب ذی علم اور ایک استاذ کے شاگرد ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ بدستور صلح پر قائم ہونگے، جیسا کہ دونوں صاحبوں کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا۔ ورنہ جس طرف سے نقض عہد واقع ہو، وہ ضرور اپنے حکم شرعی کا مستحق ہوگا۔ "کائنا من کان"۔ فریقین اس آیت کریمہ کو پیش نظر رکھیں، وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم ان الشیطان کان للانسان عدوا مبینا"

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۲۶۔۱۲۷)

جناب سردار مجیب الرحمٰن خان، مجیب نگر، مونڈا، ضلع کھیری۔ یوپی

(۱)

از بریلی

۲۶ رصفر ۱۳۲۷ھ

جناب گرامی دام مجدکم السامی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زلزلہ کا سبب مذکورہ زبان زد عوام محض بے اصل ہے اور اس پر وہ اعتراض نظر بظاہر صحیح وصواب۔ اگرچہ اس سے جواب ممکن تھا کہ ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے ہے اور ان کا اتصال محال۔ صدرا وغیرہ میں کاسہ لیسان فلاسفہ نے جس قدر دلائل ابطال جزء الذی لا یتجزی پر لکھے ہیں، ان میں کسی سے ابطال نفس جزء نہیں ہوتا۔ ہاں! دو جز کا اتصال محال نکلتا ہے، یہ نہ ہمارے قول کے منافی، نہ جسم کے اتصال حسی کا نافی۔ دیوار جسم وحدانی سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ اجسام متفرقہ ہے۔ جسم انسانی میں لاکھوں مسام مثبت افتراق ہیں اور ظاہر اتصال۔

خوردبین سے دیکھنا، بتاتا ہے، کہ نظر سے متصل گمان کرتی ہے۔ کس قدر منفصل ہے۔ پھر ان شیشوں کی اختلاف قوت بتا رہی ہے کہ مسام کی باریکی کسی حد پر محدود نہیں ٹھہرا سکتے۔ جو شیشہ ہمارے پاس اقویٰ سے اقویٰ ہو اور اس سے بعض اجسام مثل آہن وغیرہ میں مسام اصل نظر نہ آئیں۔ ممکن کہ اس سے زیادہ قوت والا شیشہ انہیں دکھادے۔ معہذا نظر آنے کے لئے دو خط شعاعی میں کہ بصر سے نکلے، زاویہ ہونا ضرور جب شئی غایت صغر پر پہنچتی ہے۔ دونوں خط باہم منطبق مظنون ہو کر زاویہ رویت معلوم ہو جاتا اور شئی نظر نہیں آتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ کوکب ثابتہ کے لئے اختلاف منظر نہیں کہ بوجہ کثرت بعد وہاں نصف قطر زمین یعنی تقریباً چار ہزار میل کے طول وامتداد کی اصلاً قدر نہ رہی۔ دونوں خط کے مرکز ارض اور مقام ناظر سے نکلے، باہم ایک دوسرے پر منطبق معلوم ہوتے ہیں۔ زاویہ نظر باقی نہیں رہتا، تو مسام کا اس باریکی تک پہونچنا کچھ دشوار نہیں۔ بلکہ ضرور ہے کہ کوئی قوی سے قوی خوردبین انہیں امتیاز نہ کر سکے۔ اور سطح بظاہر متصل محسوس ہو اور جب زمین اجزاء متفرقہ کا نام ہے، تو اس حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستبعد نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کا سبب اصلی محض ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ جتنے اجزاء کے لئے ارادہ تحریک ہوا، انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے۔ وبس۔ سواران دریا نے مشاہدہ کیا ہے کہ

ایام طوفان میں جو بلاد شمالیہ میں حوالی تحویل۔ سرطان یعنی جون جولائی اور بلاد جنوبیہ میں حوالی تحویل جدی یعنی دسمبر جنوری ہے، ایک جہاز ادھر سے جاتا اور دوسرا ادھر سے آرہا ہے۔ دونوں مقابل ہو کر گزرے۔ اس جہاز پر سخت طوفان ہے اور اسے بالکل اعتدال واطمینان۔ حالانکہ باہم کچھ ایسا فصل نہیں۔ ایک وقت، ایک پانی، ایک ہوا اور اثر اس قدر مختلف۔ تو بات وہی ہے کہ ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن۔ جو خدا چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا، نہیں ہوتا۔

مگر اس جواب کی حاجت ہم کو اس وقت ہے کہ وہ بیان عوام شرع سے ثابت ہو۔ اس کے قریب قریب ثبوت صرف ابتداء آفرینش زمین کے وقت ہے۔ جب تک پہاڑ پیدا نہ ہوئے تھے، عبد الرزاق وفریابی وسعید بن منصور اپنی اپنی سنن اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن المردویہ وابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوالشیخ کتاب العظمہ اور حاکم بافادۂ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیاء مقدسی صحیح مختار میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

قال ان اول شئی خلق اللہ القلم وکان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منہ السموات ثم خلق النون وبسطت الارض علیہ والارض علی ظھر النون فاضطرب النون فمادامت الارض فاثبتت بالجبال۔

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام تقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا۔ پانی کے بخارات اٹھے۔ ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے۔ پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی۔ اس پر زمین بچھائے۔ زمین پشت ماہی پر ہے۔ مچھلی تڑپی، زمین جھونکے لینے لگی، اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کردی گئی۔

کما قال اللہ تعالیٰ: والجبال اوتادا، قال تعالیٰ: والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔

مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا، دوسری جگہ نہ آنا اور جہاں ہونا، وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں، جو عوام بتاتے ہیں، سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے اور عالم اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی۔ "ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوعن کثیر"۔ "تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے۔

اور وجہ وقوع "کوہ قاف" کے ریشے کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے۔ جس کا نام "قاف" ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں، جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں۔ جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر بہت دور تک پھیلے ہوتے ہیں کہ اس کی وجہ قرار ہو اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں۔ پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا، اتنی ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے۔ "جبل قاف" جس کا دور تمام کرۂ زمین کو اپنے پلیٹ میں لئے ہے، اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہیں۔ کہیں اوپر ظاہر ہو کر پہاڑیاں ہو گئے۔ کہیں سطح تک آکر تھم رہے۔ جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں۔ کہیں زمین کے اندر ہے۔ قریب یا بعید ایسے کہ پانی چوان سے بہت نیچے۔

ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے۔ جسے عربی میں سہل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں۔ مگر اندر اندر "قاف" کے رگ وریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادۂ الٰہی عزوجل ہوتا ہے۔ والعیاذ برحمتہ ثم برحمتہ رسولہ جل وعلا وﷺ۔ "قاف" کو حکم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا، جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی۔ پھر جہاں خفیف کا حکم ہے۔ اس کا محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے، وہاں بقوت، یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہو جاتا ہے اور اسی وقت

دوسرے قریب مقام کے درودیوار جھونکے لیتے اور تیسری جگہ زمین پھٹکر پانی نکل آتا ہے یا خفیف حرکت سے مادۂ کبریتی مشتعل ہوکر شعلے نکلتے ہیں۔ چیخوں کی آواز بلند ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دخانی مادہ ہیں، جنبش کے سبب منافذ زمین متسع ہوکر وہ بخارودخان نکلتے ہیں۔ طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے ، انہیں کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے۔ حالانکہ ان کا خروج بھی سبب زلزلہ کا مسبب ہے۔ امام ابوبکر ابی الدنیا کتاب العقوبات اور ابوشیخ کتاب العظمہ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

قال: خلق الله جبلا يقال له " قاف " محيط با لعام وعروقه الى الصخرة التى عليها الا رض فا ذا اراداللہ ان يزلزل قرية امر ذالك الجبل فحرك العرق الذى يلى تلك القرية فيزلزلها ويحركها فمن ثم تحرك القرية دون القرية۔

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا۔ جس کا نام "قاف" ہے۔ وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں، جس پر زمین ہے۔ جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے۔ اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے۔ وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش وجنبش دیتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف "مثنوی شریف" میں فرماتے ہیں:

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف — دید کہ راکز زمرد بود صاف
گرد عالم حلقہ کردہ اومحیط — ماند حیراں اندراں خلق بسیط
گفت تو کوہی دگرھا چیستند — کہ بہ پیش عظم تو بازاستند

گفت رگہائے من اندراں کوہہا | مثل من نہ بوند در فروبہا
من بہر شہرے رگے دارم نہاں | بر عروقم بستہ اطراف جہاں
حلق چوں خواہد زلزلہ شہرے مرا | امر فرماید کہ جنباں عرق را
پس بہ جنبانم من آں رگ را بہ قہر | کہ بداں رگ متصل بودست شہر
چوں بہ گوید بس شود ساکن رگم | ساکنم وز روئے فعل اندر تگم
گوید آں کس کہ نہ داند عقلش ایں | زلزلہ ہست از بخارات زمیں
ایں بخارات زمیں نہ بود بداں | زامر حق است وازآں کوہ گراں
مور کہ بر کاغذ دید او قلم | گفت با مور دگر ایں راز ہم
کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد | ہمچوں ریحاں و چوں سوسن زار و ورد
گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور | ویں قلم در فعل فرع ست واثر
گفت آں مور سوم از بازو ست | کاصبع لاغر ز زورش نقش بست
ہمچنیں می رفت بالاتا یکے | مہتر موراں فتن بود اندکے
گفت کز صورت نہ بینداں ہنر | کاں بخواب مرگ گردد بے خبر
صورت آمد چوں لباس و چوں عصا | جز بہ عقل و جان بجنبد نقشہا

بحر العلوم قدس سرہ فرماتے ہیں: ایں رد ست بر فلاسفہ کہ می گویند بخارات در زمیں محسوس می شوند باتبع میل خروج کنند واز مصادمت ایں ابخرہ تفرق اتصال اجزاء زمین می شود زمیں در حرکت می آید وایں است زلزلہ۔ پس مولوی قدس سرہ رد ایں قول می فرمایند کہ قیام زمیں از کوہہا است۔ ورنہ در حرکت می ماند ہمیشہ پس آں کوہ جنبش می دہد زمیں بامر اللہ تعالیٰ۔

چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہاء کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں سے، انگلیوں کی قوت، بازو سے، بازو کی طاقت، جان سے، تو نقش کہ قلم سے

بنتے ہیں، جان بناتی ہے، مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل، قلم، انگلیوں، بازو کو سمجھیں، یونہی ارادۃ اللہ سے "کوہ قاف" کی تحریک ہے۔

اس کی تحریک سے بخارات کا نکلنا زمین کا ہلنا ہے، یہ احمق چیونٹیاں، جنہیں فلسفی یا طبعی والے کہئے صدمۂ بخارات کو سبب زلزلہ سمجھ لے، بلکہ نظر کیجئے، تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ کودن وبد عقل ہیں انہوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا۔ انہوں نے سبب کے دو مسبوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرالیا وباللہ العصمۃ

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۱۸۹ تا ۱۹۲)

جناب ملک محمد امین، جالندھر چوک حضرت امام ناصر صاحب

(۱)

از بریلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس میں بہت مسائل میں فرق ہے۔ خصوصاً پہلی اور دوسری جلد میں، جس کی کچھ کچھ اصلاح خود انہوں نے اپنی طرف سے سوالات قائم کر کے کی ہے۔ والسلام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۱۵)

حضرت مولانا شاہ محرم علی صاحب، چشتی، صدر ثانی انجمن نعمانیہ، لاہور، پاکستان

(۱)

از بریلی

۱۵ر جمادی الاخری ۱۳۳۰ھ

(۱) نظر بحال زمانہ تو غلطی نہایت دقیق وعمیق بات میں خطاء فی الفکر کے قبیل سے ہونی چاہیے

کہ مولوی اسحاق صاحب کے شاگرد رشید مولوی عالم صاحب مرادآبادی نے کھائی۔ پھر یہ غیر مقلدوں نے شیخ الکل فی الکل مجتهد العصر نذیر احمد صاحب نے کھائی۔ پھر زمانہ حال میں ان حضرات کے آڑے آئی، مگر نظر بواقع بہت کھلی فاحش، جس میں ہمارے سنی ذی علم حضرات کا وقوع صرف وہی جواب رکھتا ہے۔ جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ جناب سے سوال ہوا: ایزنی العارف؟ دیر تک سر بگریباں رہے۔ پھر اٹھا کر فرمایا: وکان امر الله قدرا مقدورا. (اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہو کر رہے گا) چونکہ قضا آید طبیب آبلہ شود۔ اذا جاء القدر عمی البصر واذا جاء القضاء ضاق الفضا. (حکم تقدیر آتا ہے، تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور حکم ربانی کے وقت فضا تنگ ہو جاتی ہے) لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم.

مولانا! اس فتویٰ باطلہ کا ابقاء ہرگز ٹھیک نہیں، باطل کا اعدام وافناء چاہیے، نہ کہ تحفظ وابقاء، بدمذہبوں، گمراہوں سے اباطیل خارج از مسائل مذہب واقع ہوں۔ ان کی اشاعت مصلحت شرعیہ ہے کہ مسلمانوں کا ان پر اعتبار اٹھے۔ ان کی ضلالت میں بھی اتباع نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے: اترعبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکر الفاجر بمافیه یحذر الناس. کیا فاجر کی برائیاں بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہو۔ لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر میں جو برائیاں ہیں، بیان کرو کہ لوگ اس سے حذر کریں۔

اور اہل سنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو۔ اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے۔ جو نفع ان کی تقریر و تحریر سے اسلام اور سنت کو پہنچتا تھا۔ اس میں خلل واقع ہوگا۔ اس کی اشاعت، اشاعت فاحشہ ہے اور اشاعت فاحشہ بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے۔

قال الله تعالیٰ: ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم

عذاب علیم فی الدنیا والآخرہ [1]

جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو، ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خصوصاً جب کہ وہ بندگان خدا حق کی طرف بے کسی عذر و تامل کے رجوع فرما چکے۔ رسول اللہ علیہ فرماتے ہیں: من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ قال الابن المنیع وغیرہ المراد ذنب تاب عنہ قلت وقد جاء کذا مقیداً فی الروایۃ کما فی "الشرعۃ" ثم فی "الحدیقۃ الندیۃ"۔ جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا، وہ مرنے سے قبل اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔ ابن منیع کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کر لی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں شرعہ اور حدیقہ میں روایت ہی میں توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔

ولہذا ابتا کید اکید گزارش کہ عمائد و مشاہیر علمائے اہل سنت و جماعت جس امر میں متفق ہیں۔ یعنی عقائد مشہورہ امتداولہ، ان میں ہمارے عام بھائی بلا دغدغہ ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یونہی وہ فرعیات، جو اہل سنت اور ان کے مخالفین میں مابہ الامتیاز ہو رہے ہیں، جیسے مجلس مبارک وفاتحہ وعرس واستمداد ونداء وامثالہا باقی رہیں۔ فرعیات فقہیہ، جن میں وہ مختلف ہو سکتے ہیں۔ خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطائی الفکر یا بسبب عجلت وقلت تدبر یا بوجہ کمی ممارست مزاولت فقہ، ان میں فقیر کیا عرض کرے۔

مرا سوزیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد ۔۔۔ وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

(۲) آہ! آہ!! آہ! آہ!! ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے۔ جن پر اصول وفروع عقائد وفقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا

[1] القرآن الکریم ۱۹/۱۸

الوالد قدس سرہ الماجد، حاشا للہ! نہ اس لئے کہ وہ میرے والد ووالی، ولی نعمت تھے۔ بلکہ اس لئے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق۔ میں نے اس طبیب صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ اس جناب رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا۔ اگر چہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے۔ مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر ودقیق ومعضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں، خادم کمینہ کو مراجعت کتب واستخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے: ظاہر حکم یوں ہونا چاہئے۔ جو وہ فرماتے، وہی نکلتا یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا۔ تو زیادت مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اس کو دی، جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔

عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں۔ عرب کا حال یہ ہے کہ اس جناب قدس سرہ کا یہ ادنیٰ خوشہ چیں وزلہ ربا جو مکہ معظمہ اس بار حاضر ہوا، وہاں کے اعلم العلماء وافقہ الفقہاء سے ۶۔۶ گھنٹے مذاکرہ علمیہ کی مجلس گرم رہتی۔ جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ فقہ حنفی دو حرف جانتا ہے۔ اپنے زمانے کے عہد افتاء کے مسائل کثیرہ، جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا، یا اشتباہ رہا۔ اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کیے۔ جس مسئلہ وحکم میں اس احقر نے ان کی موافقت عرض کی۔ آثار بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کر دیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے۔ سماع دلیل سے پہلے آثار حزن نمایاں ہوئے اور خیال فرمالیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی۔ یہ اسی طبیب حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے۔

دوم والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف، پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی۔ ان کی سی وسعت نظر وقوت حفظ وتحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں

کوئی ایسا نظر نہیں آتا، جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کرکے اس فتوے پر عمل ہو۔

فقیر نے جواب میں عمائد و مشاہیر علمائے اہل سنت کی تخصیص کی اور جناب نے فیض یا فتوں سے بھی سوال فرمایا ہے۔ فیض کے لئے عرض عریض ہے۔ میں یہاں مطلقا اتنا بھی عرض نہیں کرسکتا جو حضرات عمائد کی نسبت گزارش کیا۔

مولانا! اس تقریر فقیر کو اصول کے ایک اختلافی مسئلہ میں اس قول پر محمول نہ فرمائیں کہ متکلم اپنے عموی کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ حاشا! فقیر تو ایک ناقص، ادنیٰ طالب علم ہے۔ کبھی خواب میں بھی اپنے لئے کوئی مرتبہ علم قائم نہ کیا اور بحمدہ تعالیٰ بظاہر اسباب یہی ایک وجہ کہ رحمت الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے، میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں۔ اسی لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے اور مجھ پر علم حق کا اضافہ فرماتے ہیں اور انہیں کے رب کریم کے لئے حمد ہے۔ اور ان پر ابدی صلوۃ سلام۔

(۳) مدرس کے لئے ذی علم، ذی فہم، سنی صحیح العقیدہ ہونا کافی ہے۔ صحت عقیدہ کی جانچ کی نسبت جواب نمبر ہفتم میں گزارش ہوگی اور یہ لوگ خود معروف نہ ہوں، تو اہالی نمبر ۲ کی معرفت لئے جائیں اور ان سے عرض کی جائے کہ حضرات کسی شفارش، خوشامد، رعایت پر کاربندی نہ فرمائیں، المستشار مئوتمن پر۔

(۴) نیازمند کی چار سو تصنیفات سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلا معاوضہ تقسیم ہوا کیں۔ جس کے سبب جو رسالہ چھپا، جلد ختم ہو گیا۔ بعض تین تین، چار چار بار چھپے، ''انجمن نعمانیہ'' میں غالبا رمضان مبارک ۱۳۲۰ھ میں اس وقت تک کے تمام موجودہ رسائل میں نے خود حاضر کئے ہیں اور انجمن سے رسید بھی آگئی۔ ان کی فہرست اب فقیر کو یاد نہیں۔ غالبا دفتر انجمن میں ہو۔ اگر وہ معلوم ہو جائے، تو بقیہ رسائل جو ادھر چھپے اور مطبع میں ان کے نسخے رہے، بالراس والعین

نذرِ انجمن بلا معاوضہ ہوں گے۔ دو برس سے عنان مطبع ایک انجمن نے اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ جس نے طریقۂ فقیر تقسیم کثیر بلا عوض کو منسوخ کر دیا۔ پھر بھی "انجمن نعمانیہ" کے لئے ہدیہ حاضر کرنے سے انجمن کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

(۵) خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے۔ مگر اس کے لئے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے (۱) علماء کا اتفاق (۲) تحمل شاق قدر بالطاق (۳) امراء کا اتفاق لوجہ الخلاق۔ یہاں یہ سب مفقود ہیں۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمارے اغنیاء نام چاہتے ہیں۔ معصیت بلکہ صریح ضلالت میں ہزاروں اڑا دیں، خزانوں کے منہ کھول دیں، یونیورسٹی کے لئے کتنی جلد تیس لاکھ جمع ہو گیا۔ مدرسہ دیوبند کو ایک عورت نے پچاس ہزار دے دیا۔ مگر کسی سنی مدرسہ کو بھی یہ دن نصیب ہوا؟

اول تو تائید دین ومذہب جن کا نام لئے گھبرائیں گے، میاں! یہ ان مولویوں کے جھگڑے ہیں اور شر ماشری، خفیف و ذلیل چندہ بھی مقرر کیا، تو لایؤدہ الیک الا ما دمت علیہ قائما (جب تک سر پر سوار ہو، دیں گے) بلکہ تقاضہ کیجئے تو بگڑیں اور ڈھیل دیجئے تو سورہیں۔ ادھر ہمارے کارکنوں کو وہ چال، وہ جال، معلوم نہیں، جس سے وہابیہ خذلہم اللہ تعالی بندگان خدا چھل کر نہ صرف اپنے ہم مذہبوں بلکہ ہم مشربوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں، اس کے لئے ریا و نفاق و مکر و خداع و بے حیائی و بے عزتی لازم ہے۔ وہ نہ آپ میں ہے، نہ آپ کی شریعت اس کی اجازت دے، پھر کہئے کام کیوں کر چلے۔ ابھی ایک نمبری وہابی ایک با اثر صوفی کے یہاں چندہ لینے گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ سنا ہے تم احمد رضا کے مخالف ہو۔ کہا، حاشا! میں تو اسی در کا کتا ہوں۔ کتا بن کر پانچ سو لے آیا۔

علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں۔ حمایت مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں۔ جو بندۂ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے، اسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان

کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔ ایام ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عبارات ندوہ سن کر ضلالت، ضلالت کی رٹ لگا دیں اور جب کہئے، حضرت لکھ دیجئے۔ بھائی لکھواؤ نہیں، ہمارے فلاں دوست برا مانیں گے، ہمارے فلاں استاذ کو برا لگے گا۔ بہت کو یہ خیال کہ مفت او کھلی میں سر دے کر موسل کون کھائے۔ بد مذہب دشمن ہو جائیں گے۔ دانتوں پر رکھ لیں گے۔ گالیاں، پھبتیاں، اخباروں، اشتہاروں میں چھاپیں گے۔ طرح طرح کے بہتان، افتراء اچھالیں گے۔ اچھی بھلی جان کو کون جنجال میں ڈالے، بعض کو یہ کہ حمایت مذہب کی تو صلح کلی نہ رہے گی۔ ہر دلعزیزی جا کر پلاؤ، قورمے، نذرانہ میں فرق آئے گا۔ یا کم از کم آؤ بھگت تو عام نہ رہے گی۔

اتفاق علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا، تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے۔ اس کی توہین و تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے، "ہیں" "لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے، اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔ حاشا یہ کلیہ نہیں۔ مگر للاکثر حکم الکل۔

الحمد للہ! یہاں متکلم عموم کلام سے ضرور خارج ہے، اور لوجہ ربی الحمد ابدا۔ فقیر میں لاکھوں عیب ہیں۔ مگر بحمدہ تعالٰی میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا۔ اپنے سے جسے زیادہ پایا، اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے۔ قلب نے اسے حقیر جانا۔ پھر حسد کیا، حقارت پر؟ اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے۔ اس کی دست بوسی وقد مبوسی کو اپنا فخر جانا۔ پھر حسد کیا؟ اپنے معظم بابرکت پر، اپنے میں جسے حمایت دین پر دیکھا، اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا۔ اس کے لئے عمدہ القاب وضع کر کے شائع کیے۔ جس پر میری کتاب "المعتمد المستند" وغیرہ شاہد ہیں۔

حسد، شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کے لئے حمد ہے کہ میں نے اس کے لئے کبھی خواہش نہ کی۔ بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ گزینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں اور

انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا، انہیں دو وجھوں پر تھا۔ اول حب خمول۔ دوم:

زمانہ ئی فخر و عیب و غیر از ہنیم نیست   کجا برم خر خود را باین کساد متاع

اور اب تو سالہا سال سے شدت ہجوم کار و انعدام کلی فرصت و غلبہ ضعف و نقاہت نے بالکل بیٹھا دیا ہے۔ جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا اور اللہ اپنے بندوں کی نیت جانتا ہے۔ بالجملہ اہل سنت سے امور ثلثہ مفقود ہیں۔ پھر فرمائیں، صورت کیا ہو؟

(۲) دفع گمراہاں میں جو کچھ اس ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ ۱۴ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد، اس سے نفع بخشا۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں۔ اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے۔ جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔

حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ "وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا" کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ کوئی اخبار، پرچہ آپ کے یہاں نہیں۔ مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدر حاجت آپ کے پاس نہیں۔ وہ لوگ جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں، وہ اہل نہیں۔ بعض نے خون جگر کھا کر تصانیف کیں۔ تو چھپیں کہاں سے؟ کسی طرح سے کچھ چھپا، تو اشاعت کیوں کر ہو؟ دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دیکر شوق سے خریدیں۔ یہاں تو سر پیٹنا ہے۔ روپیہ وافر ہو، تو ممکن کہ یہ سب شکایات رفع ہوں۔

اول: عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ثانیاً: طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثاً: مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان

توڑ کوشش کریں۔

رابعا: طبائع طلبہ کی جانچ ہو۔ جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے۔ معقول وظیفے دیکر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں۔ کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ بھی توزیع ہو۔ کوئی کسی فن پر، کوئی کسی پر۔

خامسا: ان میں جو تیار ہوتے جائیں۔ تنخواہ دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریرا وتقریرا وعظا ومناظرۃ اشاعت دین ومذہب کریں۔

مولانا! اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے سامنے آنہیں سکتا۔ دور سے غل مچاتے اور وقت پر دم دباتے ہیں۔ جب آپ کے اہل علم یوں ملک میں پھیلیں اس وقت کون ان کی قوت کا سامنا کر سکتا ہے۔

سادسا: حمایت (مذہب) ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

سابعا: تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کئے جائیں۔

ثامنا: شہروں شہروں آپ کے سفیر، نگراں رہیں۔ جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو۔ آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین، رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعا: جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو، لگائے جائیں۔

عاشراً: آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں۔ آپ جو کچھ بہتر سمجھیں، افادہ فرمادیں۔

مولانا! بلکہ روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی انشاء اللہ العزیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت (سے لوگ) صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے۔ اب آپ کی سی کہے گا یا کم از کم یہ تقمہ درختہ بہ تو ہوگا۔ دیکھئے حدیث کا ارشاد کیا صادق آیا ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔ عالم ما کان ویکون ﷺ کی خبر ہے۔

(۷) مسودہ عقائد حنفیہ کہ یہاں بنظر استصواب آیا تھا۔ بعد بعض ترمیمات ضرور یہ گیا بھی، اور انجمن کو پہنچا بھی اور انجمن نے اس میں اکثر ترمیمات کو قبول فرمایا بھی۔ اس پر گواہ خود یہ مسودہ تازہ ہے کہ جناب نے اب ارسال فرمایا ہے۔ یہ اکثر انہیں ترمیمات پر مشتمل ہے۔ جو فقیر نے ایک نہایت سرسری نگاہ میں عرض کی تھیں۔ مگر جناب کا یہ فرمانا بھی کہ ترمیم یا تصدیق درکنار، تو نے رسید بھی نہ بھیجی، بجائے خود ہے۔ واقعی فقیر ترمیم کر کے بھیج چکا اور واقعی ترمیم کر کے فقیر نہ بھیجا۔ اس معمہ کا حل یہ ہے کہ فقیر بے حد عدیم الفرصت ہے۔ خاطر خواہ ترمیمیں (مگر دفتر دیگر املاء کند) کی مصداق ہوتیں۔ اس کے لئے وقت نہ ملتا تھا۔

ایک ضرورت شدیدہ سے پیلی بھیت جانا ہوا۔ حضرت مولانا محدث سورتی دامت برکاتہم نے اس کا ذکر فرمایا۔ فقیر نے عرض کی، وقت فرصت سن لوں گا۔ نصف شب کے قریب وہاں کی ضروریات اور احباب کی ملاقات سے فارغ ہوا۔ اس وقت وہ مسودہ فقیر کو سنایا گیا ۔ جابجا تبدیلات

ونقص وزیادات ومحوواثبات عرض کرتا گیا اور حضرت ممدوح تحریر فرماتے گئے۔ ۱۸ رصفحہ تک اس وقت ہوا۔ پھر صبح بعد فراغ وظائف جب کہ ریل کا وقت قریب تھا۔ بقیہ بعجلت تام تمام کیا۔ مولوی ابو العلاء امجد علی صاحب سلمہ بھی ہمراہ تھے۔ ان سے گزارش کی کہ آپ کے پاس بھی ایک مسودہ آیا ہوا ہے۔ یہی ترمیمات آپ بھی لکھ کر بھیجنا اور اتفاق رائے فقیر سے بھی ''انجمن مبارک'' کو اطلاع دیں۔ مگر بریلی آکر مولوی صاحب کو کثرت کار میں یاد نہ رہا۔ یوں وہ اصلاحات فقیر کی طرف سے پہنچی بھی اور نہیں بھی۔

اب اولا اس مسودہ ثانیہ میں بعض تو اغلاط کاتب ہیں، انہیں فقیر نے بنادیا ہے۔ ان میں بعض بہت ضروری اللحاظ ہیں۔ ثانیا، بعض نئی ترمیمات اور خیال میں آئی ہیں۔ خواہ عبارت سابقہ پر یا اب جو مسودہ ثانیہ میں خود انجمن نے محوواثبات کیا اس پر ثالثاً اصلاحت صالحہ میں سے اکثر تو قبول فرمائی گئیں، مگر بعض وہ بھی ہیں کہ اس مسودہ ثانیہ میں بھی متروک ہوئیں۔ یا نظر سے رہ گئیں۔ خصوصا ان میں بعض کا نہ پانا زیادہ مشوش خیال ہوسکتا ہے کہ بحال امر الاقل رعایت ومداہنت کا سخت پہلو نکلتا ہے ہاں! سہوا ترک ہوا، تو رفع عن امتی الخطاء و النسیان ارشاد والا ہے۔

رابعا: ان سب کے بعد بھی بحکم المستشار مؤتمن، مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ سب مقاصد اجمالا یہاں گوش گزار کریں۔

ترمیمات جدیدہ یا ترمیمات جدیدہ مع بیان وجہ

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۳	۹	کوئی لطف جزئی یا اصلاح جزئی	کوئی لطف یا اصلاح کوئی شئی	قید جزئی احترازی نہ سمجھی جائے کہ وجوب کلی متوہم ہوحالانکہ لایجب علی اللہ شئی
۴	۴	کئی	بہت	کئی ترجمہ چند کا ہے

۲	۷	ختم نبوت	ختم نبوت وافضلیت مطلقہ وخلافت کبریٰ	اعلاء کے شان اقدس وتفریح خاطر مومنین ورغم انف عدو
			واولیت فی الشفاعۃ وفی دخول الجنۃ واصالت فی کل فضل وساطۃ فی کل نعمۃ وغیرہا صفات کثیرۃ ناممکنۃ الاشتراک	
۲	۲۲	علم الٰہی غیر متناہی	علم الٰہی غیر متناہی بالفعل	بیان تمایز
۲	۲۲	آپ کا علم متناہی	حضور کا علم متناہی بالفعل وغیر متناہی بالقوہ	عوام متناہی کو بمعنی منتہی ومنقطع نہ سمجھ لیں
۷	۲۰	زندہ بحیات خاصہ ہیں	زندہ بحیات حقیقیہ دنیاوجسمانیہ ہیں	حیات خاصہ حیات برزخیہ روحانیہ بھی ہے کہ ہر شخص کو حاصل
۸	۱۱،۱۲	تمام روئے زمین کی مخلوقات عاجز ہے	تمام مخلوقات عاجز ہے	تحدی اگرچہ وانس سے ہوئی مگر عجز سب کو شامل ہے۔
ج ۱۱ ۱؎	۲۱	حضرت مہدی علیہ السلام	حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	صلوۃ وسلام بالاستقلال مخصوص بانبیاء وملائکہ ہے

۱؎ علامت جدید ترمیم کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱	۹ تا ۱۱	مختلف اقوال امام میں ترجیح کے لئے	مختلف اقوال امام میں بحضور امام خلاف قول مستقر امام کو ترجیح کے لئے	مجتہدین فی الفتوی سے امتیاز
۱۱	۱۴	ان کا کام صرف بعض کو ترجیح دینا	ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام قول مستقر امام پر ترجیح دینا اور اصول امام کے موافق تازہ	حصر کی تصحیح اور مجتہدین فی الفتوی و مجتہدین فی المسائل سے امتیاز
۱۱	۱۵	ان کے بعد رحمت کا ظہور ہوا	ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا	یہ رحمت جدید ہے نہ کہ رحمت جدید
ج ۱۱	۲۱	امام فخر الدین رازی	امام ابوبکر احمد ابن علی رازی	پہلے مسودہ میں صرف رازی تھا اور وہ صحیح تھا، اس مسودہ میں فخر الدین بڑھایا گیا اور یہ بھاری غلطی ہے، امام فخر الدین رازی حنفی نہیں، شافعی ہیں

ترمیمات سابقہ متروکہ یہ دو قسمیں ہیں

"قسم اول"

وجہ	بدل	مبدل	سطر	صفحہ
باقی سب فعلیہ نہیں، نہ سب باقیات ازلیہ	ان سب سے ازلا متصف ہے۔ باقی صفات فعلیہ ونفسیہ وسلبیہ واضافیہ ہیں	باقی صفات فعلیہ میں ان سب سے ازلا متصف تھا	۱۱	۱
ان میں یہ بھی محدود ہوا کہ کسی کے اعمال حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا، یہ عدل ہو، تو اس کا خلاف ظلم ہوا اور ظلم محال ہے، تو اثابت واجب ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شئی بلکہ یہ محض فضل ہے۔	عدل وفضل کی الخ	عدل کی چھ صورتیں ہیں	۱۵	۳
مسودہ سابقہ میں بغیر غرض صحیح کا لفظ تھا، وہ تو بہت ہی بے جا تھا۔ اب اسے مصلحت سے بدلا، یہ مصلحت راجع الی العبد ہے یا الی اللہ، ثانی محال ہے	اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے، اس میں بھی ان کے لئے اجر رکھتا ہے۔	اپنے بندوں میں سے کسی کو بغیر مصلحت یا اجر جزیل کوئی مصیبت نہیں دیتا	۱۹	۳

				بہر تقدیر اول کافر کہ شاہی جیل یا جزیرۂ بعیدہ میں رہتا ہو۔ جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ ہو، بلکہ ذمی مطیع خدمت گار اسلام جس سے مسلمانوں کو منافع ملتے ہوں۔ اس پر مصائب ڈالنے میں کس کی مصلحت یا کون اجر ہے۔ ایلام بلاعوض کو خلاف عدل ماننا معتزلہ کا مسلک ہے اہل سنت کے نزدیک یفعل اللہ ما یشاء۔ ہاں اسکا فضل ہے کہ مومن کو مصیبت پر بھی ماجور فرماتا ہے۔ ولہ الحمد۔
۸	۲۲	ہر دو ہی سے جو اخبار و معارف قطعاً مفہوم ہوتے ہیں، حق ہیں، کوئی شبہ نہیں	ہر دو ہی سے جو معنی قطعاً ثابت ہیں، حق ہیں، کوئی شبہ نہیں	انتفائے شبہ قطعیت دلالت و ثبوت دونوں سے ہے۔ مجرد قطعاً مفہوم ہونا کافی نہیں۔
۹	۱۵	سوال منکر نکیر ضرور ہونے والا ہے	سوال منکر نکیر جس نے خدا چاہا ہے، ضرور ہونے والا ہے۔	روئے سخن سوئے عوام ہے اور اطلاق میں عموم کا ایہام، تو تشریح اوضح و امکن فی الافہام
۱۲	۱۳	ثقاہت	ثقہ ہونا	سقۃ علۃ ہے، نہ فعل

۱۳	۱۰	حضرت امام حسن و امام حسین قطعی جنتی ہیں	حضرت امام حسن و امام حسین و اصحاب بدر و بیعۃ الرضوان قطعی جنتی ہیں	ان کا قطعی جنتی ہونا بھی نصوص سے ثابت اور کتب میں مصرح ہے۔
۱۴	۱۵	خوش آوازی سے سن کر محبت بھڑکانا مستحسن ہے	مستحسن ہے جبکہ مزامیر وغیرہا منکرات شرعیہ سے خالی ہو	علماء فرماتے ہیں: الاطلاق فی محل التقیید غیر سدید . خصوصاً جہاں عوام وخواص کل عوام اطلاق سے عموم تک پہونچتے ہوں۔ صرف اتنا ہی رہتا کہ جب منکرات شرعیہ سے پاک ہوں، جب بھی سد اطلاق کرتا، ورنہ خوش آوازی میں غنائے زنان بھی داخل اور بعض متصوفہ زمانہ اس پر عامل۔
۱۵	۲۲	بصورت انکار صریح مطلقاً کافر ہے	فقہا کے نزدیک مطلقاً کافر ہے۔	متکلمین صرف انکار ضروریات دین کو کفر جانتے ہیں۔ وھو الاحوط۔ اور انکار اجماع میں نزاع طویل ہے۔

”قسم دوم“

۱	۸	تدبیر کائنات جزئی وکلی اسی کی ذات سے مختص	با اختیار خود تدبیر کائنات الخ	اس کے دو محمل تھے۔ تخصیص تعمیم وتعمیم تخصیص۔ اول یہ کہ تدبیر کا ہر فرد کائنات کو عام وشامل ہوتا۔ مختص بحضرت الوہیت ہے۔ دوم یہ کہ کسی فرد میں کیسی ہی تدبیر مطلقاً مختص بذات احدیت ہے۔ اول پر غیر خدا سے سلب عموم ہوگا اور ثانی پر عموم سلب۔ ثانی میں جب تک بلا استقلال یا با اختیار خود کی قید نہ لگائیں عین مسلک وہابیت ومخالف آیۂ کریمہ والمدبرات امرا وغیرھا نصوص قاطعہ ہے۔ بلکہ اہل حقیقت کے نزدیک اول بھی کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ مدبرۃ الکل ہے۔ بالخلافۃ المطلقۃ عن حضرۃ الاحدیہ، تو اس قید کا ترک وہابیہ کو گنجائش دے گا۔

۲	۱۰	ذات حق ان سے منزہ ہے	ذات حق پر سب محال بالذات ہیں	لفظ تنزیہ استحالہ ذاتیہ کی تعیین نہیں کرتا اور بعد گزارش پھر وہی نگارش معلوم نہیں کس بنا پر ہے۔ کیا جہل وکذب وغیرہ وغیرہ میں کوئی عیب باری عزوجل کے لئے ممکن ہے یا اس زمانۂ فتن میں کہ امکان کذب پر مکذبین جان دیتے ہیں۔ تصریح استحالہ سے پہلو تہی چاہیے۔
۵	۲۱	ان میں باتباع سلف جو جو مباح تعظیم مروجہ ہر ملک ہوں	مسلمانوں میں جو الخ	کلام قابل تاویل ضرور تھا کہ غیر محل منع میں اطلاق تجویز ہی اتباع سلف ہے۔ مگر وہابیہ کے لئے گنجائش تھی کہ فلاں فلاں امور سلف میں کب تھے۔ تو ان میں اتباع سلف کہاں؟
۱۰	۳	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ میں تقلید پر مامور ہیں	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ قطعیہ میں الخ	غیر مقلد کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین وقراءۃ خلف الامام وجہر بآمین وامثالہا سب منصوصہ ہیں، تو ائمہ مجتہدین کی تقلید نہیں۔ یہ وہی بات تو ہے کہ حدیث کے ہوتے ہوئے قول امام کی کیا حاجت؟
۱۲	۱۱۴	قوائے انسانیہ کو ملائکہ قوت نظریہ نبی کو جبرئیل ماننا خلاف نص واجماع ہے	خلاف نص واجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریات دین کا انکار ہے	اس اضافہ کے اسقاط میں مصلحت سمجھ میں نہ آئی۔ کیا یہ کفر قطعی نہیں۔ کیا یہ انکار ضروریات دین نہیں۔ یا کافر کو کافر کہنا خلاف تہذیب ہے؟

۱۶	۷	بعد بعثت اقدس بعثت نبی کا قائل ہونا کفر ہے	بعد بعثت اقدس بعثت نبی کو جائز ماننا یا اسکو ختم نبوت میں مخل نہ جاننا کفر ہے۔	اس سے عدول کی مصلحت بھی مفہوم نہ ہوئی۔ کیا صرف قائل ہونا کفر ہے؟ جائز ماننا کفر نہیں؟ یا اسے ختم نبوت میں مخل نہ جاننا کفر نہیں؟ یا کفار کی رعایت کرنی چاہئے۔ واغلظ علیھم اور ولیجدوا فیکم غلظة اور لتبیننه للناس ولا تکتمونه اور لا یخافون لومة لائم اور کونوا قوامین بالقسط شھداء لله ولو علی انفسکم اور لا تاخذ کم بھما رافة فی دین الله وغیرھا آیات کا حکم؟ اور اس پر عمل فرض قطعی ہے یا نہیں؟

عرض اخیر

خون شدم زاندیشہ انجام ایں معیار حق — کایں ہمہ اصلاحہا گر ہست وحاصل شد چہ شد

ہر کہ چوں من آزماید روشناسہ ہچومن — ورنہ گر ابلیس آدم روے شامل شد چہ شد

من جرب بتجربتی عرف معرفتی. جس نے میری طرح آزمایا، وہ میری طرح جان لے گا۔

مولانا! اس مسودہ سے بعض عقائد اہل سنت پر عوام کو صرف اطلاع دینا مقصود نہیں، بلکہ ایک معیار سنیت قائم فرمانا ہے کہ جو اس پر تصدیق کردے۔ ہمارا ہے

ع چشم و دل را از دست نور سرور

اور جو نہ مانے، بے گانہ ہے

ع سایہ اش دور باد از ما دور

مگر! بہ ہزار افسوس یہ گزارش کہ یہ غرض اس مسودہ سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک وہ ضلالتیں کہ آج کل مدعیان اسلام، بلکہ مدعیان سنیت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تصریحاً ان کا ذکر اور ان سے تبریہ نہ ہو۔

مولانا! مجھے تجربہ ہوا ہے، ایک دو نہیں صدہا ایسے ابلیس آدم رو ملیں گے کہ ان مسائل پر دستخط کردیں گے اور وہ نہ صرف سنیت بلکہ اسلام کے کٹر دشمن اور آپ کے جرگہ حق میں شامل ہو کر آپ کے مذہب کے بیخ کن ہوں گے۔ اسی لئے تو ائمہ کرام نے ایسوں کے اسلام کو کلمۂ شہادت ہرگز کافی نہ جانا۔ جب تک اپنے مسلک خبیثہ سے صراحۃً برأت نہ کریں۔ جامع الفصولین و وجیز کردری و بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں ہے:

ولو اتی بهما ای با لشها دتین علی وجه العادة لم ينفعه مالم يتبرا

عادۃً کلمۂ شہادت کا پڑھنا، گمراہ کو مفید نہیں۔ جب تک وہ اپنی ضلالتوں سے برأت نہ کرے

چند سال ہوئے، ایک مولوی صاحب، شاہ صاحب، واعظ صاحب نے فقیر سے اپنی سنیت کی سند تحریری مانگی۔ فقیر نے انہیں لکھا حضرت تصریح نفی فتن دائرہ چاہئے۔ الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون (کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آمنا کہنے سے چھٹی مل جائے گی اور وہ آزمائے نہ جائیں گے) پھر "امور عشرین"[1] لکھ کر بھیجے، انہوں نے بے تکلف دستخط فرمادی۔

---

[1] بریلی وحیدر آباد سے یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپا تھا۔ اب حال ہی میں پوربندر، گجرات سے اس کی تیسری اشاعت ہوئی ہے۔ (شمس مصباحی)

فقیر نے سند سنیت انہیں بھیج دی۔ وہ امور بعض اضافات جدیدہ (کہ برسوں میں ان کی حاجت ہوئی کہ فتن روزانہ متجدد ہیں) عرض کروں، انہیں غور فرمائیں۔ انجمن اگر ان کی اشاعت پسند فرمائے اور ان پر بلا دغدغہ تصدیق کو معیار سنیت ٹھہرائے، تو ان شاء اللہ العزیز یہی کافی وافی ہے۔ زیادہ کی ضرورت نہیں اور یہ نہ ہوں، تو شرح عقائد و مقاصد و مواقف کے ترجے چھاپ کر اس پر دستخط لیجئے، ہرگز کفایت نہیں۔ مولانا! بحمد اللہ میں نے آپ کے رنگ تحریر سے سمجھا کہ آپ صاف گو اور امر حق میں اسی کو پسند فرماتے ہیں اور الحق کو یہی پسند ہے:

فاصدع بما تؤمروا واعرض عن المشرکین

جس کا حکم دیا گیا علی الاعلان فرمادیں اور مشرکین سے اعراض فرمائیں

بحمد اللہ سبحانہ یہی طریقہ فقیر کا ہے۔

فاش می گویم واز گفتۂ خود دلشادم بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

اب یہاں پانچ صورتیں ہیں:

(الف) اقوال ضلال کے قائلین اور کتب کی صریح تصریح

(ب) صرف نام کتاب

(ج) متن میں صرف اقوال، اور حاشیہ پر نام قائل وکتاب

(د) حاشیہ پر صرف نام کتاب

(ہ) مجرد اقوال، بے اشعار نام قائل وکتاب

حاش للہ! طریقہ خامسہ میں کفایت نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے متعدد بار متعدد شہروں میں وہ دیکھے ہیں کہ ان عبارات کی نسبت ان سے سوال ہوا، صاف صاف حکم کفر ضلال لکھ دیا۔ جب کہا گیا کہ یہ قول فلاں شخص یا فلاں کتاب کا ہے، فوراً پلٹ گئے کہ ان کو تو ہرگز نہ کہوں گا۔

مولانا! آج کل تو یہ حالت ایمان رہ گئی ہے۔ اللہ اور رسول کو گالی دینا، ضرور کفر ہے۔ مگر زید

گالی دے، تو معاف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہر حال میں یہاں طریق اوسط اختیار کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ مبارک انجمن کون سا پسند فرماتی ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

میں نے قصد کیا تھا کہ "امورعشرین" سے وہ باتیں مسودہ میں آگئی ہیں، ساقط اور بعض جدید اضافہ کروں۔ اب یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تمام پہلے سے نفیس تر پیرایہ میں مع زیادات کثیرہ جلیلہ جزیلہ ذکر کروں کہ انجمن پسند فرمائے، تو یہی بس ہے۔ ورنہ یادگار رہے گی اور حق سبحانہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے گا، کام دے گی۔ وباللہ التوفیق

یہاں اسے لکھنا چاہتا تھا مگر یہ بفضلہٖ تعالیٰ ایک کافی وافی نفیس مستقل رسالہ ہوگیا جس کا نام "نور الفرقان بین جند الالٰہ واحباب الشیطان" رکھا گیا۔ بعد تبییض ان شاء اللہ العزیز اگر انجمن مبارک کی خواہش ہوئی، جداگانہ مرسل ہوگا۔ وللہ الحمد۔

(۸،۹) کے جواب اس فہرست سے واضح ہوں گے۔ جسے لکھنے کے لئے فقیر نے مولانا ابوالعلاء امجد علی صاحب سے گزارش کردی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی نیاز نامہ کے ساتھ مرسل ہوگی۔ وہ امور کے بعض جوابات سابقہ میں گزرے، ضرور ملحوظ خاطر رہیں۔

(۱۰) تلک عشرۃ کاملۃ۔ اللہ عزجل انجمن کو مبارک تر کرے اور اہل سنت کو اس سے نفع عظیم پہنچائے۔ کئی سال سے بحمدہٖ تعالیٰ فقیر اسے خالص انجمن اہل سنت و جماعت سمجھتا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ کوئی امر قابل شکایت معلوم نہ ہوا۔ مگر مولانا! اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے اور اس پر نقاہت وضعف کی قوت اور اس پر محض تنہائی ووحدت ہے۔ امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں۔ خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم ﷺ محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت ومذہب اہل سنت ہی کی خدمت ہے۔ جو صاحب چاہیں اور جتنے دن چاہیں۔ فقیر کے یہاں

اقامت فرمائیں۔ مہینہ دو مہینہ، سال دو سال اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں۔اسی وقت مواخذہ فرمائیں۔ کہ تو اتنی دیر میں دوسرا کام کر سکتا تھا اور جب بحمدہ تعالیٰ سارا وقت آپ ہی کے مذہب کی خدمت گاری میں گزرتا ہے۔تو اب یہ کام اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو،تو مجھے ہدایت فرمائی جائے،ورنہ فقیر کا عذر قابل قبول ہے۔

مولوی سید دیدار علی صاحب و مولوی ابو الفرح عبدالحمید صاحب نے فقیر سے ایک انجمن قائم کر کے اس کی خدمت انجام دینے کو فرمایا۔فقیر نے گزارش کی کہ جو کام اللہ عزوجل یہاں سے لے رہا ہے۔ضروری ہے یا نہیں۔فرمایا سخت ضروری۔فقیر نے عرض کی۔دوسرے کوئی صاحب اس پر مقرر فرما دیجئے اور مجھ سے کوئی اور خدمت اہل سنت لیجئے۔فرمایا: نہ دوسرا کوئی اسے کر سکتا ہے، نہ دس آدمی مل کر انجام دے سکتے ہیں۔فقیر نے گزارش کی، پھر عذر واضح ہے۔

غرض انجمن اہل سنت جو اہم مقاصد چاہے،ان میں سے ایک میرے مقدور بھر بالفعل موجود ہے۔تو اسی کو خدمت انجمن تصور فرمائیں، میں جہاں ہوں اور جس حال میں ہوں، مذہب اہل سنت کا ادنیٰ خدمت گار اور اپنے سنی بھائیوں کا خیر خواہ و دعا گو ہوں۔البتہ وجوہ مذکورہ بالا سے نہ کہیں آنے جانے کی فرصت و طاقت، نہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرا کام لینے کی لیاقت۔وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یقول الحق ویھدی السبیل. اس نیاز نامہ میں جو امور معروض ہوئے ہیں۔جہاں کہیں مشورۂ خیر ہو،ضرور مطلع فرمائیں۔فقیر کی کیا حقیقت ہے۔امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت راشدہ میں فرماتے ہیں:

لا خیر فیکم مالم تقولوا ولا خیر فی مالم اسمع تم مشورۂ خیر نہ دو،تم میں کوئی بھلائی نہیں اور میں اس کو نہ سنوں،تو مجھ میں بھلائی نہیں وفقنا اللہ تعالیٰ وایا کم وسائر اخواننا لکل خیر وحفظنا وایا کم من کل خیر و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا

ومولانا والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ، اجمعین وبارک وسلم آمین.

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ

۲۷/جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۱۲۹ تا ۱۴۱)

جناب محمد منظور حسن صاحب قادری محلہ کٹرہ چاند خان، بریلی، یوپی

از بریلی (۱)

۱۳/رمضان ۱۳۳۸ھ

یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے: ابوبکر وعمرو خیر الاولین والآخرین وخیر اھل السموٰت واھل الارضین الاالانبیاء والمرسلین لا تخبر ھما یا علی.

ابوبکر وعمر سب اگلوں، پچھلوں سے افضل ہیں اور تمام آسمان والوں اور سب زمین والوں سے بہتر ہیں۔ سوائے انبیاء ومرسلین۔ اے علی! تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔ علامہ مناوی ''تیسیر'' میں اس کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے علی! تم ان سے نہ کہنا، بلکہ ہم خود فرمائیں گے۔ تاکہ ان کی مسرت زیادہ ہوں۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ طبع بمبئی ۱۲/ ۲۶۸)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب، دیوان بازار، مرادآباد، یوپی

از بریلی (۱)

۳/جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرم حامی السنن ماحی الفتن مولانا حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب جعلہ اللہ تعالٰی کاسمہ نعیم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ! حضرت مولانا محدث سورتی نے تصدیق فرما کر بھیج دی۔ اب آپ مع ان جملہ طلبہ کے جو جلسہ "انجمن نعمانیہ" میں تشریف لے گئے تھے۔ اس پر مہر فرما کر فورا بیرنگ میرے پاس ارسال فرمائیے۔ مولانا مکرمنا مولوی معین الدین صاحب سے سلام مع الاکرام۔ کیا ملا اشرف صاحب نے یہ جواب دیا کہ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کا وہ رسالہ ابھی چھپا ہی نہیں۔ جس کے چھپنے کی وہ خبر لائے اور فقیر نے بہ تاکید اسے منگانے کو کہہ دیا تھا۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

سوم جمادی الآخرہ ۳۰ھ یوم الثلثہ

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی (۲)

۱۳۳۲ھ

اللھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ت)

یہاں دو سنتیں ہیں، ایک محاذات خطیب، دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا۔ جب ان میں تعارض ہو اور جمع ناممکن ہو، تو راجح کو اختیار کیا جائے گا کما ھو الضابطۃ المستمرۃ الغیر المنخرمۃ (جیسا کہ دائمی اور نہ ٹوٹنے والا ضابطہ ہے۔ت) یہاں ارجح واقوٰی سنت ثانیہ بوجوہ،

اولاً مسجد میں اذان سے نہی ہے، قاضی خان وخلاصہ خزانۃ المفتیین وفتح القدیر و بحرالرائق وبرجندی وعالمگیری میں ہے، لا یوذن فی المسجد[1]

(مسجد میں اذان نہ دی جائے،ت) نیز فتح القدیر ونظم وطحطاوی علی المراقی وغیرہا میں مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے، ردالمحتار میں قبیل احکام مسجد ہے:

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی کلمات الاذان والاقامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵/۱

لا یلزم منه ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھة حکم شرعی فلا بد له من دلیل[1] اس سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔ مگر یہ کہ نہی خاص وارد ہو، کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے، لہذا اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

اور اجتناب ممنوع، اتیان مطلوب سے اہم واعظم ہے اشباہ میں ہے:

اعتناء الشرع بالمنھیات اشد من اعتنائه بالمامورات، ولذا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا امرتکم بشیئ فأتوا منه ما استطعتم وان نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ وروی فی الکشف حدیثاً لترک ذرة مما نھی الله تعالٰی عنه افضل من عبادة الثقلین ومن ثم جاز ترک الواجب دفعا للمشقة ولم یسامح فی الاقدام علی المنھیات[2]

شریعت کے ممنوعات کا اہتمام اس کے ماموارت سے زیادہ ہے۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شیئ کا حکم دوں، تو اس کو استطاعت کے مطابق بجالاؤ اور اگر میں تمہیں کسی شیئ سے منع کروں، تو اس سے بچو۔ "الکشف" میں یہ حدیث منقول ہے۔ ایک ذرہ کے برابر اس کام سے رک جانا، جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا، جن وانس کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رفع مشقت کے لئے واجب کا ترک جائز ہوتا ہے۔ لیکن ممنوعات پر عمل کی اجازت نہیں۔ (ت)

ثانیا: محاذات خطیب ایک مصلحت ہے اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور جلب مصلحت سے سلب مفسدت اہم ہے۔ اشباہ میں ہے:

درء المفاسد اولی من جلب المصالح[3] مفاسد کا دفع کرنا حصول منفعت سے بہتر ہے (ت)

وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک الملوک جل جلالہ کی بے ادبی ہے۔ شاہد اس کا شاہد ہے۔ دربار

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۵

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۵

شاہی میں اگر چوب دار عین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ دربار یو! چلو! سلام کو حاضر ہو، ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا، جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں۔ وہ انہیں کچہریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے، چپراسی خود کمرۂ کچہری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضریاں پکارے تو ضرور مستحق سزا ہو اور ایسے امور ادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

یحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة [1]

حالت قیام میں بقصد تعظیم جو معروف اس کے مطابق ہاتھ باندھے جائیں گے اور معروف کا مشاہدہ ہے۔ وہ یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ (ت)

اسی بناء پر علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں جوتا پہنے جانا بے ادبی ہے۔ حالانکہ صدر اول میں یہ حکم نہ تھا۔ فتاوی سراجیہ و فتاوی عالمگیری میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ [2]

(مسجد میں جوتا پہن کر جانا مکروہ ہے۔ ت)

عمدۃ المفتین اور ردالمحتار میں ہے: دخول المسجد متنعلا من سوء الادب [3]

(مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت)

مسئلہ اولٰی یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی۔ بایں ہمہ امور ادب میں عرف شاہد کا اعتبار فرمایا، تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے، ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا، کس درجہ گستاخی اور بے باکی ہے۔ معہذا احادیث نے مسجد میں

---

[1] فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۴۹
[2] فتاوی سراجیہ — باب المسجد از کتاب الکراہت — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ص ۷۱
[3] ردالمحتار — مطلب فی احکام المساجد — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۴۸۶

چلانے سے بھی منع فرمایا ہے، بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

اخرج المنذری مرفوعا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم و بیعکم وشرائکم ورفع اصواتکم[1] قلت رواہ ابن ماجہ عن واثلۃ ابن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ و عبد الرزاق فی مصنفہ مسند اسلم عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی ﷺ

امام منذری نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید وفروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔ میں کہتا ہوں اسے ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ اور امام عبدالرزاق نے مصنف میں محفوظ سند سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے اور علماء نے اس ممانعت کو ذکر کے لئے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی، درمختار میں ہے:

یحرم فیہ (ای فی المسجد) السوال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر الا لمتفقھۃ[2]

(مسجد میں) سوال کرنا حرام ہے اور دینا مکروہ ہے۔ اور ذکر کے لئے آواز بلند کرنا بھی۔ البتہ دین پڑھانے اور سمجھانے والا آواز بلند کرسکتا ہے۔ (ت)

تو اصل منع ہے۔ جب تک ثبوت خاص نہ ہو، جیسے اقامت وقرأت نماز۔ لیکن یہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں، تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی۔ اسی قدر اس کے بے ادبی وممنوع ہونے کو بس تھا۔ بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام المساجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۹

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

جس کے لئے مساجد کی بنانہ ہو، صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا [1]

جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے، اس سے کہو! اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس کے لئے نہیں بنیں۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، درمختار وغیرہ میں ہے: کرہ انشاد ضالۃ (گمشدہ شئی کا مسجد میں اعلان کرنا مکروہ ہے)۔ (ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ تلاوت کے لئے مسجد میں پوچھتا ہے۔ اسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس کے لئے نہ بنیں، اگر اذان دینے کیلئے اس کی بناء ہوتی، تو ضرور حضور اقدس ﷺ مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لئے بنی، زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیوں کر معقول، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضر دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا، ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الٰہی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر فرمائیں، تو جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کر سکتے۔ احکم الحاکمین عزوجل جلالہ کے دربار کو اس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد، پھر کتب معتمدہ وفقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے۔ سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اڑے رہے ہیں، ذی انصاف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔

ثالثاً: محاذات خطیب ایک اختلافی سنت ہے، رسول اللہ ﷺ سے یہاں نقل مختلف ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے روبروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں، وہ فرماتے

---

[1] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوما الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۱۰

ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر ہوتی تھی۔ جیسے پنج گانہ کی اذان، علامہ خلیل ابن اسحٰق مالکی توضیح فرماتے ہیں:

اختلف النقل هل کان یؤذن بین یدیه ﷺ اوعلی المنار الذی نقله اصحابنا انه کان علی المنار [1] نقله ابن القاسم عن مالک فی المجموعة ونقل ابن عبد البرفی کافیه عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم [2]

نقل میں اختلاف ہے کہ کیا اذان نبی اکرم ﷺ کے سامنے دی جاتی تھی یا اس منار پر، جس کے بارے میں ہمارے اصحاب نے نقل کیا کہ اذان منار پر ہوتی تھی، اسے ابن القاسم نے ''مجموعہ'' میں امام مالک سے نقل کیا اور شیخ ابن البر نے ''کافی'' میں امام مالک سے نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا امر قدیم نہیں ہے۔ (ت)

امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان السنة فی اذان الجمعه اذاصعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذالک کان علی عهدالنبی ﷺ وابی بکر وعمر وصدرامن خلافة عثمان رضی الله تعالیٰ عنهم، ثم زاده عثمان رضی الله تعالیٰ عنه اذاناً اٰخر بالزوراء وهو موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علیٰ عهدرسول الله ﷺ علی المنار والخطیب علی المنبر اذذاک ثم لما تولیٰ هشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبربین یدیه [3] (ملخصاً)

جمعہ کی اذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے، تو مؤذن منار پر اذان دے۔ یہی طریقہ جناب رسالت مآب ﷺ کی ظاہری حیات اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان

---

[1] المختصر فی فروع المالکیۃ
[2] کافی فروع المالکیۃ
[3] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع احدث فی المسجد دار الکتاب العربی بیروت

رضی اللہ تعالی عنہم کے ابتدائی دور میں تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام زوراء پر دی جاتی تھی اور حضور ﷺ والی اذان کو منار پر ہی باقی رکھا اور اس وقت خطیب منبر پر ہوتا، پھر جب ہشام والی بنے، تو جو اذان منار پر ہوتی تھی، اسے منبر پر چڑھنے کے وقت منبر کے سامنے کر دیا۔ (ت)

یہاں تک کہ فرمایا:

فقد بان ان فعل ذالک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعة فیتمسک بعض الناس بها تین البدعتین ثم صار کا ن سنة معمول بها ولیس له اصل فی الشرع وانما هی عوائد وقع الا ستئناس بها فصار المنکر لها کانه یا تی ببدعة علی زعمهم، فا نا لله وانا الیه راجعون علی قلب الحقائق اھ مختصرا [1]

یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کہنا بدعت ہے۔ جسے ابتدا بعض لوگوں نے اختیار کیا۔ پھر اس کا ایسا رواج پڑ گیا۔ گویا وہ سنت ہے۔ حالانکہ شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اس میں لگ گئے، تو جو اس پر انکار کرے۔ ان کے زعم میں گویا وہی بدعت نکلتا ہے، تو انا للہ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا الٹا ہو گیا کہ حق کو باطل، باطل کو حق سمجھنے لگے۔ اھ مختصراً

علامہ یوسف بن سعید سفتی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عشماویہ میں فرماتے ہیں:

الاذان الثانی کا ن علی المنار فی الزمن القدیم و علیه اهل المغرب الی الآن وفعله بین یدی الامام مکروه کما نص علیه البرزلی وقد نهی عنه مالک وفعله علی المنار والامام جالس هو المشروع اھ سکندری [2] اھ باختصار۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع احدث فی المسجد مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۲۱۲

[2] حاشیہ جواہر زکیہ شرح المقدمۃ العشماویہ

دوسری اذان زمانہ قدیم میں منار پر ہوتی تھی۔ اہل مغرب کا اب تک اسی پر عمل ہے، امام کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر برزلی نے تصریح کی اور امام مالک نے اس سے منع فرمایا، اذان کا اس وقت منار پر دینا جب امام منبر پر ہو، یہی مشروع ہے۔ اھ سکندری اھ اختصاراً (ت)

بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اسے ممنوع جانتے ہیں، مدخل میں ہے:

فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد فیمنع من الاذان فی جوف المسجد لوجوہ، احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی[1] الخ

مسجد میں اذان ممنوع ہونے کے بیان میں فصل، مسجد میں اذان کئی وجہ سے منع ہے۔ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ اسلاف کا طریقہ نہیں رہا۔ الخ (ت)

تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم واعظم وآکد والزم ہے، تو جہاں دونوں نہ پڑیں، محاذات خطیب سے درگذریں اور منارہ یا فصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ھذا کلہ ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ تمام مجھ پر واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۸/۲۰۵ تا ۲۱۱)

(۴)

از بھوالی: نینی تال

۵ رشوال المکرم ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن جعل کاسمہ نعیم الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع احدث فی المسجد مطبوعہ دار الکتاب العربی ... ۲/۲۵۱

ان للہ ما اخذوما اعطی کل شئی عندہ باجل مسمی، انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب وانماالمحروم من حرم الثواب غفر اللہ مولانا معین الدین ورفع کتا بہ فی علیین وبیض وجھہ یوم الدین والحقہ بنبیہ سید المرسلین ﷺ وعلیٰ آلہ وازواجہ اجمعین واجمل صبرکم واجزل اجرکم ورفع قدرکم آمین۔

یہ پر ملال کارڈ روز عید آیا۔ میں نماز عید پڑھنے نینی تال گیا ہوا تھا۔ شب کو بے خواب رہا تھا اوردن کو بے خوروخواب اور آتے جاتے ''ڈانڈی'' میں چودہ میل کا سفر، دوسرے دن بعد نماز صبح سورہا سوکر اٹھا، تو یہ کارڈ پایا۔ اسی وقت یہ تاریخیں خیال میں آئیں۔ ایک بے تکلف قرآن عظیم سے اوران شاءاللہ تعالیٰ فال حسن ہے۔ دوسری حسب فرمائش سامی فارسی میں۔ مگر دو شعر کے لئے فرمایا تھا۔ یہ پانچ ہوگئے اور مادے میں ایک تخرجہ کرنا ہوا۔ جس کا میں عادی نہیں۔ مگر اس میں کوئی لفظ قابل تبدیل نہ تھا۔ لہذا یونہی رکھا اوراسی روز سے مولانا المرحوم کا نام تا بقائے حیات ان شاءاللہ تعالیٰ روزانہ ایصال ثواب کے لئے داخل وظیفہ کرلیا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ بہت اچھے گئے۔ مگر دنیا میں ان سے ملنے کی حسرت رہ گئی۔ مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیر لوائے سرکار غوثیت ملائے۔ آمین الھم آمین۔

تاریخ از قرآن عظیم: رزق ربک خیر ۱۳۳۹ھ

یک شہادت وفات دوصفتاں — دگر جمعہ شہادت درست
مردتپ شہادت سریں — پس سہ شہادت خبرست
درمزار ست چشم وا یعنی — پیش رو رکۂ نزہت
مردہ ہرگز نہ معین الدین — کہ تراچوں نعیم الدین پرست
از رضا سال بے سر اعمال — قرب صدق ملیک مقتدرست

۱۳۴۰ - ا = ۱۳۳۹ھ

شب عید کی بے خوابی اور دن کی بے خور و خواب اور دوسرے سفر کا پیچ و تاب، اس کے سبب کل شام تک حالت ردی رہی۔ میں قابل حاضر ہوتا، تو سر سے چل کر مزار کی زیارت اور آپ کی تعزیت کرتا۔ مصطفی رضا کل صبح بریلی گئے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ تعزیت کے لئے حاضر خدمت ہوں کل شام تک طبیعت کی بہت غیر حالت نے اس نیاز نامہ میں تعویق کی اور آج اتوار تھا۔ لفافہ نہ مل سکا تھا۔ اب حاضر کرتا ہوں۔ سب احباب کو سلام، السلام مع الاکرام

(حیات صدر الافاضل طبع لاہور ص ۱۷۶ تا ۱۷۷) شب پنجم شوال المکرم ۱۳۳۹ھ

حضرت مولانا شاہ محمد نذیر احمد خان رامپور، مدرسہ طیبہ، احمد آباد

از بریلی (۱)

۹ رذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

بگرامی ملاحظہ جناب مولانا و بالفضل اولانا زید مجدہم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے رسالہ مبارکہ کے دو نسخے، دو پلندوں میں کل حاضر خدمت ہو چکا، امید کہ رسید سے مطلع فرمائیں۔ دو تحریر ندوہ مسمی بہ "ہدایۃ الالباء" کی نسبت مسموع ہوا کہ جناب بھی کچھ تحریر فرماتے ہیں۔ وہ تحریر کب تک تمام ہوگی۔ ایک پلندے میں تین نسخے "فتاوی القدوہ" کے ہیں۔ مولوی عبد الکریم صاحب ولد عبد الغنی صاحب طالب علم مدرسہ طیبہ کی طلب پر روانہ ہوئے ہیں اور ان کے ٹکٹ بھی اس میں ......صرف کر دیے گئے ہیں۔ مامول کے تین نسخے وہ اور تین چار "نذیر الندوہ" انہیں عنایت فرمادیے جائیں.................. فقیر احمد رضا قادری

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی) از بریلی یوم العرفہ ۱۳۱۳ھ ذی الحجہ

(۲)

از بریلی

۱۵/ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

بوالا ملاحظہ مولانا المعظم المحتشم المفخم نذیر الملحدین باقہر المبین بشیر اہل الدین بالنصر المتین

جناب مولانا مولوی نذیر احمد خان صاحب زید فضلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ طراز دامن وصول ہوا۔ فقیر ذلیل علیل کلیل باوصف اعتدال بضرورت اختلال احوال حاضر آستانہ علیہ سرکار مارہرہ مطہرہ حاظر ہوا تھا۔ جمعہ کو واپس آیا۔ کرامت نامہ پایا۔

مولانا! نعماء اکبر عزوجل کا احصاء تو محال ہے۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ۔مگر کثرت معاصی وجہ پریشانی ہوئی۔ وحسبنا اللہ نعم الوکیل۔ اگر "ویعفوعن کثیر" کا قدم کرم درمیان میں نہ ہو، تو ارض وسما میں ٹھکانہ نہیں۔ علالت کا حال اول عرض کر چکا ہوں۔ کہ غرۂ ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۱۴ھ سے ہے۔ بحمدہ تعالیٰ اب بہت تخفیف اور حضرت عفوغفور جلت آلاؤہ سے امید عافیت تامہ ہے۔

اب غرہ مبارک ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ سے حضرات مبتدعین خذلہم اللہ تعالیٰ کی عنایات سے پریشانیاں لاحق رہیں اور ہنوز اطمنان تام ان کی طرف سے نہیں۔ ہاں! بمنہ وکرمہ اس کے حفظ وکرم پر طمانیت کاملہ ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔ اس کی مجمل [1] تفصیل جدا عرض کروں گا۔

ندوہ کی حالت بحمدہ تعالیٰ روز بروز رو بہ نکبت وذلت وانحطاط ہے۔ اسی محرم میں کلکتہ میں ایک جلسہ عظیم الشان ہوا اور اسی میں مسئلہ ندوہ پیش ہو کر بہ اتفاق علماء ومشائخ وحضار قرار پایا کہ ندوہ بدمذہب

---

[1] مجملات کی کیا تفصیل استماع فرمائے گا۔ خلاصہ یہ کہ رمفضیہ ...... فصاریٰ کے کان تک متعدد افہامات باطلہ پہونچا کر عبداللہ کو مضرت رسانی چاہی۔ مولیٰ عزوجل نے ان پر بندہ کی حفاظت فرمائی والحمد للہ رب العالمین۔ مولانا! دعا کا خواہشگار ہوں کہ حق عزوجل شر ہر اہل شر سے پناہ بخشے۔

وگمراہ ہے۔ ایک مجلس تائید مذہب اہل سنت کی قائم کی گئی اور وہ "مجلس علماء اہل سنت وجماعت" بریلی کی شاخ قرار دی گئی۔ علماء نے "فتاوی السنہ" پر تصدیقیں لکھیں کہ ان شاء اللہ العظیم شائع ہوں گی۔

یہ مضمون مولوی سید نذیر الحسن صاحب ایرانی شاگرد مولوی سید ابو سعید صاحب تلمیذ مولوی لطف اللہ صاحب صدر ندوہ کے خط سے معلوم ہوا اور تصدیقات علماء انہوں نے یہاں بھیج دیں۔ اسی ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب رکن وحامی ندوہ نے مزار حضرت شاہ فضل رحمن مرادآبادی پر کہ بتقریب عرس وہاں حاضر ہوئے تھے۔ شاہ صاحب مرحوم مغفور کی ہدایات دربارۂ ندوہ ان کے مریدین وثقات معتمدین کی زبانی سن کر ندوہ سے توبہ کئے اور اعلانیہ کہا کہ آج سے میں مع اپنے اٹھائیس ہمراہیوں کے کہ میرے ہی داخل کئے ہوئے تھے۔ ندوہ کا مخالف ہو گیا۔ ان سے کتابت کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ واقعہ مفصلہ انہیں کے قلم سے شائع کیا جائے گا۔

حیدرآباد میں جو ذلت ندوہ مخذولہ کو پہنچی، وہ خود ندویہ نے اپنے پرچہ "تحفہ محمدیہ" میں شائع کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حالت آٹھ آٹھ آنسو رونے کے قابل ہے۔ حیدرآباد جیسے شہر میں باوصف تکرار اعلان (بآنکہ صدر ندویہ وہاں جج ہیں اور دوسرے حامی ندوہ چیف جسٹس، ججوں کے بھی افسر) علماء تو علماء وکلاء بھی مجلس تائند ندوہ میں نہ آئے۔ صرف ڈیڑھ سو آدمی بمشکل جمع ہوئے اور کل چھیانوے روپے چندہ ہوا۔

مولانا مولوی عبد السمیع صاحب کو ایام جلسہ میرٹھ میں میں نے مفصل خطوط لکھے تھے۔ جن کے مضامین سے انہوں نے انکار نہ فرمایا اور خط اخیر کی نسبت لکھا کہ اگر دو گھنٹہ پہلے آجاتا، تو میں ہرگز شریک جلسہ نہ ہوتا۔ مجھے معلوم تھا کہ ندوی ایسے کیا دیں۔ اس کے بعد میں نے زیادہ گزارش کرنا مناسب نہ جانی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ بوجہ ضعف بصر نہ دیکھنے کا عذر فرماتے ہیں۔ اب احباب کے جس ارشاد مجدد کی بنا پر کل ایک پرچہ ان کی خدمت میں لکھا ہے کہ مولانا! توبہ شبلی کا انجام کیا ہوا؟

چھپنے کا وعدہ تھا، آج تک نہ چھپی۔ افسوس کہ آپ کو بڑا دھوکہ دیا گیا۔ دیکھئے اس کا کیا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

مولانا جناب نے مکرر ارشاد فرمایا تھا کہ ندوہ میں جتنے بد مذہب نیچریہ ورفضہ وشیعہ ونجدیہ و وہابیہ وغیرہم خذلھم اللہ تعالیٰ ہیں ان کی فہرست نام بنام چھاپ کر شائع کر دی جائے۔ یہ رائے مبارک نہایت قرین صواب تھی۔ مگر اس کے امتثال میں یہ دقت نظر آئی کہ کسی کی بد مذہبی وگمراہی کا دعویٰ کر دینا اسی حالت میں صحیح ہے جب اس کی کسی تصنیف سے اس کی ضلالت ثابت ہو۔

وہ یہی دو تین ہیں، باقی اہل تصانیف نہیں اور ندویہ بحمد اللہ تعالیٰ مقابلہ اہل سنت سے عاجز آ کر ہر وقت اسی فکر میں ہیں کہ کوئی ذریعہ اگرچہ مجعولہ مصنوعہ مواخذہ قانونی کا معاذ اللہ ہاتھ آجائے اور اس طور پر عیاذاً باللہ اہل سنت کو ضرر پہنچائیں۔ ندوہ میں جس کثرت سے ضالین مضلین یہاں معلوم ہیں، ان سب کی فہرست شائع کی جائے اور عندالمطالبہ کوئی تحریری ثبوت نہ ملے، توان سفہاء کو نالش ازالہ حیثیت عرفی کا اختیار حاصل ہے۔ اسی واسطے یہ کنایہ ابلغ من التصریح ہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ندوہ گمرہی وبطالت اور اسکے اقوال ابتداع وضلالت۔

مولانا! سات ادلہ والے رسالے کا اشتیاق ہے۔ شاید بدایوں پہنچا ہو۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب بھی سفر مارہرہ مطہرہ میں ہمراہ تھے۔ اب وہاں استفسار کیا جائے گا۔ درباره ابی طالب مذہب جماہیر ائمہ کرام وعلمائے اعلام اہل سنت معروف ومشہور اور کتب تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہا میں مسطور ومذکور۔ حضرت سید قدس سرہ العزیز کا رسالہ عزیز جو اہل علم دیکھیں گے، کلمات ائمہ کرام سے بھی واقف ہوں گے۔ حضرت ممدوح اپنے وقت میں شیخ الحرم بلکہ شیخ العرب والعجم اور اس فقیر ذلیل کے استاذ معظم تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فقیر اپنے اعتقاد میں کسی جناب کو نہ صرف اجلہ علمائے اعظام بلکہ اعاظم اولیاء کرام سے جانتا

ہے۔ ولكل صارم نبوه ولكل جواد كبوه ولكل عالم حفوه۔ ایسی حالت میں فقیر کے نزدیک انہیں مخاطب بالرد بنانے کی حاجت نہیں۔ کوئی بیس برس ہوئے فقیر کے عنفوان شباب میں اس مسئلہ کا کچھ چرچہ یہاں ہوا تھا۔ فقیر نے اثبات مذہب حق میں ایک فتویٰ مفصلہ، پھر ایک رسالہ مجملہ بنام تاریخی "اعتبار الطالب بمبحث ابی طالب" لکھا اب اگر یہ رسالہ کسی نے ترجمہ کر کے چھاپا اور عوام پر اس کا اثر پڑا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہی رسالہ فقیر چھاپا جانا کفایت کرے گا۔ وباللہ التوفیق۔

والسلام مع الاکرام والعظام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۵/ ماہ فاخر ربیع الآخر روز سہ شنبہ ۱۵ھ

پس نوشت: لیجئے یہ نیاز نامہ ختم کر کے بند کرنا ہی چاہتا ہوں کہ صوبہ...... سے خط آیا۔ ان کا خط پہلے بھی آیا تھا اور دربارۂ ندوہ استفسار کیا تھا۔ میں نے "فتاویٰ القدوہ" و "سوالات حقائق نما" و "تذیر الندوہ" و "مراسلت سنت وندوہ" وغیرہا رسائل اہل سنت کہ اس وقت تک چھپ چکے تھے، روانہ کرائے تھے۔ آج کے خط میں لکھا ہے کہ کتب مرسلہ اہل اسلام کو تقسیم کی گئیں۔ سب صاحبوں نے کہا ہم ان حالات ندوہ سے محض بے خبر تھے، اب معلوم ہوا کہ ندوہ ایک نیا مذہب نکالا چاہتا ہے۔

منشی قمر الدین احمد صاحب محافظ دفتر اجینٹی .... رکن ندوہ نے کتابیں دیکھ کر بارہ اگست کو بنام ناظم ندوہ خط لکھا کہ یہاں بعض لوگ کہتے تھے کہ علمائے اہل سنت ندوہ کے خلاف پر ہیں۔ میں نے کہا تمہاری زبانی بات کا کیا اعتبار؟ انہوں نے بریلی سے کتب اہل سنت منگا دیں، جن میں ندوہ پر اعتراض ہیں۔ انہیں دیکھ کر یہاں کے سب مسلمانوں کا اعتقاد ندوہ سے پھر گیا۔ میں کم علم ہوں ندوہ میں بڑے بڑے علماء ہیں۔ اللہ کے واسطے جواب سے جلد سرفراز فرمائیں کہ گلوخلاصی پاؤں۔ مگر ناظم صاحب نے آج تک جواب نہ دیا۔ اھ مختصراً والحمد للہ رب العالمین ۱۲ منہ۔ (قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

سید شاہ نور عالم مارہروی، ڈھولنا ریلوے اسٹیشن، کاس گنج ایٹا یوپی

(۱)

از بریلی

۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت اعظم افخم اجل اکرم عالم نور از نور عالم علیہ حضرت سیدنا و مولانا سید شاہ محمد نور عالم صاحب ادام اللہ تعالیٰ نورہم و سرورہم

پس از آداب معروض! الحمد للہ! کہ گوشہ خاطر عاطر میں اس خادم کی یاد جگہ رکھتی ہے۔ ذالک من فضل اللہ علینا۔ یہ مسئلہ کہ جہاں میں مشہور ہے کہ وضوئے جنازہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے محض غلط و باطل و بے اصل ہے۔ مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ اگر نماز جنازہ قائم[1] ہوئی اور بعض اشخاص آئے تندرست ہیں، پانی موجود ہے، مگر وضو کریں، تو نماز ہو چکے گی اور نماز جنازہ کی قضا نہیں، نہ ایک میت پر دو نمازیں، اس مجبوری میں انہیں اجازت ہے کہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائیں۔ اس تیمم سے اور نمازیں نہیں پڑھ سکتے، نہ مصحف وغیرہ اور موقوفہ علی الطہارت بجالا سکتے ہیں کہ یہ تیمم بحالت صحت و وجود ماء ایک خاص عذر کے لئے کیا گیا تھا۔ جو اس نماز جنازہ تک محدود تھا تو دیگر صلوات و افعال کے لئے وہ تیمم محض بے عذر و بے اثر رہے گا۔ حکم یہ تھا کہ عوام نے اسے کہاں کہاں تک پہنچایا۔ اگر مریض نے یا جہاں پانی نہ ہو، تیمم سے نماز جنازہ پڑھی تو وہ تیمم بھی تا بقائے عذر، سب نمازوں کے لئے کافی ہے، نہ کہ وضو۔ والسلام مع الوف الاکرام

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۳۰۵/۲)

---

[1] قائم خواہ حقیقۃً ہو کہ نیت بندھ گئی یا جلد بندھنے کو ہے کہ وضو کرنے تک چاروں تکبیریں ہو چکیں گی ۱۲ منہ غفرلہ

(۲)

از بریلی

بشرف ملاحظہ حضرت والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ظاہر مطلب شعر، جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا، صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد زہاد رکھتے ہیں، شکل زنار موجود ہے۔ شاعر کہ مذہبا سنی نہ تھا اور بدگمانی تمغائے شعراء ہے۔ غالباً اس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہوگا اور یہ ایک بے ہودہ معنی تھے، مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی اور پر مغز کر دیا۔ وہ کیا؟ یعنی لفظ ''ثابت''

زنار کہ کفار باندھتے ہیں، ''زنار زائل'' ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا، نہ قائم رہے گی۔ یوں کفر دو قسم ہے، ایک کفر زائل، جو کفر کفار ہے اور جس کی سزا خلود فی النار ہے۔ ہر کافر موت کے بعد اس سے بعض آتا ہے قال اللہ تعالیٰ: واتخذوا من دون اللہ آلہۃ لیکونوا لھم عزا۔ کلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا۔ ۱

دوسرا کفر ثابت، جو ابد الآباد تک قائم رہے گا۔ جسے علمائے دین نے جزء ایمان فرمایا ہے۔ جیسے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے: فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع العلیم۔ ۲ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: انا برآء منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم ۳ ہم بے زار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے، ہم تم سے کفر وانکار رکھتے

---

۱ قرآن حکیم سورہ مریم آیت ۸۲،۸۱

۲ قرآن حکیم سورہ بقرہ آیت ۲۵۶

۳ قرآن حکیم سورہ ممتحنہ آیت ۴

ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے: جب مینہ برستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللہ کے فضل ورحمت سے م
مینہ ملا اللہ عزوجل فرماتا ہے: مؤمن بی و کافر بالکوکب۔ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور پچھتر سے
کفروانکار۔

الحمدللہ! طاغوت وشیطان وبت جملہ معبودان باطل کے ساتھ مسلمانوں کا کفروانکار ابدالآباد
تک قائم رہے گا۔ بخلاف کفر کفار کے کہ اللہ ورسول سے ان کا کفر قیامت، بلکہ برزخ، بلکہ سینے پر دم
آتے ہی جس وقت ملائکہ عذاب کو دیکھیں گے، زائل ہوجائے گا۔ مگر کیا فائدہ؟ الآن وقد
عصیت قبل[1]

اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر ثابت ہے، وہ طمغائے مسلمان، بلکہ جزء ایمان ہے۔ بخلاف
کفر زائل۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اسی وقت صحیفہ شریفہ ملا، فوری جواب حاضر ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہٗ)

(الف، الملفوظ حصہ اول، مطبوعہ بریلی ص ۳۵-۳۶)

(ب، حیات مولانا احمد رضا، طبع کراچی ص ۹۲)

حضرت مولٰنا نور احمد صاحب فریدی، فرید آباد، غوث پور، بہاول پور، پاکستان

(۱)

از بریلی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہاں تین چیزیں ہیں۔ توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر اور
وحدت وجود حق ہے۔ قرآن عظیم واحادیث، وارشادات اکابرین سے ثابت اور اس کے قائلوں کو کافر
کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے۔ رہا اتحاد، وہ بے زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر۔ اتحاد یہ کہ یہ بھی
خدا، وہ بھی خدا، سب خدا،

ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیق ست۔

---

[1] قرآن حکیم سورہ یونس آیت ۹۱

حاش للہ! الٰہ، الٰہ ہے اور عبد، عبد۔ ہرگز نہ عبد الٰہ ہو سکتا ہے، نہ الٰہ عبد اور وحدت وجودیہ کہ صرف موجود واحد باقی سب ظلال وعکوس ہیں۔ قرآن عظیم میں ہے: کل شیٔ ھالک الا وجھہ[1]

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید علی کلی شیئ ما خلا اللہ باطل[2] سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی، لبید کی ہے، کہ سن لو: اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔ کتب کثیرہ مفصلہ اصابہ نیز مسند میں ہے: سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی:

فاشھد ان اللہ لا شیئ غیرہ وانک مامون علی کل غائب[3]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں اور حضور اکرم ﷺ جمیع غیوب پر امین ہیں۔ حضور ﷺ نے انکار نہ فرمایا۔ اقول: یہاں فرقے تین ہیں۔

ایک خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں، یہ وجود کو اللہ ومخلوق میں مشترک سمجھتے ہیں۔ دوم: اہل حق وحقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔ سوم اہل زندقہ وضلالت کہ الٰہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشیئ کی الوہیت کے مقر ہیں۔ ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے۔

ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے۔ جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں۔ آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شیئ کا عکس کس قدر مختلف طور

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/۸۸

[2] الجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر والرجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۸

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ قصہ اسلام سواد بن قارب دار الفکر بیروت ۳/۶۰۹

پر تجلی ہوتا ہے۔ بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے۔ بعض میں دھوندلی، کسی میں سیدھی، کسی میں الٹی، ایک میں بڑی، ایک میں چھوٹی، بعض چھوٹی، بعض پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما، کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے۔ ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے، خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں، ان سے منزہ ہے۔ ان کے لئے، بھونڈے، دھوند ھلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وللہ المثل الاعلیٰ [1]

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے۔ اول نا سمجھ بچے، انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے۔ یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں۔ جیسے وہ۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ اس کے تابع ہیں۔ جب وہ اٹھتا ہے، یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ چلتا ہے، یہ سب چلنے لگتے ہیں۔ وہ بیٹھتا ہے، یہ سب بیٹھ جاتے ہیں۔ تو عین یہ بھی اور وہ بھی۔ مگر وہ حاکم ہے اور یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے۔ یہ سب اس کے عکس ہیں اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے۔ ہو کیا جائیں گے؟ اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں۔ حقیقتاً بادشاہ ہی موجود ہے۔ باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم: اہل نظر و عقل کامل وہ اس حقیقت کو پہونچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے۔ موجود ایک وہی ہے۔ یہ سب ظل اور عکس ہیں۔ کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے۔ اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا! عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں۔ اور بادشاہ موجود، یہ ان نمود وجود میں اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں، وہ تام اور یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع۔ تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے؟ بلکہ وہی وہ ہے، اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی الوحدت الوجود۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۶۰

سوم: عقل کے اندھے، سمجھ کے اوندھے ان نا سمجھ بچے سے بھی گئے گزرے۔ انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے، وہی ان کی۔ جو حرکت وہ کرتا ہے یہ بھی۔ تاج جیسا اس کے سر پر ہے، بعینہ ان کے سروں پر بھی۔ انہوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی۔ خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا۔ کہ جب یہ وہی ہیں، تو ناقص، عاجز۔ محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، ڈھونڈ ھلے کا جو عین ہے، قطعاً انہیں ذمائم سے متصف ہے۔ تعالى الله عما يقول الظالمون علواً كبيرا۔

انسان عکس ڈالنے میں آئینہ کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک۔ وہاں جسے آئینہ کہیے، وہ خود بھی ایک ظل ہے۔ پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے۔ جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات و قدرت سے اصلا نام کو بھی کچھ نہیں آتا۔ لیکن وجود حقیقی عز وجلالہ کے تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا۔ یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی، وہ سمجھ گئے کہ۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

انہوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں۔ حقیقی، ذاتی۔ کہ متجلی کے لئے خاص ہے اور ظل عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی نہیں بلکہ محض موافقت فی اللفظ۔ یہ ہے حق و حقیقت و عین و معرفت وللہ الحمد! الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لو لا ان هدانا الله لقد جائت رسل ربنا بالحق ﷺ و على سيدهم ومولاهم وبارك وسلم. سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ بلاشبہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے۔ اس پر انکار لاکھوں صدیقوں پر انکار ہے اور معاذ اللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا، خود کفر اخبث کا سزاوار ہے۔ اس

کی تفصیل فتاوائے فقیر خصوصا رسالہ "اجل التحبیر" میں ہے۔ ہاں! مزامیر شرعا ناجائز ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فوائد الفواد شریف" میں فرماتے ہیں:

مزامیر حرام ست [1] اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ جلد ۱۴/ ۶۴۱۔ ۶۴۴ طبع لاہور)

حضرت مولانا نورالدین احمد صاحب ڈاک دربار لشکر، گوالیار، ایم پی

(۱)

از بریلی

۲۹ رشوال المکرم ۱۳۱۴ھ

مولانا المکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آدمی کی عم وجدہ وہی ہیں، جن کے بطن کی طرف یہ منتسب ہو۔ وہ اس کی اصل، یہ ان کی فرع ہو۔ باقی زوجات اب وجد، ام وجد نہیں۔ نہ ان کے لئے میراث سے کوئی حصہ، تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام عامہ کتب میں ایک دوسرے کی طرف مضاف مراد ہیں۔ کہ دوسرے تیسرے درجہ کی جدۂ امیہ ہوئیں۔ یعنی ام الام نانی ام ام نانی کی ماں۔ نہ یہ کہ میت کی اپنی دو تین ماں۔

ہاں علماء کرام نے تعداد ام واب کی صورت بحالت تنازع قائم فرمائی ہیں۔ مثلاً چند عورتیں ایک بچہ کی نسبت مدعی ہوں۔ ہر ایک کہے، یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے بطن سے پیدا ہوا ہے اور اس کا حال معلوم نہ ہو اور وہ سب مدعیان اپنے اپنے دعوے پر شہادت شرعیہ قائم کردیں اور کسی کو دوسری پر کوئی ترجیح نہ ہو، تو قاضی مجبورانہ ان سب کی طرف اسے منتسب کردے گا اور جب وہ مرے اور یہ عورتیں باقی رہیں، تو بحکم تنازع وعدم ترجیح سب ایک سدس یا ثلث میں کہ سہم مادر ہے، شریک ہوجائیں گی۔ اسی طرح ایک شخص کے چند پدر اور ان کے تعدد کی ایک صورت ولد جاریہ مشترکہ کی ہے۔ جب کہ سب شرکاء دعویٰ کریں۔

---

[1] فوائد الفواد نظام الدین

غمز العیون کتاب الاقرار میں ہے: لا یستحیل شرعا ان یکون للواحد ابوان او ثلثة الی خمسة کما فی الجاریة المشترکة اذا ادعاہ الشرکاء بل قد یثبت نسب الواحد الحر الاصیل من الطرفین کما فی اللقیط اذا ادعاہ رجلان حران کل واحد منھما امرأة حرة کما فی التتارخانیة کتاب الدعوی فصل ما یتعلق بالنکاح میں ہے! جاریة بین رجلین اوثلثة اواکثر ولدت ولدا فادعوہ جمیعا ثبت النسب من الکل فی قول ابی حنیفة و زفر و الحسن بن زیاد رحمھم اللہ تعالٰی و عن ابی حنیفہ فی روایة یثبت من الخمسین لا من الزیادة الخ اقول فافاد ان التحدید المذکور فی الغمز مبتن علی روایة نادرة والمذھب الاطلاق۔ ھندیة کتاب الدعوی میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے: قال ابو حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ خارجان اقام کل واحد منھما البینة انہ ابنہ ولد علی فراشہ من امرأتہ ھذہ جعل ابن الرجلین و المرأتین الخ

اور جدہ واقعی متعددہ ہوتی ہیں کہ آدمی کی جدہ ہر وہ عورت ہے۔ جو اس کی اصل کی اصل ہو اصل دو ہیں، اب وام، اور ان میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں۔ تو یہ پہلا درجہ اصل الاصل کا ہے۔ جس میں چار اصلیں پائی گئیں، دو مرد اور دو عورتیں، یہ دونوں عورتیں جدہ ہیں۔ ایک امیہ یعنی ماں کی طرف سے کہ ام الام یعنی نانی ہے اور دوسری ابویہ یعنی باپ کی طرف سے کہ ام الاب یعنی دادی ہے۔ یہ دونوں جدہ صحیحہ ہیں،

پھر چاروں اصلوں میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں۔ تو دوسرے درجے میں آٹھ اصول ہونگے۔ چار مرد، چار عورتیں، یہ چاروں عورات جدہ ہیں۔ دو امیہ ام اب الام، ام ام الام اور دو ابویہ ام اب الاب، ام ام الاب۔ ابویہ دونوں صحیحہ ہیں اور امیہ کی پہلی فاسدہ دوسری صحیحہ۔ یونہی ہر درجہ میں

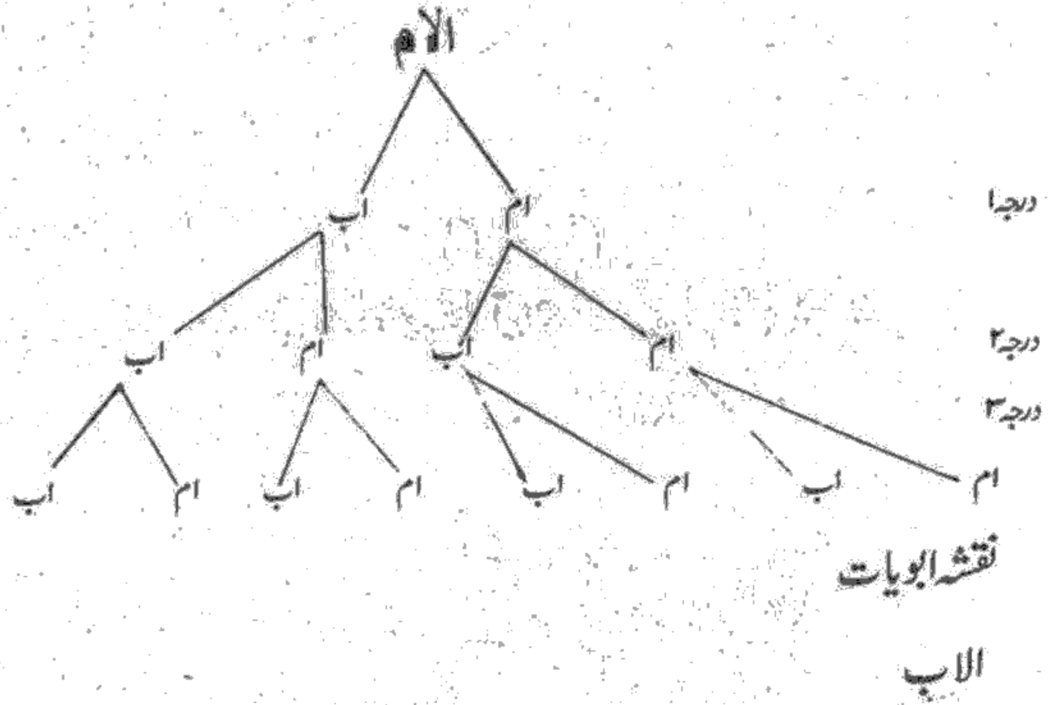
جدات کا عدد دونا ہوتا جائے گا۔ تیسرے درجے میں آٹھ، چوتھے میں سولہ، پانچویں میں بتیس ۳۲ وعلی ھذا القیاس۔ تضایف بیوت شطرنج کی طرح۔ یہاں تک کہ بیسویں درجہ میں دس لاکھ اڑتالیس ہزار پانچ سو چھتر جدہ ایک درجہ کی ہونگی، نصف الامیہ، نصف الابویہ اور ان میں صحیحہ کا شمار پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ امیات میں تو کسی درجہ میں ایک سے زائد جدہ صحیحہ نہ ہوگی کہ جدہ امیہ وہی صحیحہ ہے۔ جن تک میت کے سلسلے میں سوائے ام کے اب اصلا واقع ہوا اور ابویات ہر درجہ میں بیشمار، اس درجہ کے صحیحہ ہوں گی۔ باقی ساقطہ۔

مثلاً پانچ ابویہ ثابتہ ہیں، گیارہ فاسدہ اور دسویں میں دس صحیحہ پانچ سو دو ساقطہ وعلی ھذا القیاس کہ جدہ ابویہ میں جب تک ابویہ جانب نزول صرف لفظ اب اور جانب صعود صرف لفظ ام ہے، جدہ صحیحہ ہے اور جہاں دوام کے بیچ میں لفظ اب آیا، وہیں فاسدہ ہو جائے گی۔ پس جس قدر درجوں کی جدات صحیحہ لینی ہوں، اتنی ہی بار لفظ اب برابر برابر لکھا جائے اور اس کے اوپر ام لکھ دیجئے، سطر اول ہوئی۔ جس کے شروع میں لفظ ام، باقی اب ہے۔ سطر دوم میں ام کے قریب جو پہلا اب ہے، اسے بھی ام سے بدل دیجئے کہ دوام ہوں اور باقی اب اسی طرح سطر سوم میں تین ام چار میں چار یہاں تک اخیر میں سب ام ہو جائیں۔ یہ سب جدات صحیحات ہوں گی یا اخیر کی امیہ اور اوپر کے سب ابویہ اور طریق اس کا احصر ہونا ظاہر ہے کہ طریق اول میں جتنی بتانی ہوں بقدر ان کے مجذور کے لفظ اب وام لکھنے ہوں گے اور یہاں ان کی ضعف سے بھی ایک کم۔

مثلاً سو جدہ دکھانے کو اس طریق میں دس ہزار لفظ درکار ہوں گے اور اس میں صرف ایک سو ننانوے احصر یہ ہے کہ جتنے درجہ کی جدہ لینی ہوں، اتنی ہی بار زیر و بالا لفظ اب اور اسی قدر ان کے محاذی لفظ ام لکھ کر اخیر میں دونوں کے اوسط پر ام لکھ دیجئے۔ آباء وامہات کو دو خط مستقیم عمودی سے ملا دیجئے اور ام اخیرہ سے اس کے قریب کے اب وام دونوں اور باقی ہر ام سے اس کے ایک درجہ اوپر کے

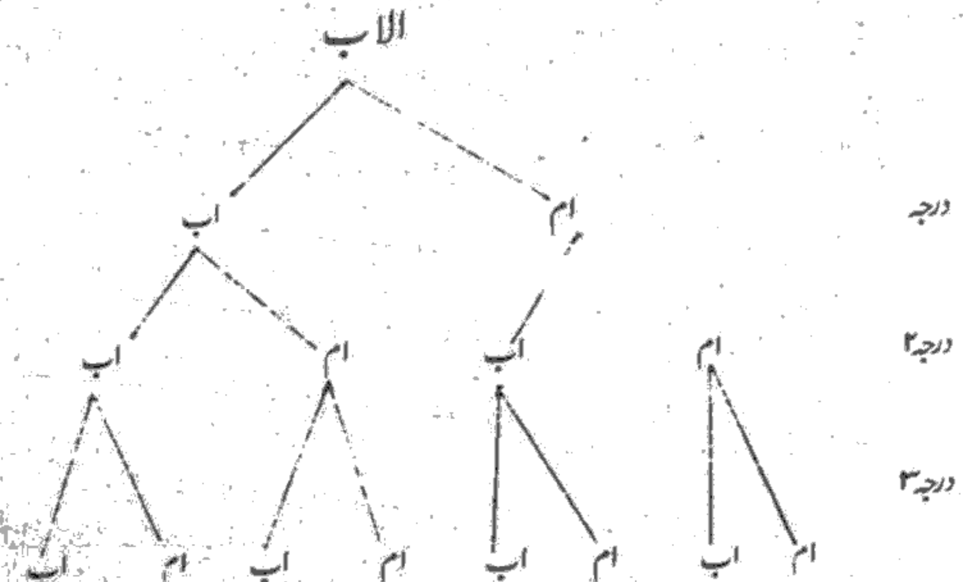
اب تک خطوط محرفہ کھینچ دیجئے۔ خط عمودی امہات مع ام اخیرہ جدہ امیہ کو بنالے گا اور باقی خطوط ابویات صحیحہ کو۔ یہ سب بیانات ان چار نقشوں سے کالعیان ہو جائیں گے۔ دو نقش اول میں جہاں لفظ ام بخط نسخ ہے، وہ جدہ صحیحہ ہے، باقی ساقط۔

نقش امیات



نقشہ ابویات

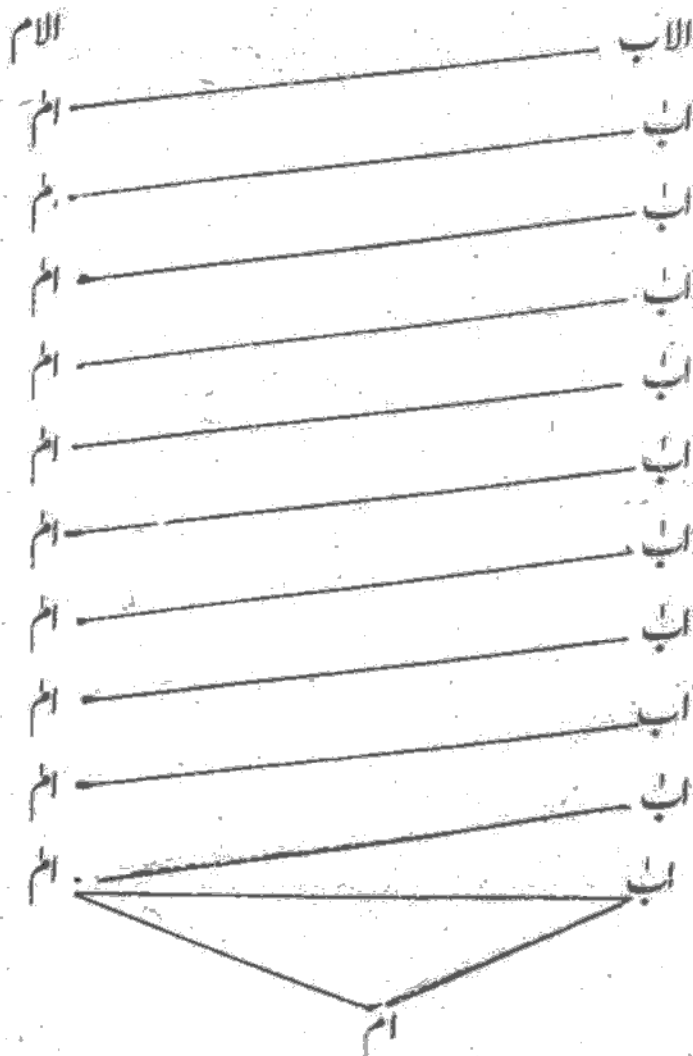
الاب



نقشہ جدات ثابتہ ابویات وامیہ درجہ پنجم

۱	ام	اب	اب	اب	اب	اب
۲	ام	ام	اب	اب	اب	اب
۳	ام	ام	ام	اب	اب	اب
۴	ام	ام	ام	ام	اب	اب
۵	ام	ام	ام	ام	ام	اب
۶	ام	ام	ام	ام	ام	ام

نقشہ پانزدہ جدہ صحیحہ یکے امیہ و چاردہ ابویہ بطرق احضر کہ در چہارم حاصل میشوند



اس تقریر سے قواعد آوا کثر اور ایک درجہ میں پندرہ جدہ صحیحہ سب کے معنی منکشف ہو گئے اور ظاہر ہوا کہ کچھ پندرہ پر حصر نہیں، جس قدر چاہیں، حاصل کر سکتے ہیں۔ مثلاً پچیس جدہ صحیحہ ہمیں درجہ بست و چہارم میں ملیں گی۔ اس درجہ کی کل جدات ایک کروڑ سرسٹھ لاکھ ستر ہزار دو سو سولہ میں سب ساقط، مگر پچیس، ایک امیہ اور چوبیس ابویہ کہ صحیحہ ہیں۔ یہ تمام بیان منیر حقیر فقیر نے عین وقت تحریر میں اپنے ذہن سے استخراج کیا۔ پھر دیکھا، تو ھندیہ میں اختیار شرع مختار سے طریق اول نقل فرمایا۔ وللہ الحمد

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۰/۴۲۵تا۴۲۹)

حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد محدث سورتی۔ پیلی بھیت، یوپی

از بریلی

(۱)

۲۸ر جمادی الاولی ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا الاسد الاسد الاشد الاسعد الامجد الاوحد مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ فتوی لاہور سے آیا، جسے دیکھ کر میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا اور دیر تک انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا رہا۔ جواب لکھنا فرض تھا، مگر ابھی لاہور نہ بھیجا، بلکہ اس کی دو نقلیں روانہ خدمت کرتا ہوں۔ اول تا آخر حرف بہ حرف ملاحظہ فرما کر اگر رائے سامی میں صحیح ہو، اپنی تصدیق مع مہر و نیز دستخط مولوی عبد الاحد صاحب اگر تشریف رکھتے ہوں، دونوں نسخوں پر فوراً فوراً بیرنگ ارسال فرمائیں، کہ پھر میں اسے مولوی نعیم الدین صاحب کے پاس بھیجوں اور ان کی بھی تصدیق

کے بعد لاہور روانہ کروں۔ اگر رائے والا میں تصدیق فرمانا مناسب نہ ہو، تو معاً فوراً دونوں نسخے بیرنگ واپس فرمادیں۔ پھر مرادآباد بھیجنا بھی ضرور نہ ہوگا۔ والسلام، دیر نہ فرمائیں دیر نہ فرمائیں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ یوم الجمعۃ المبارکہ)

(قلمی مکتوب مملوکہ راقم شمس مصباحی)

از بریلی (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

سلام منی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علی العالم الکامل المحدث الفاضل الفاصل بین الحق والباطل جل الاستقامہ اللہ ادامہ بالعزو الکرامۃ آمین

امام بقالی ''قاف'' کی تشدید اور ''یا'' کی زیادتی کے ساتھ عجمی پڑھتے ہیں۔ علامہ ابن سمعانی نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ ''یا'' عجمی پڑھتے ہیں۔ یہ ''یا'' نسبت کی ''یا'' نہیں ہے۔ اصل میں بقالی ہے۔ بقالی، امام اجل، یکتائے روزگار، بلند پایہ مصنف اور مشہور مفتی ہیں۔ ''محیط'' اور ذخیرہ'' وغیرہ جیسی مشہور کتابوں میں ان پر اعتماد کیا گیا ہے۔ کاتب چلپی نے ''کشف الظنون'' میں صرف اتنی بات پر اختصار کیا ہے کہ ''فتویٰ بقالی'' کا ذکر ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔ مزید کچھ نہیں لکھا۔

آپ کا اسم گرامی محمد بن ابوالقاسم بن باب جوک زین المشائخ ابوالفضل خوارزمی عرف ''آدمی'' ہے۔ امام بقالی فقیہ، نحوی اور ادیب تھے۔ علامہ یاقوت حموی صاحب ''معظم البلدان'' و ''معظم الادباء'' وغیرہما میں فرماتے ہیں کہ ادب میں امام اور لسان عرب میں حجت کا مقام رکھتے تھے۔ میں کہتا ہوں، چونکہ وہ خود نحوی تھے۔ اس لئے اس پر اختصار کیا۔ ورنہ امام بقالی نحو سے زیادہ فقہ میں مشہور ہیں زمخشری سے پڑھا اور اس کے حلقے میں اس کے نائب قرار پائے۔ زمخشری عمرو بن محمد فرعولی اور ابوطائر

نجی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً جمع التفاریق، کتاب التفسیر، کتاب التراجم بلسان الاعظم، شرح اسماء الحسنیٰ، مفاتیح التنزیل، کتاب الترغیب (فضیلت علم میں) اذکار الصلوٰۃ، آفات الکذب الهدایہ فی المعنی والبیان والتنبیہ علی اعجاز القرآن، تقویم اللسان اور الاعجاب فی الاعراب (علم نحو میں) وغیر ذلک۔

امام جلال الدین سیوطی "بغیۃ الوعاۃ" میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ بہت نفع پہنچانے والے اور عمدہ عقیدہ والے اور کریم النفس تھے۔ کتابت اور اشعار کے پرکھنے میں بڑا درک رکھتے تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۵۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ اگرچہ طبقات کفوی میں ۵۷۶ھ سن وصال درج ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ مستند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اکثر علماء فرماتے ہیں، ائمہ خوارزم میں بقالی ہمارے آخری امام ہیں۔ امام شمس الائمہ حلوائی کے معاصر تھے۔ شیخ السنہ آپ کا لقب تھا۔ اہل بلغاریہ کے لئے چھوٹی راتوں میں سقوط عشاء کا فتویٰ آپ نے دیا تھا۔ جیسا کہ فتح، حلیہ، غنیۃ اور درر وغیرہ میں مذکور ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(تذکرہ محدث سورتی مطبوعہ کراچی ص ۳۴۱ تا ۳۴۲)

بریلی

(۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام انام وسید رسل الکرام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی سنت متواترہ امام کے لئے ہے کہ اگر وہ سلام کے بعد ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو اپنا رخ قبلہ کی طرف سے موڑ لے، اس حکم میں تمام نمازیں برابر ہیں۔ اکثر علماء نے یہی تصریح کی ہے اور سلام پھیرنے کے بعد استقبال قبلہ پر بقا ... وہ لکھا ہے۔ چنانچہ جو کچھ آپ نے کیا، وہ حق ہے اور جو آپ کے خلاف ... وہ فقہائے کرام پر

بہتان ہے۔ محقق شہیر ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذا فرغ الامام من صلوته اجمعوا علیٰ انه لا یمکث فی مکانه مستقبل للقبله (جب امام نماز سے فارغ ہو جائے، تو اس بات پر اجماع ہے کہ وہ استقبال قبلہ پر نہ رہے) سائر الصلوٰۃ فی ذلک علی السواء (اس حکم میں تمام نمازیں برابر ہیں) اور فرماتے ہیں: وقد صرح غیر واحد بانه یکره له ذلک [1] (اور اکثر علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز کے بعد استقبال قبلہ پر قائم رہنا مکروہ ہے)

امام ابوداؤد اپنی سنن میں اور حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے یہ نماز یا اس کی مثل رسول ﷺ کے ساتھ ادا کی، جب کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پہلی صف میں سیدھی طرف کھڑے تھے۔ ایک آدمی نماز میں آیا اور تکبیر اولی میں شریک ہوا۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ یہاں تک کہ ہم نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھ لی۔ پھر آپ ابورمثہ کی طرف پھرے (یعنی قبلہ سے رخ موڑ لیا) تو وہ آدمی کھڑے ہو کر دوگانہ پڑھنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر جھپٹ پڑے، اسے کاندھوں سے پکڑ کر حرکت دی اور کہا کہ بیٹھ جا کہ اہل کتاب اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان وقفہ نہیں تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ عمر تو نے سچ کہا۔ [2]

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث مبارکہ ایسی نماز، جس کے بعد نوافل ہوں ترک استقبال قبلہ پر نص ہے۔ چنانچہ اس سے منع کی کوئی وجہ نہیں۔ اگرچہ بعض نے ایسی نماز بھی، جس کے بعد نوافل نہ ہوں، استقبال قبلہ کو سلام پھیرنے کے بعد مکروہ لکھا ہے۔ جیسا کہ صاحب غنیہ نے خلاصہ سے نقل کیا ہے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(الف: تذکرہ محدث سورتی مطبوعہ کراچی ص ۳۴۳۔۳۴۴)

(ب: فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۶/ ۴۵۶۔۴۵۷)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الف: سنن ابوداؤد باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۴۴

ب: المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ ... الکتاب الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۷۰

جناب مولانا وحید اللہ صاحب نائب پیشکار کچہری دیوانی، رامپور، یوپی

از بریلی (۱)

۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

مولانا المکرم اکرم اللہ تعالیٰ بعد اہدائے ہدیہ تحفہ سنیہ ملتمس!

عصوبت اخوت کے لئے معیت بنت ابن ابن الابن وان سفلن قطعا کافی ہے اور شرح بسیط کا بیان صریح لغزش بنت الابن حقیقتا لغتا یا عرفا شائعا بنت ضرور ابن الابن وغیرہا جملہ سفلیات کو متناول ہے، تصریح ان سفلت محض ایضاح وتاکید عموم ہے، تو ادخال مالم یدخل، تو عدم ذکر ہرگز ذکر عدم نہیں ہوسکتا ہے۔ ولہذا صدہا جگہ علماء نے وہاں کہ عموم یقینا ہے، لفظ سفول ذکر نہ فرمایا۔

کنز الدقائق میں ہے: للاب السدس مع الولد او ولد الابن. اسی میں ہے: ولد الابن کولده عند عدمه. ملتقی الابحر میں ہے: ومن النساء سبع الام والجدة والبنت وبنت الابن والاخت الخ. اسی میں ہے: النصف للبنت وبنت الابن عند عدمها. اسی میں ہے: السدس للام عند وجود الولد او ولد الابن وللاب مع الولد او ولد الابن و بنت الابن وان تعددت مع الواحدة من بنات الصلب. تنویر الابصار میں ہے: للاب والجد السدس مع الولد او ولد ابن. درمختار میں ہے: والتعصیب مع البنت او بنت الابن. اسی میں ہے: من فرضه النصف خمسة البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاب والزوج۔ سراجیہ میں ہے: بنات الابن کبنات الابن الصلب ولهن احوال ست. شریفیہ میں ہے: اربع من النسوة فرضهن النصف والثلثان الاولی البنت والثانية بنت الابن فان حالها کحال ابی البنت عند عدمها.

بلکہ انہیں صرف ذکر بنت پر اختصار فرمایا۔ حالانکہ بنات الابن وان سفلن قطعا اس حکم

میں داخل، تنویر میں ہے۔ یصیر عصبة بغیر البنات با لابن و بنات الابن و ابن الا بن والاخوات با ختهن ومع غیر ہ الا اخوات مع البنا ت ۔

اس مسئلہ کا کلیہ ارشاد ہوا ہے: اجعلوا الا خوات مع البنات عصبة اور پھر یہی نہیں کہ ان حضرات کو ترک ذکر سفول کا التزام ہو۔ جس سے ان کی عادت پر حمل کر کے سفول مفہوم ہو۔ نہیں، بلکہ انہیں کتب میں جا بجا سفول مذکور۔ کنز میں ہے: ولا م الثلث ومع الولد اوولد الا بن وان سفل السدس وللزوج النصف ومع الولد او ولد الا بن وان سفل الربع و للزوجة الربع و مع الولد اوولد الابن ان سفل الثمن ۔ ملتقی میں ہے: اقربهم جزء المیت وهو الابن وابنه وان سفل. اسی میں ہے: و تحجب الاخوة بالابن و ابنه و ان سفل تنویر میں ہے: یقدم الا قرب فا لا قرب منهم کا لا بن ثم ابنه وان سفل .

تو ظاہر ہوا کہ علماء کے نزدیک سفول کا ذکر یکساں ہے۔ تو اگر کہیں سفلیات کا حکم عالیات کے خلاف ہوتا، فقط عدم ذکر سفول پر قناعت نہ فرماتے، بلکہ واجب تھا کہ نفی سفلیات بالتصریح بتاتے۔ تا کہ عرف عام شائع سے خلاف مراد پر محمول نہ ہو۔ تو شرح بسیط کا تمسک صراحتا بالمخالف ہے اور خود شرع مطہر میں اس کی کہاں نظیر ہے کہ یہاں سفلیات قوی کا حکم عالیات کے خلاف رکھا ہو۔ بلکہ ہمیشہ جس طرح بنات نہ ہوں۔ تو بنات الا بن ان کی جگہ ہیں اور بنات ابن الا بن کی جگہ یوں ہی بنات الابن نہ ہوں، تو بنات الا بن کی جگہ ہیں اور بنات ابن ابن الا بن، بنات ابن الا بن کی جگہ وھلم جراہ ایسا واضح مسئلہ اس قابل تھا کہ علماء اسے اعتماد فہم سامع پر چھوڑ جاتے۔ مگر جزا هم الله عنا احسن جزاء۔ انہوں نے اسے بھی مہمل نہ چھوڑا اور عامہ کتب معتمدہ متداولہ متون وشروح وفتاوی مثل سراجیہ وشریفہ وتبیین الحقائق وتکملۃ البحر للطوری ودر مختار و ملتقی الابحر ومجمع الانہر وخزانۃ المفتین وفتاوی عالمگیریہ وقلائد المنظوم وغیر ہا میں صاف صاف بلا خلاف حکم مذکور عصوبت اخوات مع

بنات الابن کا سفلیات کو شمول بھی بتادیا۔ اب ناظر متعجب ہوگا کہ یہ کیونکر؟

ہاں! یہ فقیر سے سنئے۔ زید نے دو بنت ابن الابن اور دو اخت چھوڑ کر انتقال کیا۔ بنتین ابن الابن کے لئے تو یہاں یقیناً ثلثین ہے۔ جس میں کسی ادنیٰ طالب علم کو بھی محل ریب نہیں اور اخوات کے پانچ حال ہیں۔ ایک کو نصف زائد کو ثلثان، بھائی کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین، بنات کے ساتھ عصوبت ابن واب وان سفل وعلا کے ساتھ سقوط پہلی اور تیسری اور پانچویں حالت تو صورت مذکورہ میں بداہۃً نہیں۔ اب اگر چوتھی نہ مانو، تو دوسری متعین ہوگی اور اختین بھی ثلثین کی مستحق ہوں گی۔ یہ اولاً خود باطل ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی مسئلے میں دوبار ثلثین جمع نہیں ہوسکتے۔ مجمع الانہر میں ہے: لا یتصور فی مسئلۃ قط اجتماع ثلثین وثلثین اوثلث وثلث وثلثین۔ ثانیاً اس تقدیر پر اصل مسئلہ تین سے ہوکر بوجہ اجتماع دو ثلثین چار کی طرف عول کرنا واجب ہوگا۔ حالانکہ کتب مذہب میں قاطبۃً تصریح ہے کہ تین ان اصول میں ہے، جن میں کبھی عول نہیں ہوتا۔

سراجیہ میں ہے: اعلم ان مجموع المخارج سبعۃ اربعۃ منہا لا تعول وھی اثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ. وشریفیہ ومنح الغفار وردالمحتار وغیرہا میں ہے: لا تعول اصلاً لان الفروض المتعلقہ بھذہ المخارج الاربعۃ اما ان یعنی الیحمالھا بھا اویبقیٰ منہ شئی زائد علیھا۔

یہ بھی تصریح ہے کہ دو ثلثین جمع نہیں ہوسکتے۔ نیز شریفیہ وغیرہا میں ہے: فلا عول فی الثلثۃ لان المخارج منھا اما ثلث وما بقی کام واخ لاب وام واما ثلثان وما بقی کبنتین واخ لاب وام واما ثلث ثلثا کا ختین لام واختین لاب وام.

اس حصر نے میں اور بھی واضح کردیا کہ اختین کو بنتین ابن الابن کے ثلثین کے ساتھ ثلثین دینا محض باطل ہے۔ شرح الکنز للامام الزیلعی میں ہے: جملۃ المخارج سبعۃ وانما تعول منھا

السنة و اثنا عشر و اربعة و عشرون والاربعة الاخرىٰ لا تعول بعينه، اسی طرح تکملہ طوری میں ہے، درمختار میں ہے۔ المخارج سبعة و اربعة لا تعول الا ثنا ن و الثلثة و الا ربعة و الثمانية، متن ابراہیم حلبی میں ہے: اربعة منها لاتعول الا ثنان و الثلثة الخ۔ خزانۃ المفتین میں پھر ہندیہ میں ہے: اعلم ان اصول المسائل سبعة اثنا ن و ثلثة و اربعة و ستة و ثمانية و اثنا عشر و اربعة و عشرون اربعة منها لا تعول الا ثنا ن و الثلثة و الاربعة و الثمانية۔ الخ منظومہ علامہ ابن عبدالرزاق میں ہے: و سبعة المخارج الا صول اربعة ليست بذات عول اثنان و الثلثة التالية و اربع ضعفها الثمانية ۔ تو واجب ہوا کہ صورت مذکورہ میں حالت چہارم ہی مانی جائے اور سفلیات کے بھی بہن کو عصوبت دی جائے۔ شرح بسیط میں ایسی تصریحات جلیلہ سے نہ ہوں اور اسی نامفید بلکہ مخالف بات سے تمسک موجب عجب ہے۔

ولكن لكل جواد كبوه ولكل صارم نبوه ولكل عالم حفوه نسئل الله العفو والعافية ۔

فقیر نے یہ طریق استدلال اس غرض سے لیا کہ کلمات علماء کرام سے اخذ مسائل کا انداز معلوم ہو۔ ورنہ بحمداللہ تعالیٰ خاص اس جزئیہ شمول کی تصریحات فقیر کے پاس موجود ہیں۔ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم میں ہے:

(والا خت)ولو متعدده(مع بنت)الصلب واحدة ايضا فا كثر (و)كذا مع (بنت الابن) وان سفلت كذلك وكذا مع بنت وبنت ابن (ذات اعتصا ب مع غير)۔ مختصر الفرائض میں اخوات الاب کے احوال میں

ہے: یصرن عصبة مع البنات البنات الابن وان اسفلن وان لم توجد الاخوات لاب وام۔ زبدۃ الفرائض میں ہے: عصبہ مع غیر ہا دو زنان اند یکے اخت اعیانی میت کہ با بنت یا بنت الابن او ہر چند پایاں رود عصبہ می گردد۔ دوم اخت علاتی میت کہ با ہمیں بنتین مسطورتین عصبہ می شود۔ اسی میں اخت عینیہ کے احوال میں ہے: چہارم عصبہ مع البنات الصلبیات ومع بنات الابن ہر چند پایاں روند۔ اسی میں اخت علیۃ کے حالات میں ہے: پنجم عصبہ مع البنات الصلبیات ومع بنات الابن ہر چند پایاں روند وقتے کہ عینی نباشد۔

علامہ ابن نور اللہ انقرادی نے۔ "حل المشکلات" میں خوب طریقہ اختیار فرمایا کہ کہیں وان سفلت وان نزلن نہ کہیں اور ہر جگہ بے کہے مذکور ہو۔ یعنی ابتدا میں اپنی کتاب سے مسئلہ نکالنے کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ جس مسئلہ میں فلاں وارث ہو، اسے فلاں باب میں دیکھو۔ مسائل بنات الابن کے لئے فرمایا: ان کان فیھا بنت ابن المیت وان سفلت مع غیرھا من اصحاب الفرائض فھی فی الباب الثانی عشر۔

پھر ختم مقدمہ کے بعد فہرس ابواب دی۔ اب ان باتوں میں جہاں مثلاً بنت الابن ہو، خواہی نہ خواہی بحکم تعلیمات سابقہ بنت الابن وان سفلت مراد ہے۔ اسی باب دوازدہم میں ہے: من مات وترک بنت ابن واختا لابوین فالمسئلة من اثنین لان فیھا نصفا وما بقی فالنصف لبنت الابن والباقی للاخت بالعصوبة۔ غرض حکم مسئلہ واضح ہے واللہ الحمد واللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع لاہور بمبئی ۱۰/ ۳۱۹ تا ۳۲۲)

جناب حافظ شاہ ولی اللہ صاحب میترانوالی، گھکر یلوے، گوجرانوالہ، پاکستان

(۱)

از بریلی

۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شاہ صاحب کرم فرما اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا۔ صحیح و مطابق کتاب تھا۔ منشاء اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرآت میں اول نماز سے ابتدا کرتا ہے۔ درمختار میں ہے: المسبوق یقضی اول صلوتہ فی حق قراۃ [۱] تو چاہیے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا، جس میں اس کو حکم قرآت ہے، مگر انہوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں، لاحق بھی ہے، دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق۔ درمختار میں ہے: الاحق من فاتتہ الرکعۃ کلھا او بعضھا بعد اقتدائہ کمقیم اتم بمسافر۔ [۲] ردالمحتار میں ہے: ای فھو لاحق بالنظر للاخیرتین و قدیکون مسبوقا کما اذا فاتہ اول صلوۃ امام المسافر [۳] اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرآت ادا کرے، جن میں لاحق ہے۔ ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبوق بھا کی قضا با قرآت کرے۔ درمختار میں ہے: الاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلاقرأۃ ثم ما سبق بہ بھا ان کان مسبوقا ایضا [۴]

---

[۱] درمختار باب الامامہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱
[۲] درمختار باب الامامہ مطبع مجتبائی، دہلی ۸۶/۱
[۳] ردالمحتار باب الامامہ مطبع مصطفی البابی مصر ۴۴۰/۱
[۴] درمختار باب الامامہ مطبع مجتبائی، دہلی ۸۶/۱

تو علماء کا فرمانا کہ مسبوق قضائے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے، اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے۔ یہ تو نہ لفظوں کا مفاد، نہ ان کی مراد، نہ واقع میں صحیح و متصف بسداد۔ تمام کتب فقہ، جن میں خود انہیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہو، اسے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے۔ اس کے بطلان پر شاہد عدل، بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں۔ یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا۔ وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے۔

مثلاً تین میں مسبوق ہو، تو پہلے میں ثناو تعوذ و فاتحہ سب کچھ پڑھے۔ دوسرے میں صرف فاتحہ وسورہ، تیسری میں فقط فاتحہ۔ غرض حکم منکشف ہے اور شبہ منکسف، یوں ہی دوسرا شبہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت،، رکعت قرأت سے ملحق ہو۔ اولاً: نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل؟ ثانیاً: جیسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی، بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا، تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں۔ یونہی بھری سے بھری کا۔ ثالثاً: یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے، جس سے رکعت قرأت ملحق ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے، جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے۔ وہ رکعت قرأت اولیٰ ہے، جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی۔ اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے۔ غرض یونہی دیکھیے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل۔ نہ وہ پہلی کا، بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کر چکا۔ لاجرم اب پہلی سے شروع کرے گا۔ رہا حکم قعود و بجود، جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو۔ ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگرچہ اصل میں یہ تیسری رکعت ہے۔ مگر اس کی ادا میں دوسری ہے۔ تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہئے۔ امام، منفرد، مقتدی، مدرک، لاحق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبوق کے لئے درمختار و خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

واللفظ لهاتین لو ادرک و رکعة من المغرب قضی رکعتین و فصل بقعدة فتکون بثلث قعدات ولو ادرک رکعة من الرباعیه یقضی رکعة و یتشهد [1]

لاحق کے لئے شرح مجمع وغنیۃ وردالمحتار میں ہے: لو سبق بر کعة من ذوات الاربع و نام فی رکعتین. یصلی اولا ما نام فیه ثم ما ادرکه مع الامام ثم ما سبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الامام و یقعد متابعة له لانها ثانیة امامه ثم یصلی اخری مما نام فیه و یقعد لانها ثنیه الخ [2]

دیکھو! ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی، اس پر قعدہ کا حکم دیا۔ اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی۔ کمالایخفی، یہ عبارت بھی نص صریح ہے، کہ لاحق مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا، اسے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا۔ اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے، تو بالاجماع سجدۂ سہو لازم، لانه فیها مسبوق و علی المسبوق السجود بسهوه، اور اگر ان دو رکعت میں ہے، جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا، تو لزوم سجدہ میں علماء مختلف ہیں، اور اصح لزوم ہے۔ بحرالرائق میں ہے: المقیم اذا اقتدی بالمسافر ثم قام الی اتمام صلوته و سها ذکر فی الاصل انه یلزم سجود السهو و صححه فی البدائع [3] ملخصاً فقط۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ طبع لاہور ۷/۲۴۴ تا ۲۴۷)

---

[1] فتاویٰ ہندیہ | الفصل السابع فی المسبوق واللاحق | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۹۱
[2] ردالمحتار | باب الامامہ | مصطفی البابی، مصر | ۱/۴۴۰
[3] بحرالرائق | باب سجود السہو | ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی | ۲/۱۰۰

جناب منشی واحد علی صاحب پیشکار محکمہ مال ریاست رام پور، یوپی

(۱)

از بریلی

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

مکرمی محترمی منشی صاحب زید مجدہم، بعد ادائے مراسم سنت ملتمس!

فتوی نظر فقیر سے گزرا۔ میں اس امر میں بکلی متفق ہوں کہ صورت مذکورہ میں ضمانت حاضری ۲۸ فروری تک منتہی ہوگی۔ اگرچہ جواب ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہے۔ مگر اب عرف ومقاصد ناس قطعا اسی پر حاکم اور اتباع عرف واجب لازم، تو یہ حقیقت مخالفت ظاہر نہیں۔ بلکہ زمان برکت نشان حضرات ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم میں عرف دائر وسائر یوں ہوتا، تو ہم جزم کرتے ہیں کہ حکم ظاہر الروایۃ ضرور مطابق روایت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ ہوتا، ولہذا ائمہ تصحیح نے اس روایت پر اسی وجہ سے فتوی بھی دیا ہے کہ وہ اشبہ بعرف ناس ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ: من لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل۔[۱] علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحقیق بروجہ شافی وکافی فرمادی ہے۔ مگر یہاں حقیقت امر یہ ہے کہ دو کفالتیں ہیں، ایک کفالۃ بالنفس، یعنی حاضر ضامنی، وہ ۱۸ فروری تک موقت ہے اور اس روایت وعرف کی رو سے بعد ۱۸ کے ختم ہوگئی۔ دوسری کفالۃ بالمال کہ اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس میں اگر توقیت بنظر ماسبق ہے۔ تو جانب شرط میں ہے، یعنی اگر ۱۸ فروری تک بھاگ گئے، تو مال کا ضامن ہوں اور کفالت کی ایسی شرط کے ساتھ تعلیق جائز ہے۔ فی الھدایة الاصل انه یصح تعلیقھا بشرط ملائم لھا مثل ان یکون شرطا لوجوب الحق کقوله اذا استحق المبیع او لامکان الاستیفاء مثل قوله اذا قدم زید وھو مکفول عنه او لتعذر الاستیفاء مثل قوله اذا غاب عن البلدة۔[۲]

---

[۱] درمختار، باب الوتر والنوافل، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[۲] الہدایہ، کتاب الکفالۃ، مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۱۸

اور یہ صاحب جو آپ کا لطف نامہ لائے، ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ مدعی علیہ مدت کے اندر ہی فرار ہوگئے۔ اگر یہ حق ہے، تو شرط متحقق ہولی۔ پس اگر مطالبہ سے مراد زر دعویٰ تھا، تو اس صورت میں فقیر کے نزدیک مال لازم ہوگیا۔ تو اب اس کی سبیل ادا ہونا ہے۔ یا طالب کی طرف سے معافی دگر ہیچ۔ فی بزازیة کفل بنفسه علی ان المکفول عنه اذا غاب فالمال علیه فغاب المکفول عنه ثم رجع و سلمه الی الدائن لا یتجزأ لان المال بحلول المشروط لزمه فلا یبرأ الا بالاداء او الابراء۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۶۵۶/۱۷، ۶۵۷)

جناب وزیر احمد خان صاحب قادری رضوی، محلہ بہاری پور، بریلی

(۱)

از بریلی

۱۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

مکرم کرم فرما چھوٹے نواب صاحب سلمہٗ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تکمیل مجذور کا یہ نیا قاعدہ ہے کہ ہر مجذور کی طرف ایک دو نسبت کر کے مجذور نصف عدد لا کا ہر ایک کے شامل کریں۔ مجذور کامل ہوجائے گا، میرے نزدیک یہ صحیح نہ آئے گا۔ مثلاً ۳لا۲ + ۱۲لا = ۲۰ طور مذکور پر ۳لا۲ + ۱۲لا + (۳)۲ = ۲۰ + ۹/۳ = ۶۹/۳ ہرگز مجذور کامل نہیں۔ یا ۳لا۲ – ۴لا ۳لا۲ بطور مذکور ۳لا۲ – ۴لا + ۱/۳ (۲)۲ = ۴ + ۴/۳ = ۱۶/۳ ہرگز مربع نہیں۔

(۲) مساوات درجہ دوم سے یہ بہت سہل حل ہوسکتا۔ یہاں تک آپ لے آئے کہ –۴۷لا۲ + ۴۲۵۰۰لا = ۶۷۵۰۰ یہاں نفی واثبات کا قلب کر لیجئے۔ مساوات ہو یہ ہوجائے گی۔ ۴۷

$ا^{۲}$ ۱۱۳۵۰۰ ا = ۶۷۵۰۰۰۰ پھر خواہ یوں عمل کیجیے $ا^{۲}$ - $\frac{۳۵۰۰}{۷۴}$ ا = - $\frac{۶۷۵۰۰}{۷۴}$ طرفین میں $\frac{۲۲۵۰}{۷۴}$ کا مجذور شامل کیجیے یا مساوات کو بحال رکھ کر ۲۹۶ میں ضرب دے کر طرفین میں ۴(۶۷۵۰۰) شامل فرمائیے، مدعا حاصل ہوگا۔

(۳) ہاں! لطیف تر یہ ہے کہ درجہ دوم کا نام نہ آنے پائے صرف مساوات درجہ اول سے حاصل ہو، اسے بتائیے۔ وہ بہت آسان ہے۔ (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(فتاوی رضویہ طبع بمبئی ۱۲/۲۵۶، ۲۵۷)

جناب ہدایت یار خان صاحب رسالہ چھاونی نمبر ۵ چک ۳۸ شاہ پور، جہلم، پنجاب

از بریلی (۱)

۹/ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اگر اس مسجد کے آباد رکھنے، حفاظت کرنے کا کوئی طریقہ نہ ہو اور یوں جنگل میں چھوڑ دی جائے گی، تو چور اور متغلب لوگ اس کا مال لے جائیں گے، تو جائز ہے کہ اس کا اسباب وہاں سے اٹھا کر دوسری آباد جگہ مسجد بنائیں اور یہ کام ہوشیار اور دیانتدار مسلمانوں کی نگرانی میں ہو۔ فقط

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

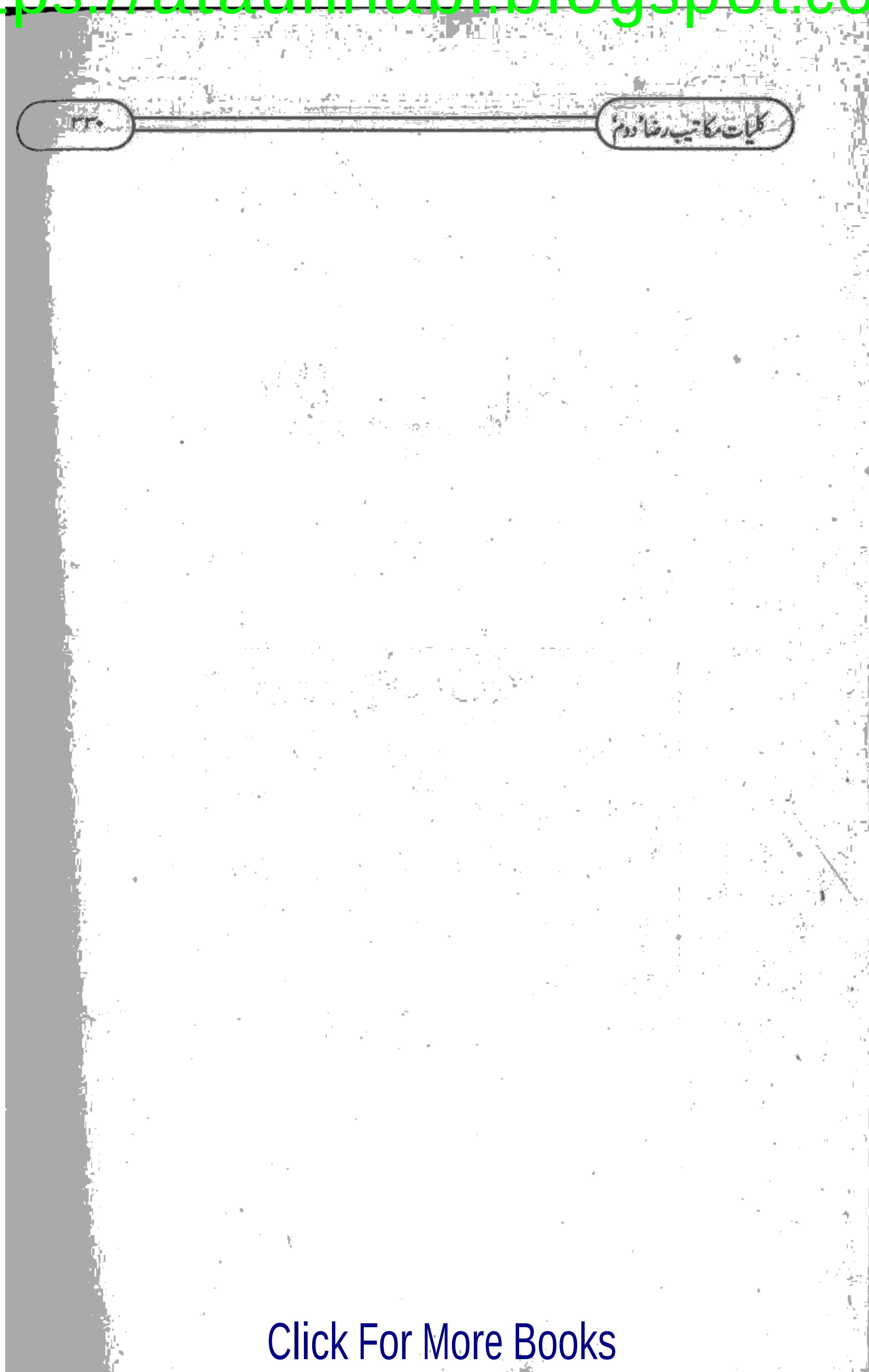
(فتاوی رضویہ مع تخریج وترجمہ طبع لاہور ۱۶/۵۳۰)



مکتوب عام

یہ متفرق تحریریں ہیں جو مختلف وقتوں میں مختلف موضوعات پر امام احمد رضا نے لکھی ہیں۔ وہ تحریرات جو از قبیل نوادرات اور اہل محبت کے لئے تبرکات ہیں، مذکورہ عنوان کے تحت ہم نے جمع کر دی ہیں۔ جو تحریر جہاں سے لی گئی ہیں۔ اس کا حوالہ وہیں دے دیا گیا ہے۔ اہل فہم و محبت کے لئے ان تحریروں میں بصیرت و برکت کا سامان موجود ہے۔

راقم شمس مصباحی



مکتوب عام نمبرا

تصدیق نامہ آثار مقدسہ

انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے جو تبرکات منسوب ہیں۔ ان سے حصول برکت وران کی تعظیم قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ علماء واہل اسلام میں یہ عمل صدر سلام سے رائج رہا ہے۔ خصوصا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین شریفین ودیگر آثار وتبرکات کے موضوع پر علماء نے کتابیں تصنیف کی ہیں، قصائد ومحامد لکھے ہیں۔ علامہ اجل ابوالیمن ابن عساکر، شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی اور شیخ احمد بن مصری وغیرہ نے مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ شیخ مصری کی کتاب "فتح المتعال فی خیر النعال" اس موضوع پر بڑی مشہور کتاب ہے۔ علامہ المحدث ابوالربیع سلیمان بن سالم کلاعی، قاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی، شیخ فتح اللہ بلونی حلبی، سید محمد موسیٰ حسینی مالکی، شیخ محمد بن فرج ستی، شیخ محمد بن رشید فہری ستی، علامہ احمد بن محمد تلمسانی، علامہ ابوالیمن ابن عساکر، علامہ عبدالحکیم بن عبدالرحمٰن مغربی اور امام ابوبکر بن احمد بن امام محمد عبداللہ بن حسین قرطبی وغیرہم نے نعلین حضور کی مدح میں قصائد عالیہ لکھے ہیں۔ امام احمد رضا کی "بدر الانوار فی آداب الآثار" اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی "آداب الاخیار فی تعظیم الآثار" کا مطالعہ اہل علم کر سکتے ہیں۔ یہ دونو کتابیں ہندوپاک میں مطبوعہ دستیاب ہیں۔

پیر محمد حسین شاہ چشتی فریدی کے پاس یہ تبرکات تھے۔ وہ ان کی زیارت ونمائش کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ مسلم وغیر مسلم بھی کو ان کی دیدوزیارت سے فائدہ پہنچتا تھا۔ امام احمد رضا نے پیش نظر تحریر شاہ فریدی کو بطور سند عطا کی تھی۔ یہ تحریر نقل وعقل اور تجربہ ومشاہدہ کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ اخیر میں سادات علماء اور معززین کی تائیدی دستخط بھی ہیں۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ! ہم اہل سنت کے نزدیک آثار شریفہ کے لئے تحقیقات کی حاجت نہیں ہم محبوب اکرم حضرت سید عالم ﷺ کے نام اقدس کی تعظیم کریں گے اور اس پر آیہ کریمہ ''ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصیبکم بعض الذی یعدکم ''حجت ظاہرہ ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ اسانید بھی ہوں۔ تو نور علی نور اور اگر معجزات محمدیہ برکات احمدیہ ﷺ مشاہدہ ہوں تو صدق واضح الظہور۔ یہ نعلین پاک کہ ہمارے سید مولیٰ ﷺ نے محض اپنے کرم سے ہم غلام نا کاراں کے سروں پر جن کا پرتو ڈالا۔ الحمد للہ کہ ان کے لئے ہم دیگر تبرکات شریفہ، سلاطین اسلام کی سندیں موجود ہیں اور بفضلہٖ عزوجل متعدد خوارق عادات وجلائل برکات کا روشن ظہور ان سے مشہور ہوا۔

(۱) ازانجملہ میرے نبیرہ (مولوی جیلانی میاں رفع اللہ اعلیٰ مدارج) کی والدہ کو اس زمانہ میں طاعون میں تپ آئی اور بغل میں گلٹ، نعل اقدس کا غسالہ پلایا، فوراً آرام ہو گیا۔ گویا کچھ تھا ہی نہیں۔

(۲) ان تبرکات عالیہ کی تشریف آوری سے پہلے شہر میں طاعون تھا۔ ان کی تشریف لانے پر بفضلہٖ عزوجل کالمعدوم ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہنود بھی ان کے معترف سنے گئے کہ جب سے یہ تبرکات رونق افروز ہوئے ہیں، طاعون جاتا رہا۔

(۳) ایک شب بعض وہابیہ نے سنت حمالۃ الحطب پر عمل کر کے سڑک پر شیشہ اور بوتلوں کے ٹکڑے بکثرت بچھا دئے۔ اندھیری رات اور ہزاروں مسلمان کا ہجوم اور سب برہنہ پا، اگر ایک شیشہ بھی پڑا ہوتا، تو سیکڑوں کے پاؤں زخم کرتا۔ مگر سیکڑوں پڑے اور ایک پاؤں

بھی مجروح نہ ہوا۔ یہ روشن خارق ہے اور ان کے علاوہ اور متعدد خوارق بھی ظاہر ہوئے۔ جن کی تفصیل طویل ہے۔ حمد اس کے وجہ کریم کو، جس نے ایسے حبیب اکرم ﷺ کا دامن پاک ہمارے ہاتھوں میں دیا۔ الحمد للہ رب العالمین

فقیر احمد رضا قادری بریلوی عفی عنہ

۶؍جمادی الثانی ۱۳۲۹ ہجریہ قدسیہ

(۱) دستخط مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب نقشبندی رامپوری۔

(۲) دستخط سید رضی الدین صاحب اسٹنٹ کمشنر بریلی۔

(۳) دستخط سید محمد صاحب ڈپٹی کالکٹر بریلی۔

(۴) دستخط سید غلام زین الدین صاحب نائب تحصل دار بریلی۔

(۵) نواب حامد حسین صاحب اوزری مجسٹریٹ بریلی۔

(۶) دستخط سید محمد مہدی مختار بریلی۔

(۷) دستخط خواجہ صاحب رامپوری۔

(ماخوذ از دبدبہ سکندری رامپور ۵؍جون ۱۹۱۱ء ص ۶ نمبر ۲۳ جلد ۴۷)

مکتوب عام نمبر۲

عازمان حج برادران اہل سنت خصوصاً قادریہ برکاتیہ کو اطلاع

مکہ مکرمہ کے مشائخ کرام سے امام احمد رضا کے گہرے تعلقات تھے۔ اتنے گہرے کہ علماء عرب امام احمد رضا سے ملنے بریلی تشریف لاتے تھے۔ ہفتوں، مہینوں قیام فرماتے اور علمی استفادہ کیا کرتے تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں:

(الف) الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ

(ب) فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں: از پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور۔

مذکورہ بالا عنوان انہیں تعلقات وروابط کا پتہ دیتا ہے۔ اس کا ثبوت مولانا سردار ولی خاں بریلوی کے نام مکتوب سے بھی ملتا ہے۔ یہ اطلاع چھپی، تو جو بھی خوش نصیب ہندوستان سے حج کے لئے جاتا، امام احمد رضا کے نام اور سفارش سے فائدہ اٹھاتا اور، انہیں وہاں سہولتیں بہم پہنچتیں۔ یہ سلسلہ تادیر قائم رہا، بلکہ اس کے اثرات تاحال باقی ہیں۔ (مرتب)

راقم دبدبہ سکندری کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ وصاحب حجت قاہرہ جناب تقدس مآب حضرت فضیلت انتساب حاجی الحرمین الشریفین مولانا مولوی قاری شاہ محمد احمد رضا خان صاحب حنفی سنی قادری برکاتی بریلوی دام فیوضہم العالی اطلاع دیتے ہیں کہ اس سال سے حضرت والا حضرت سید الاتقیاء کبیر العلماء شیخ احمد ابوالخیر مرداد شیخ الائمہ والخطباء دامت برکاتہم کے بھتیجے اور جناب مولانا المکرم شیخ عبداللہ مرداد امام وخطیب مسجد الحرام قادری رضوی کے برادر عم زاد شیخ محمد بن محمود مرداد سلمہم اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ میں مطوف مقرر ہوئے ہیں،

احباب میں سے جو صاحب تشریف لے جائیں۔ جدہ میں اترتے ہی ان کو دریافت کر لیں اور تعارف کے لئے اس فقیر کا نام فرمادیں کہ اس نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ہر کام میں آرام دیں گے۔ جو صاحب زیادہ وثوق چاہیں۔ فقیر کو اطلاع دے کر اپنے نام کا مستقل خط شیخ ممدوح کے نام لے لیں۔ جدہ میں آکر مطوفین کے وکلاء دریافت کرتے ہیں۔ آپ محمد محمود مرداد کہیں تو وہ یا ان کا وکیل فوراً آپ کو ملے گا اور آپ کے اسباب کی نگاہ داشت اور مکہ معظمہ کے روانگی وقیام وغیرہ کا اہتمام ان کے ذمے ہو جائے گا۔

فقیر احمد رضا قادری برکاتی بریلوی غفرلہ

(ماخوذ از دبدبہ سکندری رام پور ۱۱/ستمبر ۱۹۱۱ھ نمبر ۳۷ جلد ۴۷)

مکتوب نمبر ۳

ضروری اعلان

عظمت و شہرت کی جس منزل تک اپنے دور میں امام احمد رضا پہنچے۔ وہ منزل ان کے معاصرین میں کسی کو نصیب نہ ہوسکی۔ چنانچہ بعض حضرات جو جاہ و زر کے دلدادہ تھے، نے اپنی نسبت ان سے جوڑنے کی کوشش کی۔ عوام میں اپنی دھاک بٹھانے اور ساکھ بنانے کی تدبیر سوچی۔ یہ شکایت جب امام احمد رضا کو پہنچی۔ تو انہوں نے یہ بیان شائع کر دیا اور اپنے خلفاء و تلامذہ کی ایک فوری فہرست بھی جاری کر دی۔ اس دوٹوک بیان سے امام احمد رضا کی دنیا سے بے نیازی، اخلاص نیت اور حب دنیا میں گرفتار افراد کی مذمت ظاہر ہے۔ بیان کا عنوان تھا "ضروری اعلان" (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران اہل سنت کو اطلاع! فقیر کے پاس شکایتیں گزریں۔ بعض صاحب باوصف بے علمی دنیا طلبی کے لئے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکناف ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ وانتساب بتاتے ہیں۔ جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکا کھاتے ہیں۔ اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور۔ یہاں بحمدہ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ احباب علماء شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی۔ بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ

دست سوال دراز کرنا تو درکنار۔ اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔

ہاں! اگر بلاطلب اہل محبت سے کچھ نذر پائیں، ردنہ فرمائیں کہ اس کا قبول سنت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ زبانی دعوے پر عمل پیرانہ ہوں۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۱) صاحبزادہ جناب مولانا الحاج مولوی محمد حامد رضا خان صاحب محلہ سوداگران بریلی، عالم، فاضل، مفتی، کامل، مناظر، مصنف، حامی سنت ومجاز طریقت ہیں۔

(۲) صاحبزادہ جناب مولانا مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب محلہ سوداگران بریلی، عالم، فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامی سنت ومجاز طریقت ہیں۔

(۳) جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد محلہ سوداگران بریلی، عالم، فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامی سنت، ومجاز طریقت۔

(۴) جناب مولانا الحاج الشاہ سید ابوالمسعود احمد اشرف صاحب درگاہ شریف کچھوچھہ ضلع فیض آباد (وارث سجادہ) فاضل، مناظر، واعظ، خوش بیان، تلمیذ اعلیٰحضرت حامی سنت۔

(۵) جناب مولانا الحاج مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۲۳۶ محلہ، مشائخ خان میرٹھ عالم، فاضل، واعظ خوش بیان ومجاز طریقت۔

(۶) جناب مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب کانپور، محلہ فیل خانہ قدیم عالم ومجاز طریقت۔

(۷) جناب مولانا سید احمد صاحب الوری، صاحبزادہ جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب،

عالم، مدرس، واعظ، مناظر، مجاز طریقت۔

(۸) جناب مولانا مولوی امام الدین صاحب کوٹلی لوہاران، مغربی ضلع سیالکوٹ، عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۹) جناب مولانا مولوی احمد بخش صاحب، ڈیرہ غازی خان، عالم، فاضل، کامل، مدرس، واعظ، مناظر، مفتی، مجاز طریقت۔

(۱۰) جناب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پشاور، عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۱۱) جناب مولوی سید احمد حسین صاحب میرٹھ، مجاز طریقت۔

(۱۲) جناب مولانا مولوی احمد حسن خان صاحب حیدرآباد، عالم، واعظ مجاز طریقت

(۱۳) مداح الحبیب جناب مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب، بریلی محلہ بہاری پور میلاد خوان، خوش الحان، مداح سرکار دو جہاں۔

(۱۴) جناب مولانا مولوی حکیم حبیب الرحمٰن خان صاحب، مدرس اول مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت عالم، فاضل، مدرس، مجاز طریقت۔

(۱۵) جناب مولانا مولوی حبیب اللہ خان صاحب، خطیب مسجد خیر نگر، میرٹھ، عالم، مجاز طریقت۔

(۱۶) جناب مولانا مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب بہاری مدرس مدرسہ عربیہ مدراس، حافظ، واعظ، مجاز طریقت۔

(۱۷) جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب مفتی جامع آگرہ، ساکن الور، عالم، فاضل، مفتی، کامل، مدرس، واعظ، مناظر، حامی سنت مجاز طریقت۔

(۱۸) جناب مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس اہلسنت محلہ سوداگران، بریلی، عالم، فاضل، مدرس، مجاز طریقت۔

(۱۹) جناب مولانا مولوی محمد رحیم بخش صاحب آرہ، اعلیٰ مدرس وبانی مدرسہ فیض الغرباء
عالم، مدرس، مفتی، مناظر، واعظ، ومجاز طریقت۔

(۲۰) جناب مولانا مولوی سرفراز احمد صاحب، محلہ مہکوی کھوہ مرزاپور
عالم، واعظ، ومجاز طریقت

(۲۱) جناب مولانا مولوی شفیع احمد صاحب بیسل پوری مدرس مدرسہ اہلسنت، بریلی
وامین الفتویٰ بدر الافتاء، عالم، مفتی، واعظ، مناظر ومجاز طریقت۔

(۲۲) جناب مولانا مولوی شمس الدین صاحب ضلع ناگور، قصبہ باسنی، علاقہ جودھپور
عالم، مدرس، مجاز طریقت۔

(۲۳) جناب مولانا مولوی ظہیر الحسن صاحب، ساکن اعظم گڑھ
عالم، مدرس، ومجاز طریقت۔

(۲۴) جناب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب بہاری پروفیسر مدرسہ عربیہ خانقاہ سہسرام
عالم، فاضل، کامل، مفتی، مصنف، مدرس، مناظر، حامی سنت، مجاز
طریقت۔ ملقب از جانب اعلحضرت مدظلہ الاقدس بہ ولد الاعز

(۲۵) جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب ملقب از اعلحضرت بلقب عبد الاسلام عقب کوتوالی جبلپور
عالم، فاضل، مفتی، کامل، مناظر، مصنف، حامی سنت، مجاز طریقت۔

(۲۶) جناب مولانا مولوی حکیم محمد عبد الاحد صاحب خلف الرشید حضرت مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ ملقب از جانب اہل سنت مدراس بہ سلطان الواعظین، مہتمم، مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت
عالم، واعظ، مناظر، مدرس، حامی سنت، مجاز طریقت۔

(۲۷) جناب مولانا الحاج مولوی محمد عبد العلیم الصدیقی ۲۳۶ محلہ مشائخان، میرٹھ

عالم، فاضل، واعظ، خوش بیان، مجاز طریقت۔

(۲۸) جناب مولانا المولوی عبدالباقی برہان الحق صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالسلام،
عالم، فاضل، مفتی، واعظ، مصنف، مجاز طریقت از حضرت قبلہ بہ نور عینی۔

(۲۹) جناب مولانا مولوی عبدالحکیم خان صاحب ساکن شاہ مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت
عالم، مدرس، مفتی، مجاز طریقت۔

(۳۰) جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب پنجابی مدرس مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت،
مفتی، مجاز طریقت۔

(۳۱) جناب مولانا مولوی ابو عبدالقادر عبداللہ صاحب کوٹلی لوہاران مغربی، ضلع سیالکوٹ
عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۳۲) جناب مولانا مولوی حاجی عبدالجبار صاحب، بنگالی، عالم، مجاز طریقت۔

(۳۳) جناب مولانا مولوی حافظ سید عبدالرشید صاحب مظفر پوری
- عالم، مجاز طریقت۔

(۳۴) جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب چتور گڑھ عالقہ سیواز
عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۳۵) جناب مولانا الحاج مولوی عبدالرحمٰن صاحب جے پور تکیہ آدم شاہ، وارد حال مدینہ طیبہ
عالم، مدرس، مجاز طریقت۔

(۳۶) جناب حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب دھوراجی کاٹھیاوار، حامی سنت۔

(۳۷) جناب سیٹھ عبدالستار اسمٰعیل صاحب گولڈل کاٹھیاوار، حال مقیم رنگون، سورتی
بازار، حامی سنت وفرار دہند تھانوی از رنگون۔

(۳۸) جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ جامع مسجد پیلی بھیت
عالم، مجاز طریقت۔

(۳۹) جناب مولانا مولوی غیاث الدین صاحب بہار، عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۴۰) جناب مولانا مولوی سید فتح علی صاحب کھروٹہ سیداں، سیالکوٹ
عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۴۱) جناب قاضی قاسم میاں پوربندر کاٹھیاوار حامی سنت، مجاز طریقت۔

(۴۲) جناب حاجی مولوی منشی محمد لعل خان صاحب ملقب از جانب اعلٰحضرت بہ ملقب
حامی سنت، ماحی بدعت، ۲۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ، ناصر ملت، ماحی بدعت، مجاز طریقت۔

(۴۳) جناب مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ
عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۴۴) جناب مولانا الحاج المولوی منیر الدین صاحب بنگالی عالم، مجاز طریقت۔

(۴۵) جناب مولانا مولوی محمود جان صاحب، جام جودھپور، کاٹھیاوار
عالم، واعظ، مناظر، مصنف، حامی سنت، مجاز طریقت۔

(۴۶) جناب مولانا مولوی سید محمد ظہیر الدین الہ آبادی
عالم، مجاز طریقت۔

(۴۷) جناب مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مہتمم مدرسہ اہلسنت مرادآباد، چوکی حسن خان
عالم، فاضل، مصنف، واعظ، حامی سنت، مجاز طریقت۔

(۴۸) جناب مولانا مولوی حاجی سید نور محمد صاحب، چاٹ گام
عالم، واعظ، مجاز طریقت، و مجاز حضرت مفتی حنفیہ بمکہ معظمہ شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۴۹) جناب مولانا مولوی محمد یعقوب علی خان صاحب، بلاسپور، ضلع رامپور عالم، واعظ، مجاز طریقت۔

(۵۰) جناب حاجی حافظ وقاری محمد یقین الدین صاحب، ساکن محلہ ملوکپور، بریلی امام تراویح اعلیحضرت مدظلہ الاقدس مجاز طریقت۔

(ماہنامہ "الرضا" بریلی شمارہ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ)

مکتوب عام نمبر ۵

اپیل برائے ''جماعت مصطفیٰ'' بریلی

> جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی خدمات عالم آشکار ھیں۔ یہ تحریر اس جماعت کی بقا و ترقی کے لئے لکھی گئی۔ اور اراکین جماعت کے حوالے کی گئی۔ لکھنے کی تاریخ ۲۶/ شعبان ۱۳۳۹ھ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ! ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' رضائے مصطفیٰ ہے اور رضا رب الارض والسماء جل وعلی وﷺ۔ الحمدللہ! اس مبارک جماعت پر مصطفیٰ ﷺ کا دست کرم و رحمت ہے اور ان کا ہاتھ نائب دست قدرت ہے۔ ید اللہ فوق ایدیھم، ید اللہ علی الجماعۃ۔

کریم عزوجل اسے مذہب اہل سنت و جماعت و خدمت خالصہ حق و ہدایت پر دوام واستقامت عطا فرمائے اور اسے سنت و اہل سنت کے لئے اپنے کرم کا بار آور و سایہ دار درخت بنائے تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا وصلی اللہ تعالیٰ تبارک وسلم ابدا علیٰ صاحب السنہ وحزبھا آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

۲۶/ شعبان المعظم یوم الجمعہ ۱۳۳۹ھ

مہر

(ماخوذ دبدبہ سکندری رامپور ۹/ جنوری ۱۹۲۲ء ص ۴)

مکتوب عام نمبر ۶

اپیل برائے "دبدبہ سکندری" رامپور

ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور کا اجراء ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں ہوا۔ جو ۱۹۵۸ء تک جاری رہا۔ دیگر موضوعات کے علاوہ یہ جریدہ خالص مذہبی ادب کا ترجمان بھی تھا۔ اس کے مدیران و ارکان کا امام احمد رضا سے خاص تعلق تھا۔ ذیل میں دعاء ترقی کے ساتھ اس کی اشاعت پر زور ڈالا گیا ہے۔ اس تحریر میں ماہنامہ "تحفہ حنفیہ" پٹنہ اور اس کے مدیر و منتظم قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی کا ذکر خیر بڑے ہی قلق کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جو ان دونوں کے درمیان قلبی تعلق کا پتا دیتا ہے۔ اس تحریر سے امام احمد رضا کی صحافتی بصیرت و دلچسپی کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی سید المرسلین شفیع المذنبین محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین آمین۔

اہل سلام پر روشن ہے کہ انسان دنیا میں دنیا کمانے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ دنیا مزرع ہے اور آج کا بویا کل ملتا ہے۔ مبارک وہ دل کہ طلب دنیا میں دین و عقبیٰ سے غافل نہ ہو۔ اس زمانہ فتن میں چار طرف سے آزادی کی گھنگھور گھٹائیں اُنڈی چلی آئی ہیں۔ بد مذہبی کی سخت آندھیاں چل رہی

ہیں۔ بہت سے پائے ثبات اکھڑ گئے اور جو قائم ہیں، مورد طعن طاعن ولومۃ لائم ہیں۔

ہر شخص اپنی رائے کا پیرو ہے۔ کم ہیں وہ بندے، جن کو سنت و شریعت کی لو رہے۔ عوام میں اشاعت خیالات کا سہل تر ذریعہ اخبارات ہیں۔ باستثناء بعض وہ خود آزادی کے دلدادہ ہیں۔ بد مذہبی بلکہ لا مذہبی کے خیالات آئے دن شائع ہوں۔ وہ نہ جھگڑا ہے، نہ نفسانیت۔ مگر حق کی تائید اور اس کے لئے اپنا کوئی صفحہ دینا جھگڑے میں پڑنا اور نفسانیت پر اترنا ہے۔ الا ماشاء اللہ وقلیل ما ہم "تحفہ حنفیہ" عظیم آباد پٹنہ اپنے مالک کے وصال سے انتقال کر گیا۔ اہل فقہ سنیوں کی کم توجہی سے بند ہو گیا۔

مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر کثیر و افر دونوں جہان میں میرے معزز گرامی دوست جناب مولانا شاہ محمد فاروق حسن خان صاحب صابری مدیر اخبار "دبدبہ سکندری" اور ان کے صاحبزادے عزیز بجان سعادت اطوار گرامی شان عزیزی مولوی فضل حسن خان نائب مدیر کو عطا فرمائے کہ ان کے اخبار کے صفحات تائید دین حق و مذہب اہل سنت کے لئے بحمد اللہ تعالیٰ بلا معاوضہ طمع دنیا وقف پائے، یہ اللہ عزوجل کا فضل حسن ہے۔

فقیر بحیثیت ایک خادم اہل سنت ہونے کے بخوشی تمام برخوردار مذکور سلمہ الکریم الشکور کو اس خدا پرستی و دین پرستی و دین شناسی پر "محب العلم والسنن" کا خطاب دیتا اور ان کے حق میں دعاء برکات دارین کرتا اور تمام اہلسنت خصوصاً منسلکان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے "دبدبہ سکندری" کی توسیع و اشاعت کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری ۹ / مارچ ۱۹۱۴ء نمبر ۱۵ جلد ۵۰ ص ۷۔ ۸)

نوٹ: یہ تحریر صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی نے ایک خاص مجلس میں پڑھ کر سنائی۔ اس تحریر سے امام احمد رضا کی صحافتی بصیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ شمس مصباحی)

مکتوب عام نمبر ۷

فضیلت درود، اجازت عام

رسول رحمت علیہ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم قرآن و حدیث میں بصراحت موجود ہے۔ درود و سلام کے مختلف الفاظ اور صیغے ہیں۔ بزرگان دین نے بھی کئی صیغوں کا اضافہ کیا ہے۔ امام احمد رضا نے پیش نظر صیغہ تحریر کیا ہے۔ احادیث و آثار سے جو فضائل و فوائد درود پڑھنے کے ثابت ہیں۔ ان میں سے ۴۰ر آپ نے شمار کیا ہے۔ یہ درود کوئی بھی مسلمان پڑھ سکتا ہے۔ ان کی طرف سے عام اجازت ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس درود کو پڑھیں اور اپنی دنیا و آخرت سنواریں۔ (مرتب)

صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھیں جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو، جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد جو کہیں اکیلا ہو، تنہا ہی پڑھے۔ اس کے فائدے، جو صحیح و معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں۔ جو شخص رسول اللہ علیہ سے محبت رکھے گا، جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا، جو ان کی شان گھٹانے والوں، ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا، دل سے بیزار ہوگا۔ ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا، اس کے لئے بیشمار

فائدے ہیں۔ جن میں سے بعض لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اس کے پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔

(۲) اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔

(۳) پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔

(۴) اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔

(۵) اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔

(۶) اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔

(۷) اس کے ماتھے پر تحریر فرما دے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔

(۸) اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

(۹) پانچ ہزار بار فرشتے اس کا اور اس کے باپ کا نام لیکر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں حضور پر درود وسلام عرض کرتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ ہر بار کے درود وسلام پر فرمائیں گے۔ فلاں بن فلاں پر میری طرف سے سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں۔

(۱۰) جتنی دیر اس میں مشغول رہے گا، اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ اس تین سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ دو سو دس حاجتیں آخرت کی اور نوے حاجتیں دنیا کی

(۱۲) اس کے مال میں ترقی دے گا۔

(۱۳) اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔

(۱۴) دشمنوں پر غلبہ دے گا۔

(۱۵) دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔

(۱۶) کسی دن خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

(۱۷) ایمان پر خاتمہ ہوگا۔

(۱۸) اس کا دل منور ہوگا۔

(۱۹) قبر و حشر کے ہولوں سے پناہ میں رہے گا۔

(۲۰) قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا۔ جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۲۱) رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اس کے لئے واجب ہوگی۔

(۲۲) رسول اللہ قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے۔

(۲۳) میزان میں اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔

(۲۴) قیامت کی پیاس سے محفوظ رہے گا۔

(۲۵) حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔

(۲۶) صراط پر آسانی سے گزرے گا۔

(۲۷) قبر و حشر میں اس کے لئے نور ہوگا۔

(۲۸) رسول اللہ ﷺ سے نزدیک ہوگا۔

(۲۹) قیامت میں رسول اللہ ﷺ اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔

(۳۰) اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اللہم ارزقناہ بجاہ حبیبک و الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وبارک وسلم ابدا آمین

مجمع کا حکم بھی حدیث میں ہے، اس کے فوائد یہ ہیں۔

(۳۱) زمین سے آسمان تک فرشتے ان کے گرد جمع ہو کر سونے کے قلموں سے چاندی کے ورقوں پر ان کا درود لکھیں گے۔

(۳۲) ان سے کہیں گے، ہاں! ذکر کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔ زیادہ کرو! اللہ تعالیٰ تمہیں زیادہ دے

(۳۳) جب یہ مجمع درود شروع کرے گا، آسمان کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔

(۳۴) ان کی دعا قبول ہوگی۔

(۳۵) حوران عین انہیں نگاہ شوق سے دیکھیں گی۔

(۳۶) اللہ عزوجل ان کی طرف متوجہ رہے گا یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں گے یا باتیں کرنے لگے۔

(۳۷) رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لے گی۔

(۳۸) سکینہ ان پر اترے گا۔

(۳۹) اللہ عزوجل عالم بالا میں ان کا ذکر فرمائے گا۔

(۴۰) سارا مجمع ۱؎ بخش دیا جائے گا۔ ان کی برکت ان کے ہم نشیں کو بھی پہنچے گی۔ وہ بھی بد بخت نہ رہے گا۔

فقیر احمد رضا قادری نے اپنے سنی بھائیوں کو اس مبارک صیغہ کی اجازت دی۔ جب کہ محمد ﷺ کے بد گوئیوں وہابیہ وغیرہم سے دور رہیں اور اسے پڑھ کر اس گنہگار کیلئے عفو عافیت دین و دنیا و آخرت وحصول مرادات حسنہ کی دعا فرمالیا کریں۔ یقین رکھے کہ یہ فقیر حقیر ان سب کے لئے دعا کرتا ہے، جو ایسا کریں، اللہ تعالیٰ توفیق دے اور قبول فرمائے۔ آمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۸ر جمادی الاول ۱۳۳۳ھ قدسیہ

(دبدبہ سکندری ۵ر اپریل ۱۹۱۵ نمبر ۲۰ جلد ۱۵ ص ۳)

۱؎ کل ذالک علی فضـ[illegible]

عکس نوادرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

[illegible]

جناب مولانا [illegible]

بالا [illegible] مولانا [illegible] المکرم [illegible] المتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — کرم نامہ فرازدن وصول ہوا فقیر ذلیل علیل کلیل
باوصف اعتدال بضرورت اختلال احوال خاطر [illegible] سرکار [illegible]
[illegible] حمد [illegible] مولانا [illegible] وجل کا احصا تو
محال ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا مگر گزشتہ [illegible]
[illegible] وحسبنا [illegible] والعفو عن کثیر کا [illegible]
درمیان [illegible] ارض [illegible] ٹھکانا نہیں۔ علالت کا حال [illegible]
غرۂ ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۱۳ھ سے بحمد اللہ تعالیٰ اب [illegible] تخفیف [illegible] حضرت
عفو غفور جل جلالہ سے امید عافیت تامہ ہے اب غرۂ ماہ مبارک ربیع الاول
شریف ۱۳۱۵ھ سے حضرات مبتدعین خذلہم اللہ تعالیٰ کی عنایات سے [illegible]
لاحق [illegible] اور [illegible] تام [illegible] سے [illegible]
[illegible] حفظ و کرم پر [illegible] والحمد للہ العلی [illegible]
[illegible] کی حالت بحمد اللہ تعالیٰ روز بروز رو بہ نکبت و ذلت و انحطاط ہے اسی

مکتوب امام احمد رضا بریلوی بنام علامہ شاہ نظر احمد خان رامپوری ثم احمد آبادی مجریہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

مکتوب امام احمد رضا بریلوی بنام الحاج شاہ محمد لعل خان، مدراسی، کلکتہ محررہ ۲ رشوال ۱۳۳۲ھ

مکتوب امام احمد رضا بنام صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی محررہ ۳ رجمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

مکتوب امام احمد رضا بنام حکیم مفتی عبد الرحیم احمد آبادی محررہ ۲۶ رشوال ۱۳۲۵ھ

الحمد للہ رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی

سوالاتِ حقائق نما برؤس العلماء ندوہ

۱۳۱۳ھ

اسمیں نمبر سوال ہیں کہ محض بنظر خیر خواہی ندوہ

حضور مذہب اہل سنت حضرت ماحی فتن حامی سنن خادم شرع و ملت عالم اہل سنت

جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی

دامت فیوضہم نے

خود ندوہ کی خواہش و درخواست پر

پیش فرمائے اور باوصف بار بار کثیر تقاضوں کے لاجواب رہے

ان سوالات سے ہر سنی کو واضح ہوگا

کہ عیاذاً باللہ ندوہ کی کارروائیوں تحریروں تقریروں میں کتنی باتیں صریح مخالف مذہب اہلسنت واقع ہوئیں

جنکی اصلاح اور مذہب حق کی پابندی ندوۃ العلماء کا پہلا فرض ہے

بنظر خیر خواہی مکرر معروض کہ

ندوہ یا تو سچے انصاف سے عالمانہ جواب دے ورنہ سچی پابندی مذہب اہلسنت اختیار کرے

وباللہ التوفیق

المؤلف

سرورق ہذا

نادرے پریس واقع محلہ ... بریلی میں چھپا

۱۳۲۶ ہجریہ

حضرت حامی سنت ماحی بدعت عالم اہل سنت مد ظلہ العالی نے
ایک استفتاء بحق قبول حق ندوہ کو ارسال فرمایا اور
اب تک کہیں جواب ... حضرت ... ندوہ نہ دے سکا

تقیہ کا صاف اقرار

ندوہ کے حرام ہونے اور بدعتی ... اپنے لیے حلال کر لینے کا
کے جواب میں سکوت محض ... فالسکوت ...

مؤلفہ

ابن الفاضل ... محمد
محمد حامد رضا خان قادری برکاتی نوری حسینی بریلوی
خلف حضرت عالم اہل سنت ادام اللہ ...

الحمد للہ

عرب صاحب رامپوری کے رد میں پہلا رسالہ

جسمیں مولوی طیب صاحب عربی الانتساب ہندی الاکتساب آبادی
نصاب کے بعض مستفیدانہ خطوط بنام نامی خدام گرامی اعلیحضرت عالم اہلسنت مدظلہ
اور انکے جواب میں حضرت ممدوح کے ارشادنامے عربی زبان میں بعینہا مع ترجمہ سلیس
اردو منقول و ماثور ہیں عرب صاحب نے اولا دربارۂ تقلید سوال کیا جواب عطا ہوا
عرب صاحب نے مان لیا پھر تصرفات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پوچھا
جواب ملا عرب صاحب نے اسپر سکوت کیا ارشادناموں میں عرب صاحب کے سوالات بھی
انکے جواب میں عرب صاحب کی مہینوں خموشی پھر تقاضائے جواب پر
بکمال غصہ گرمجوشی وغیرہا فوائد مذکور ہیں — مسمٰے بنام تاریخی

اطائب الصیب علی ارض الطیب

۱۳۱۹ھ

مؤلفہ و مترجمہ

صاحب ذہن قویم و ذہن سلیم حافظ حاج زائر قاری مجود مستقیم مولٰنا
مولوی سید محمد عبد الکریم صاحب قادری مجیدی حفظہ اللہ العزیز الکریم
حکیم مولٰنا مولوی ابو العلا امجد علی اعظمی رضوی نے اپنے اہتمام سے
مطبع اہلسنت و جماعت بریلی میں چھاپکر شائع کیا

الحمد لله حمد الحامدين

دفع زیغ زاغ

ملقب بلقب تاریخی

رامی زاغیان

۳۰ ھ ۱۳

یعنی وہ سوالات ہیں کہ مجدد دین وملت حضرت عالم اہلسنت دام ظلہ العالی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو حلت غراب کے بھیجے اور وہ جواب سے عاجز ہے صاف انکار لکھ دیا پھر اسی زمانے میں چھپکر شائع ہوئے اور سات سال ہوئے جواب ممکن ہوا اب تک اس رسالہ کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا اور طلب جابجا سے جاری تھی لہذا مولنا حکیم حسین رضا خاں صاحب سلمہ خلف رشید حضرت مولنا مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب حسن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے حکم سے بار دوم

مطبع اہل سنت وجماعت واقع بریلی میں طبع ہوا

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ

الحمد للہ بسلسلۂ اشاعت کتب اخلاف عظام سلسلۂ عالیہ برکاتیہ
یہ مبارک رسالہ جس میں سچے محمدی سنیّوں کے صحیح عقائد منظوم ہیں

بنام تاریخی مشعر سن آغاز و انجام

عقائد نامہ منظومہ

۱۳۲۲ھ

از تالیف لطیف اخی المعظم مولوی قاری حافظ سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم علیہ رحمۃ ربہ الاکرم قادری برکاتی آل احمدی ناہری خلاصہ خاندان عالیہ برکاتیہ بایماء برادر مصنف محمد میاں قادری عفی عنہ

باہتمام

سید ارتضا حسین قادری

مطبع صبح صادق سیتاپور میں طبع ہوکر
دار الاشاعۃ برکاتی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ سے شائع ہوا

مسلمانانِ ہند کی فلاح کی سچی تدبیریں اور علمائے ربانی کی بابت رائیں

جن سے

روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ مسلمانوں کے مصائب کا اصلی راز کیا ہے اور انکو

اپنی نیز ترکی سلطنت کی امداد کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے

مسمّٰی بہ نام تاریخی

تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

١٣٣١ھ

جنکو

حضور پُرنور اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

محض مسلمانوں کی فلاح و ترقی اور نجات و اصلاح کے لیے مرتب فرمایا

اور

محمد حسنین رضا خاں نے اپنے اہتمام سے حسنی پریس بریلی میں چھپوا کر شائع کیا

بار دوم ١٠٠٠ جلد قیمت ١/

بحمدہٖ تعالیٰ

اضطرا

یہ مبارک رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی

اجلی انوار الرضا

۱۳۲۴ھ

جس میں گرامی جناب مولوی انوار اللہ خان صاحب صدر الصدور صوبجات دکن کے رسالۂ **القول الاظہر** کی مخصوصہ تراش کا رد بلیغ ہے اعلیحضرت امام اہلسنت مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہ العالی کا سفا و ہمۂ عالیہ بطلب مناظرہ صاحب ممدوح کے نام امضا فرمانا اور ادھر سے سکوت لگ جانا جسمیں تقاضوں پر آوازہ آنا

الحمد للہ اذانیوں کی ناکامی کے دو روشن ثبوت

(۱) اسوقت تک ایک عبارت نہ دکھا سکے جسمیں ان کے ادعا کی تصریح ہو یہانتک کہ طرابلسی شامی مصری تحریریں جو ظاہر کرتے ہیں وہ بھی ثبوت سے خالی اور بعض خود ان پر الٹی حجت (۲) جسے عوام بھائی بھی آنکھوں دیکھ لیں کہ اذانیوں کو جب کوئی سند نہ ملی سب سے نئے **کتابوں کی جھوٹی عبارتیں دل سے گڑھ لیں** حتی کہ ایک اسی فن میں گئی تھا ر مصنف القول الاظہر کو بھی ہوئی آزار مسلمانوں کیا اتنا سمجھنے والا کوئی نہ کہ یہی سند ہیں بن سکتی تو سب کے سب جھوٹی سندیں گڑھتے **دیوبندیوں کے** ۱۲ بارہ کفر اور علمائے حرمین شریفین کا بالاتفاق ان کی تکفیر فرمانا مصنف القول الاظہر کے دل میں اسکا درد ہونا نیز ان کی اور ان کی امیدیوں کی حالتوں پر تنبیہ

تصنیف لطیف جناب مولانا مولوی محمد المعروف بہ **حامد رضا خان** قادری نوری سلمہ الرحمن

مولوی حکیم ابو العلا **محمد امجد علی** اعظمی رضوی نے اپنے اہتمام سے چھاپ کر شائع کیا

مطبع اہلسنت و جماعت واقع بریلی میں طبع ہوا

دفعہ اول ۱۰۰۰ مجلد

قیمت فی جلد ۱/

بعونہ تعالیٰ

بعض مکاتیب حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یعنے

حضور پُر نور قدوۃ العرفاء الواصلین زبدۃ الصلحاء الکاملین

سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے چند مفاوضات عالیہ

جنکو مولوی محمد عرفان علی صاحب بیسلپوری سلمہ نے جمع کیا اور

باہتمام

مولوی محمد حسنین رضا خاں صاحب

حسنی پریس بریلی میں طبع ہوئے

بسوال ادارۂ عظمت اسلام امین آباد ... اصلاح مسلمانان [illegible]

امور عشرین در امتیاز عقائد سنیین

از قلم حق رقم

اعلیحضرت مجدد دین و ملت مولٰنا احمد رضا خاں
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

طبع اول، مطبع حنفیہ پٹنہ ۱۳۱۹ھ ، طبع دوم دائرہ پریس حیدرآباد ۱۳۴۰ھ
قیمت ۵۰-۱



ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری

۱۳۳۱ھ

مصنفہ

احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی

مع ذیل مسمّٰی بنام تاریخی

ناصع الواہیا من جامع ابحرہیا

۱۳۳۱ھ

مؤلفہ

الحمد للہ یہ رسالہ ہدایت قبالہ دربیان دعائے جنازہ

مسمّٰی باسم تاریخی



جسکو

مولوی اعجاز ولیخان رضوی مہتمم رضوی پریس نے باہتمام جناب مولٰنا مولوی محمد ابراہیم رضا خانصاحب

رضوی پریس بریلی محلہ سوداگران میں چھپوا کر شائع کیا

بحمدہ تعالٰی

یہ رسالہ ہدایت قبالہ نافع عجالہ باطل ابل باطل کی حقیقت کھولنے والا حق کو جگمگانے والا آفتاب کی طرح روشن بنانے والا اہل بطالت کے عذر عاطل وا طائل کو وقف النار کرنے والا کتاب نفیس جلیل و مبارک مسمّٰی بنام تاریخی



حصّہ اوّل

مؤلفہ حضرت مولٰنا مولوی ابو البرکات آل الرحمٰن محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب
قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم العالیہ

بصرف زر جماعت مبارکہ رضائے مصطفٰے بریلی

باہتمام جناب مولٰنا مولوی حاجی محمد حسنین رضا خاں صاحب مدظلہم

سنی پریس بریلی میں طبع ہوا

بحمدہٖ تعالیٰ

بر رسالہ ہٰذا قاطع مجادلہ باطل و اہل باطل کی حقیقت کھولنے والا
حق کو جگمگانے والا آفتاب کی طرح روشن بنانے والا اہل بطالت کے
عذر عاطل و لاطائل کوفی النار کرنے والا کتاب نفیس و جلیل و مبارک
مسمّٰی بنام تاریخی

الطاری الداری

لہفوات عبد الباری

۱۳۳۹ھ

حصّہ دوم

مؤلفہ حضرت مولٰنا مولوی ابو البرکات آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں
صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم العالیہ
بصرف زر جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی
باہتمام جناب مولٰنا مولوی حاجی محمد حسنین رضا خاں صاحب مدظلہم

حسنی پریس بریلی میں طبع ہوا

بحمدہٖ تعالےٰ

یہ رسالہ ہدایت قبالہ الزام وعجالہ باطل و اہل باطل کی حقیقت کھولنے والا
حق کو جگمگانے والا آفتاب کی طرح روشن بنانے والا اہل بطالت کے
عذر عاطل و لاطائل کو فی النار کرنے والا کتاب نفیس و جلیل و مبارک
سے بنام تاریخی

الطاری الداری لہفوات عبد الباری

۱۳۳۹ھ

کا

حصہ سوم

مؤلفہ حضرت مولٰنا مولوی ابوالبرکات آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب
قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم العالیہ

بصرف زر جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ بریلی
باہتمام جناب مولٰنا مولوی حاجی محمد حسنین رضا خاں صاحب مدظلہم
حسنی پریس بریلی میں طبع ہوا

19

شرح قیمت اخبار

الفقیہ

امرتسر

THE ALFAQIH AMRITSAR

[illegible] ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۵ء

خدا خود ہے ثنا خوانِ رسولِ عربی

(از خواجہ محمد عبد العزیز صاحب [illegible] حافظ [illegible])

کہ خدا خود ہے ثنا خوانِ [illegible] رسولِ عربی
تھی خدائی میں تو شایانِ رسولِ عربی
[illegible] رسولِ عربی
[illegible]
[illegible] رسولِ عربی
گرد [illegible] رسولِ عربی
[illegible] رسولِ عربی
[illegible] رسولِ عربی

واہ اللہ تھی شانِ رسولِ عربی
تاجِ لولاک [illegible] دو عالم کی حکومت [illegible]
[illegible]
[illegible]
حضرت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اے خدا [illegible] مرگ
[illegible] دامانِ رسولِ عربی

[illegible]

جلد ۲۴ [illegible]

کیفیت جلسہ سالانہ [illegible]

معروف بہ

مدرسہ اہلسنت وجماعت [illegible]

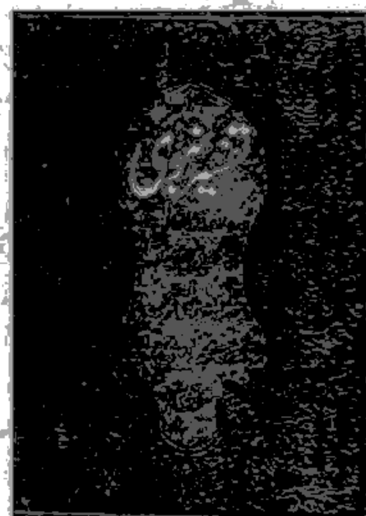
[illegible] ایک شفیق نے مدرسہ اہلسنت [illegible] کے سالانہ جلسہ کی کیفیت ارسال کی ہے جو مسلمانان [illegible] نہایت [illegible] ہے لہذا نہایت خوشی کے ساتھ [illegible] کی جاتی ہے (ایڈیٹر)

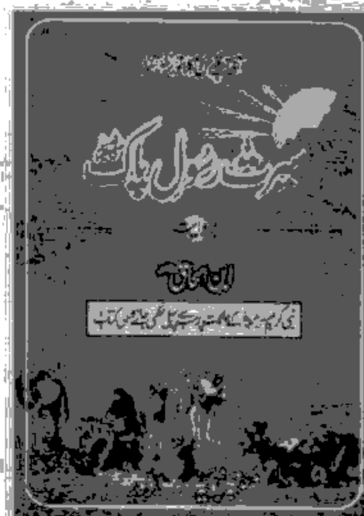
[illegible] توجہ سرپرستان مدرسہ اہلسنت وجماعت [illegible]

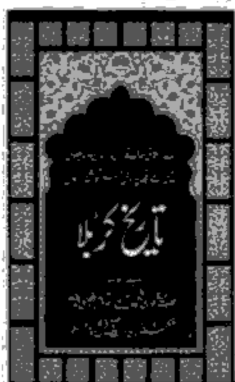
[illegible]

[illegible] ان حضرات کی دستاربندی جناب مولانا مولوی شاہ [illegible] صاحب سجادہ نشین [illegible] شریف اور جناب مولانا [illegible] کی دستاربندی [illegible] کے دست حق پرست سے کی [illegible]

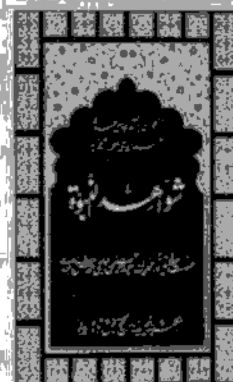
[illegible]




سیرت رسول پاک ﷺ
ابن اسحاق


تاریخ کربلا


فضائل درود


شواہد النبوۃ


کربلا کا مسافر


معارج النبوت

